الارشاد المدام

فی

تبیان الاسلام

فقیر اعجاز احمد قادری

الإرشاد المدام

تبیان الإسلام

مُصنّف

Marfat.com

Marfat.com

الارشاد المدام

فی

تبیان الاسلام

ذخیرہ

مصنف

فقیر اعجاز احمد قادری

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

Marfat.com

﴿جملہ حقوق محفوظ ہیں﴾

83

نامِ کتاب	....	الارشاد الدامر فی لسان الاسلام
مصنف	....	فقیر اعجاز احمد قادری
تعدادِ صفحات	....	696
اشاعتِ اوّل	....	جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ / جون ۲۰۰۷ء
اشاعتِ دوم	....	ربیع الاوّل ۱۴۳۰ھ / مارچ ۲۰۰۹ء
کمپوزنگ	....	ورڈ میکر
سرِ ورق	....	باھو گرافکس لاہور
طابع	....	سیّد محمد شجاعت رسول قادری
ناشر	....	نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور
مطبع	....	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
قیمت	....	750 روپے

ملنے کے پتے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز داتا گنج بخش روڈ لاہور فون 7313885-7070063

مکتبہ نوریہ رضویہ بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے فیصل آباد فون 2626046

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

اللّٰھُمَّ

صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ

وَصَحْبِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّھِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْكَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

Marfat.com

شرفِ انتساب

اس کتاب کو

نہایت خلوص

اور

انکساری کے ساتھ

حضرت محبوب ذات قدس سرہٗ

حضرت ڈاکٹر سید مسعود السید شاہ غزنوی الکیلانی القادری دامت برکاتہم العالیہ

سجادہ نشین درگاہ حضرت محبوبِ ذات منڈیر سیداں شریف سیالکوٹ

کے نام منسوب کرتا ہوں۔

Marfat.com

کلماتِ تشکر - از ناشر

انسان ہونے کے ناطے جس طرح ہمارے مادی جسم کو مادی غذا کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح ہماری روح کو روحانی غذا درکار ہوتی ہے۔ وہ روحانی غذا یہ ہے کہ روح کا ربط ورشتہ اسے تخلیق کرنے والی ہستی یعنی ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ قائم و استوار ہو جائے' جس سے روح کو وہ قوت ملے کہ وہ اپنی باطنی پرواز کی ایک جست میں ملاء اعلیٰ کا سفر طے کر لے اور بالآخر بارگاہِ الوہیت میں رسائی و باریابی کا عظیم ترین شریف حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ اللہ رب العزت کے قرب ومعرفت کی یہ منزل دنیا میں رہتے ہوئے بندے کو خود سے میسر نہیں ہوسکتی۔ کائنات کے اس بلندترین مقصد کا حصول صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ خالقِ ارض وسماء کو پانے کی غرض سے اپنا ناطہ اس کے محبوبین ومقربین سے جوڑ لیا جائے' کیونکہ یہی وہ باخدا ہستیاں ہیں جن کے صبح شام کا ایک ایک پل اپنے مولا کی رضا ومحبت اور قرب ومعیت کی حسین وادیوں میں بسر ہوتا ہے اور یہی وہ صاحبانِ حق ہیں کہ جن کی درگاہوں کی دہلیز ہی خدائی فضل وکرم کا دروازہ ہوتی ہے' کہ جہاں ان کے فیضِ لطف وعنایت کے آنگن میں قدم رکھتے ہی طالب حق کے لئے حق کی معرفت دوگام رہ جاتی ہے۔ ان اللہ والوں کی صحبت میں خلوص بھرے دو پل گزارنے والا دو جہاں کی ان گنت بھلائیاں اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے۔

لیکن حقیقتِ حال یہ ہے کہ اللہ پاک کے ایسے برگزیدہ اور محبوب بندوں کی نسبت اور غلامی مقدر سے ہی ملتی ہے۔ یہاں ہم اپنے حوالہ سے بڑے فخر و اعزا کے ساتھ یہ کہنا چاہیں گے کہ ہم پر حسنِ تقدیر سے اللہ کریم کا بے پایاں فضل وکرم ہوا ہے کہ ہمیں اس بابرکت ہستی سے نسبتِ غلامی کا شرف ملا ہے جن کو خدائے بزرگ و برتر نے اپنی محبوبیت کا تاج عطا فرمایا ہے اور اپنے محبوب بندوں کی عالیشان صف میں شامل فرما کر محبوبِ ذات کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ میری مراد سیّدنا سرکارِ عالی حضور قبلہ سیّد احمد حسین گیلانی القادری محبوبِ ذات نور پاک قدس سرہ العزیز ہیں۔ اس بلند و ارفع اور

Marfat.com

عظیم الشان نسبت پر ہم جتنا بھی فخر و ناز کریں کم ہے اور اپنے پروردگار کا جتنا بھی شکر بجا لائیں کم ہے۔ اپنے اس تفاخر کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنی کم مائیگی اور کج روی کا پورا احساس ہے اور یہ اعتراف ہے کہ ہم کرم کے قابل نہ تھے یہ تو ہمارے مرشد و مہربان سرکار عالی سرکار محبوبِ ذات قدس سرہ العزیز کی کرم نوازی ہے کہ انہوں نے اپنی عنایت و دستگیری کی آغوش میں ہم جیسوں کو بھی قبول فرمایا اور ہم گنہ گاروں کو بھی اپنے فیضانِ جود و کرم کے سیلِ رواں سے سیراب فرمایا۔ حضور سرکار محبوبِ ذات قدس سرہ العزیز نے اپنی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں اپنے فیضِ روحانی و باطنی کی تابانیوں سے ایک عالم کو منور فرمایا۔ آپ کے وصال مبارک کے بعد آج تک یہ روحانی فیوض کا سلسلہ جاری و ساری ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ پیشِ نظر کتاب الارشاد المدام فی تبیان الاسلام جو کہ شریعت و طریقت کے اصول جواہر سے مزین ہے، درحقیقت سرکار محبوبِ ذات قدس سرہ العزیز کے جلیل القدر روحانی فیضان کا تسلسل ہی ہے۔ کتاب ہذا کے مصنف محترم جناب قبلہ فقیر اعجاز احمد قادری صاحب سرکار محبوبِ ذات قدس سرہ العزیز کے منظورِ نظر، کامل و اکمل مرید ہیں اور بلاشبہ اپنے شیخ و مرشد کے فیض سے سرشار ہو کر آپ ان کی روحانی توجہات، عنایات اور برکات کے کامل امین ہیں۔ سرکار محبوبِ ذات قدس سرہ العزیز کے ساتھ ہم نیازمندوں کی نسبت آپ ہی کے دم سے ہے۔

درج بالا ضروری کلمات کے بعد ہم محترم قبلہ فقیر اعجاز احمد قادری صاحب کے حضور بصد عجز و نیاز ہدیۂ تشکر و امتنان پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی محبت و شفقت سے ہمیں نوازا اور ہمیں اپنی خدمت و نیازمندی کا شرف عطا کرتے ہوئے اپنی تصنیفِ لطیف الارشاد المدام فی تبیان الاسلام کی طباعت و اشاعت کی ذمہ داری کا اعزاز بخشا، نیز اپنی دیگر جملہ تصنیفات (الارشاد الحقیقت فی تبیان الطریقت، برہان القرآن فی مرآۃ الرحمٰن) کی اشاعت کے عظیم کار خیر کے لئے بھی اپنی طرف سے اجازت سے نوازا۔ اپنی اس سعادت مندی پر ہم خدائے پاک کا جتنا بھی شکر ادا کریں ناکافی ہے۔

آخر میں باری تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ پروردگار اپنی بے پناہ رحمت اور فضل و کرم سے جناب فقیر اعجاز احمد قادری صاحب کو مالا مال فرمائے، آپ کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر تادیر قائم و دائم فرمائے اور ہم سب کو آپ کے فیوضات سے مستفیض و مستنیر فرمائے۔ آمین اور ہم بارگاہِ الٰہی میں التجا ہے کہ ہمیں سرکار عالی سرکار محبوبِ ذات قدس سرہ العزیز کا کامل ایمان اور آپ کے دربار کی سچی پکی غلامی نصیب ہو جائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

Marfat.com

پیشِ لفظ

ہر طرح کی حمد و ثناء' اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے مخصوص ہے' جس نے عارفین کے قلوب کو توحید کے اسرار کی دولت سے سرفراز کیا' اور واصلین کی ارواح کو تنزیہہ کے انوار سے منور کیا' جس نے اپنے سب سے پیارے' برگزیدہ اور محبوب رسول کو خاتم الانبیاء بنا کر مبعوث کیا اور ہمیں آپ ﷺ کی امت میں پیدا کر کے' آپ ﷺ کے ساتھ نسبت کا شرف عطا کیا۔

....

ہمارے آقا' مولیٰ' سردار' پیشوا' ہادی' رہنما' حضرت محمد ﷺ پر درود و سلام نازل ہو' ان کے ہمراہ ان کے اہلِ بیت' ازواجِ مطہرات' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین' ان کی امت کے علمائے کرام' مشائخ عظام پر' اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں۔

....

اگر آپ اسلام کی دعوت و تبلیغ کی تاریخ کا اجمالی جائزہ لیں تو آپ اس حقیقت سے بہت جلد آگاہ ہو جائیں گے اور اس بارے میں صوفیائے عظام نے نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں۔ بالخصوص برصغیر پاک و ہند میں' صوفیاءِ کرام کی خدمات ناقابل فراموش ہیں' سیّد علی

Marfat.com

الہجویری قدس سرہ العزیز' المعروف داتا گنج بخش کی آمد سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ آج تک جاری ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو قیامت تک جاری وساری رہے گا۔

....

ہر کام اور ہر شعبے کے اپنے قواعد وضوابط اور آداب وروایات ہوتے ہیں صوفیائے کرام نے اپنے اخلاق' رویے' انسان دوستی' شفقت اور محبت کے ذریعے لوگوں کے قلوب فتح کیے اور ان کے دلوں کی سرزمین پر ایمان واخلاص کے جھنڈے گاڑ دیے۔ کیونکہ وہ اس حقیقت سے آشنا تھے' کہ فلسفہ' اور منطق انسان کے ذہن کو شکست سے دوچار کر سکتے ہیں' لیکن دل کو فتح نہیں کر سکتے۔ اسی لیے انہوں نے دلوں کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔ دلوں کو سنوارا' انہیں ایمان کی روشنی سے نکھارا۔

....

صوفیاءِ کرام کے اسی مقدس گروہ سے تعلق رکھنے والی ایک اہم شخصیت میرے پیرو مرشد' شیخ طریقت' آقائے نعمت ہیں۔ جنہیں زمانہ حضرت سید احمد حسین شاہ گیلانی' محبوب ذات رضی اللہ عنہ کے نام سے جانتا ہے اور جن کا روضۂ پاک منڈیر سیداں سیالکوٹ میں مرجع حاجات خلائق ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کا جو فضل وکرم میرے شیخ کے واسطے سے مجھ پر ہوا ہے' اسے لفظوں کے محدود دامن میں سمویا نہیں جا سکتا۔ یہ میرے شیخ کامل کی روحانی توجہ اور دستگیری کا نتیجہ ہے کہ مجھ جیسا عاجز انسان اسلام کی تحریری وتقریری اور عملی تبلیغی خدمت کرنے کے قابل ہو سکا۔

مغاں سرداند انگور آب می سازند
ستارہ می شکنند آفتاب می سازند

Marfat.com

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی تبلیغ و دعوت اور تصوف کی تعلیمات کی ترویج و اشاعت کی تصنیف و تالیف کا آغاز سیدّ علی ہجویری نے کیا۔ آپ کی تصنیف ''کشف المحجوب'' سالکانِ طریقت کے لیے مشعلِ راہ' بلکہ منارۂ نور ہے۔ اس کے بعد آنے والے صوفیائے کرام نے بھی اپنے زمانوں کے مخصوص تقاضوں اور ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے تصانیف کی ہیں۔ جن میں اکابرینِ قادریہ کی تحریرات' خواجگانِ چشت کے ملفوظات اور مشاہیرِ سہرورد کی تصنیفات شامل ہیں۔ جن کے تفصیلی تعارف کے لیے ایک مستقل تصنیف درکار ہے۔

....

اس عاجز فقیر نے اپنے ان اکابرین سے نسبت کے تحت' اور ان کے روحانی تصرف اور دستگیری کی بدولت' اپنے عہد کی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے۔ یہ کتاب تصنیف کی ہے' جس میں تصوف' روحانیت' شریعت' طریقت' حقیقت کے بارے میں بہت سے مسائل اور نکات کی نشاندہی کی ہے۔ اس سلسلے میں متقدمین و متاخرین صوفیاءِ کرام کی تحریرات اور اپنے پیرومرشد کے ملفوظات سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

قارئین سے التماس ہے کہ وہ اس کتاب کو پڑھتے ہوئے میرے شیخِ طریقت کے برزخی درجات میں اضافے' اس فقیر کے علم وعمل میں خیروبرکت' خاتمہ بالخیر ومغفرت کی دعا کریں۔ میں ان تمام حضرات کا شکرگزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تیاری میں کسی بھی حوالے سے' کسی بھی قسم کا تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسے دنیا وآخرت میں' میرے لیے فلاح وکامرانی کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ آمین

فقیر اعجاز احمد قادری

Marfat.com

ترتیب

انتساب ۴
کلماتِ تشکر - از ناشر ۵
پیش لفظ ۷
عقیدہ ۲۳
احادیثِ صفات ۲۴
فرضِ علوم ۲۵
علمِ حقیقت کے ارکان ۲۶
علمِ شریعت کے ارکان ۲۶
دلائل و براہین ۲۶
ذات کی حقیقت ۲۹
ذاتِ الٰہی ۳۰
علمِ ذاتِ باری تعالیٰ ۳۱
علمِ صفاتِ باری تعالیٰ کی شرائط ۳۱
صفاتِ حقیقی ۳۲
افعالِ باری تعالیٰ ۳۳
ضروری نوٹ ۳۳
وحدۃ الوجود ۳۴
نظریہ وحدۃ الوجود ۳۴
نظریہ وحدۃ الشہود ۳۴
تخلیقِ کائنات ۳۷
القرآن ۳۹
تشریحِ تخلیقِ کائنات ۳۹
عالم کی حقیقت ۴۱
عالمِ علیین - عالمِ سجین .... [illegible]
عالمِ میزان اور پل صراط ۴۲
صوفیائے کرام کے نزدیک یومِ میزان ۴۶
باب التوحید ۴۹
توحید و شرک جمع نہیں ہو سکتے ۵۰
توحید سے متعلق مشائخ کے رموز و اشارات ۵۱
حضرت خواجہ جنید بغدادی ۵۱
حضرت حسین بن منصور حلاج رضی اللہ عنہ ۵۲
حکایت ۵۳
اسرارِ الٰہیہ کی حفاظت اور اخفاء کی ضرورت ۵۳
مقاماتِ توحید کے بیان میں احتیاط ۵۴
ایک سوال بابت توحید ۵۵
باب القرآن ۵۷
قرآن مجید ۵۷
قرآنِ کریم ۵۷
قرآنِ حکیم ۵۷
قرآنِ مجید کی تعریف ۵۸
نزولِ قرآنِ مجید ۶۱
قرآنِ مجید آپ کے قلب [illegible]
قرآن کا نزول حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
قرآنِ مجید کا نزول اللہ کی طرف [illegible]

Marfat.com

مصحف ۶۴
قرآنِ مجید کے فضائل ۶۶
ضروری نوٹ ۶۶
قرآنِ مجید کے فوائد احادیثِ مبارکہ میں سے .۶۶
تلاوتِ قرآنِ مجید ۶۸
القرآن ۷۲
تلاوتِ قرآنِ مجید ترتیل کے ساتھ ۷۲
سجدۂ تلاوت ۷۳
سجدۂ تلاوت کا طریقہ ۷۳
سجدۂ تلاوت واجب ہونے کے اسباب ۷۴
حافظِ قرآن کی فضیلت ۷۵
حافظِ قرآن کے والدین ۷۵
مسلمانوں پر قرآنِ مجید کے حقوق ۷۶
1-ایمان و تعظیم ۷۶
ہر ایک کا سب سے پہلا فرض ۷۹
2-تلاوت و ترتیل ۸۲
i-تجوید ۸۴
ii-روزانہ کا معمول ۸۵
خوش الحانی ۸۶
آدابِ ظاہری و باطنی ۸۸
ترتیل ۸۸
6-حفظ ۹۰
تیسرا حق تذکر و تدبر ۹۰
چوتھا حق حکم و اقامت ۹۳
پانچواں حق تبلیغ و تبیین ۹۸
قرآن و حدیث میں فرق ۱۰۰
صاحبِ قرآن و سنت والحکمت ۱۰۲
واقعہ جبرائیل امین علیہ السلام ۱۰۴
امرِ کن کا مظہرِ اوّل ۱۰۶
''کن'' کلامِ الٰہی اور نورِ محمدی اسے استعارہ ہے ۱۰۷
کتاب سے ''ک'' اور نور سے ''ن'' کا اشارہ. ۱۰۸
(ن) اسمِ مصطفٰی ہے ۱۰۹
قلم بھی اسمِ مصطفٰی کا معنوی ظہور ہے ۱۱۰
سورۃ القدر میں امرِ کن اور حقیقتِ محمدی کا مضمون. ۱۱۱
ظہورِ نورِ مصطفٰی کے پرتو سے عالمین کی تشکیل .. ۱۱۲
شبِ معراج حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مراحلِ ظہور کی طرف مراجعت ۱۱۲
تاریخ ولادت اور وقتِ سعادت ۱۱۴
موسمِ بہار میں ولادتِ مصطفوی میں حکمت ۱۱۶
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت ۱۱۷
عبدالمطلب در آمنہ رضی اللہ عنہا پر ۱۱۸
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر یہودیوں کی پریشانی ۱۲۰
حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پلانا ۱۲۰
شقِ صدرِ مبارک ۱۲۱
شقِ صدر کے بعد ۱۲۲
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقدِ نکاح ۱۲۴
سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تعمیر کعبہ ۱۲۵
سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا نزول ۱۲۷
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ اسلام پر لبیک کہنے والے ۱۳۳
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حبشہ کی جانب ہجرت ۱۳۴

Marfat.com

نزولِ سورۃ "وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی" ١٣٥
ابو طالب کی وفات ١٣٧
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
کا نکاح ١٤٠
معراج شریف ١٤٢
معراج جسمانی تھی یا روحانی ١٤٢
دیدارِ الٰہی ١٤٦
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کی معجزانہ نشانیاں ١٤٩
آلِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ١٥١
1- حضرت قاسم علیہ السلام ١٥١
حضرت عبداللہ علیہ السلام ١٥٢
حضرت ابراہیم علیہ السلام ١٥٢
بنات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ١٥٤
(1) سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا ١٥٤
(2) سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا ١٥٥
(3) حضرت سیّدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا ١٥٦
حضرت سیدۃ النساء العالمین فاطمہ رضی اللہ عنہا ١٥٧
مرویات ١٥٩
اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن ١٦١
1- اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ١٦١
2- اُمّ المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ١٦٢
3- اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ١٦٣
4- اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا ١٦٥
5- اُمّ المساکین والمؤمنین سیّدہ زینب
بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا ١٦٧
6- اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا
(ہند) ١٦٧
7- اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ زینب
بنتِ جحش رضی اللہ عنہا ١٦٩
8- اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ جویریہ رضی اللہ عنہا ١٧٤
9- اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا ١٧٥
10- اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ١٧٧
11- اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا ١٧٨
حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بزرگ و برتر
اور محترم والدین کے مبارک حالات ١٨٠
حضرت سیّدنا عبداللہ بن عبدالمطلب (رضی اللہ عنہما) ١٨٠
حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ١٨٤
حدیث ١٨٧
کتب سنن یا مسند ١٨٩
حدیثِ صحیح ١٩٠
حدیثِ حسن ١٩٠
ضبط ١٩٠
وضو ١٩٢
فضائلِ وضو ١٩٢
فرائضِ وضو ١٩٥
احکامِ فقہی ١٩٦
فائدہ ١٩٦
منہ دھونا ١٩٦
ہاتھ دھونا اس حکم میں کہنیاں بھی داخل ہیں ١٩٨
سر کا مسح ١٩٩

Marfat.com

پاؤں کو گٹوں سمیت ایک بار دھونا ۱۹۹
سنن وضو ۲۰۰
احکام فقہی ۲۰۱
مستحبات وضو ۲۰۴
فقہی مسائل ۲۰۵
وضو کی دعائیں ۲۰۷
1- وضو کی بسم اللہ ۲۰۷
2- کلی کے وقت ۲۰۷
3- ناک میں پانی دیتے وقت ۲۰۷
4- منہ دھوتے وقت ۲۰۷
5- داہنا ہاتھ دھوتے وقت ۲۰۷
6- بایاں ہاتھ دھوتے وقت ۲۰۸
7- مسح کے وقت ۲۰۸
8- کانوں کے مسح کے وقت ۲۰۸
9- گردن کے مسح کے وقت ۲۰۸
10- دایاں پاؤں دھوتے وقت ۲۰۸
11- بایاں پاؤں دھوتے وقت ۲۰۸
12- وضو کے بعد ۲۰۹
مکروہات وضو ۲۰۹
فقہی مسائل ۲۰۹
وضو کے متفرق مسائل ۲۱۰
وضو توڑنے والی چیزیں ۲۱۱
فقہی مسائل ۲۱۱
متفرق مسائل بابت وضویات ۲۱۷
تیمم ۲۱۸
تیمم کا بیان ۲۱۸
تیمم کے متعلق احادیث ۲۱۹
تیمم کے مسائل ۲۲۰
تیمم کے فرائض ۲۲۱
شرائط تیمم ۲۲۱
سنن تیمم ۲۲۱
طہارت ۲۲۲
استنجا ۲۲۲
غسل ۲۲۶
غسل کب ضروری ہوتا ہے ۲۲۷
فقہی مسائل ۲۲۷
غسل کی سنتیں ۲۳۳
نوٹ ۲۳۴
ایک وضاحت ۲۳۵
حیض ۲۳۷
حیض کی حکمت ۲۳۹
حیض کے مسائل ۲۳۹
نفاس وحیض کے متعلق احکامات ۲۴۱
وضاحت ۲۴۳
مردہ اور مسائل ۲۴۶
مسائل ۲۴۷
مردہ کا کفن ۲۴۸
کفنانے کا طریقہ ۲۴۹
نمازِ جنازہ ۲۵۰
نمازِ جنازہ کی شرائط ۲۵۱

Marfat.com

نمازِ جنازہ کی ترکیب ۲۵۲
جنازہ لے چلنے کا بیان ۲۵۲
نمازِ جنازہ کی دعائیں ۲۵۴
ثناء ۲۵۴
درود شریف ۲۵۴
دعا ۲۵۴
نابالغ لڑکے کے لیے دعا ۲۵۴
نابالغ لڑکی کے لیے دعا ۲۵۵
قبر اور دفن کے بارے میں فقہی مسائل ۲۵۵
تعزیت ۲۵۹
اذان ۲۶۴
اقامت ۲۶۷
فقہی مسائل ۲۶۷
نماز ۲۷۰
نماز کیا چیز ہے؟ ۲۷۰
حواسِ خمسہ اور نماز ۲۷۱
انسان کی پانچ حالتیں اور نماز ۲۷۲
موت کے بعد پانچ منزلیں اور نماز ۲۷۳
نماز کی حقیقت ۲۷۳
اوقاتِ نماز ۲۷۶
وقتِ ظہر ۲۷۶
وقتِ عصر ۲۷۸
وقتِ مغرب ۲۸۰
نمازِ عشاء ۲۸۱
نمازِ فجر ۲۸۴
نماز کے اندر سات فرض ۲۸۵
نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنا ۲۸۷
اللہ اکبر سے نماز کی ابتدا ۲۸۷
کانوں کی لو کے برابر ہاتھ اٹھانا ۲۸۸
نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا ۲۸۹
نماز میں الحمد شریف کا پڑھنا ۲۸۹
نماز میں رکوع کرنا ۲۹۰
نماز میں سجدہ ۲۹۱
تسبیحِ سجدہ ۲۹۱
تسبیحِ رکوع ۲۹۲
ہر رکعت میں دو سجدے ۲۹۲
نماز میں قیام ۲۹۲
نماز میں سلام پھیرنا ۲۹۳
آدابِ نماز ۲۹۴
اوقاتِ نماز کی حدود ۲۹۷
فجر کی نماز کا وقت ۲۹۷
ظہر کی نماز کا وقت ۲۹۷
عصر کی نماز کا وقت ۲۹۷
نمازِ مغرب کا وقت ۲۹۸
نمازِ عشاء کا وقت ۲۹۸
نماز کا امتیازی مقام ۲۹۸
قرآنِ مجید میں ذکرِ نماز ۲۹۸
نماز کیلئے حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کی وصیت ۲۹۹
نماز کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے حالات ۲۹۹
نماز کی برکتیں ۳۰۰

Marfat.com

نماز کے فضائل ۳۰۱
نماز کے فرائض و واجبات ۳۰۵
نماز کے فرائض ۳۰۵
واجباتِ نماز ۳۰۶
سننِ نماز ۳۰۶
مستحباتِ نماز ۳۰۸
نماز میں بارہ ہزار چیزیں ۳۰۸
اول علم ۳۰۹
علم ۳۰۹
وضو ۳۰۹
لباس ۳۰۹
وقت ۳۱۰
قبلہ کی طرف رخ کرنا ۳۱۰
نیت ۳۱۰
تکبیرِ تحریمہ ۳۱۰
قرآنِ مجید پڑھنا ۳۱۱
رکوع ۳۱۱
سجدہ ۳۱۱
التحیات میں بیٹھنا ۳۱۱
اخلاص ۳۱۱
نماز میں خیر اور برکت ۳۱۲
نمازِ باجماعت کا فائدے ۳۱۳
جماعت میں نہ شریک کن کے لیے جائز ہے . ۳۱۳
کونسی نمازوں میں جماعت سنتِ مؤکدہ ہے . ۳۱۴
امام ۳۱۴
نمازِ وتر ۳۱۴
سنت اور نفل نماز ۳۱۵
سنتِ مؤکدہ کون کونسی ہیں ۳۱۵
سنتِ غیر مؤکدہ کون سی ہیں ۳۱۵
نمازِ استخارہ ۳۱۶
نمازِ تہجد ۳۱۶
نمازِ تسبیح ۳۱۷
نمازِ اشراق ۳۱۷
نمازِ چاشت ۳۱۷
نمازِ استسقاء ۳۱۸
استسقاء کی دعا ۳۱۹
سورج گرہن کی نماز ۳۱۹
چاند گرہن کی نماز ۳۱۹
نمازِ حاجت ۳۲۰
نمازِ تراویح ۳۲۰
قضائے نماز ۳۲۱
صاحبِ ترتیب ۳۲۲
کسوف اور خسوف ۳۲۲
کون سی نمازوں کی قضاء پڑھی جائے ۳۲۲
سجدۂ سہو کن چیزوں سے واجب ہوتا ہے ... ۳۲۳
سجدۂ سہو کرنے والی چیزیں ۳۲۳
بیمار کی نماز ۳۲۴
لیٹ کر نماز پڑھنے کا طریقہ ۳۲۴
مسافر کی نماز ۳۲۵
قصرِ نماز ۳۲۵

Marfat.com

نمازِ فرض میں دو رکعت کا اضافہ ۳۲۶
ستر چھپانا ۳۲۶
سترہ ۳۲۶
گھر میں نفل نماز ۳۲۷
ایک وقت میں دو نمازیں ۳۲۷
نمازِ سری ۳۲۸
نمازِ جہری ۳۲۸
نمازی کے آگے سے گزرنا ۳۲۸
نمازِ عیدین ۳۲۹
نماز کی عظمت ۳۳۰
نمازِ غوثیہ ۳۳۰
اسرارِ نماز ۳۳۰
حدیثِ قدسی ۳۴۰
فرائض کے ساتھ نوافل کی حکمت ۳۴۲
ہر مشکل کا حل اور ایمان کی سلامتی کی ضمانت نماز ہے ۳۵۳
بے نماز کی حیثیت ۳۵۳
کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ۳۵۴
کعبہ کے اندر نماز پڑھنا ۳۵۵
حضرت جبریل علیہ السلام کی امامت ۳۵۶
حائضہ عورت کی نماز ۳۵۶
مستحاضہ کی نماز ۳۵۷
رمضان المبارک ۳۵۸
روزہ ۳۵۸
روزہ سے متعلق احادیثِ مبارکہ ۳۶۴
ماہِ رمضان المبارک ۳۷۰
فضائل ۳۷۰
چاند دیکھنے کا بیان ۳۷۲
چاند کے بارے میں مختلف احادیث ۳۷۲
نفلی روزوں کی فضیلت ۳۷۳
بعض ایام میں روزہ رکھنے کی ممانعت ۳۷۶
روزے کے اسرار و حکمتیں ۳۷۶
روزہ کے فضائل ۳۷۸
فقیر کی درخواست ۳۸۰
روزہ توڑنے والی چیزیں ۳۸۳
فقہی مسائل ۳۸۴
اعتکاف ۳۸۷
عورت کا اعتکاف کرنا ۳۸۷
اعتکاف میں عورت کا اپنے شوہر کو دیکھنے آنا ۳۸۸
بیس دن کا اعتکاف ۳۸۸
اعتکاف کی مدت ۳۸۹
اعتکاف کے فقہی مسائل ۳۸۹
مسائل ۳۸۹
طریقت کا روزہ ۳۹۲
روزے کی اصل حقیقت ۳۹۳
صومِ وصال ۴۰۰
صومِ وصال کی وضاحت ۴۰۲
نمازِ تراویح ۴۰۳
وتروں کی تاخیر اور قرأت ۴۰۵
تراویح کی جماعت اور جہری قرأت ۴۰۵

Marfat.com

صدقۂ فطر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۰۶
صدقۂ فطر کی مقدار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۰۷
شب قدر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۰۸
لیلۃ القدر کے بارے میں خاص روایت ۔۔۔۔۔۔ ۴۱۲
باب الزکوٰۃ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۱۶
زکوٰۃ سے متعلق احادیث مبارکہ ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۱۹
فرضیت زکوٰۃ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۲۱
زکوٰۃ کی اہمیت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۲۲
صفت زکوٰۃ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۲۲
ایک حقیقت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۲۳
زکوٰۃ کے فقہی مسائل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۲۴
سائمہ کی زکوٰۃ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۳۶
فقہی مسائل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۳۶
اونٹ کی زکوٰۃ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۳۷
فقہی مسائل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۳۹
گائے کی زکوٰۃ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۳۹
فقہی مسائل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۴۰
بکریوں کی زکوٰۃ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۴۰
فقہی مسائل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۴۳
سونے چاندی اور مال تجارت پر زکوٰۃ ۔۔۔۔۔۔ ۴۴۳
فقہی مسائل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۵۰
زراعت اور پھلوں کی زکوٰۃ ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۵۰
فقہی مسائل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۵۰
زکوٰۃ کن لوگوں پر صرف کی جائے ۔۔۔۔۔۔ ۴۵۷
فقہی مسائل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۵۸
حقیقت زکوٰۃ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۶۶
زکوٰۃ میں طریقت کے مسائل ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۶۹
باب الحج ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۷۰
فرضیت حج ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۷۲
خانہ کعبہ کی تاریخ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۷۵
تعمیر کعبہ کے متعلق مختلف روایات ۔۔۔۔۔۔ ۴۷۵
مقام ابراہیم و سنگ اسود ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۸۲
وضاحت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۸۴
نصیحت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۸۴
ارکان حج ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۸۵
فرائض حج ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۸۶
واجبات حج ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۸۶
میقات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۸۷
میقات مکانی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۸۸
مقامات میقات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۸۸
سفر حج میں زاد راہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۸۹
مناسک حج ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۹۰
سب سے پہلا حج ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۹۰
قافلہ کا امیر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۹۰
فضائل حج ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۹۱
حج مبرور ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۹۳
نیت حج ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۹۳
سفر حج سے پہلے توبہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۹۴
حرم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۹۴
عرفات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۹۵

Marfat.com

احرام ۴۹۵
استلام ۴۹۵
ایامِ تشریق ۴۹۶
ایامِ نحر ۴۹۶
بیت اللہ ۴۹۷
اضطباع ۴۹۷
آفاقی ۴۹۷
افراد ۴۹۷
اشعار ۴۹۷
بطنِ عرنہ ۴۹۷
تجلیل ۴۹۷
تسبیح ۴۹۷
تقلید ۴۹۷
تکبیر ۴۹۸
تمتع ۴۹۸
تلبیہ ۴۹۸
تہلیل ۴۹۸
جمرات یا جمار ۴۹۸
جنت المعلیٰ ۴۹۹
جبلِ رحمت ۴۹۹
جبلِ قزح ۴۹۹
جبلِ ثبیر ۴۹۹
حجرِ اسود ۵۰۰
حِل ۵۰۰
حطیم ۵۰۰
دم .... [illegible]
ذوالحلیفہ .... [illegible]
ذاتِ عرق ۵۰۰
رکنِ یمانی ۵۰۰
رمل ۵۰۱
زم زم شریف ۵۰۱
سعی ۵۰۲
شوط ۵۰۲
صفا ۵۰۳
مروہ ۵۰۳
طواف ۵۰۳
عمرہ ۵۰۳
عرفات یا عرفہ ۵۰۳
قِران ۵۰۳
مطاف ۵۰۳
مقامِ ابراہیم ۵۰۴
ملتزم ۵۰۴
منیٰ ۵۰۴
مدعیٰ ۵۰۴
مزدلفہ ۵۰۴
محر ۵۰۴
میلین اخضرین ۵۰۵
وقوف ۵۰۵
ہدی ۵۰۵
تنعیم ۵۰۵

Marfat.com

یوم الترویہ........................ ۵۰۶
یلملم........................ ۵۰۷
مسجدِ خیف........................ ۵۰۷
مسجدِ نمرہ........................ ۵۰۷
تکبیرِ تشریق........................ ۵۰۷
محرم........................ ۵۰۸
مسجدِ حرام........................ ۵۰۸
اقسامِ احرام........................ ۵۰۹
لباسِ احرام........................ ۵۰۹
طوافِ قدوم........................ ۵۰۹
طوافِ زیارت........................ ۵۰۹
طوافِ صدر........................ ۵۱۰
طوافِ عمرہ........................ ۵۱۰
طوافِ نذر........................ ۵۱۰
طوافِ تحیۃ........................ ۵۱۰
طوافِ نفل........................ ۵۱۰
طواف کا طریقہ........................ ۵۱۰
احرام کا مطلب........................ ۵۱۲
احرام باندھنے کا طریقہ........................ ۵۱۲
حکمِ احرام........................ ۵۱۳
تلبیہ پڑھنا........................ ۵۱۳
نمازِ احرام........................ ۵۱۴
عورت کا احرام........................ ۵۱۵
مکہ مکرمہ میں داخل ہونا........................ ۵۱۶
مسجدِ حرام میں داخل ہونا........................ ۵۱۶
مسجدِ حرام میں نمازِ باجماعت کا ثواب........ ۵۱۷
رمل کا طریقہ........................ ۵۱۸
سعی کا طریقہ........................ ۵۱۹
مکہ کا قیام........................ ۵۲۰
خطباتِ حج........................ ۵۲۱
مکہ سے منیٰ کو روانگی........................ ۵۲۱
منیٰ سے عرفات روانگی اور وقوفِ عرفات ۵۲۲
جبلِ رحمت کے قریب دعا........................ ۵۲۳
عرفات سے مزدلفہ........................ ۵۲۴
مزدلفہ سے منیٰ........................ ۵۲۶
جمرۂ عقبیٰ کی رمی........................ ۵۲۶
قربانی........................ ۵۲۸
حلق یا قصر........................ ۵۲۸
طوافِ زیارت اور سعی........................ ۵۲۹
طوافِ وداع........................ ۵۳۱
حجِ قران اور افراد........................ ۵۳۲
زیارتِ مدینہ طیبہ........................ ۵۳۳
روضۂ اقدس پر سلام پیش کرنے کا طریقہ ... ۵۳۷
طریقت کا حج........................ ۵۳۹
اللہ معاف فرمائے........................ ۵۵۱
حدود کا بیان........................ ۵۵۸
زنا کی مذمت اور قباحت........................ ۵۶۲
زنا کی برائیاں........................ ۵۶۴
بدکار لوگ........................ ۵۶۶
زنا کی چھ بری خصلتیں........................ ۵۶۶

Marfat.com

طبقاتِ جہنم اور اس کے عجائبات ۵۶۷
عذابِ دوزخ ۵۶۹
شراب اور جواء کا حرام ہونا ۵۷۳
جواء اور اس کا حرام ہونا ۵۸۳
شراب کی ہلاکت و بربادی ۵۸۵
حرمت کے فوائد ۵۹۲
سود ۵۹۶
ربا کا لغوی معنی ۵۹۷
ربا کا اصطلاحی معنی ۵۹۷
ربا الفضل کی تعریف اور علت کے متعلق نظریات ۵۹۸
سود اور نفع میں فرق ۶۰۱
بینک کے سود کے متعلق ۶۰۱
مجوزین سود کے دلائل کے جوابات ۶۰۳
درج بالا آیت کے فوائد ۶۰۷
بینک کا سود ۶۰۹
بیمہ کرانا ۶۱۰
ضروری وضاحت ۶۱۴
سود پر وعید کے متعلق احادیث ۶۱۸
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۶۲۱
عبادت کی روح ۶۲۱
وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۶۳۱
وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا ۶۳۷
ذاتِ اقدس کی طرف کامل توجہ کیسے کی جائے ۶۴۰
نحن اقرب کی برکت ۶۴۱
نحن اقرب کے باوجود ہماری بے [illegible] [illegible]
نحن اقرب اور 70 ہزار حجابات .... [illegible]
اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۶۴۳
معیتِ الٰہی کا مفہوم ۶۴۳
مسئلہ معیت بالصفات یا معیت بالذات والصفات ۶۴۴
معیت الٰہیہ شیخ شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں ۶۴۷
اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۶۴۹
نور کا لغوی معنی ۶۴۹
اللہ تعالیٰ پر نور کے اطلاق کی توجیہات ۶۵۰
احادیثِ مبارکہ میں اللہ پر نور کا اطلاق ۶۵۴
فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ ۶۵۸
ذکر اللہ کے فوائد ۶۵۹
ذکر اللہ اور مقصد حیات ۶۶۰
ذکر کی اقسام ۶۷۱
1- ذکرِ رسم ۶۷۱
2- ذکرِ قلبی ۶۷۱
3- ذکرِ دماغی ۶۷۲
4- ذکرِ اسم اللہ ذات ۶۷۲
(i) ذکرِ جہر چہار ضربی ۶۷۲
(ii) ذکرِ خفی ۶۷۳
(iii) پاسِ انفاس ۶۷۴
تصورِ شیخ ۶۷۵
تنبیہ ۶۷۵
درود و سلام ۶۷۶

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

تمام تعریفیں اللہ ربّ العٰلمین کے لئے مخصوص ہیں جو ہر تعریف کرنے والے کی تعریف سے مستغنی ہے جس نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا اور درود وسلام کا حضور سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزول ہو جو کہ خود اللہ ربّ العزت کے صلوٰۃ نازل کرنے کی وجہ سے ہر صلوٰۃ بھیجنے والے کی صلوٰۃ سے مستغنی ہیں جن کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ ربّ العزت ان کو راضی کرتا ہے۔ پھر اللہ ربّ العزت نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن مجید کا نزول فرمایا۔ قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھنڈا سب جھنڈوں سے بلند ہوگا۔ وہ انبیاء اور رسولوں کے قائد ہیں۔ اولین اور آخرین کے امام ہیں۔ تمام نیکوکاروں اور گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ اولاد اور ان کے کامل ترین اور ہادی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کی ازواجِ مطہرات یعنی امہات المؤمنین اور ان کی امت کے تمام فقہاء علماء اور اولیائے کرام بالخصوص حضرت سید عبدالقادر جیلانی شیأً لِلّٰہ، حضرت سید احمد حسین شاہ گیلانی القادری محبوبِ ذات نوراللہ قدس سرہ العزیز پر بھی صلوٰۃ وسلام کا نزول ہو۔ اے اللہ ربّ العزت میرے سینہ کو قرآن وسنت کے انوار اور فیوض سے بہرہ مند فرما۔ مجھے اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا فرما جو میرے لئے مددگار ہو۔

اے اللہ ربّ العزت! تو میری اس تصنیف کو صرف اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے لئے مقدر کر دے اور اس کو اپنے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میرے مرشد پاک حضرت

Marfat.com

سید احمد حسین شاہ گیلانی القادری محبوبِ ذات نورِ پاک قدس سرہ العزیز کی بارگاہ میں مقبول کر دے۔ اس کتاب کو قبر اور قیامت کے دن میری مغفرت کا ذریعہ بنا اور قیامت کے دن تک کے لئے اس کو صدقۂ جاریہ کر دے۔ اے اللہ ربّ العزت! مجھے دنیا میں حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کی زیارت اور قیامت کے دن ان کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ اے اللہ ربّ العزت! میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ مجھے اپنے حبیب ﷺ کے وسیلہ سے معاف فرما دے کیونکہ تیرے سوا اور کوئی گناہوں کو معاف کرنیوالا نہیں۔ آمین۔ یارب العالمین۔ بحقِ رحمۃ للعٰلمین

بحقِ یا حضرت سلطان شیخ سید عبدالقادر جیلانی (رضی اللہ عنہ)

بحقِ یا حضرت سید احمد حسین شاہ گیلانی القادری محبوبِ ذات نورِ پاک قدس سرہ العزیز۔

83988

عقیدہ

میں اپنی کتاب ''تبیان الاسلام'' کا آغاز اپنے شیخ و مرشد جگر گوشۂ حضرت محبوبِ ذات حضرت سید افتخار احمد حسین شاہ گیلانی القادری غوثِ زماں قدس سرہ العزیز کے ایک واقعہ سے کر رہا ہوں جسے میں سب سے عظیم کرامت سمجھتا ہوں اور وہ عقیدہ کی درستگی ہے۔ ایک بار میں راقم الحروف فقیر اعجاز احمد قادری اپنے شیخ و مرشد کے پاس شرفِ دیدار کی دولت پانے کی غرض سے حاضرِ خدمت ہوا تو میں نے آپ سے عقیدۂ توحید کی بابت سوال عرض کیا تو آپ نے کوئی ایک نکتہ ترک کئے بغیر اہلسنّت و الجماعت کا عقیدہ تمام جزئیات سمیت بیان فرما دیا کہ جب تک کوئی شخص اہلسنّت و الجماعت کے عقیدے پر ثابت قدم نہیں ہوگا۔ اس وقت تک اسے فتح نصیب نہ ہوگی اور اللہ ربّ العزت کے کسی ایک بھی ولی کا عقیدہ اہلسنّت و الجماعت سے ہٹ کر نہیں تھا۔ بالفرض اگر فتح کے حصول سے پہلے کسی کا ایسا عقیدہ تھا تو بھی فتح کے حصول کے فوراً بعد توبہ کر کے اہلسنّت و الجماعت کا عقیدہ اختیار کرنا واجب ہوگا ورنہ وہ فتح برقرار نہ رکھ سکے گا۔ میرے شیخ و مرشد حضرت سید افتخار احمد حسین شاہ گیلانی القادری غوثِ زماں قدس سرہ العزیز ہمیشہ عقیدۂ اہلسنّت و الجماعت کی تعریف فرمایا کرتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اہلسنّت و الجماعت سے بہت محبت کرتا ہوں۔ آپ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ آپ کا وصال شریف اس حال میں ہو کہ آپ اہلسنّت و الجماعت کے عقیدہ پر ثابت قدم ہوں۔ اسی طرح بعض اوقات آپ کی خدمت میں

Marfat.com

بدمذہبوں کے شبہات عرض کرتا تو آپ ان کے تسلی بخش جوابات عنایت کرتے جس سے یوں محسوس ہوتا کہ آپ اپنی آنکھوں کے ذریعے امور کا مشاہدہ فرمانے کے بعد جوابات عطا فرما رہے ہیں۔

راقم الحروف فقیر اعجاز احمد قادری نے آپ کی زبانی اللہ ربّ العزت کی شان ربوبیت اور شانِ الوہیت کے ان اسرار کا بیان سنا ہے جو کہ آج تک کسی کتاب میں بھی نظر سے نہیں گزرا اور نہ ہی کسی عالم کی زبانی ایسی باتیں سنی ہیں۔ ہم نے خود اگرچہ انتہائی محنت کے بعد معقولات، منقولات میں کافی کچھ حاصل کیا ہے لیکن ان اسرار تک ہمارا ذہن بھی نہ پہنچ سکا لیکن اگر اللہ ربّ العزت کسی کو یہ صلاحیت عطاء فرما دے تو ہر شخص علمی مسائل میں آپ کے ساتھ تبادلہ خیال کر کے بدمذہبوں کا رد کرنے کی صلاحیت حاصل کر سکتا تھا۔

ایک دفعہ میرے شیخ و مرشد نے ارشاد فرمایا کہ میں صرف انہی چیزوں پر ایمان لایا ہوں جنہیں دیکھ چکا ہوں۔ کیا کوئی شخص دیکھے بغیر بھی ایمان لا سکتا ہے کیونکہ دیکھے بغیر وسوسے ختم نہیں ہوتے؟ دراصل آپ نے اس بیان میں اپنے کشف کی طرف اشارہ فرمایا تھا جو کہ اللہ ربّ العزت نے آپ کو اپنے خاص فضل و کرم سے عطا فرمایا تھا۔

احادیثِ صفات:

ایک بار میں نے احادیثِ صفات کے بارے میں عرض کیا کیونکہ اس مسئلہ میں ایک سلف صالحین کا نظریہ ہے اور دوسرا متاخرین کا نظریہ سلف صالحین کا نظریہ "تفویض" ہے اور یہ متاخرین کا نظریہ "تاویل" ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تفویض بہتر ہے کیونکہ اللہ ربّ العزت کی شان اس قدر عظیم ہے کہ انسان اس کی عظمت کا اندازہ نہیں لگا سکتا اور نہ ہی اس کی حقیقت تک پہنچنے کی صلاحیت ہی رکھتا ہے۔ پھر آپ نے مزید فرمایا کہ دنیا میں رہنے والوں نے صرف جنت کی نعمتوں کا تذکرہ سن رکھا ہے لیکن یہ لوگ دنیا میں [illegible]

Marfat.com

نعمتوں کی حقیقت کے بارے میں کبھی نہیں جان سکتے کیونکہ جنت کا انگور دنیاوی انگور کی مانند نہیں ہے اور جنت کی کھجور دنیاوی کھجور سے بالکل مختلف ہے۔ اسی طرح جنت کا سونا دنیاوی سونے سے بالکل مختلف ہے لہٰذا اگر کسی شخص کو کشف نصیب ہو اور وہ جنت کی نعمتوں کو دیکھ لے تو اسے پتہ چلے گا کہ جنت کی نعمتوں اور دنیاوی نعمتوں کے درمیان مشترکہ چیز صرف اور صرف ان چیزوں کے نام ہیں ورنہ درحقیقت یہ ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ یہاں تک کہ اگر دوسری زمین والوں کے سامنے شہد، گھی، روٹی، دودھ یا اسی طرح کھانے اور پینے کی دیگر اشیاء کا تذکرہ کیا جائے تو وہ اس کا مطلب ہرگز نہ سمجھ پائیں گے کیونکہ یہ اشیاء دوسری زمین پر پائی ہی نہیں جاتیں۔ یہ دونوں حادث ہیں اور دو حادث چیزوں کے درمیان جب اس قدر تفاوت پایا جاتا ہے تو بھلا ذات قدیم یعنی ذاتِ باری تعالیٰ کی معرفت کوئی حادث یعنی مخلوق کیسے حاصل کرسکتا ہے؟ اس لئے بندگانِ خداوندِ کریم پر لازم ہے کہ جب وہ احادیث صفات کے بارے میں سنیں تو ان کے ظاہری معانی کہ جنہیں مراد لینا محال ہے انہیں مراد لینے کی بجائے ان کے معانی اللہ ربّ العزت کے سپرد کردیں۔

فرض علوم:

ہر شخص پر لازم ہے کہ احکامِ الٰہی اور معرفتِ ربانی کے علم کے حصول میں مشغول رہے۔ بندے کا علم وقت کے ساتھ فرض کیا گیا ہے یعنی جس وقت پر جس علم کی ضرورت ہو خواہ ظاہر میں ہو یا باطن میں اس کا حاصل کرنا فرض کیا گیا ہے۔ علم کے میجر دو حصے ہیں۔ (۱) علمِ اصول ہے (۲) علمِ فروع ہے۔ ظاہر علمِ اصول میں کلمۂ شہادت لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ہے اور باطن علمِ اصول میں تحقیقِ معرفت یعنی حق تعالیٰ کی معرفت میں کوشش کرنا اور ظاہر علمِ فروع میں لوگوں سے حسنِ معاملہ اور باطن علمِ فروع میں نیت کا صحیح اور درست رکھنا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا قیام بغیر

Marfat.com

دوسرے کے محال اور ناممکن ہے اس لئے کہ ظاہر حال، باطنی حقیقت کے بغیر نفاق ہے اسی طرح باطن بغیر ظاہر کے زندقہ اور بے دینی ہے۔ ظاہر شریعت بغیر باطن کے ناقص اور نامکمل ہے اور باطن بغیر ظاہر کے ہوا و ہوس ہے۔

علمِ حقیقت کے ارکان:

علمِ حقیقت یعنی باطن علمِ اصول کے تین رکن ہیں۔

۱- ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کی وحدانیت اور اس کے غیر سے مشابہت کی تنزیہہ و نفی کا علم۔

۲- صفاتِ باری تعالیٰ اور اس کے احکام کا علم

۳- افعالِ باری تعالیٰ یعنی تقدیرِ الٰہی اور اس کی حکمت کا علم

علمِ شریعت کے ارکان:

علمِ شریعت یعنی ظاہر علمِ اصول کے بھی تین رکن ہیں۔

۱- کتاب: یعنی قرآن مجید

۲- اتباعِ رسول ﷺ یعنی سنت

۳- اجماعِ امت

دلائل و براہین:

اللہ ربّ العزت کی ذات و صفات اور اس کے افعال کے اثبات کے علم میں خود اسی کا ارشاد دلیل و برہان ہے۔ اللہ ربّ العزت فرماتا ہے۔

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ (محمد:۱۹)

جان لو! یقیناً اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

فرمان ہوتا ہے

Marfat.com

فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰـكُمْ (انفال:۴۰)

پس جان لو! اللہ تمہارا مالک ہے

مزید ارشادِ باری ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ (الفرقان:۴۵)

کیا تم نے اپنے ربّ کی قدرت کی طرف نظر نہیں کی کہ اس نے سایہ کو کیسا دراز کیا۔

پھر مزید فرمانِ الٰہی ہوتا ہے:

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ كَیْفَ خُلِقَتْ

کیا اونٹ کی طرف نظر نہیں کرتے کہ کیسا پیدا کیا گیا۔

اس قسم کی بکثرت آیاتِ کریمہ ہیں کہ جس میں اللہ ربّ العزت کے افعال پر غور وفکر کرنے سے اس کی صفاتِ فاعلیہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ ربّ العزت ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ ذات میں نہ صفات میں نہ افعال میں نہ احکام میں اور نہ اسماء میں۔ واجب الوجود ہے۔ یعنی اس کا وجود ضروری ہے اور عدم محال قدیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ازلی کے بھی یہی معنی ہیں اور باقی ہے یعنی ہمیشہ رہے گا اور اسی کو ابدی بھی کہتے ہیں وہی اس کا مستحق ہے کہ اسی کی عبادت اور پرستش کی جائے۔

وہ بے پرواہ ہے کسی کا محتاج نہیں اور تمام جہان اس کا محتاج ہے۔ اس کی ذات کا ادراک عقلاً محال ہے کہ جو چیز سمجھ میں آتی ہے۔ عقل اس کو محیط ہوتی ہے اور اس کو کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ البتہ اس کے افعال کے ذریعہ سے اجمالاً اس کی صفات پھر ان صفات کے ذریعہ سے معرفتِ ذات حاصل ہوتی ہے نہ وہ کسی کا باپ ہے' نہ اس کا کوئی باپ ہے' صفاتِ الٰہی کو جو کوئی مخلوق کہے یا حادث بتائے وہ کافر ہے۔ جو کوئی عالم میں سے کسی بھی شے کو قدیم مانے یا اس کے حدوث میں شک کرے وہ کافر ہے۔ بہرحال اللہ ربّ العزت

Marfat.com

خالق ہے۔ اس کے علاوہ ہر شے خواہ وہ جاندار ہے یا بے جان ہے۔ وہ مخلوق ہی مخلوق ہے۔ روزی پہنچانے والا بھی وہ ہے۔ ملائکہ وغیرہم وسائل و وسائط ہیں۔ دنیا کی زندگی میں اللہ ربّ العزت کا دیدار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خاص ہے اور آخرت میں ہر سنی مسلمان کے لئے ممکن بلکہ واقع ہوگا۔ قلبی دیدار یا پھر خواب میں یہ دیگر انبیاء علیہم السلام بلکہ اولیائے کرام کے لئے حاصل ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو خواب میں 100 بار زیارت ہوئی۔ اللہ ربّ العزت جہت و مکان و زمان و حرکت و سکون و شکل و صورت و جمیع حوادث سے پاک ہے۔ (از: بہارِ شریعت)

Marfat.com

ذات کی حقیقت

ایک بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ مطلق ذات اس چیز کا نام ہے جس کی طرف اسماء وصفات کی نسبت کی جاتی ہے اور یہ نسبت اس کے عینِ میں ہوتی ہے نہ کہ اس کے وجود میں۔ ہر قسم یا صفت کی جس شے کی طرف نسبت کی جاتی ہے وہی شے ذات ہے اور برابر ہے کہ وہ شے معدوم ہو۔ جیسے عنقا یا موجود اور موجود کی دو قسمیں ہیں۔ ایک موجودِ محض وہ ذاتِ باری تعالیٰ ہے اور دوسری وہ جو عدم سے ملحق ہے اور وہ ذاتِ مخلوقات ہے۔

ایک اور اہم بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ اللہ ربّ العزت کی ذات سے مراد اس کا نفس ہے۔ جس کے ساتھ وہ موجود ہے اس لئے کہ قائم بہ نفس خود و بذاتِ خود ہے اور وہ وہ چیز ہے جو کہ اپنی ہویت میں اسماء وصفات کی مستحق ہے اور وہ ہر اس صورت میں مقصود ہے جس کا اس سے اس کے ہر معنی تقاضا کرتے ہیں یعنی وہ اس وصف سے متصف ہوا جس کو ہر نعت طلب کرتی ہے اور اپنے وجود کے لئے ہر اس اسم کا مستحق ہے جو اس مفہوم پر دلالت کرتا ہے اور جس کا کمال تقاضا کرتا ہے اور اس کے جملہ کمالات میں سے ایک عدم انتہا اور نفیٔ ادراک کا کمال ہے۔ پھر یہ دونوں حکم کہ وہ ادراک نہیں کیا جاتا اسی کے لئے ہیں اس لئے کہ جہالت کا اطلاق اس پر محال ہے۔

Marfat.com

ذاتِ الٰہی

ذاتِ الٰہی اللہ ربّ العزت کی احدیت کا غیب ہے جس پر تمام عبارتیں ایک وجہ سے صادق آتی ہیں اور بہت سی وجوہات کی بنا پر اس کے معنوں کو پورے طور پر ادا نہیں کرتیں اور وہ مفہوم عبارت سے ادراک نہیں کیا جاتا اور معلوم اشارت سے سمجھا نہیں جاتا اس لئے کہ شے اس چیز سے سمجھی جاتی ہے جو اس کے مناسب ہو پھر اس کے مطابق بھی ہو یا اس چیز سے جو اس کے منافی ہو پھر اس کی مضاد ہو اور ذاتِ الٰہی کے لئے پورے عالم میں نہ کوئی چیز مناسب ہے۔ نہ مطابق' نہ منافی اور نہ مضاد جب کلام میں اس کے معنی ہیں تو پھر معنوں سے اس کی برتری بحیثیت اصلاح کے ہے۔ لہٰذا اس سے یہ شبہ دور ہو گیا کہ وہ لوگوں کی سمجھ میں آ سکتا ہے۔ ذاتِ الٰہی میں کلام کرنیوالا خاموش ہے اور حرکت کرنیوالا ساکن ہے اور دیکھنے والا حیران۔ برتر ہے اس سے کہ سمجھیں اور عقلیں اس کا ادراک کر سکیں اور بزرگ ہے اس بات سے کہ فہم اور فکر اس میں اپنی جولانی دکھائیں۔ اس کی کہنہ اور حقیقت سے علم وقدم کی بات تعلق نہیں رکھتی۔ کوئی بزرگ قدرِ لطیف اور عمدہ تعریف اس کی جامع نہیں ہے۔ اس خالی جوّ کی فضا میں طائرِ قدس نے پرواز کیا اور اس بلند شان آسمان کی ہوا میں اپنی کلیت کے ساتھ وہ تیرنے لگا۔ پھر موجودات سے وہ غائب ہوا۔ از راہ تحقیق اسماء وصفات کا لباس پھاڑا پھر بعد اس کے کہ اس نے حدوث وقدم کی مسافت طے کی اور اس کو واجب پایا کہ نہ ہی جائز ہے اس کا وجود اور نہ ہی غائب ہے اس کا مفقود۔ سر منڈا کر وہ اوجِ عدم پر اڑنے لگا۔

اور جب اس عالمِ مخلوق اور مصنوع کی طرف اس نے لوٹنا چاہا تو حصول علامت کو

Marfat.com

طلب کیا۔ پھر اس کے سینہ کی بیچ کی جانب لکھا گیا۔ اما بعد۔ اے وہ طلسم! کہ تیری نہ کوئی ذات ہے۔ نہ اسم۔ نہ ظل۔ نہ روح۔ نہ جسم۔ نہ وصف۔ نہ نعمت۔ نہ کوئی نشان۔ نہ کوئی پتہ۔ تیری یہ شان ہے کہ تیرے ہی لئے وجود اور عدم ہے اور تیرے ہی لئے حدوث و قدم ہے۔ معدوم تیری ذات کے لئے ہے۔ موجود تیرے نفس میں ہے۔ لہٰذا تو اپنی نعمت سے معلوم اور اپنی جنس سے مفقود ہے۔

علمِ ذاتِ باری تعالیٰ:

ذاتِ باری تعالیٰ کے علم کی شرط یہ ہے کہ ہر عاقل و بالغ یہ پختہ اعتقاد رکھے کہ حق تعالیٰ موجود اور اپنی ذات میں قدیم اور بے حدو حدود ہے اور اس کا کوئی مکان اور جہت نہیں ہے۔ اس کی ذات کے لئے نہ تغیر و تبدل ہے اور نہ کسی آفت کا صدور اور کوئی مخلوق اس کی مانند نہیں ہے اور نہ اس کے بیوی اور بچے ہیں۔ تمہاری عقل و خیال میں جو بھی صورت اور شبیہہ آئے وہ اس کی پیدا کردہ ہے۔ سب کا وہی خالق ہے وہی باقی ہے۔

ارشادِ باری ہے!

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (الشوریٰ:۱۱)

کوئی شے اس کی مثال نہیں وہی سننے دیکھنے والا ہے۔

علمِ صفاتِ باری تعالیٰ کی شرائط:

صفاتِ باری تعالیٰ کے علم کی شرط یہ ہے کہ ہر عاقل و بالغ یہ اعتقاد رکھے کہ اس کی تمام صفتیں اسی کے ساتھ ہیں۔ مطلب یہ کہ اس کی صفتیں نہ تو اس کی ذات ہیں اور نہ اس کا غیر وہ اپنی ہی صفات کے ساتھ دائم ہے۔ جیسے علم۔ قدرت۔ ارادہ۔ سمع۔ بصر۔ کلام اور بقا وغیرہ چنانچہ اللہ ربّ العزت فرماتا ہے۔

۱۔ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (ھود:۵)

بے شک وہی سینوں کے بھیدوں کا جاننے والا ہے۔

Marfat.com

۲- وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (الانفال:۴۱)

اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

۳- وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (الشوریٰ:۱۱)

وہی سننے دیکھنے والا ہے۔

۴- فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ

جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۵- هُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

وہی زندہ و باقی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں

۶- قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ

اس کا کلام سچا ہے اور اسی کا مالک ہے۔

اللہ ربّ العزت کی لاتعداد اور بے شمار صفتیں ہیں چنانچہ یہ جو عالم کی وحدت میں کثرت نمایاں نظر آتی ہے اور ہر کثرت بالآخر نقطۂ وحدت پر ہی جا کر دم لیتی ہے اس کا سبب اللہ ربّ العزت کی صفاتِ کثیرہ ہی ہیں۔ اس کی صفات کئی طرح سے ہیں۔

ایک صفتِ حقیقی جو کہ ہمیشہ سے ذاتِ واجب اللہ ربّ العزت کے ساتھ لازم ہے اور کچھ وہ صفتیں بھی ہیں جو کہ کبھی پائی جاتی ہیں اور کبھی نہیں پائی جاتیں۔

صفاتِ حقیقی:

صفاتِ حقیقی یہ ہیں کہ وجود، حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر جو کہ کسی بھی وقت اس سے جدا نہیں ہوتیں اور اضافی صفتیں مثال کے طور پر مارنا اور جلانا ہیں۔ صفاتِ حقیقی نہ اللہ ربّ العزت کی عینِ ذات میں، نہ غیرِ ذات میں۔ ہر اچھی صفت کہیں ہو اور کسی میں ہو صفاتِ الٰہی ان کا سرچشمہ قرار پائیں گی اور ہر بری صفت صفاتِ الٰہی سے خارج اور اس کی

Marfat.com

ضد متصور ہوگی۔ لہٰذا صفات نہ عینِ ذات ہیں' نہ غیرِ ذات ہیں۔

افعالِ باری تعالیٰ:

فاعلِ حقیقی یعنی کرنے والا صرف اللہ ربّ العزت ہے۔ اس کے علاوہ جتنے بھی فعال (کرنے والے) ہیں۔ وہ سب مجازی (غیر حقیقی) ہیں اور اس کے لئے مجازی فاعل ہیں کہ وہ خود اپنے وجود میں محتاجِ غیر ہیں۔ ان کا وجود خود ان کے حق میں ذاتی نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ کا بخشا ہوا ہے۔

اللہ ربّ العزت اپنے ہر کام میں مختارِ مطلق ہے اور وہ اپنے کسی کام میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وہ پل بھر سے بھی کم وقت میں ہر کام کو کرنے پر قادر ہے۔ ہر آن اس کی ایک نئی شان ہے جیسے ذات صفاتِ الٰہی غیر محدود ہیں اسی طرح افعالِ الٰہی بھی غیر محدود ہیں۔

لہٰذا بندہ یہ پختہ ترین عقیدہ رکھے کہ تمام مخلوق اور جو کچھ اس کائنات میں ہے سب کا فاعل اور پیدا کرنیوالا اور ان کی تدبیر فرمانے والا وہی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (الصافات:۹۶)

اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور ان سب کو جسے تم عملی جامہ پہناتے ہو۔

یہ جہاں ناپید و معدوم تھا۔ اسی کی تخلیق سے وجود میں آیا اسی نے ہر خیر و شر اور نیک و بد کی تقدیر فرمائی اور وہی ہر نفع و نقصان کا پیدا فرمانے والا ہے جیسا کہ اللہ ربّ العزت نے فرمایا کہ

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ (الزمر:۶۲)

اللہ ہر شے کا خالق ہے

ضروری نوٹ

راقم الحروف فقیر اعجاز احمد قادری فلسفۂ توحید میں وحدت الوجود کی حقیقت اور اس کا اطلاق' صفاتِ الٰہی' شرابِ معرفت' حجاب کشائی' جوہرِ حقیقی' نقطۂ عالمِ انسان کے لئے آئینۂ

Marfat.com

کمالات کا ہیولیٰ، جمالِ مطلق، کمالِ مطلق، جلالِ مطلق، ہمہ اوست، ذات کا ادراک الوہیت کا مفہوم، احدیت کا مفہوم، وحدت کا مفہوم، رحمانیت کی حقیقت، رحمٰن اور رحیم میں فرق، حق اور مخلوق کا تصور۔ صفتِ علمیہ، صفتِ بصر، صفتِ سمع، مراتب متکلم، ہویت کی توضیح، اسم ہو کا مفہوم، قلب کی حقیقت، روح اور جسم کا تعلق جیسے موضوعات پر دل کھول کر لکھتا۔ مگر میری کتاب کا موضوع بنیادی طور پر شریعت ہے تاکہ اس کتاب سے عام آدمی استفادہ حاصل کر سکے۔

وحدۃ الوجود:

علمائے ظاہر کہتے ہیں کہ اللہ ربّ العزت سلسلۂ کائنات سے بالکل الگ ایک جداگانہ ذات ہے۔

صوفیائے کرام کے نزدیک اللہ ربّ العزت سلسلۂ کائنات سے الگ نہیں۔ اس مسئلہ پر صوفیائے کرام کے دو نظریات ہیں۔ ایک وحدۃ الوجود کے قائل ہیں اور دوسرے وحدۃ الشہود کے قائل ہیں۔

صوفیائے کرام میں حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز وحدۃ الوجود کے قائل ہیں اور شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی وحدۃ الشہود کا قائل ہیں۔

نظریہ وحدۃ الوجود:

نظریہ وحدۃ الوجود یہ ہے کہ اللہ ربّ العزت کے سوا اور کوئی چیز عالم میں موجود نہیں یا یہ کہ جو کچھ موجود ہے سب اللہ ربّ العزت ہی ہے اور اسی کو ہمہ اوست بھی کہتے ہیں۔

نظریہ وحدۃ الشہود:

نظریہ وحدۃ الشہود یہ ہے کہ ہر چیز اللہ ربّ العزت سے ہے اس نظریہ کو ہمہ از اوست بھی کہتے ہیں۔

وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود میں فرق یہ ہے کہ وحدۃ الوجود کے لحاظ سے ہر چیز کو اللہ

Marfat.com

ربّ العزت کہہ سکتے ہیں جس طرح حباب اور موج کو پانی بھی کہہ سکتے ہیں مگر وحدۃ الشہود میں یہ اطلاق جائز نہیں کیونکہ انسان کے سایہ کو انسان نہیں کہہ سکتے۔ وحدۃ الوجود کا مسئلہ بظاہر غلط معلوم ہوتا ہے اور اہلِ ظاہر کے نزدیک تو اس نظریہ کے قائل کا وہی صلہ ہے جو حضرت منصور حلاج قدس سرہ العزیز کو تختۂ دار پر ملا تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ وحدۃ الوجود کے بغیر چارہ نہیں لہٰذا اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے پہلے مقدماتِ ذیل کو اچھی طرح ذہن نشین کرنا چاہئے۔

(i) اللہ ربّ العزت قدیم ہے۔

(ii) قدیم حادث کی علت نہیں ہو سکتا

اب نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ ربّ العزت عالم کی علت نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ ربّ العزت قدیم ہے اور قدیم حادث کی علت نہیں ہو سکتا اور چونکہ عالم حادث ہے اس لئے اس کی بھی علت نہیں ہو سکتا۔

اس اعتراض سے بچنے کے لئے اربابِ ظاہر نے یہ پہلو اختیار کیا کہ اللہ ربّ العزت کے ارادہ کا تعلق حادث ہے اس لئے وہ عالم کی علت ہے۔ سوال پھر پیدا ہوتا ہے کہ اللہ ربّ العزت کے ارادہ کے تعلق کی علت کیا ہے کیونکہ جب ارادہ یا اس کا تعلق حادث ہے تو پھر وہ علت کا محتاج ہوگا اور وہ ضروری ہے کہ علت بھی حادث ہو کیونکہ حادث کی علت حادث ہی ہوتی ہے اور چونکہ علت حادث ہے تو اس کے لئے بھی علت کی ضرورت ہوگی۔ اب یہ سلسلہ اگر الی غیر انتہایہ چلا جائے تو پھر غیر متناہی کا وجود لازم آتا ہے جس سے متکلمین اور اربابِ ظاہر کو انکار ہے اگر کسی علت پر ختم ہو تو ضروری ہے کہ یہ علت قدیم ہے کیونکہ حادث ہوگی تو پھر سلسلہ آگے بڑھے گا اور قدیم ہونے کی حالت میں لازم آئے گا کہ قدیم حادث کی علت ہو اور یہ پہلے ہی باطل ثابت ہو چکا ہے۔ اب اس بنا پر تین صورتوں سے چارہ نہیں۔

۱- عالم قدیم اور ازلی ہے اور باوجود اس کے کہ اللہ ربّ العزت کا پیدا کیا ہوا ہے لیکن

Marfat.com

جب اللہ ربّ العزت بھی قدیم اور ازلی ہے تو ازلی چیزوں میں سے ایک کو علت اور دوسرے کو معلول کہنا ترجیح بلا مرجح ہے۔

۲- عالم قدیم ہے اور کوئی اس کا خالق نہیں یہ ملحدوں اور دہریوں کا مذہب ہے۔

۳- عالم قدیم ہے مگر وہ اللہ ربّ العزت سے علیحدہ نہیں بلکہ اللہ ربّ العزت کے مظاہر کا نام عالم ہے اور بعض صوفیائے کرام کا بھی یہی نظریہ ہے اور اس پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا کیونکہ تمام مشکلات کی بنیاد اس پر ہے کہ عالم اور اس کا خالق دو جداگانہ چیزیں ایک دوسرے کی علت اور معلول ہیں۔ غرض فلسفہ کی رو سے تو صوفیائے کرام کے اس فرقہ کے بغیر چارہ نہیں اور قرآن مجید میں بکثرت آیات موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اوّل و آخر ظاہر باطن اللہ ربّ العزت ہے۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (الحدید:۳)

مولانا جلال الدین رومی بھی وحدۃ الوجود کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک تمام عالم اس ہستی مطلق کی مختلف اشکال اور صورتیں ہیں۔ اس بنا پر صرف ایک ذات وحدہٗ لاشریک موجود ہے اور تعداد جو محسوس ہوتی ہے محض اعتباری ہے۔

وحدۃ الوجود کی صورت میں بھی امر بحث طلب رہتا ہے کہ اللہ ربّ العزت اور مظاہر کائنات میں کسی قسم کی نسبت ہے۔ مولانا کی یہ رائے ہے کہ اللہ ربّ العزت کو ممکنات کے ساتھ جو خاص نسبت اور تعلق ہے۔ وہ قیاس اور عقل میں نہیں آ سکتا۔ نہ کیف و کم کے ذریعہ سے بیان کیا جا سکتا ہے۔

مولانا فرماتے ہیں کہ اس قدر مسلم ہے کہ جان کو جسم سے، بصارت کو روشنی سے، جوش کو دل سے، غم کو جگر سے، خوشبو کو شامہ سے، گویائی کو زبان سے، ہوا پرستی کو نفس سے، شجاعت کو دل سے ایک خاص تعلق ہے۔ لیکن یہ تعلق بیچوں بچگوں ہے۔ اسی طرح اللہ ربّ العزت کو ممکنات سے جو نسبت ہے وہ کیف و کم سے بری ہے۔

Marfat.com

تخلیقِ کائنات

۱ - قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ حَدِیْثِ الْقُدْسِیّ: کُنْتُ کَنْزًا مَّخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِکَیْ اُعْرَفَ فَلِھٰذَا تَبَیَّنَ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ الْاِنْسَانَ لِمَعْرِفَتِہٖ۔

اللہ ربّ العزت نے حدیثِ قدسی میں فرمایا کہ میں ایک مخفی خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔ پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا کہ وہ میری معرفت حاصل کریں لہٰذا یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ رب العزت نے انسان کو اپنی معرفت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔

<u>اَلْحَدِیْثِ الْقُدْسِیّ</u>: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان میرا بھید ہے اور میں اس کا بھید ہوں۔

<u>اَلْحَدِیْثِ الْقُدْسِیّ</u>: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْحَدِیْثِ الْقُدْسِیّ ۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ

اللہ ربّ العزت نے حدیثِ قدسی میں فرمایا کہ اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔

<u>اَلْحَدِیْثِ الْقُدْسِیّ</u>: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْحَدِیْثِ الْقُدْسِیّ: لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَرْضَ

Marfat.com

اللہ ربّ العزت نے حدیثِ قدسی میں فرمایا کہ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں زمین کو پیدا نہ کرتا۔

اَلْحَدِیْثُ الْقُدْسِیّ: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْحَدِیْثِ الْقُدْسِیِّ لَوْلَاکَ مَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِیَّةَ لِمَا ظَهَرْتُ رَبُوْبِیَّتِی

اللہ ربّ العزت نے حدیثِ قدسی میں فرمایا کہ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔

اَلْحَدِیْثُ الْقُدْسِیّ: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْحَدِیْثِ الْقُدْسِیِّ: اَوَّلًا خَلَقْتُ رُوْحَ مُحَمَّدٍ مِنْ نُوْرِ جَمَالِی۔

اللہ ربّ العزت فرماتا ہے کہ سب سے پہلے میں نے روحِ محمد ﷺ کو اپنے نورِ جمال سے پیدا فرمایا۔

اَلْحَدِیْثُ الْقُدْسِیّ: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْحَدِیْثِ الْقُدْسِیِّ: خَلَقْتُ رُوْحَ مُحَمَّدٍ مِّنْ نُوْرِ وَجْهِی بَعْدَ اَرْبَعَةِ الْاٰفِ سَنَةٍ خُلِقَ الْعَرْشُ مِنْ نُوْرِ عَیْنِ مُحَمَّدٍ وَبَوَاقِی الْکَائِنَاتِ مِنْهُ۔

اللہ ربّ العزت نے حدیثِ قدسی میں فرمایا کہ میں نے روحِ محمد ﷺ کو اپنے ذاتی نور سے پیدا فرمایا۔ چار ہزار سال بعد محمد ﷺ کے نور سے عرش کو اور باقی کائنات کو عرش سے پیدا فرمایا۔

کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمَ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ

میں (ﷺ) اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔

کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمَ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ

میں (ﷺ) اس وقت بھی نبی تھا جب آدم ابھی پانی اور مٹی کے درمیان [illegible]

Marfat.com

تھے۔

اَلْحَدِيْثُ الْقُدْسِيّ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِى الْحَدِيْثِ الْقُدْسِيِّ: ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ اَوَّلاً مِّنْ عَالَمِ اللَّاهُوْتِ اِلٰى عَالَمِ الْجَبَرُوْتِ فَاَلْبَسَهُمْ بِنُوْرِ الْجَبَرُوْتِ كِسْوَةً بَيْنَ الْحَرَمَيْنِ وَهُوَ الرُّوْحُ السُّلْطَانِيّ ثُمَّ اَنْزَلَهُمْ بِهٰذَا الْكِسْوَةِ اِلٰى عَالَمِ الْمَلَكُوْتِ وَكَسَاهُمْ بِنُوْرِ الْمَلَكُوْتِ وَهُوَالرُّوْحُ الرُّوْحَانِيّ ثُمَّ اَنْزَلَهُمْ اِلٰى عَالَمِ الْمُلْكِ وَكَسَاهُمْ بِنُوْرِ الْمُلْكِ وَهُوَ الرُّوْحُ الْجِسْمَانِيُّ ثُمَّ خَلَقَ الْاَجْسَادَ مِنْهَا ۔

اللہ ربّ العزت نے حدیثِ قدسی میں فرمایا کہ ہم نے اس کو پھیر دیا۔ نیچی سے نیچی حالت میں پہلے عالمِ لاھوت سے عالمِ جبروت تک حرمین کے مابین نور جبروت کا لباس پہنایا اور وہ روحِ سلطانی ہے۔ پھر انہیں اس لباس میں عالمِ ملکوت کی طرف بھیجا اور ان کو نورِ ملکوت کا لباس پہنایا اور وہ روحِ روحانی ہے پھر انہیں عالمِ ملکوت میں بھیجا پھر انہیں نورِ ملک کا لباس پہنایا اور وہ روحِ جسمانی ہے۔ پھر اس سے جسموں کو پیدا فرمایا۔

القرآن:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِى الْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى" (الاعراف:۱۷۲)

اللہ ربّ العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت نے اقرار کیا کہ تو ہمارا ربّ ہے۔

تشریحِ تخلیقِ کائنات:

شجر تھا' نہ حجر تھا' نہ لوح تھا' نہ قلم تھا' نہ عرش' نہ کرسی تھی' نہ جنگل تھا' نہ پہاڑ تھا' نہ ندی تھی' نہ نالے تھے' نہ دریا تھے' نہ سمندر تھے نہ جڑی تھی' نہ بوٹی تھی' نہ جن تھے' نہ پریاں تھیں'

Marfat.com

نہ حوریں تھیں، نہ فرشتے تھے، نہ زن تھی، نہ مرد تھے، غرض کہ کچھ بھی نہ تھا۔ ایک نور تھا جس کی آواز یہ تھی ''ہوں'' لَآ اِلٰہَ میرے سوا کچھ نہیں۔ اس نور سے ایک نور جدا ہوا جس نے کہا اللّٰہُ۔ سَمِیْعٌ۔ بَصِیْرٌ۔ عَلِیْمٌ۔ حَیٌّ۔ کَلِیْمٌ۔ نَذِیْرٌ۔ مُرِیْدٌ۔ سات صفاتی نام لئے اور سجدے میں پڑ گیا۔ ہزارہا برس یہ نور اسی طرح سجدہ میں رہا۔

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں یہ میرا نور تھا جو ایک نقطہ کی شکل میں تھا۔ جب میرا نور قیام کی حالت میں ہوتا تو ایک ستون کی شکل میں ہوتا جس کی بلندی زمین اور آسمان کے خلا کے برابر تھی چنانچہ میرے نور کو اللہ ربّ العزت نے منظور فرما کر ارشاد فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

پھر میرے نور کو سامنے رکھ کر اللہ ربّ العزت نے عرش کرسی لوح وقلم سات آسمان (ستاروں سے مزین) جن پر چاند سورج اور نوری مخلوق ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا چنانچہ یہ تمام ظہور میں آئے۔ پھر اللہ ربّ العزت میرے نور کی طرف متوجہ ہوا اور سات زمینوں کا نقشہ جنگل پہاڑ ندی نالے دریا سمندر نباتات جمادات غرض کہ جو بھی چیز زمینوں پر نظر آتی ہے۔ خلق کرنے کا ارادہ فرمایا اور میرے نور کو جوش آ گیا اور ارادے کی تکمیل ہو گئی۔

اسی طرح تیسرے ارادے میں ذات میرے نور کی طرف متوجہ ہوئی اور تمام ارواح کے ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا۔ میرے نور کو جوش آ گیا اور ارادے کی تکمیل ہوئی۔

ذات نے چوتھا ارادہ مقامات ہاہوت۔ یاہوت۔ جبروت۔ ملکوت۔ اندر الملوک[1] الملک اور محمود خلق کرنے کا ارادہ فرمایا میرے نور کو جوش آیا اور ارادے کی تکمیل ہوئی۔

پانچویں ارادہ میں اللہ ربّ العزت میرے نور کی طرف متوجہ ہوا اور باطنی مخلوق کی تکمیل کا ارادہ ظاہر فرمایا میرے نور کو جوش آیا اور ارادے کی تکمیل ہو گئی۔

چھٹے ارادے میں اللہ ربّ العزت نے کائنات کو چلانے کے لئے [illegible] الرحمٰن الرحیم

---

[1] (مقام اندالملوک الملک) جہاں پر روحوں سے عہد لیا گیا تھا۔

Marfat.com

کیا۔ چنانچہ میرے نور کو جوش آیا تو کائنات چار حصوں میں تقسیم ہوگئی۔

کائنات کا یہ عالم مقامِ لاہوت ہے جس پر اسرافیل علیہ السلام صور پکڑے ہوئے تعینات ہیں۔ کائنات کے دوسرے عالم پر حضرت جبرائیل مقامِ جبروت پر احکام سننے پر مقرر ہیں۔ کائنات کے تیسرے عالم پر حضرت میکائیل جو تمام کائنات کو رزق تقسیم کرتے ہیں اور بارش برساتے ہیں اور ان کے ماتحت رعدو برق دو فرشتوں کو رکھا جو بادل کی گڑگڑاہٹ ہوتی ہے وہ رعد کے گرجنے کی وجہ سے ہے اور برق کے دانتوں سے جو چمک پیدا ہوتی ہے۔ وہ بجلی چمکتی ہے۔

چوتھا عالم: عالمِ ناسوت ہے جس کو دنیا کہتے ہیں اس پر حضرت عزرائیل علیہ السلام مقرر ہیں جو تمام مخلوق کی روحوں کو قبض کرتے ہیں۔

ساتویں تجلی میں اللہ ربّ العزت میرے نور کی طرف متوجہ ہوا کہ نورِ محمد ﷺ ایک تجلی میں لپیٹ کر عرش کے سامنے قندیل میں لٹک جائے چنانچہ ساتویں تکمیل بس میرے نور کے جوش آنے پر ہوئی۔

عالم کی حقیقت:

عالم حادث اور مخلوق ہے۔ قدیم بالذات نہیں ہے۔ اللہ ربّ العزت کے علاوہ جس قدر بھی دنیا میں چیزیں پائی جاتی ہیں ان سب کے مجموعہ کا نام عالم ہے جو کہ خود سے پیدا نہیں ہوگیا بلکہ اس کو اللہ ربّ العزت نے پیدا فرمایا ہے۔ عالم کے لئے اصولی طور پر روح اور مادہ بمنزلہ بنیاد اور اساس کے ہیں لیکن وہ بھی باوجود اپنی اس قدر اہمیت کے حادث (نو پیدا شدہ) اور مخلوق ہیں۔ یہ دنیا ہی ایک جہان نہیں اس جیسے اللہ ربّ العزت جانے کتنے جہان اور بھی ہیں۔ جن کی اصل تعداد کا علم اللہ ربّ العزت کو ہی ہے ہم تو اصولاً اس بارہ میں اتنا ہی جانتے ہیں اور کہہ بھی سکتے ہیں کہ اللہ ربّ العزت کی ہر ایک صفت اور

Marfat.com

شان اپنے لئے ایک مستقل عالم کا درجہ رکھتی ہے۔
عالم بمنزلہ آئینہ کے ہے جس میں کمالاتِ خداوندی کے آفتاب و ماہتاب چمکتے ہیں اور ہر ایک صفت اپنے آئینہ میں اپنی نرالی شان وشوکت کو چمکائے ہوئے ہے۔ ان سارے جہانوں میں سے تین عالم بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔

۱- عالم علیین -۲- سجین -۳- میزان وپل صراط

عالمِ علیّین:- عالمِ سجین:

یعنی عالمِ قدس اور عالمِ ظلمت۔ تمام ارواح میں روحِ انسانی جامع ترین روح تسلیم کی جاتی ہے۔ روحِ کلی کے بعد اس روح کا درجہ ہے اور اگر یہ سعادتِ کبریٰ کی منزل پر پہنچ جائے تو پھر روحِ کلی کا رنگ بھی اپنے اندر پیدا کر لیتی ہے۔ اسی طرح اگر جسمانی دنیا میں وہ نفسِ امارہ کی تابع فرمان ہو جائے تو پھر روحِ حیوانی سے بھی بدتر بن جاتی ہے۔ روحِ انسانی اگر دنیا سے پاک ہو کر جسم سے نکلتی ہے تو عالمِ قدس اسکا ٹھکانہ ہوتا ہے جسے ''علیین'' کہتے ہیں اور اگر ناپاک ہو کر دنیا سے جاتی ہے تو عالمِ ظلمت اس کا ٹھکانہ ہوتا ہے جسے ''سجین'' کہتے ہیں جبکہ روحِ حیوانی سو وہ مکلف بالاحکام نہیں ہے اسی لئے وہ قابلِ مؤاخذہ بھی نہیں ہے۔ یہ صرف ارواحِ انسانی کی خدمت کے لئے خادم بنا کر دنیا میں بھیجی جاتی ہیں اور ان کی آمد ورفت کا اس سے زیادہ کوئی مقصد نہیں ہے۔ البتہ حلال اور طیب نادوں سے ترکیب یافتہ بہائم کو اگر اللہ ربّ العزت کے نام پر قربان کیا جائے تو ایسی شکل میں بے شک بہمیت کی دلدلوں میں پھنسی ہوئی روح بیدار اور پاک ہو کر عالم کی صفِ اوّل میں جگہ پا لیتی ہے اور ایسی قربان شدہ روحیں قیامت میں ارواحِ انسانی کی سواریاں ہوں گی اور انہی اعلیٰ ارواح کے ساتھ محسوب ہوں گی۔

عالمِ میزان اور پل صراط:

قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ ...

Marfat.com

تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۔(آل عمران:۲۶)

کہیے اے اللہ! ملک کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت میں مبتلا کر دیتا ہے اور تمام بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا وَّالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝ (الانفطار:۱۹)

یہ وہ دن ہے جس میں کوئی شخص کسی شخص کے لئے مالک نہ ہوگا اور اس دن اللہ ربّ العزت ہی کا حکم ہوگا۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ (الناس:۲۔۱)

آپ کہیے! میں تمام لوگوں کے ربّ تمام لوگوں کے بادشاہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ (المومن:۱۶)

آج کس کی بادشاہی ہے؟ اللہ کی جو واحد ہے اور سب پر غالب ہے۔

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۔ (الحج:۵۶)

اس دن صرف اللہ ہی کی بادشاہی ہوگی وہی ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝

(المعارج:۴)

جبرائیل اور فرشتے اس کی طرف عروج کرتے ہیں (جس دن عذاب ہوگا) اس دن کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (الفاتحہ:۳)

روز جزا کا مالک ہے۔

حافظ الہیثمی مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۳۳۷ میں لکھتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ ربّ العلمین کے سامنے آدھے دن تک کھڑے

Marfat.com

رہیں گے جو دن پچاس ہزار برس کا ہوگا اور مومن پر آسانی کر دی جائے گی۔ جیسے سورج کے مائل بہ غروب ہونے سے اس کے غروب ہونے تک اس حدیث کو امام ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے اور یہ صحیح ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کافر کے لئے قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا مقرر کیا جائے گا کیونکہ اس نے دنیا میں نیک کام نہیں کئے۔

عدل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں اس طرح نماز پڑھتے ہیں کہ گویا وہ نماز میں اللہ ربّ العزت کو دیکھ رہے ہیں پھر وہ اس میں اس طرح محو ہو جاتے ہیں کہ انہیں گرد و پیش کا ہوش نہیں رہتا جیسے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نماز ادا فرما رہے تھے کہ مسجد کی چھت سے سانپ گر پڑا افراتفری مچ گئی مگر آپ اسی محویت سے نماز ادا فرماتے رہے۔

ایک انصاری صحابی کو نماز کے دوران تیر لگا' خون بہتا رہا اور وہ اسی انہماک سے نماز پڑھتے رہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بھتیہ نے سترہ ڈنگ مارے اور انہیں احساس تک نہ ہوا۔ سو ایسے کاملین کے لئے اس دن جزا ہوگی کہ قیامت کے دن کو فی الواقع دیدارِ الٰہی عطا کیا جائے اور جب ان کو دیدارِ الٰہی عطا کیا جائے گا تو وہ اس کی دید میں ایسے مستغرق ہوں گے کہ قیامت کے ہنگامہ خیز پچاس ہزار برس گزر جائیں گے اور ان کو یوں محسوس ہوگا جیسے ایک فرض نماز پڑھنے کا وقت گزرا ہے لیکن اللہ ربّ العزت ہم پر عدل نہیں کرم فرماتا ہے۔ عدل کے لحاظ سے تو ہم دنیا میں بھی کسی نعمت کے مستحق نہیں ہیں۔ اللہ ربّ العزت دنیا میں بھی ہم کو نیکوں کے صدقہ میں نعمتیں دیتا ہے۔ سو آخرت میں بھی ان نیکوں کے طفیل ہم پر قیامت کا دن بقدر فرض نماز گزارے گا اور اپنے دیدار سے معمور فرمائے گا۔

ہم اس دنیا میں دیکھتے رہتے ہیں کہ بعض لوگ ظلم کرتے کرتے مر جاتے ہیں اور ان افراد کو ان کے ظلم پر کوئی سزا نہیں ملتی اور بعض لوگ ظلم برداشت کرتے کرتے مر جاتے ہیں

Marfat.com

اور ان کی مظلومیت پر جزا نہیں ملتی۔ اگر اس جہان کے بعد کوئی اور جہان نہ ہو تو پھر ظالم سزا کے بغیر اور مظلوم جزا کے بغیر رہ جائے گا اور یہ چیز اللہ ربّ العزت کی حکمت کے خلاف ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس عالم کے بعد کوئی اور بھی عالم ہو جس میں ظالم کو سزا دی جائے اور مظلوم کو جزا۔

قرآن و حدیث کی شہادت ہے کہ یومِ حساب میں انسان کی تمام چھوٹی بڑی نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی اور میزانِ عدل میں ان کی نورانیت و ظلمت کا موازنہ کیا جائے گا مگر ان کا وزن باعتبارِ نیت و عقیدہ ہوگا جس قدر جس کی نیت پاک صاف اور عقیدہ پختہ ہوگا اتنی ہی زیادہ اس کی نیکیاں وزن دار ہونگی اور اسی طرح برائیوں کو بھی قیاس کرلیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک شخص کی ننانوے برائیاں ہوں گی اور صرف ایک نیکی ہوگی۔ ایسا شخص بارگاہِ ایزدی میں عرض کرے گا یاالٰہی! میری ایک نیکی میری اتنی برائیوں کے مقابلہ میں کیا حقیقت لئے ہوئے ہے۔ جب میں دوزخ ہی کے لائق ہوں تو بغیر وزنِ اعمال مجھے دوزخ میں بھیج دیا جائے۔ اس وقت ارشادِ باری تعالیٰ ہوگا ہم ظالم نہیں ہیں۔ یہ نیکی ضرور تولی جائے گی۔ چنانچہ جس وقت وہ برائیوں کے مقابلہ میں تولی جائے گی تو نیکی کا پلڑا جھک جائے گا اور وہ شخص مستحقِ جنت قرار پائے گا۔ ہر امت کا محاسبہ اور اس کے اعمال کا وزن اس قوم کے نبی کی ہدایات اور تعلیمات کے مطابق ہوگا اسی لئے ہر ایک امت کی میزانیں بھی جدا ہی ہوں گی۔ کما اشار الیہ تعالٰی وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ۔ قسط کے معنی خیر و شر کو عدل و انصاف سے علیحدہ علیحدہ کرتے ہوئے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دینا ہے۔ پھر ان اعمال سے یہی کام لیا جائے گا۔

دوزخ کے اوپر ایک پل صراط ہے جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے اور اس کے آخری سرے پر جنت واقع ہے۔ یومِ حساب میں ہر ایک نیک و بد کو حکم ہوگا کہ وہ اس پر سے ہو کر جنت میں جائے چنانچہ جن لوگوں کے اعمال جس قدر بہتر ہوں گے اسی قدر ان

Marfat.com

کی گزرنے کی رفتار بھی تیز ہوگی۔ کوئی بجلی کی مانند رفتار سے گزر جائے گا اور کوئی اونٹ گھوڑے کی سی رفتار سے گزرے گا۔ غرض اعمال کے مطابق رفتار اور پل صراط پر روشنی ہوگی اور جو منافق اور اہلِ کفر ہوں گے وہ اس دھار سے زخمی ہو کر نیچے دوزخ میں جا پڑیں گے۔

صوفیائے کرام کے نزدیک یوم میزان:

صوفیائے کرام کے نزدیک وہی عبادت کابل ہے جس میں فقط اللہ ربّ العزت کو راضی کرنا مقصود ہو اگر جنت کے لالچ یا دوزخ کے خوف سے عبادت کی جائے تو وہ عبادت کیا حیثیت رکھتی ہے۔ وہ تو پھر ایک قسم کا بیوپار ہو گیا۔ گو کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا ہے کہ حصولِ جنت اور دوزخ سے امان کے لئے بارگاہِ ایزدی میں رو رو کر دعائیں کیا کرو مگر عاشق لوگوں کی اپنی ہی محبت اور عشق ہوتا ہے اور یہ بات ہر ایک کی سمجھ اور قسمت میں کہاں۔

میں یہاں پر مقامِ فقر پر متمکن ایک عظیم صوفیہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کا ایک واقعہ تحریر کرتا ہوں کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا عشقِ الٰہی میں اس قدر غرق رہتی تھیں کہ خوشی اور غم اپنی حیثیت کھو بیٹھے تھے یادِ الٰہی کے بارے میں آپ کا طرزِ فکر بڑا عجیب تھا لہٰذا آپ خوف اور طمع سے بے نیاز ہو کر اپنے خالق کو پکارتی تھیں ایک بار آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہوئی اہلِ بصرہ نے دیکھا کہ آپ ایک ہاتھ میں آگ اور دوسرے ہاتھ میں پانی لیئے ہوئے بھاگی چلی جا رہی ہیں جب لوگوں نے حضرت رابعہ بصری کو اس حال میں دیکھا تو پوچھا۔

یہ کیا ہے؟ آپ کہاں جا رہی ہیں؟

حضرت رابعہ بصری نے فرمایا کہ میں اس پانی سے دوزخ کی آگ کو بجھانے چلی ہوں کہ لوگ اسی کے خوف سے اللہ ربّ العزت کی عبادت کرتے ہیں۔

Marfat.com

اور یہ آگ کس لئے ہے؟ لوگوں نے پوچھا۔

میں اس آگ سے جنت کو پھونک ڈالنا چاہتی ہوں تاکہ جو لوگ جنت اور حوروں کے لالچ میں اللہ ربّ العزت کی عبادت کرتے ہیں انہیں جنت نہ مل سکے۔

یہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کا اپنا اندازِ فکر تھا جسے جذب و مستی کی کیفیت سے تعبیر کیا جاتا ہے ورنہ خوف اور طمع دونوں حالتوں میں اللہ ربّ العزت کی عبادت جائز ہے اور قرآن حکیم میں اسی کا حکم دیا گیا ہے۔

ایک بار حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگ رہی تھیں کہ اے میرے معبود! اگر میں تیری عبادت دوزخ کے خوف سے کرتی ہوں تو مجھے دوزخ ہی میں ڈال دینا اور اگر میری عبادت حصولِ جنت کے لئے ہے تو اسے مجھ پر حرام کر دینا اور اگر میں صرف تیرے ہی لئے تیری پرستش کر رہی ہوں تو تو مجھے اپنے دیدار سے ہرگز محروم نہ رکھنا۔ یہی وہ عشق ہے جس نے حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کو ولایت کے کمال درجہ مقامِ فقر پر پہنچایا اور پھر آپ کا نام قیامت تک کے لئے محبت کی علامت بن کر رہ گیا۔

نوٹ: کئی ناسمجھ لوگ راہِ طریقت میں کل اڑھائی قلندر شمار کرتے ہیں اور ان میں حضرت رابعہ بصری کو صرف آدھا قلندر شمار کرتے ہیں۔ اللہ ربّ العزت ان لوگوں کو سمجھ بوجھ اور ہدایت نصیب کرے۔ حالانکہ حضرت سلطان العارفین سرکار سخی سلطان باہو اور حضرت مخدوم جلال الدین جہاں گشت آف اوچ شریف والوں کے بقول حضرت رابعہ بصری ولایت کی دنیا میں کمال درجہ مقامِ فقر پر متمکن ہیں اور مقامِ فقر والوں کی شان میں اللہ ربّ العزت حدیثِ قدسی میں فرماتا ہے کہ

اَلْحَدِيْثُ الْقُدْسِيّ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِى الْحَدِيْثِ الْقُدْسِيِّ: اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ ـ

ترجمہ: جب فقر کامل ہوتا ہے پس وہی اللہ ہے۔

Marfat.com

لہٰذا اس سے اندازہ لگائیں کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے مقام کے سامنے بھلا کسی قلندر کا کیا مقام ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اہلِ قلندری ایک منفرد مقام ہے مگر ولایت میں کوئی مقام مقامِ فقر کے برابر نہیں ہو سکتا۔

اسی لئے اللہ ربّ العزت قرآن مجید میں فرماتا ہے: "اِیَّاکَ" اے اللہ! تیری ہی عبادت کرتے ہیں یعنی ہماری عبادت کا مقصود صرف تیری ہی ذات ہے اسی لئے نماز کی نیت میں کہا جاتا ہے کہ واسطے اللہ کے اور یہ ہرگز نہیں کہتے کہ واسطے جنت کے یا واسطے جہنم سے بچنے کے لہٰذا جو شخص جنت کے حاصل کرنے یا دوزخ سے بچنے کے لئے عبادت کرتا ہے۔ وہ اپنی عبادت کا نتیجہ قیامت سے پہلے نہیں دیکھ سکتا کیونکہ جنت دوزخ کا معاملہ قیامت کے بعد ہے لیکن جو صرف اللہ ربّ العزت کی رضا کے لئے عبادت کرتا ہے۔ اس کو اس کا مقصد آج ہی سے حاصل ہو گیا لہٰذا یہ لوگ ہر حال میں نفع میں رہتے ہیں۔

Marfat.com

باب التوحید

ارشاد خداوندی ہے کہ:

وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ (البقرہ:۱۶۳)

اور تمہارا معبود ایک ہی ہے

نیز فرمایا: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (الاخلاص:۱)

تم فرما دو! کہ اللہ اکیلا ہے۔

پھر ارشادِ باری ہوا:

لَا تَتَّخِذُوْا اِلٰـهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ (النحل:۵۱)

تم فرما دو! معبود نہ بناؤ۔ بلاشبہ معبود ایک ہی ہے

حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے ایک شخص گزرا ہے جس کی کوئی نیکی توحید کے سوا نہ تھی۔ اس نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا۔ پھر خاکستر کو خوب باریک کر کے تیز ہوا کے دن آدھا خشکی میں اور آدھا دریا میں بہا دینا۔ گھر والوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ ربّ العزت نے ہوا اور پانی سے فرمایا جو تم نے پھیلایا ہے ان سب کو اکٹھا کرو اور میرے حضور لاؤ جب اللہ ربّ العزت کے حضور وہ پیش ہوا تو اللہ ربّ العزت نے اس سے فرمایا تجھے کس چیز نے اپنے ساتھ ایسا سلوک کرنے پر آمادہ کیا۔ اس نے عرض کیا کہ اے اللہ ربّ العزت مجھے تیری حیا دامن گیر تھی اس لئے میں نے اپنی

Marfat.com

جان پر ایسا ظلم کیا چنانچہ اللہ ربّ العزت نے اسے بخش دیا۔

توحید کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ ربّ العزت کو اکیلا جانے اور اس پر صحیح علم رکھے۔ چونکہ اللہ ربّ العزت ایک ہے وہ بے مثل اور اپنی ذات صفات میں بے نظیر ہے اور اپنے افعال میں لاشریک ہے۔ توحید کے ماننے والے مسلمانوں نے اللہ ربّ العزت کو ان ہی خوبیوں کے ساتھ جانا ہے اور اس جاننے کو توحید کی یکتائی کہتے ہیں۔

توحید و شرک جمع نہیں ہو سکتے:

توحید کا معنی ہے ایک ماننا' ایک جاننا' شرک کا معنی ہے اللہ ربّ العزت لاشریک کے ساتھ کسی کو شریک کرنا (نعوذ باللہ) سب سے بڑا کفر ہے۔ ایک دفعہ چند مشرکین کے روساء آنحضرت ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ آیئے ہمارے معبودوں کی آپ ﷺ عبادت کیا کیجئے اور آپ ﷺ کے معبود کی ہم عبادت کیا کریں۔ جس میں ہم اور آپ ﷺ طریقِ دین میں شریک رہیں لہٰذا جونسا طریقہ ٹھیک ہوگا اس سے سب کو کچھ کچھ حصہ مل جائے گا۔ اس وقت سُورہ کافرون نازل ہوئی لہٰذا مطلب یہ معلوم ہوا کہ موحد ہو کر بلائے شرک میں گرفتار نہیں ہو سکتا نہ اب نہ آئندہ اور تم لوگ مشرک موحد قرار نہیں دیئے جا سکتے نہ اب نہ آئندہ یعنی توحید اور شرک کے جمع ہونے کی گنجائش ہی نہیں۔ یعنی جب تک تم اپنے معبودوں کے عابد اور مشرک رہو گے اس وقت تک میرے معبود کے عابد یعنی موحد نہ سمجھے جاؤ گے۔

اللہ ربّ العزت نے اس سورہ میں ارشاد فرمایا کہ! آپ (ﷺ) ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اے کافرو (میرا اور تمہارا طریقہ متحد نہیں ہو سکتا) نہ (تو فی الحال) میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو اور نہ (آئندہ استقبال میں) میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرو گے تم کو تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھ کو میرا بدلہ ملے گا۔

Marfat.com

توحید سے متعلق مشائخ کے رموز واشارات

حضرت الشیخ عدی بن مسافر الاموی رضی اللہ عنہ:۔

توحیدِ باری تعالیٰ کی ماہیت قال میں جاری نہیں ہوتی نہ اس کی کیفیت دل میں کھٹکتی ہیں۔ وہ مثالوں اور تشبیہوں سے وراء ہے۔ اس کی صفات اس کی ذات کی طرح قدیم ہے۔ وہ اپنی صفات میں جسم نہیں رکھتا کیونکہ وہ اس سے مبرا ہے کہ جسم کی بدعتوں کے مشابہہ ہو یا اسے اس کی بنائی ہوئی چیزوں کی طرف منسوب کیا جائے۔ اس کی مثل کوئی شے نہیں۔ وہ سمیع و بصیر ہے۔ اس کی زمین و آسمان میں اس کا کوئی ہم نام ہے۔ نہ اس کے حکم اور ارادے میں اس کا کوئی ہمسر۔ عقلوں پر اللہ ربّ العزت کی مثال دینا اوہام پر اس کی حد بیان کرنا اور گمانوں پر قطعی فیصلہ کرنا۔ ضمائر پر اس کی گہرائی میں اترنا۔ نفسوں پر غور وفکر کرنا۔ فکر پر اس کا احاطہ کرنا اور عقلوں پر تصور کرنا حرام ہے۔ مگر وہی کچھ کہا جا سکتا ہے جس کے ساتھ اس نے اپنی کتاب میں یا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر اپنی ذات کو موصوف کیا ہے۔

ہمارے اس طریقہ پر چلنے والے! سب سے پہلے جھوٹے دعوے چھوڑنا اور صداقت پر مبنی معنوں کو چھپانا واجب ہے۔ حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سچے معانی نور ہیں۔ جب بندہ کے دل میں انوار ہجوم کرتے ہیں تو اس کی استعداد پختہ اور قوی ہو جاتی ہے تو جب اس نے کوئی معنی ظاہر کر دیا تو نور یکے بعد دیگرے نکل جاتا ہے اور وہ اس طریق میں ثابت قدم نہیں رہتا۔

حضرت خواجہ جنید بغدادی:

اَلتَّوحِیدُ اِفْرَادُ الْقِدَمِ عَنِ الْحَدَثِ

توحید یہ ہے کہ قدیم کو حادث سے جدا جانے

مومن قدیم کو محلِ حوادث اور حوادث کو محلِ قدیم نہ سمجھے اور جانے کہ حق تعالیٰ قدیم

Marfat.com

ہے اور خود محدث اور جو تمہاری جنس سے مخلوق ہے وہ بھی حادث ہے اور کوئی بھی مخلوق اس سے منسلک نہیں ہے اور نہ اس کی صفت۔ تم جیسی مخلوق میں شامل ہے کیونکہ قدیم حادث کا ہم جنس نہیں ہے اس لئے کہ قدیم کا وجود محدثات کے وجود سے پہلے ہے جبکہ محدثات کے وجود سے پہلے قدیم تھا اور محدث کا محتاج نہ تھا تو بعد وجودِ محدث بھی وہ اس کا محتاج نہ ہوگا۔ یہ قاعدہ ان لوگوں کے برخلاف ہے جو ارواح کو قدیم کہتے ہیں جب کوئی قدیم کو محدث میں نازل کہتا ہے یا محدث کو قدیم کے ساتھ متعلق جانتا ہے وہ اللہ ربّ العزت کی قدامت اور عالم کے حدوث پر دلیل نہیں رکھتا۔ یہی مذہب دہریوں کا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ محدثات کی تمام حرکتیں، توحید کے دلائل، اللہ ربّ العزت کی قدرت کی گواہ اور اس کے قدیم ہونے کا اثبات کرتی ہیں۔ مگر بندہ اس میں بہت زیادہ غافل ہے کہ وہ اس کے غیر سے مراد چاہتا ہے اور اس کے غیر کے ذکر سے راحت پاتا ہے۔ جب کوئی تمہارے وجود و عدم میں اس کا شریک نہیں ہے تو ناممکن ہے کہ تمہاری تربیت اور پرورش میں اللہ ربّ العزت کے سوا کوئی اور شریک ہو۔

حضرت حسین بن منصور حلاج رضی اللہ عنہ:

اَوَّلُ قِدَمٍ فِی التَّوْحِیْدِ فِنَاءُ التَّفْرِیْدِ

توحید میں پہلا قدم تفرید کا فنا کرنا ہے

اس لئے کہ تفرید کا حکم یہ ہے کہ کسی کو آفتوں سے جدا کر دے اور توحید کا حکم یہ ہے کہ اللہ ربّ العزت کو ہر چیز سے اکیلا جانے۔ تفرید میں غیر کا اثبات روا اور اس کے غیر کے لئے اس کا اثبات درست لیکن وحدانیت میں غیر کا اثبات ناروا ہے اور کسی غیر کے لئے ثابت کرنا درست نہیں اور نہ ایسا سمجھنا چاہئے کہ تفرید میں اشتراک کی خبر ہے اور توحید میں شرکت کی نفی۔ اس لئے توحید میں پہلا قدم ہی شریک کی نفی اور راستے سے مزاج کا دور کرنا ہے کیونکہ راستہ میں مزاج کا ہونا ایسا ہے جیسے چراغ کی روشنی میں راستہ دھندلا

Marfat.com

جائے۔

حکایت:

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کوفہ میں جب حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرنے گئے تو حضرت حسین بن منصور حلاج نے ان سے دریافت فرمایا کہ اے ابراہیم اب تک تمہارے حالات کہاں اور کیسے گزرے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اب تک میں اپنے توکل کو درست کرتا رہا ہوں تو حضرت حسین بن منصور نے فرمایا:

ضَیَّعْتَ عُمْرَکَ فِیْ عُمْرِ اِنَّ بَاطِنَکَ فَاَیْنَ اَنْتَ عَنِ الْفَنَآءِ فِی التَّوْحِیْدِ۔

اے ابراہیم اپنے باطن کی آبادی ہی میں تم نے تو عمر ضائع کر دی۔ توحید میں فنا ہونے کا زمانہ کب آئے گا۔

حضور سیدنا داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بندے کے لئے توحیدِ الٰہی ایسی مخفی حقیقت ہے جسے بیان وعبادت سے ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ حتیٰ کہ اگر کوئی اس کے بیان کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ یاوہ گو ہے کیونکہ بیان کرنیوالا اور اس کی عبادت دونوں غیر ہیں اور توحید میں غیر کا اثبات شرک ہے۔ اگر ایسا کرتا ہے تو یہ اس کی بیہودگی ہے کیونکہ موحد ربانی ہوتا ہے نہ کہ یاوہ گو اور کھلاڑی۔

(وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب)

اسرارِ الٰہیہ کی حفاظت اور اخفاء کی ضرورت:

حضرت خواجہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ اکثر اوقات حضرت بوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے کہ حجاب والوں کے سامنے اللہ ربّ العزت کا بھید نہ کھولا کرو اور آپ فرمایا کرتے کہ فقیر کو توحیدِ خاص کی کتابیں صرف انہی لوگوں کے سامنے پڑھنی چاہئیں جو کہ صوفیائے کرام کی تصدیق کرنے والے ہوں۔ انہیں ماننے والے ہوں ورنہ جو بھی صوفیائے کرام کو جھٹلائے گا اسے قہرِ خداوندی کا خطرہ لاحق ہوگا۔ جیسا کہ ابوتراب الخشبی رضی اللہ عنہ کی بابت گزرا کہ آپ انکار

Marfat.com

وحجاب کرنے والوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ جب اللہ ربّ العزت سے بے ادبی کی دل کی عادت ہو جائے تو وہ اولیائے کرام کے بارے میں غیر شائستہ زبان کا خوگر ہو جاتا ہے لہٰذا میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ شخص ان لوگوں میں سے ہوتا جن کے قلوب دربارِ خداوندی کی طرف متوجہ رہتے ہیں تو اس بارگاہ کے اہلِ حضوری کی خوشبو محسوس کرتا تو ان کا ادب کرتا ان کی تعریف کرتا ان سے محبت کرتا اور ان کی نعلین کی خدمت کرتا یہاں تک کہ وہ حضرات اسے اپنی بارگاہ میں قریب کر لیتے اور پھر وہ ان کی طرح ہو جاتا جس طرح کہ وہ شخص جو دنیا کے بادشاہوں کا قرب حاصل کرنا چاہے۔

مقاماتِ توحید کے بیان میں احتیاط:

امام سید عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے طریق تصوف کے کاملین نے توحیدِ خالص کے مقامات کے متعلق گفتگو کو عام مسلمانوں پر شفقت کرتے ہوئے اور جھگڑنے والے محجوبوں پر نرمی فرماتے ہوئے اور اس کلام والے اکابر عارفین کا ادب کرتے ہوئے مخفی رکھا۔ حضرت خواجہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ علم توحید کے بارے میں کبھی بھی لب کشائی نہ فرماتے مگر پہلے اپنے گھر کے دروازوں پر تالے لگاتے اور اُن کی کنجیاں اپنی ران کے نیچے رکھتے پھر اپنے گھر کی کسی تنہائی میں بیٹھ کر گفتگو فرماتے اور فرماتے کہ کیا تم چاہتے ہو کہ لوگ اللہ ربّ العزت کے اولیائے کرام اور ان کے خواص کو جھوٹا کہیں اور انہیں زندقہ اور کفر کی تہمت لگائیں؟ اور اس کی وجہ لوگوں کی آپ کے متعلق وہ گفتگو تھی جو کہ اگلی جلد میں بیان میں آئے گی۔

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے دم واپسیں تک فقہ کو پردہ بنائے رکھا اور شیخ محی الدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس طائفہ صوفیاء کی گفتگو سن کر اپنے دل کے ساتھ ان کی تصدیق پر قائم نہیں رہ سکتا تو ایسے افراد کو صوفیائے کرام کے پاس بیٹھنا نہیں چاہیے کیونکہ ان کی تصدیق کئے بغیر صوفیائے کرام کے حضور بیٹھنا زہرِ قاتل ہے۔

Marfat.com

شیخ سید افضل الدین رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ صوفیائے کرام کی گفتگو عام طور پر بظاہر معتزلہ اور فلاسفہ کے قواعد کے رخ پر چلتی ہے تو عقلمند آدمی صرف اس کلام کے معتزلہ اور فلاسفہ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے انکار میں جلدی نہ کرے بلکہ ان کے دلائل پر غور وفکر کرے جن کا انہوں نے سہارا لیا ہے اس لئے کہ فلاسفہ اور معتزلہ نے اپنی کتابوں میں جو کچھ کہا ہے سارے کا سارا باطل نہیں ہے۔ بعض حضرات نے ان کتابوں کے مطالعہ سے جو بچنے کی تاکید کی ہے وہ اس خوف سے کہ کہیں دیکھنے والے کے دل میں خصوصاً انکار و دعویٰ کرنے والوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا نہ ہو جائیں۔

ایک سوال بابتِ توحید

سوال: شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کو توحید کا بہت بڑا علمبردار سمجھا جاتا ہے؟

جواب: چند لوگ عقیدۂ توحید اختیار کرتے ہوئے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی بیان کردہ تعبیرات کے مطابق نظریہ اختیار کرتے ہیں۔ ہم ان سے صرف یہ سوال کریں گے کہ کیا شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی معصوم عن الخطاء ہے؟ اگر ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ لوگوں نے اسے منصبِ نبوت پر فائز کر دیا ہے اور اگر وہ معصوم عن الخطاء نہیں ہے تو پھر آپ نے کبھی لمحہ بھر کے لئے اس امکان کو پیشِ نظر رکھا کہ عقیدۂ توحید کی وضاحت کے دوران محمد بن عبدالوہاب نجدی سے ''تقاضائے بشریت'' کے تحت کوئی غلطی سرزد ہو سکتی ہے؟ شیطان اسے بہکا سکتا ہے؟ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جس ''بشریت'' کا زور و شور سے اثبات کیا جاتا ہے۔ وہ محمد بن عبدالوہاب نجدی میں کیوں دکھائی نہیں دیتی؟ یہ اس کے پیروکاروں کے لئے شرم کا مقام ہونا چاہئے۔

فقہی مسائل میں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تقلید کرنے پر ''شرک فی الرسالت'' کی پھبتیاں کسی جاتی ہیں جبکہ عقیدۂ توحید میں ''شیخ نجدی'' کی اندھی تقلید کی جاتی

Marfat.com

ہے۔

ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

سوال: شیخ نجدی عقیدۂ توحید کی تعبیر میں کس بنیادی غلطی کا شکار ہوا؟

جواب: شیخ نجدی کا طریقہ کار علمی تھا اور علمی طریقہ میں اس نے صفات الہی کے مظہر "قرآن" میں غور وفکر کیا اور "قرآن" میں غور وفکر کے دوران اس کی توجہ چند آیات کے ظاہری مفہوم تک محدود رہی جس کے نتیجہ میں وہ بہت سی فاش غلطیوں کا شکار ہوا جن کی وضاحت علمائے کرام نے مختلف کتب میں کی ہے لیکن ہمارا موضوع شیخ نجدی کی غلطیوں پر گرفت نہیں ہے اس لئے ہم اس بحث کو یہیں ختم کرتے ہیں۔

Marfat.com

باب القرآن

قرآن مجید

اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہے کہ

قٓ قف ج وَالْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ ○ (قٓ:۱)

عزت والے قرآن کی قسم

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيْدٌ ○ (البروج:۲۱)

بلکہ وہ کمال شرف والا قرآن

قرآنِ کریم

اِنَّهٗ لَقُرْآنٌ كَرِيْمٌ ○ (الواقعہ:۷۷)

بیشک وہ عزت والا قرآن ہے

قرآنِ حکیم

وَالْقُرْآنِ الْحَكِيْمِ ○ حکمت والے قرآن کی قسم

قرآنِ مجید کی تعریف

اللہ ربّ العزت کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ سابقہ آسمانی کتابوں کے مختلط، محرف اور محو

Marfat.com

ہو جانے کے بعد دُنیا میں قیامت تک وحی الٰہی صرف قرآنِ مجید کی صورت میں باقی اور محفوظ رہے گی۔ گزشتہ شریعتیں، شریعتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد منسوخ ہو گئیں اور اللہ ربّ العزت نے قیامت تک کے لئے صرف شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دینِ اسلام کے واجب القبول ہونے کا اعلان فرمایا اور دینِ اسلام اور شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اساس اور برہان قرآنِ مجید ہے اس میں اللہ ربّ العزت کی ذاتِ پاک اور صفات پر دلائل ہیں انبیاء سابقین اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت اور ان کی عظمتوں کا بیان ہے۔ حلال اور حرام، عبادات اور معاملات، آداب اور اخلاق کے جملہ احکام کا بیان ہے، معادِ جسمانی، حشر نشر اور جنت و دوزخ کا تفصیل سے ذکر ہے اور انسان کی ہدایت کے لئے جس قدر امور کی ضرورت ہوسکتی ہے ان سب کا قرآنِ مجید میں بیان ہے۔ اللہ ربّ العزت کا فرمان ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ○ (النحل:89)

ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت ہے اور مسلمانوں کے لئے بشارت ہے۔

نزولِ قرآنِ مجید

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ اور اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تقریباً تئیس سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا حسبِ ضرورت نازل ہوتا رہا اور احادیث سے ثابت ہے کہ رمضان شریف میں حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر سارا قرآنِ مجید سنایا کرتے تھے اور بعض بعض آیاتِ کریمہ دو دو بار بھی نازل ہوئی ہیں خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآنِ مجید کا نزول کئی طریقوں سے ہوا۔ لیکن احکام اس نزول سے جاری فرمائے جاتے تھے جو بذریعہ

Marfat.com

حضرت جبرائیل علیہ السلام تھوڑا تھوڑا آتا تھا اللہ ربّ العزت نے قرآنِ مجید میں کہیں ''نزلنا'' فرمایا اور کہیں ''انزلنا'' اور ''نزلنا'' کا معنی ہے آہستہ آہستہ ہم نے اتارا اور ''انزلنا'' کا معنی ہے یکبارگی اتار دیا لہٰذا ان دونوں آیات کی مطابقت کیسے کی جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چند بار نزول ہوا اور ان آیتوں نے الگ الگ نزول کو بیان فرمایا ہے نزولِ قرآن اور دیگر آسمانی کتب کے نزول میں تین طرح فرق ہے۔

1- دیگر آسمانی کتب لکھی ہوئی آئیں اور قرآن پڑھا ہوا یعنی وہ سب تحریری اور قرآن تقریری صورت میں۔

2- سابقہ و دیگر آسمانی کتب متعلقہ پیغمبروں کو خاص جگہ بلا کر دی گئیں۔ مگر قرآنی آیات عرب کے گلی کوچوں بلکہ حضور ﷺ کے بستر مبارک میں بھی آئیں تاکہ حجاز کا ہر ذرّہ عظمت والا ہو جائے کہ وہ قرآن کا جائے نزول ہے۔

3- دیگر آسمانی کتب یکبارگی اتریں اور قرآنِ مجید تقریباً 23 سال میں نازل ہوا تاکہ حضور ﷺ سے اللہ ربّ العزت کی ہمیشہ ہمکلامی رہے اور مسلمانوں کو عمل کرنا بھی آسان رہے کیونکہ یک دم سارے قرآنِ مجید پر عمل کرنا بھی مشکل ہو جاتا۔ جیسے بنی اسرائیل ایک دم تورات ملنے سے گھبرا گئے اور بولے سمعنا و عصینا.

قرآنِ مجید آپ کے قلبِ اطہر پر نازل ہوا

قرآنِ مجید یعنی کلام اللہ آپ ﷺ کے قلبِ مبارک پر نازل ہوا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (البقرۃ:۹۷)

جبرائیل امین نے اللہ ربّ العزت کے حکم سے آپ ﷺ کے قلب پر قرآن اتارا۔

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ۝ عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ۝ (الشعراء:۱۹۳)

Marfat.com

قرآنِ مجید کو روح الامین آپ ﷺ کے قلب پر لے کر نازل ہوئے تاکہ آپ ﷺ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔

قرآن کا نزول حضور ﷺ پر کیوں ہوا؟

جن وانس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ ربّ العزت کے احکامات کو مانیں مگر یہ ماننا جب ہی ضروری ہوگا جب کہ وہ احکام نبی کی پاک زبان سے ادا ہوں، کیونکہ اللہ ربّ العزت تو بلا واسطہ کسی غیر نبی سے کلام نہیں فرماتا اگر جبرائیل انسانی شکل میں آکر لوگوں کو احکام سنا جاتے تو بھی ان پر عمل کرنا ضروری نہ ہوتا اسی طرح کوئی غیر نبی خواب یا الہام یا غیبی آواز سے کسی حکم پر مطلع ہو جاتے تو اس کا ماننا شرعاً لازم نہیں ہوتا۔ مشکوٰۃ شریف کے شروع میں ہے کہ ایک بار حضرت جبرائیل امین انسانی شکل میں سائل بن کر حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ ایمان کیا ہے؟ اسلام کیا ہے؟ احسان کیا ہے؟ حضور ﷺ نے جوابات دیئے، جب جبرائیل علیہ السلام دریافت کر کے چلے گئے تو سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ جبرائیل امین تھے اور تم کو تمہاری دینی باتیں سکھانے آئے تھے۔ توجہ کریں کہ اگر اس موقع پر حضرت جبرائیل امین نے خود ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ اے صاحبو! میں جبرائیل امین ہوں اور تم کو فلاں فلاں بات کا حکم کرتا ہوں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ میری اطاعت ان لوگوں پر واجب نہ ہوگی اس لئے حضور ﷺ کی زبان مبارک سے وہ کلمات لوگوں کو سنوائے۔ اماموں کا قیاس بھی اللہ ربّ العزت کے فرمان یا حضور ﷺ کے ارشاد پر مبنی ہوتا ہے لہٰذا ہمارے اس کلام سے نتیجہ یہ نکلا کہ

اصلِ اصول بندگی اس تاجور کی ہے

کہ نبی ہی کی اطاعت درحقیقت اللہ ربّ العزت کی اطاعت ہے [illegible]
خواب یا الہام وغیرہ بھی روح کی طرح قابلِ اطاعت ہوتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام [illegible]

Marfat.com

نے خواب میں دیکھا تھا کہ اپنے فرزند کو ذبح کر دو حالانکہ بے قصور آدمی کو قتل کرنا خلافِ شریعت ہے۔ مگر آپ علیہ السلام کے اس خواب نے اس حکمِ شرعی کو آپ کے حق میں منسوخ کر دیا۔ آج اگر کوئی مسلمان یہ خواب دیکھے تو وہ محض اپنے خواب پر ایسے کام کی جرأت نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ خلافِ شریعت ہے۔ ایک بات یاد رہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی ہیں اور نہ انبیاء کرام کے استاد بلکہ ربّ تعالیٰ اور پیغمبروں کے درمیان پیغام پہنچانے والے قاصد ہیں اور دیگر انبیاء کرام کے خادم ہیں انبیاء کرام حکومتِ الٰہیہ کے با اختیار حکام ہیں۔

قرآنِ مجید کا نزول اللہ کی طرف سے ہوا

قرآنِ مجید کا نزول اللہ ربّ العزت کی طرف سے ہوا۔ اس سے قبل جو آیات گزری ہیں دو طرح کی ہیں، ایک وہ جن میں اللہ ربّ العزت نے قرآنِ مجید کے وحی ربانی ہونے کے دلائل بیان فرمائے ہیں اور دوسری وہ آیات ہیں جن میں قرآنِ مجید کے متعلق کفار و مشرکین کے بیہودہ خیالات، باطل تہمات اور شیطانی وساوس کی پر زور تردید کی گئی ہے۔ ان آیات کے علاوہ کثرت سے ایسی آیات بھی ہیں جن میں اللہ ربّ العزت نے بالکل صاف اور واضح الفاظ میں یہ بتایا ہے کہ قرآنِ مجید کا نزول اللہ تبارک تعالیٰ کی جانب سے ہوا ہے اور اس مضمون کی بار بار تکرار سے منشاء بھی یہی ہے کہ اسلامی عقائد و اعمال کا یہ اساسی عقیدہ (یعنی بنیادی یقین اس طرح لوگوں کے دل اور دماغ میں مرتسم (نقش قبول کرنیوالا) ہو جائے کہ انہیں اس بارے میں ذرا سا بھی تذبذب (یعنی تردد اور شک باقی نہ رہے)

1- اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ۔ (الدخان:۳)

ہم نے بے شک اس قرآن کو مبارک رات میں اتارا۔

2- اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ۔ (القدر:۱)

بے شک ہم نے اسے شبِ قدر میں نازل کیا۔

3- تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی۔ (طٰہٰ:۴)

Marfat.com

اس قرآن کا نزول اس ذات کی طرف سے ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔

4- قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔(الفرقان:۶)

آپ ﷺ کہہ دیجئے! اس قرآن کو اس ذات نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین کے بھیدوں سے واقف ہے۔

5- اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ۝ (الانسان:۲۳)

ہم نے ہی قرآنِ مجید آپ ﷺ پر ٹھہر ٹھہر کر نازل کیا۔

6- اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔(الحجر:۹)

ہم نے ہی اس نصیحت کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

مصحف

قرآنِ مجید کو مصحف بھی کہتے ہیں مصحف کا معنی ہے جس میں صحیفوں کو جمع کیا گیا ہو اور صحیفہ چرمی ٹکڑے یا کاغذ کے ورق کو کہتے ہیں۔ علامہ نیشا پوری نے لکھا ہے کہ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآنِ مجید کو جمع کرنے کے بعد اس کا نام رکھنے کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے مشورہ کیا اور پھر اس کا نام مصحف رکھا۔

(غرائب القرآن جلد اوّل صفحہ 25 مطبوعہ کبری امیریہ بولدق۔ مصر)

قرآنِ مجید کے فضائل

حضرت امام باخری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور پُر نور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآنِ مجید کا علم حاصل کرے اور لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم دے۔(صحیح بخاری شریف جلد دوم)

حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص سورۂ کہف پڑھ رہا تھا اور اس کے گھر میں ایک جانور تھا۔ اچانک وہ جانور بدکنے لگا اس نے دیکھا کہ ایک بادل نے اس کو ڈھانپا ہوا ہے۔ اس شخص نے حضور نبی کریم ﷺ

Marfat.com

سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے شخص! پڑھتے رہو یہ سکینہ ہے جو قرآنِ مجید کی تلاوت کے وقت نازل ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم جلد اوّل)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قرآنِ مجید میں ماہر ہو وہ معزز اور بزرگ فرشتوں کے ساتھ رہتا ہے اور جس شخص کو قرآنِ مجید پڑھنے میں دشواری ہوتی ہو اور وہ اٹک اٹک کر پڑھتا ہو اس کو دو اجر ملتے ہیں۔

(صحیح مسلم: جلد اوّل)

حضرت امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ شیرِ خدا بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سنو! عنقریب فتنے برپا ہوں گے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان فتنوں سے نکلنے کی کیا صورت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کتاب اللہ اس میں تم سے پہلے لوگوں کی خبریں ہیں اور تمہارے بعد والوں کیلئے پیش گوئیاں ہیں اور یہ تمہارے درمیان حکم ہے یہ (حق اور باطل کے درمیان) فیصل ہے۔ بے فائدہ نہیں ہے۔ جس متکبر نے اس کو ترک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دے گا۔ جس نے اس کے علاوہ کسی اور چیز میں ہدایت کو تلاش کیا اللہ ربّ العزت اس کو گمراہی میں رہنے دے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے۔ یہ حکمت آمیز نصیحت ہے یہ صراطِ مستقیم ہے۔ اس کی وجہ سے خواہشات میں کجی نہیں آئے گی۔ کسی زبان کا کلام اس کے مشابہ نہیں ہوسکتا۔ علماء اس سے کبھی سیر نہیں ہوں گے۔ بار بار پڑھنے سے اس سے کبھی اکتاہٹ نہ ہوگی۔ اس کے اسرار کبھی ختم نہ ہوں گے۔ جنوں نے جب اس کو سنا تو اس پر ایمان لانے میں کبھی توقف نہیں کیا اور بے ساختہ کہا ''بے شک ہم نے حیرت انگیز کلام سنا جو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ ہم اس پر ایمان لائے'' جس نے اس کے مطابق کہا: اس نے سچ کہا: جس نے اس پر عمل کیا اس کو اجر دیا گیا۔ جس نے اس کے مطابق حکم کیا اس نے عدل کیا جس نے اس کی دعوت دی۔ وہ صراطِ مستقیم پر ہدایت یافتہ

Marfat.com

ہے۔(جامع ترمذی)

ایک ناچیز اور کمزور انسان کی کیا طاقت ہے کہ وہ ربّ کے کلام کے فضائل اور اس کے فوائد کو پورے طور پر بیان کر سکے مسلمانوں کی واقفیت کے لئے چند باتیں تحریر کر رہا ہوں۔ کسی بھی کلام کی عظمت کلام کرنے والے کے کلام سے ہوتی ہے۔ یا کلام کی عظمت سے ہوتی ہے اور اس جانب کوئی دھیان بھی نہیں دیتا اور اگر ایک بات کسی بادشاہ یا حکیم کے منہ سے نکلتی ہے تو اس کو دنیا بھر میں شائع کیا جاتا ہے غرض کہ کلام کی عظمت کا پتہ کلام والے کی عظمت سے ہوتا ہے تو اسی قاعدہ کی بنا پر اندازہ لگائیں کہ قرآنِ مجید ایسا معظم کلام ہے کہ اس کی مثل کسی کا کلام نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ خالق کا کلام ہے۔ مثل مشہور ہے کہ "کلام الملک ملک الکلام" یعنی بادشاہ کا کلام کلاموں کا بادشاہ ہے۔ اس کلامِ ربانی میں سارے علوم اور تمام حکمتیں موجود ہیں۔ جس میں سے ہر شخص اپنی قابلیت کے موافق حاصل کر لیتا ہے اور اس کا پتہ عقل سے چلتا ہے اور تفسیریں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مفسر میں جیسی قابلیت ہے اسی قسم کے وہ بیش بہا موتی اس قرآنِ مجید سے نکالتا ہے۔

منطقی مفسر کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید میں اوّل تا آخر منطق ہی منطق ہے جبکہ نحوی اور صرفی مفسر کی تفسیر سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں صرف اور نحو ہی ہے۔ فصیح اور بلیغ مفسر کی تفسیر سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن میں فصاحت اور بلاغت کا دریا موجیں مار رہا ہے اور صوفیائے کرام کی تفاسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید میں سب کچھ ہے لہٰذا جیسا اس کا شناور ویسی ہی اس کی تحصیل پھر جہاں تک سمجھنے والے کی سمجھ کی پہنچ وہاں تک اس کی تحقیق۔

قرآنِ مجید کو ہم بھی پڑھتے ہیں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی پڑھتے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بھی اس قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی ہی قرآنِ مجید کو پڑھا کتاب تو ایک ہی ہے مگر پڑھنے والے کے ذہن کی رسائی کی

انتہائیں الگ الگ جبکہ ہماری نگاہ صرف اور صرف ظاہری الفاظ تک ہی بمشکل پہنچتی ہے علماء حضرات بقدرِ وسعتِ علمی اس کی تہہ تک پہنچ کر مسائل اور فوائد کو نکال لیتے ہیں۔

بیہقی شریف میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بارہ سال میں سورہ بقرۃ پڑھی۔ اب بتاؤ پڑھنے والے حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے صاحبِ کمال اور پڑھانے والے خود صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بارہ سال کی مدت، اپنی عقل سے کام لے کر بتاؤ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہ سال میں کیا کیا نہ دیا ہوگا اور ان کے نیاز مند غلام حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا کیا نہ لیا ہوگا پھر تھوڑا سا اس بات پر بھی غور اور توجہ کریں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰن'' اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمٰن نے قرآن سکھایا ہے۔

حضرت جبرائیل تو فقط پہنچانے والے ہیں ذرا سوچو! کہ سکھانے والا رحمٰن اور سیکھنے والا سیّد الانس والجان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کیا سکھایا ''قرآن'' نہ معلوم اللہ ربّ العزت نے کیا دیا اور محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا کیا لیا اسی طرح تفسیر روح البیان شریف میں ہے۔

ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام قرآنِ مجید کی آیت ''الم'' لے کر آئے عرض کیا ''الف'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! میں نے جان لیا عرض کیا ''لام'' فرمایا: یقین کر لیا۔ عرض کیا ''میم'' تو فرمایا کہ اس کا کرم ہے جبرائیل امین کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا سمجھا اور کیا جانا جبکہ میں نے تو کچھ بھی نہ سمجھا فرمایا: جبرائیل یہ میرے اور اللہ ربّ العزت کے درمیان راز ہے۔

ہمارے اس عرض کرنے کا مدعا یہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا عالم اور بڑے سے بڑا زبان دان قرآنِ مجید کے متعلق یہ خیال نہ کرے کہ میں نے اس کی حقیقت کو پا لیا۔ قرآنِ مجید تو ایک سمندر ناپیدا کنار ہے لہٰذا جتنا جس کا برتن اتنا ہی وہاں سے وہ پانی لے سکتا ہے

Marfat.com

لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میرے کوزے میں سارا سمندر آ بھی گیا۔ غرض کہ قرآنِ مجید اللہ ربّ العزت کی عظمت کا مظہر ہے۔ جیسے اس کی عظمت کی کوئی انتہا ویسے ہی اس کی عظمت بھی کوئی انتہا نہیں۔

ضروری نوٹ:

سوائے حبیبِ خدا ﷺ کے باقی تمام انبیائے کرام کے معجزات قصے بن کر رہ گئے اور کوئی بھی معجزہ نہیں جو آج دیکھا جا سکے۔ مگر حضور ﷺ کے بہت سے معجزات تا قیامت رہیں گے۔ جنہیں دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے اور دیکھے گی۔ قرآنِ مجید میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات ہیں ہر آیت حضور کا معجزہ ہے۔ ایسے ہی حضور ﷺ کی محبوبیت جو تقریباً ہر دل میں آج بھی موجود ہے ہم نے حضور ﷺ کے نامِ نامی اسمِ گرامی پر سکھوں اور ہندوؤں کو روتے ہوئے دیکھا اور ایسے ہی آپ ﷺ کا بلند ذکر ہر جگہ ہر مجلس ہر زبان پر رواں دیکھا۔

قرآنِ مجید کے فوائد کا احاطہ کسی کی زبان کسی کا قلم اور کسی کا دل و دماغ نہیں کر سکتا۔ یہ عالم کی تمام روحانی جسمانی ظاہری و باطنی ضرورتوں کا پورا فرمانے والا ہے۔

سخی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو فقیر کو بلا کر دیں۔ دوسرے جو فقیر کے گھر جا کر دیں کنواں بلا کر دیتا ہے۔ دریا آ کر دیتا ہے اور سمندر بادل بنا کر پورے عالم پر پانی برسا دیتا ہے کعبہ معظمہ بھی سخی اور قرآنِ مجید بھی سخی ہے مگر فرق یہ ہے کہ بھکاری خود کعبہ معظمہ کے پاس چل کر جائیں اور جا کر فیض پائیں۔ جبکہ قرآن کریم کی یہ شان ہے کہ مشرق و مغرب میں گھر گھر پہنچا اور اپنا فیض جاری کر دیا اور جو لوگ کہ بالکل ان پڑھ تھے ان کے لئے علماء مثل بادل بنا کر اپنی رحمتوں کی بارش ان پر برسا دی۔

قرآنِ مجید کے فوائد احادیثِ مبارکہ میں سے

1- حدیث شریف میں ہے کہ جس گھر میں سورۃ بقرہ پڑھی جائے وہ گھر شیطان سے محفوظ

Marfat.com

رہتا ہے لہٰذا جنات بھوت پریت کی بیماریوں سے بھی محفوظ رہے گا۔

2- قیامت کے دن سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران ان لوگوں پر سایہ کریں گی اور ان کی شفاعت کریں گی جو دنیا میں قرآنِ مجید کی تلاوت کے عادی تھے۔

3- جو شخص آیۃ الکرسی صبح و شام اور سوتے وقت پڑھ لیا کرے تو اس کا گھر نذرِ آتش ہونے اور چوری ہونے سے محفوظ رہے گا۔

4- سورۂ اخلاص کا ثواب تہائی قرآنِ مجید کے برابر ہے۔ اسی لئے ختم شریف یا فاتحہ خوانی میں اسے تین بار پڑھتے ہیں۔

5- جو شخص قرآنِ مجید پڑھے اور اس پر عمل کرے تو قیامت کے دن اس کے ماں باپ کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی چمک آفتاب سے کہیں بڑھ کر ہوگی۔

6- قرآنِ مجید دیکھ کر پڑھنے سے دوہرا ثواب ملتا ہے اور بغیر دیکھ کر پڑھنے سے ایک ثواب ملتا ہے۔

7- چند چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے۔ قرآنِ مجید کعبہ معظّمہ، ماں باپ کا چہرہ محبت سے اور عالم کی شکل دیکھنا عقیدت سے۔

8- کوئی شخص قرآنِ مجید کی تلاوت میں اتنا مشغول ہو کہ کوئی دعا نہ مانگ سکے تو اللہ ربّ العزت اسے مانگنے والے سے بھی زیادہ دیتا ہے۔

9- جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھا کرے۔ انشاء اللہ اسے کبھی فاقہ نہ ہوگا۔

10- سورۂ الم تنزیل پڑھنے والا جب قبر میں پہنچتا ہے تو یہ سورہ اس طرح اس کی شفاعت کرتی ہے کہ اے اللہ! اگر میں تیرا کلام ہوں تو تُو اس کو بخش دے ورنہ تو مجھے اپنی کتاب سے نکال دے اور میت کو اس طرح ڈھانپ لیتی ہے جیسے چڑیا اپنے پروں میں اپنے بچوں کو اور اسے عذاب سے بچاتی ہے۔

11- سورۂ یٰسین شریف پڑھنے سے تمام گناہ معاف ہوتے ہیں اور مشکلیں آسان ہوتی ہیں

Marfat.com

لہٰذا اس کو بیماروں پر پڑھو۔

12- سوتے وقت سورۂ کافرون پڑھنے والا انشاء اللہ تعالیٰ کفر سے محفوظ رہے گا۔ یعنی اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔

13- سورۂ فلق اور الناس پڑھنے سے آندھی اور اندھیری دور ہوتی ہے اور ان کو پابندی سے پڑھنے والا انشاء اللہ جادو وغیرہ سے محفوظ رہے گا۔

14- سورۂ فاتحہ روحانی اور جسمانی بیماریوں کی دوا ہے۔

وغیرہ وغیرہ

تلاوتِ قرآنِ مجید

بزرگانِ دین کی عادات تلاوتِ کلامِ پاک کے متعلق جدا جدا ہیں۔ بعض حضرات تو ایک دن میں آٹھ ختم کر لیتے تھے چار دن میں اور چار رات میں جبکہ بعض حضرات چار بعض دو اور بعض ایک ختم کر لیتے تھے تلاوتِ کلامِ پاک کرنے والوں کو چاہیے کہ صحیح پڑھنے کی کوشش کریں کیونکہ ثواب صحیح پڑھنے کی صورت میں ہے نا کہ محض جلدی پڑھنے کی صورت میں۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح تلاوت فرماتے تھے کہ ایک ایک حرف صاف صاف سنائی دیتا تھا حضرت سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآنِ کریم جب دل میں اترتا ہے تب اس میں جمتا ہے اور نفع دیتا ہے تلاوت کرنے والا جس اطمینان اور سکون کے ساتھ دنیا میں تلاوت کرتا تھا اسی اطمینان کے ساتھ تلاوت کرتا ہوا جنت میں بڑھتا جائے گا اور جہاں تک اس کی تلاوت ختم ہوگی وہاں تک کا سب ملک اس کو دیا جائے گا۔

بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ اگر عربی سمجھنے پر قدرت رکھتا ہو تو اس کے معانی اور مطالب پر غور

Marfat.com

کرتا جائے اور جب رحمت کی آیت آئے تو خوش ہو اور اللہ ربّ العزت سے رحمت کی بھیک مانگ لے جو کوئی شخص تلاوتِ کلامِ پاک کا ارادہ کرے اس کو چاہیے کہ اپنے منہ کو ہر قسم کی بدبو سے اچھی طرح صاف کر لے خاص طور پر تمباکو نوشی کرنے والے۔ نسوار ڈالنے والے اور کچا لہسن اور پیاز کھانے والے کسی اچھی پیسٹ یا مسواک سے منہ صاف کر لیا کریں۔ بہتر ہے منہ میں الائچی وغیرہ رکھ لیا کریں اور دیگر عطریات کا استعمال کرنا مزید بہتر ہے۔

قرآنِ مجید کی تلاوت باوضو کرنا مستحب ہے۔ اگر قرآنِ مجید کو چھوئے بغیر زبانی بے وضو پڑھا جائے تو جائز ہے۔ اور اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اور اس سلسلہ میں بکثرت احادیث بھی ہیں تاہم یہ خلافِ مستحب ہے اور خلافِ اولیٰ ہے اگر پانی نہ ملے تو تیمّم کر کے تلاوت کرے جس عورت کو حیض نہ ہو صرف استحاضہ کا خون جاری ہو وہ بے وضو کے حکم میں ہے وہ نماز کے کسی ایک وقت کے شروع میں وضو کر لے تو دوسرے وقت تک اس کا وضو رہے گا بشرطیکہ کسی اور وجہ سے وضو نہ ٹوٹے جنبی اور حائض کے لئے قرآنِ مجید کی تلاوت کرنا حرام ہے خواہ ایک آیت ہو یا اس سے بھی کم البتہ جنبی اور حائض بغیر تلفظ کے دل میں قرآنِ مجید پڑھ سکتے ہیں البتہ اس پر بھی تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ تسبیح تہلیل، تحمید درود شریف اور دیگر تمام اذکار اور وظائف جنبی اور حائض پڑھ سکتے ہیں اور اگر تلاوتِ کلامِ پاک کا قصد نہ ہو تو بطورِ دعا قرآنِ مجید کی آیات پڑھ سکتے ہیں۔ مثلاً بطورِ شکر الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین۔ سواری پر بیٹھتے وقت سبحان الذی سخر لنا ھذا والی آیت اور مصیبت کے وقت انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ پڑھ سکتے ہیں مگر یہ بھی خلافِ مستحب اور خلاف افضل ہے۔

کسی پاک اور صاف جگہ بیٹھ کر قرآنِ مجید کی تلاوت کرنی چاہیے جبکہ مسجد میں تلاوت کرنا بہت بہتر ہے۔ اسی طرح اعتکاف میں اور جب بھی انسان مسجد میں داخل ہو۔

Marfat.com

اعتکاف کی نیت ضرور کرے۔ اگر مسجد میں تنہا ہو تو متوسط آواز سے تلاوت کرے اگر اور لوگ بھی تلاوت کر رہے ہوں اور دوسرے افراد نماز یا دیگر اذکار میں مصروف ہوں تو پھر بالکل آہستہ آواز میں تلاوت کرے۔ تاکہ کسی کی تلاوت یا نماز اور ذکر و اذکار وغیرہ میں خلل نہ پڑے نیز سر ڈھانپ کر سکون، خضوع، خشوع، وقار اور ادب کے ساتھ بیٹھ کر تلاوت کرے۔

حدیث شریف میں ہے کہ بہترین نشست وہ ہے جس میں منہ قبلہ کی طرف ہو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا کہ حمام میں قرآنِ مجید کی تلاوت نہ کرے۔ ابومیسرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پاک جگہ قرآنِ مجید کی تلاوت کی جائے آج کل لوگ اٹیچ باتھ میں وضو کرتے ہیں جبکہ بسم اللہ شریف اور وضو کی دُعائیں اس جگہ نہیں پڑھنی چاہیے اور کسی بھی مہمان مبتذل اور غیر محترم جگہ پر قرآنِ مجید پڑھنے اور اللہ ربّ العزت اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لینے سے اجتناب کیا جائے۔

قرآنِ مجید کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ضرور پڑھے اور قرآنِ مجید کی آیات کے معانی اور مضمون پر غور و فکر اور تدبر و تفکر کرے۔ دورانِ تلاوت جس آیت میں ذوق و شوق اور وجد و رقت آئے اس آیت کو بار بار دہرائے کیونکہ ابنِ نسائی رضی اللہ عنہ اور اور حضرت ابنِ ماجہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات صبح تک اس آیت کو بار بار پڑھتے رہے۔ (سنن نسائی جلد اوّل)

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

(المائدہ ۱۱۸)

اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو۔ تو بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔

Marfat.com

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات صبح تک اس آیت کو دہراتے رہے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ○ (الجاثیہ:۲۱)

کیا جن لوگوں نے گناہ کیے ہیں انہوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں کی مثل کر دیں جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے کہ ان (سب) کی زندگی اور موت برابر ہو جائے وہ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں۔

قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے ہوئے یا تلاوت کو سنتے ہوئے جب اللہ ربّ العزت کے قہر وغضب اس کی گرفت اور اس کے عذاب کی آیات سے گزریں تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونا چاہیے۔

- قرآنِ مجید کو ترتیل کے ساتھ آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہیے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جلدی پورا قرآنِ مجید پڑھنے کی بنسبت میرے نزدیک یہ بہتر ہے کہ صرف ایک سورت ترتیل کے ساتھ پڑھ لی جائے۔ قرآنِ مجید میں اللہ ربّ العزت فرماتا ہے۔

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ○ (المزمل:۴)

قرآنِ مجید آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے۔

مجاہد سے روایت ہے کہ ہمیں جلدی جلدی قرآنِ مجید پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔
امام مسلم رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ کچھ لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور وہ ان کے گلوں کے نیچے سے نہیں اترتا لیکن جب قرآنِ مجید دل میں ٹھہر کر جم جائے تو نفع دیتا ہے لہٰذا ترتیل کے ساتھ پڑھنے میں قرآنِ مجید کی زیادہ توقیر اور احترام ہے اور اس کی دل میں زیادہ تاثیر ہوتی ہے (صحیح مسلم جلد اوّل)

Marfat.com

القرآن

قرآن پاک کے اسماء بھی اسماء اللہ الحسنیٰ کی طرح تقریباً ناوے تک پہنچ گئے ہیں مگر سب سے زیادہ اس کا خاص نام "کلام اللہ" ہے اور سب سے بڑھ کر مشہور اس کا نام "القرآن" ہے لفظِ قرآن محاورہ قرأت الحوض سے مأخوذ ہے جو حوض پانی سے لبالب لبریز ہوتا ہے اسے قرأت الحوض کہا جاتا ہے چونکہ قرآنِ مجید جملہ علوم پر محتوی (یعنی گھیرے ہوئے) اور عرفان کا ظرف اور حقائقِ اصلیہ سے پُر ہے اس لئے اس کا نام قرآن ہوا۔

تلاوتِ قرآنِ مجید ترتیل کے ساتھ

تلاوتِ کلامِ پاک کرنا۔ ترتیل کا معنی قرآن پاک کے حروف کو ان کے مخارج سے ادا کرنا اور آہستگی اور اطمینان سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا مستحب معنی دوست رکھا گیا۔ فقیہوں کی اصطلاح میں وہ فعلِ عبادت جس کا ثواب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے یا کبھی اس فعل کو خود بھی کیا ہے۔

ترتیل کے متعلق شاہ عبد العزیز نور اللہ مرقدہ نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے کہ ترتیل لغت میں صاف اور واضح طور پر پڑھنے کو کہتے ہیں اور شرع شریف میں کسی چیز کی رعایت کے ساتھ تلاوت کرنے کو کہتے ہیں۔

1- حروف کو صحیح نکالنا، یعنی اپنے مخرج سے پڑھنا، طا کی جگہ تا اور ضاد کی جگہ ظا نہ نکلے۔

2- وقوف کی جگہ اچھی طرح سے ٹھہرنا تاکہ وصل اور قطع کلام کا بے محل نہ ہو جائے۔

3- حرکات میں اشباع کرنا یعنی زیر، زبر پیش کو اچھی طرح سے ظاہر کرنا۔

4- آواز کو تھوڑا سا بلند کرنا، تاکہ کلامِ پاک کے الفاظ زبان سے نکل کر کانوں تک پہنچیں اور وہاں سے دل پر اثر کریں۔

5- آواز کو اسی طرح سے درست کرنا کہ اس میں درد پیدا ہو جائے اور دل پر جلد اثر

Marfat.com

کرے کہ درد والی آواز دل پر جلدی اثر کرتی ہے اس سے روح کو قوت اور اثر زیادہ ہوتا ہے اسی وجہ سے اطباء نے کہا کہ جس دوا کا اثر جگر میں پہنچانا ہو۔ اس کو شیرینی ملا کر دیا جائے۔ کیونکہ جگر مٹھائی کا جاذب ہے۔ اسی وجہ سے بندہ کے نزدیک اگر تلاوت کے وقت خوشبو کا استعمال کیا جائے تو دل پر تاثیر میں زیادہ تقویت ہوتی ہے۔

6-تشدید اور مد کو اچھی طرح ظاہر کیا جائے کہ اس اظہار سے کلامِ پاک کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور تاثیر میں اعانت ہوتی ہے۔

7-آیاتِ رحمت وعذاب کا حق ادا کرے۔ یہ سات چیزیں ہیں جن کی رعایت ترتیل کہلاتی ہے اور مقصود ان سب سے صرف ایک ہے یعنی کلامِ پاک کا فہم وتدبر۔

حضرت اُمّ المؤمنین اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلام اللہ شریف کس طرح پڑھتے تھے انہوں نے کہا کہ سب حرکات کو پڑھاتے تھے۔ یعنی زیر، زبر وغیرہ کو پورا نکالتے تھے اور ایک ایک حرف الگ الگ ظاہر ہوتا تھا ترتیل سے تلاوت مستحب ہے اگرچہ معنی نہ سمجھتا ہو۔

سجدۂ تلاوت

قرآنِ مجید میں چودہ سجدۂ تلاوت ہیں جہاں قرآنِ مجید کے حاشیہ پر سجدہ لکھا ہوتا ہے اس آیت کو پڑھ کر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے اس کو سجدۂ تلاوت کہتے ہیں۔

سجدۂ تلاوت کا طریقہ

اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے اور اللہ اکبر کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے سجدہ میں کم از کم تین بار ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہہ کر اللہ اکبر کہے اور سر سجدہ سے اٹھالے سجدۂ تلاوت ہو گیا۔

بہتر طریقہ یہ ہے کہ جب کلامِ پاک تلاوت کرتے وقت وہ آیت پڑھے جو آیتِ سجدہ ہو تو پہلے کھڑا ہو جائے اور اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائے اور تین بار ''سبحان ربی الاعلیٰ''

Marfat.com

کہہ کر اللہ اکبر کہتے ہوئے کھڑا ہو جائے اور اگر بیٹھ کر سجدہ کرے تو اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے اور اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائے۔ کھڑا نہ ہو سجدہ ہو گیا۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک سجدۂ تلاوت واجب ہے مالکیہ کے نزدیک مستحب ہے اور مسلک شافعیہ کے نزدیک سنتِ مؤکدہ ہے ایک بات یاد رکھیں کہ سجدۂ تلاوت میں نماز کی طرح طہارتِ کامل شرط ہے۔

سجدۂ تلاوت واجب ہونے کے اسباب

1- آیتِ سجدہ کی تلاوت خواہ پوری آیت کی تلاوت کی جائے یا صرف اس لفظ کی جس میں سجدہ ہے اور اس کے ساتھ قبل یا بعد کا کوئی لفظ اور خواہ آیت سجدہ کی بعینہٖ تلاوت کی جائے یا اس کا ترجمہ کسی اور زبان میں خواہ تلاوت کرنے والا خود اپنی تلاوت کو سنے یا نہ سنے، مثلاً کوئی بہرہ آدمی تلاوت کرے صحیح یہ ہے کہ اگر رکوع یا سجدہ میں یا تشہد میں آیت سجدہ کی تلاوت کی جائے تب بھی سجدہ واجب ہو جائے گا اور اسی حالت میں اس کی بھی نیت کر لی جائے۔ اگر کوئی شخص سونے کی حالت میں آیتِ سجدۂ تلاوت کرے۔ اس پر بھی بعد اطلاع واجب ہے۔

2- آیتِ سجدہ کا کسی انسان سے سننا۔ خواہ پوری آیت سنے یا صرف لفظِ سجدہ مع ایک لفظ ما قبل یا ما بعد کے اور خواہ عربی زبان میں سنے یا کسی اور زبان میں سنے خواہ سننے والا جانتا ہو کہ یہ ترجمہ آیتِ سجدہ کا ہے یا نہ جانتا ہو۔ لیکن نہ جاننے سے ادائے سجدہ میں جس قدر تاخیر ہو گی اس میں وہ معذور سمجھا جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری)

کسی جانور سے مثل طوطے وغیرہ سے اگر آیتِ سجدہ سنی جائے تو صحیح یہ ہے کہ سجدہ واجب نہ ہوگا اسی طرح اگر کسی ایسے مجنون سے آیتِ سجدہ سنی جائے جس کا جنون ایک دن رات سے زیادہ ہو جائے اور زائل نہ ہو تو سجدہ واجب نہ ہوگا۔

Marfat.com

3-ایسے شخص کی اقتداء کرنا جس نے آیتِ سجدہ کی تلاوت کی ہوخواہ اس کی اقتداء سے پہلے یا اقتداء کے بعد اور خواہ اس نے ایسی آہستہ آواز سے تلاوت کی ہو کہ مقتدی نے نہ سنا ہو یا بلند آواز سے کی ہو اگر کوئی شخص کسی امام سے آیتِ سجدہ سنے اس کے بعد اس کی اقتداء کرے تو اس کو امام کے ساتھ سجدہ کرنا چاہیے اور اگر امام سجدہ کر چکا ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں جس رکعت میں آیتِ سجدہ کی تلاوت امام نے کی ہو وہی رکعت اس کو اگر مل جائے تو اس کو سجدہ کی ضرورت نہیں اس رکعت کے مل جانے سے سمجھا جائے گا کہ وہ سجدہ بھی مل گیا۔ اگر وہ رکعت نہ ملے تو پھر اس کو بعد نماز تمام کرنے کے خارج نماز میں سجدہ کرنا واجب ہے۔ (بحرالرائق۔ درالمختار)

حافظِ قرآن کی فضیلت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ جس شخص نے قرآنِ مجید پڑھا یا پڑھایا پھر اس کو حفظ یاد کیا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام حق تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گے اور اس کے گھرانے میں ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرمائے گا جن کے لئے جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔

دخولِ جنت ہر مومن کے لئے تو ہے ہی اگر چہ بداعمالیوں کی سزا بھگت کر ہی کیوں نہ ہو لیکن حفاظ کے لئے یہ فضیلت ابتداء دخول کے اعتبار سے ہے۔ وہ دس شخص جن کے بارے میں شفاعت قبول فرمائی گئی وہ فساق و فجار (یعنی فاسقوں اور فاجروں میں سے) ہیں جو مرتکب کبائر کے ہیں اس لئے کہ کفار کے بارے میں تو شفاعت ہے ہی نہیں۔

حافظِ قرآن کے والدّین

حضرت معاذ جہنی رضی اللہ عنہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جائے گا جس

Marfat.com

کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو تو بس کیا گمان ہے تمہارا اس شخص کے متعلق جو خود عامل ہے (رواہ احمد ابوداؤد صحیحہ الحاکم)

مسلمانوں پر قرآنِ مجید کے حقوق

ثقیل الفاظ یا دینی اصطلاحات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے عام زبان میں بیان کیا جائے تو قرآنِ مجید کے یہ پانچ حقوق ہر مسلمان پر عائد ہوتے ہیں 1- ایمان و تعظیم 2- تلاوت وترتیل 3- تذکر وتدبر 4- حکم واقامت 5- تبیین اب میں چاہتا ہوں کہ ان پانچوں حقوق کی قدرے تفصیل ان اصطلاحات کی مختصر تشریح کے ساتھ آپ حضرات کے سامنے پیش کروں۔

1- ایمان و تعظیم

ماننے کا اصطلاحی نام ایمان ہے اور اس کے دو پہلو ہیں ایک "اقرار باللسان" اور دوسرا "تصدیق بالقلب" اقرار لسانی دائرۂ اسلام میں داخلہ کی لازمی شرط ہے اور تصدیقِ قلبی حقیقی ایمان کا لازمہ ہے۔

قرآنِ مجید پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے اس کا اقرار کیا جائے کہ قرآنِ مجید اللہ ربّ العزت کا کلام ہے جو کہ برگزیدہ فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اللہ ربّ العزت کے آخری رسول ﷺ پر نازل ہوا لہٰذا اس اقرار سے انسان دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے لیکن حقیقی ایمان اسے اس وقت نصیب ہوتا ہے جب ان تمام امور پر ایک پختہ یقین اس قلب میں پیدا ہو جائے پھر ظاہر ہے کہ جب یہ صورت پیدا ہو جائے گی تو پھر خود بخود قرآنِ مجید کی عظمت کا نقش قلب پر قائم ہو جائے گا اور جوں جوں قرآنِ مجید پر ایمان بڑھتا جائے گا اس کی تعظیم واحترام میں بھی اضافہ ہوتا چلا جائے گا گویا ایمان و تعظیم لازم وملزوم ہیں۔

Marfat.com

قرآنِ مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید پر ایمان سب سے پہلے حضور نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابِ کبار رضوان علیہم اجمعین لائے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ (البقرہ: 285)

ایمان لایا رسول اللہ ﷺ اس پر جو نازل کیا گیا اس کی جانب اورا (اس کے ساتھی) اہلِ ایمان

یہ ایمان پورے تصدیقِ قلب کے ساتھ تھا اور اس گہرے یقین پر مبنی تھا کہ یہ اللہ ربّ العزت کا کلام ہے چنانچہ ایک طرف تو اس کی تعظیم و احترام کا گہرا نقش ان کے قلوب پر ثبت ہو گیا اور دوسری طرف گہری محبت اور والہانہ عشق کا ایک تعلق اس کے ساتھ قائم ہو گیا چنانچہ نبی کریم ﷺ کو نزولِ وحی کا شدت کے ساتھ انتظار رہتا تھا اور آپ ﷺ اس کیلئے بے چین رہتے تھے کہ کمالِ شوق سے جلد از جلد اس کو یاد کر لینے کی کوشش فرماتے۔ حتیٰ کہ اللہ ربّ العزت نے آپ ﷺ کو از راہِ محبت و شفقت ان امور میں مبالغہ سے منع فرمایا: چنانچہ ارشاد ہوا:

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ (طٰہٰ: 114)

قرآن کے لئے جلدی نہ کرو

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ (القیامۃ: 16)

قرآن (کو یاد کرنے) کی جلدی میں اپنی زبان کو (تیزی سے) حرکت نہ دو۔

نزولِ قرآن کے ابتدائی دور میں جب ایک بار وحی کی آمد میں قدرے تاخیر ہو گئی تو یہ واقعہ حضور ﷺ پر اس قدر شاق گزرا کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ شدتِ غم سے میں سوچتا تھا کہ اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرا دوں رات کا اکثر حصہ آپ ﷺ اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑے ہو کر قرآنِ مجید پڑھتے ہوئے گزار دیتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کے پائے مبارک متورم ہو جاتے تھے اور قرآنِ مجید ہی کی شہادت ہے کہ ایک تہائی آدھی

Marfat.com

اور دو تہائی رات اس طرح بسر کرنے میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرتے تھے جیسا کہ میں بعد میں تفصیل سے عرض کروں گا اکثر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہفتہ میں ایک بار ضرور قرآنِ مجید ختم کیا کرتے تھے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن پر قرآنِ مجید کا نزول ہوا ان کا یہ حال تھا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے باصرار فرمائش کر کے قرآنِ مجید سنا کرتے تھے اور بسا اوقات شدتِ تاثر سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنسو بہہ نکلتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قرآنِ مجید سے اس گہرے شغف اور اس کی جانب اس قدر التفات کا سبب یہ تھا کہ انہیں ''حق الیقین'' حاصل تھا کہ یہ اللہ ربّ العزت کا کلام ہے اور اس کے بالکل برعکس ہمارا یہ حال ہے کہ قرآنِ مجید کے منزل مّن اللہ ہونے کا اقرار تو ہم کرتے ہیں اور اس پر بھی پروردگار کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ اس نے ہمیں ان لوگوں میں پیدا فرما دیا جو کہ قرآنِ مجید کو اللہ ربّ العزت کا کلام مانتے ہیں لیکن اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ اس کے کلامِ الٰہی ہونے کا یقین ہمیں حاصل نہیں ہے اور در حقیقت یہی ہمارے قرآنِ مجید سے بعد اور اس کے جانب عدم التفات اور توجہ کا اصل سبب ہے۔ آپ شاید میری اس بات سے ناراض ہوں لیکن اگر ہم اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور ان کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھیں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ واقعی ہمارے قلوب قرآنِ مجید پر یقین سے بالکل خالی ہیں اور ریب اور شک نے ہمارے دلوں میں ڈیرا ڈالا ہوا ہے ہماری اس کیفیت کا نقشہ قرآنِ مجید نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا الْکِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِیْ شَکٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ ○ (الشوریٰ 14)

اور بے شک جو ان کے بعد کتاب کے وارث ہوئے وہ اس سے ایک دھوکہ ڈالنے والے شک میں ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ نہ ہمارے دلوں میں اس کی کوئی عظمت ہے اور نہ قرآن مجید کو جو بے

Marfat.com

کیلئے ہماری طبیعت آمادہ ہوئی ہے اور نہ اس پر غور وفکر کی کوئی رغبت ہم اپنے اندر پاتے ہیں اور نہ ہی اسے زندگی کا واقعی لائحہ عمل بنانے کا خیال کبھی ہمیں آتا ہے اس پوری صورتِ حال کا اصل سبب ایمان اور یقین کی کمی ہے اور جب تک اسے دور نہ کیا جائے گا کسی وعظ ونصیحت سے کوئی پائیدار نتیجہ برآمد نہیں ہوسکتا۔

ہرایک کا سب سے پہلا فرض

ہم میں سے ہر ایک کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے دل کو اچھی طرح ٹٹولے اور دیکھے کہ وہ قرآنِ مجید کو بس ایک متوارث مذہبی عقیدے (Degma) کی بنا پر ایک ایسی ''مقدس آسمانی کتاب'' سمجھتا ہے جس کا زندگی اور اس کے جملہ معاملات سے کوئی تعلق نہ ہو یا اسے یقین ہے کہ قرآنِ مجید اللہ ربّ العزت کا کلام ہے جو کہ اس لئے نازل ہوا ہے کہ لوگ اس سے ہدایت پائیں اور اسے اپنی زندگیوں کا لائحہ عمل بنائیں۔

اگر دوسری بات ہے تو فہو المطلوب اور اگر پہلا معاملہ ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ ہماری ایک عظیم اکثریت کے ساتھ یہی صورت ہے تو پھر سب سے پہلے ایمان کی اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرنا ہوگی اس لئے کہ قرآنِ مجید کے دوسرے تمام حقوق کی ادائیگی کا مکمل انحصار اسی پر ہے۔

اب پوچھا جاسکتا ہے کہ اس کمی کو پورا کرنے کی عملی تدبیر کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان کی تحصیل کا سب سے زیادہ آسان اور سب سے بڑھ کر مؤثر ذریعہ تو اصحابِ ایمان ویقین کی صحبت ہے یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قلوب میں ایمان ویقین کی جو کیفیت مجسمۂ ایمان اور پیکرِ یقین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کی بدولت پیدا ہوئی تھی اس کا تصور بھی اب ناممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد بھی عوام الناس تو نورِ ایمان کے اکتساب کے لئے ایسے خواص کی صحبت ہی کے محتاج ہیں جن کے دلوں

Marfat.com

میں ایمان و یقین کی شمعیں روشن ہوں۔ لیکن خود ان "خواص" کے لئے نورِ ایمان کا سب سے بڑا منبع قرآنِ مجید ہے اور اس کے بعد اخبار و آثار اور سیرت رسول ﷺ اور سیر صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کا ایسا مطالعہ جس سے طالب کو حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معنوی صحبت میسر آ جائے۔ رہا خود قرآنِ مجید پر یقین اور اس میں اضافہ تو اس کا تو بس ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ خود قرآنِ مجید ہے۔

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکانِ فلسفہ سے
ڈھونڈنے سے ملے گی قاری کو یہ قرآن کے سیپاروں سے

(مولانا ظفر علی خان)

ایمان در حقیقت کوئی خارج سے ٹھونسی جانے والی شے ہی نہیں اس کی شمع تو انسان کے اپنے باطن میں روشن ہے اور اس کا قلب بذاتِ خود وہ جام جہاں نما ہے جس میں کائنات کے وہ تمام حقائق از خود منعکس ہیں جن کا دوسرا نام ایمان ہے ہوتا صرف یہ ہے کہ غلط ماحول اور غلط تعلیم و تربیت کے اثرات سے انسان کی شمعِ باطن کی روشنی دھندلا جاتی ہے۔

الحدیث: كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ

ہر انسان فطرتِ سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

اور اس کے اعمالِ بد کے سبب اس کا آئینہ قلب مکدر ہو جاتا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

"كَلَّا بَلْ سکتہ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ" (المطففین 14)

"نہیں" بلکہ ان کے اعمال کے نتیجہ میں ان کے قلب پر زنگ چڑھ گیا۔

لہٰذا اس آئینہ کو صیقل کرنے اور انسان کی اس شمعِ باطن کے نور کو اجاگر کرنے کیلئے ہی

Marfat.com

کلام اللہ ہے کہ

تَبۡصِرَةً وَّذِكۡرٰى لِكُلِّ عَبۡدٍ مُّنِيۡبٍ ○ (ق:8)

سمجھانے والی اور یاددہانی پر اس بندے کے لئے جو (خدا کی طرف) رجوع کرے۔

قرآن نورِحق بن کر نازل ہوا تلاشِ حق کی نیت سے اُسے پڑھا اور اس پر غوروفکر کیا جائے تو سارے حجابات دور ہوتے چلے جاتے ہیں اور انسان کا باطن نورِ ایمان سے جگمگا اُٹھتا ہے۔

یہ تو ہوئی نورِ ایمانی کی اولین تحصیل اس کے بعد بھی جب کبھی غفلت یا غلبۂ بہیمیت کے سبب سے آئینہ قلب غبار آلود ہو جائے تو اس کے جلاء وصیقل کا مؤثر ترین ذریعہ قرآنِ مجید ہی ہے جب کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

(اِنَّ هٰذِهِ الۡقُلُوۡبَ تَصۡدَأُ كَمَا يَصۡدَأُ الۡحَدِيۡدُ اِذَا اَصَابَهُ الۡمَآءُ) قِيۡلَ يَارَسُوۡلَ اللّٰهِ مَا جِلَاءُ هَا؟ قَالَ (كَثۡرَةُ ذِكۡرِ الۡمَوۡتِ وَتِلَاوَةُ الۡقُرۡاٰنِ)

بنی آدم کے قلوب بھی اسی طرح زنگ آلود ہوجاتے ہیں جیسے لوہا پانی پڑنے سے! دریافت کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس زنگ کو دور کس چیز سے کیا جائے؟ فرمایا! کہ موت کی بکثرت یاد اور قرآنِ مجید کی تلاوت''!

خلاصۂ کلام یہ کہ ایک متوارث عقیدے کے طور پر قرآنِ مجید کو ایک مقدس آسمانی کتاب ماننے سے ہماری موجودہ صورتِ حال میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوسکتی اور قرآنِ مجید کے ساتھ عدم التفات کا جو رویہ ہمارا اس وقت ہے وہ نہیں بدل سکتا۔ قرآنِ مجید کے جو حقوق ہم پر عائد ہوتے ہیں ان کی ادائیگی کی اولین شرط یہ ہے کہ سب سے پہلے ہمارے دلوں میں یہ یقین پیدا ہو کہ قرآنِ مجید اللہ ربّ العزت کا کلام ہے اور ہماری ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے۔

Marfat.com

اس یقین کے پیدا ہوتے ہی قرآنِ مجید کے ساتھ ہمارے تعلق میں ایک انقلاب آجائے گا۔ یہ احساس کہ یہ ہمارے اس خالق ومالک کا کلام ہے۔ جس کی ذات باری تعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے اور جس کا کسی ادنیٰ ترین درجے میں بھی کوئی تصور ہمارے بس میں نہیں۔ اور جس ذات کے ادراک سے عجز کا احساس ہی بقول افضل البشر بعد الانبیاء کمال ادراک ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک قول ہے:

العجز عن درك الذات ادراك" یہ گرہ لگائی کہ "والبحث عن كنه الذات اشراك"

ہمارے فکر ونظر میں ایک انقلاب برپا کر دے گا پھر ہمیں محسوس ہوگا کہ اس زمین کے اوپر اور اس آسمان کے نیچے قرآنِ مجید سے بڑی کوئی دولت اور اس سے عظیم تر کوئی نعمت موجود نہیں ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث شریف میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو قرآن ایسی دولت عطا ہوئی اور پھر بھی اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کسی اور کو اس سے بڑھ کر نعمت ملی ہے تو اس نے قرآنِ مجید کی قدر ومنزلت کو نہ پہچانا۔

2-تلاوت وترتیل

قرآنِ مجید کے پڑھنے کے لیے خود قرآن میں اگر قراءت اور تلاوت دونوں الفاظ استعمال ہوئے ہیں لیکن احترام وتعظیم کے ساتھ اسے ایک مقدس آسمانی کتاب سمجھتے ہوئے ذہنی اور نفسیاتی طور پر اپنے آپ کو اس کے حوالے کر کے اتباع اور پیروی کے جذبے کے ساتھ قرآن کو پڑھنے کے لیے اصل قرآنی اصطلاح "تلاوت" ہی کی ہے۔ اس لئے کہ یہ لفظ صرف آسمانی صحیفوں کے پڑھنے کے لیے خاص ہے جبکہ قراءت ہر چیز کے پڑھنے کے لیے عام ہے۔ اور اس لئے بھی کہ تلاوت کا لغوی مفہوم ساتھ لگے رہنے اور پیچھے پیچھے آنے

Marfat.com

کا ہے جبکہ قراءت مجرد جمع وضم کے لیے آتا ہے۔ جبکہ قرأت کا لفظ قرآنِ مجید سیکھنے اور اس کے علم کی تحصیل کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ اور قاری عالمِ قرآنِ مجید کو کہا جاتا تھا۔ لیکن بعد میں یہ اصطلاح قرآنِ مجید کو اہتمام اور تکلف کے ساتھ قواعد و تجوید کی خصوصی رعایت اور حروف کے مخارج کی صحت کا پورا پورا لحاظ کرتے ہوئے پڑھنے کے لیے خاص ہوتی چلی گئی جبکہ تلاوت کا اطلاق عام طریقے پر انابت اور خشوع وخضوع کے ساتھ حصولِ برکت ونصیحت کی غرض سے قرآنِ مجید کو پڑھنے پر ہونے لگا۔

تلاوتِ قرآنِ مجید ایک بہت بڑی عبادت ہونے کے ساتھ ساتھ ایمان کو تروتازہ رکھنے کا مؤثر ذریعہ ہے۔

قرآن کریم صرف ایک بار پڑھ لینے کی چیز نہیں ہے بلکہ بار بار پڑھنے اور ہمیشہ پڑھتے رہنے کی چیز ہے اس لئے کہ یہ روح کے لیے بمنزلہ غذا ہے۔ جس طرح جسمِ انسانی اپنی بقا اور تقویت کے لیے مسلسل غذا کا محتاج ہے۔ جو انسان کے جسدِ حیوانی کی طرح سب زمین ہی سے حاصل ہوتی ہے اسی طرح روحِ انسانی جو خود آسمانی چیز ہے کلامِ ربانی کے ذریعے مسلسل تغذیہ وتقویت کی محتاج ہے۔

اگر قرآنِ مجید صرف ایک بار پڑھ لینے کی چیز ہوتی تو کم از کم نبی اکرم ﷺ کو قرآنِ مجید کے بار بار پڑھنے کی کوئی حاجت نہ ہوتی لیکن قرآنِ مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو مسلسل قرآنِ مجید پڑھتے رہنے کی بار بار تاکید ہوئی۔ عہدِ رسالت کے بالکل ابتدائی ایام میں تو انتہائی تاکیدی حکم ہوا کہ رات کا اکثر حصہ اپنے ربّ کے حضور میں کھڑے ہو کر ٹھہر ٹھہر کر قرآنِ مجید پڑھتے ہوئے بسر کرو اور بعد کے ادوار میں بھی حضور ﷺ جب مشکلات ومصائب کا زور ہوتا تھا اور صبر واستقامت کی خصوصی ضرورت ہوتی تھی تو آنحضرت ﷺ کو تلاوتِ قرآنِ مجید ہی کا حکم دیا جاتا تھا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

Marfat.com

اُتۡلُ مَا اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنۡ کِتٰبِ رَبِّکَ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ وَلَنۡ تَجِدَ مِنۡ دُوۡنِہٖ مُلۡتَحَدًا (کہف: ۲۷)

اور پڑھا کر جو وحی ہوئی تجھ کو تیرے پروردگار کی کتاب سے کوئی اس کی باتوں کا بدلنے والا نہیں اور نہ ہی تو کہیں پا سکے گا اس کے سوا پناہ کی جگہ۔

پھر ایک اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

اُتۡلُ مَا اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنَ الۡکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ

پڑھا کر جو وحی ہوئی تیری طرف کتابِ الٰہی اور قائم رکھ نماز کو۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید کی مسلسل تلاوت کرتے رہنا بہت ضروری ہے اور یہ مومن کی روح کی غذا ہے۔ اس کے ایمان کو تروتازہ اور سرسبز و شاداب رکھنے کا اہم ترین ذریعہ اور مشکلات و موانع کے مقابلہ کے لیے اسکا سب سے مؤثر ہتھیار ہے۔

کتابِ الٰہی کے اصل قدر دانوں کی یہ کیفیت قرآنِ مجید میں بیان ہوئی ہے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰھُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ

جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے۔ (البقرۃ: ۱۲۱)

لٰہذا اللہ ربّ العزت ہم سب کو اس آیتِ کریمہ کا مصداق بنائے۔ اور ہم سب کو توفیق دے کہ ہم قرآنِ مجید کا حقِ تلاوت ادا کر سکیں لیکن اس کے لیے سب سے پہلے یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ قرآنِ مجید کی تلاوت کا حق ہے کیا؟ اور اس کی ادائیگی کی شرائط کیا ہیں؟

ا۔ تجوید:

اس سلسلے میں سب سے پہلی ضروری چیز قرآنِ مجید کے حروف کی شناخت ان کے

Marfat.com

مخارج کا صحیح علم اور رموزِ اوقاف قرآنی کی ضروری معلومات کی تحصیل ہے جسے اصطلاحاً تجوید کہتے ہیں اور جس کے بغیر قرآنِ مجید کی صحیح اور رواں تلاوت ممکن نہیں۔ آج سے تیس چالیس سال قبل تک ہر مسلمان بچے کی تعلیم کی ابتداء اسی سے ہوتی تھی اور وہ سب سے قرآنِ مجید کے حروف کی پہچان اور ان کی صحیح ادائیگی کی صلاحیت حاصل کرتا تھا۔ افسوس کہ ادھر ایک عرصہ سے مساجد و مکاتب کی تعلیم کے زوال اور کنڈر گارڈن قسم کے رواج کی بدولت یہ صورتِ حال پیدا ہو چکی ہے کہ مسلمان قوم کی نوجوان نسل کی ایک بڑی اکثریت حتیٰ کہ بہت سے بوڑھے اور ادھیڑ عمر کے افراد بھی قرآنِ مجید کو ناظرہ پڑھنے پر بھی قادر نہیں۔ میں ایسے تمام حضرات سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنی اس کمی کا احساس کریں اور جلد از جلد اسے دور کرنے کی کوشش کریں خواہ وہ عمر کے کسی بھی مرحلے میں ہوں۔ قرآنِ مجید کو صحیح پڑھنے کی کوشش کریں۔

ii- روزانہ کا معمول

قرآنِ مجید کے حقِ تلاوت کی ادائیگی کے لیے دوسری ضروری چیز یہ ہے کہ تلاوتِ کلامِ پاک کو زندگی کے معمولات میں مستقل طور پر شامل کیا جائے اور ہر مسلمان تلاوت کا ایک مقررہ نصاب پابندی کے ساتھ لازماً پورا کرتا رہے۔ مقدارِ تلاوت مختلف لوگوں کے لیے مختلف ہوسکتی ہے اور زیادہ سے زیادہ مقدار جس کی حضور نبی کریم ﷺ نے توثیق فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ تین دن میں قرآنِ مجید ختم کیا جائے۔ یعنی دس پارے روزانہ پڑھے جائیں اور کم از کم مقدار جس سے کم کا تصور بھی ماضی قریب تک نہ کیا جا سکتا تھا یہ ہے کہ ایک پارہ روزانہ پڑھ کر ہر مہینے ختمِ قرآن کر لیا جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ وہ کم از کم نصاب ہے جس سے کم پر تلاوتِ کلامِ پاک کے معمول کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ درمیانی درجہ جس پر اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عامل تھے۔ اور جس کا حکم بھی ایک روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیا تھا۔ وہ یہ ہے کہ ہر ہفتے قرآن مجید

Marfat.com

ختم کرلیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں قرآنِ مجید کی تقسیم سورتوں کے علاوہ صرف سات احزاب میں تھی۔ جن میں سے پہلے چھ احزاب علی الترتیب تین، پانچ، سات، نو، گیارہ اور تیرہ سورتوں پر مشتمل ہیں۔ (واضح رہے کہ تیس پاروں اور رکوعوں میں قرآن کی تقسیم بعد کی چیز ہے) اور ساتواں جو حزب مفصل کہلاتا ہے بقیہ قرآنِ مجید پر مشتمل ہے۔ اس طرح ہر حزب کم وبیش چار پاروں کا بنتا ہے۔ جن کی تلاوت انتہائی سکون واطمینان کے ساتھ دو گھنٹوں میں کی جاسکتی ہے۔ جو کہ دن رات کے عشر سے بھی کم ہے۔

تلاوتِ قرآنِ مجید کا یہ نصاب ہر اس شخص کے لیے لازمی ہے جو دینی مزاج اور مذہبی ذوق رکھتا ہو اور قرآنِ مجید کا حق تلاوت ادا کرنے کا خواہش مند ہے۔ چاہے وہ عوام میں سے ہو۔ یا اہلِ علم وفکر کے طبقے سے تعلق رکھتا ہو۔ اس لئے کہ جہاں تک روح کے تغذیہ وتقویت کا تعلق ہے۔ اس کے اعتبار سے تو سب ہی اس کے محتاج ہیں۔ اس کے علاوہ عوام کو اس سے ذکر وموعظت حاصل ہوگی۔ اور اہلِ علم وفکر حضرات اس سے اپنے علم کے لیے روشنی اور فکر کے لیے رہنمائی پائیں گے۔ حتیٰ کہ وہ حضرات بھی جو دن رات قرآن مجید پر تفکر وتدبر میں لگے رہتے ہوں۔ اور قرآنِ مجید کی ایک ایک سورت پر برسوں غور وفکر کرتے اور اس کے مشکل مقامات پر عرصۂ دراز تک توقف کرتے ہوں وہ بھی قرآنِ مجید کی اس تلاوت مسلسل سے مستغنی نہیں ہیں بلکہ ان کو اس کی دوسروں کی بنسبت زیادہ ضرورت ہے۔ اس لیے قرآنِ مجید کی تلاوتِ مسلسل سے ان کی بہت سی مشکلیں از خود حل ہوتی چلی جاتی ہیں اور بے شمار نئے پہلو سامنے آتے رہتے ہیں۔

خوش الحانی

قرآنِ مجید کی تلاوت کے حقوق میں یہ بھی ہے کہ ہر شخص اپنی حد [illegible]

Marfat.com

اسلوب اور اچھی سے اچھی آواز اور زیادہ سے زیادہ خوش الحانی سے قرآنِ مجید کی تلاوت کرے اس لیے کہ حسنِ سماعت کا ذوق کم و بیش ہر انسان کو ودیعت کیا گیا ہے۔ اور اچھی آواز ہر شخص کو بھاتی ہے۔ اسلام دینِ فطرت ہے۔ اور انسان کے کسی فطری جذبے کو یکسر ختم نہیں کرتا۔ بلکہ تمام فطری داعیات کو صحیح راستوں پر ڈالتا ہے۔ حسنِ نظر اور حسنِ سماعت انسان کے فطری داعیات میں سے ہیں۔ قرآنِ مجید کی خوبصورت اور خوشنما کتابت سے ایک مومن کے حسن نظر کو حقیقی تسکین حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کی خوش الحانی کے ساتھ قرأت اس کے ذوقِ سماعت کو آسودگی عطا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت کے حبیب ﷺ نے تاکیداً فرمایا ہے کہ

زَیِّنُو الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ (رواہ ابوداؤد نسائی)

قرآن کو اپنی آواز سے مزین کرو۔

ساتھ ہی اس معاملہ میں کوتاہی پر ان الفاظ میں تنبیہ فرمائی کہ

مَنْ لَّمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ فَلَیْسَ مِنَّا (رواہ ابوداؤد)

جو قرآن کو خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔

اور اس کے لیے مزید تشویق کے لیے خبر دی ہے کہ

مَا اَذِنَ اللّٰہُ لِشَیْءٍ مَّا اَذِنَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّتَغَنّٰی بِالْقُرْاٰنِ یَجْهَرُ بِهٖ (رواہ ابوداؤد)

اللہ کسی چیز پر اس طرح کان نہیں لگاتا جس طرح نبی ﷺ کی آواز پر لگاتا ہے۔

جبکہ وہ قرآن کو خوش الحانی کے ساتھ باآواز بلند پڑھ رہے ہوتے ہیں۔

بارہا ایسا ہوتا تھا کہ حضور ﷺ راہ چلتے کسی صحابی کو اچھی آواز سے قرآنِ مجید پڑھتے ہوئے سنتے تو دیر تک کھڑے ہو کر سنتے رہتے تھے اور بعد میں اس کی تحسین بھی فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ فرمائش کر کے صحابہ کرام سے قرآنِ مجید سنا کرتے تھے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ایک واقعہ آتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے

Marfat.com

قرآنِ مجید سنانے کی فرمائش کی تو انہوں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ کیا آپ کو قرآن سناؤں؟ حالانکہ آپ پر ہی تو وہ نازل ہوا ہے! آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میں چاہتا ہوں کہ دوسرے سے سنوں! چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو قرآنِ مجید سنایا۔ اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اسی طرح ایک بار آپ ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حسنِ صوت کے ساتھ قرآنِ مجید پڑھتے ہوئے سنا تو ان الفاظ میں تحسین فرمائی کہ تمہیں مزامیرِ آلِ داؤد علیہ السلام میں سے حصہ ملا۔

آدابِ ظاہری و باطنی

قرآنِ مجید کے حقِ تلاوت کی ادائیگی کی شرائط میں سے تلاوتِ کلامِ پاک کے کچھ ظاہری اور باطنی آداب بھی ہیں یعنی یہ کہ انسان باوضو قبلہ رخ بیٹھ کر تلاوت کرے۔ اور اس کی ابتدا تعوذ سے کرے۔ پھر یہ کہ اس کا دل کلام اور صاحبِ کلام دونوں کی عظمت سے معمور ہو۔ حضورِ قلب، خشوع وخضوع اور انابت ورجوع الی اللہ کے ساتھ تلاوت کرے۔ اور خالص طلبِ ہدایت کی نیت اور قرآنِ مجید کے تقاضوں کے مطابق اپنے آپ کو بدلنے کے عزمِ مصمم کے ساتھ قرآنِ مجید کو پڑھے۔

ترتیل

تلاوتِ کلامِ پاک کی اعلیٰ ترین صورت یہ ہے کہ نماز (خصوصاً تہجد) میں اپنے ربّ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو کر انتہائی سکون اور اطمینان کے ساتھ متذکرہ بالا تمام شرائط کی پابندی کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر اور توقف کرتے ہوئے قرآنِ مجید پڑھا جائے۔ جس سے قلب پر اثرات مرتب ہوتے چلے جائیں۔ قرآنِ مجید کی اصطلاح میں اس قسم کی تلاوت کا نام ترتیل ہے۔ اور حضور نبی کریم ﷺ کو جو احکام بالکل ابتدائی عہدِ رسالت میں ملے ان میں سے غالباً اہم ترین حکم یہی تھا کہ

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ o قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا o نِّصْفَهٗٓ اَوِانْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا o اَوْزِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا o (المزمل:۱-۴)

اے کالی کملی اوڑھنے والے! رات کو کھڑے رہا کرو' سوائے اس کے تھوڑے سے حصے کے۔ (یعنی) آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا اس سے کچھ زائد اور قرآن کو پڑھا کرو ٹھہر ٹھہر کر۔

قرآنِ مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے میں ایک گونہ مماثلت اس کے طریقِ نزول سے بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ قرآنِ مجید خود آنحضرت ﷺ پر ''جملة واحدة'' یعنی یکبارگی نہیں اترا بلکہ تھوڑا تھوڑا اترا ہے۔ اور سورہ الفرقان میں اللہ ربّ العزت نے کفار کا یہ اعتراض نقل کر کے کہ آخر پورا قرآنِ مجید ایک ہی بار کیوں نازل نہیں ہو جاتا۔ جواباً آنحضرت ﷺ سے خطاب کر کے فرمایا کہ

كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا (الفرقان:۳۲)

اس طرح (اتارا) تاکہ ہم اس کے ذریعے تمہارے دل کو ثبات عطا فرمائیں چنانچہ پڑھ سنایا' ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ترتیل تثبیتِ قلبی کا مؤثر ذریعہ ہے اور اس طرح قرآنِ مجید پڑھنے سے قلبِ انسانی کو زیادہ سے زیادہ فیض وافادہ حاصل ہوتا ہے حتیٰ کہ شدتِ تاثر سے قلب پر گریہ طاری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابنِ عربی رضی اللہ عنہ صاحبِ ''احکام القرآن'' نے ترتیل کی تفسیر میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضور پرنور ﷺ کا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا جو قرآنِ مجید اس طرح پڑھ رہا تھا کہ ایک ایک آیت پڑھتا جاتا تھا اور روتا جاتا تھا۔ اس پر حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ کیا تم نے اللہ ربّ العزت کا قول مبارک ''وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا'' نہیں سنا؟ دیکھ لو یہ ہے ترتیل! قرآنِ مجید کو بطریقِ ترتیل تلاوت کرنے کا بھی حکم ہے۔ حضور نبی

Marfat.com

کریم ﷺ کے اس قول مبارک میں ہے کہ ''اُتْلُوا الْقُرآنَ وَابْکُوْا'' قرآن کو پڑھو اور روؤ!

چنانچہ خود نبی اکرم ﷺ کی صلوٰۃِ لیل کی یہ کیفیت روایات میں بیان ہوئی ہے کہ قرآنِ مجید پڑھتے ہوئے جوشِ گریہ سے آپ ﷺ کے سینہ مبارک سے ایسی آواز نکلتی تھی جیسے کوئی ہانڈی چولہے پر پک رہی ہو۔

6- حفظ

اس ترتیل کی شرطِ لازم یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ قرآنِ مجید یاد کیا جائے۔ بدقسمتی سے اس کا ذوق بھی ہمارے ہاں کم ہوتا بالکل ختم ہوگیا ہے۔ ایک تو حفظِ قرآن کی صرف یہ صورت مروّج رہ گئی ہے کہ پورا کلامِ پاک حفظ کیا جائے اور اس کے لیے ظاہر ہے کہ بچپن ہی کا زمانہ موزوں ہوسکتا ہے جبکہ کلامِ پاک کا مفہوم سمجھنے کا کوئی سوال ہی سرے سے پیدا نہیں ہوتا۔ اگرچہ اس کا ذوق بھی اب کم ہو رہا ہے اور الا ماشاء اللہ حفظِ قرآنِ مجید اب صرف غرباء کے ایک طبقہ کے لیے پیشہ بن کر رہ گیا ہے حالانکہ بالکل ماضی قریب میں یہ حال تھا کہ شرفاء اور اچھے کھاتے پیتے گھرانوں میں حفظِ قرآن کا چرچا تھا اور ہندوستان کے بعض شہر تو ایسے بھی تھے جن میں اکثر گھروں مین کئی کئی حافظِ قرآنِ مجید ہوتے تھے اور وہ گھرانہ انتہائی منحوس سمجھا جاتا تھا جس میں کوئی ایک شخص بھی حافظِ قرآنِ مجید نہ ہو۔

تیسرا حق تذکر و تدبر

قرآنِ مجید کو ماننے اور پڑھنے کے بعد مسلمان پر تیسرا حق قرآنِ مجید کا یہ ہے کہ اسے ''سمجھا'' جائے۔ ظاہر ہے کہ کلامِ الٰہی نازل ہی اس لیے ہوا ہے کہ اس پر ایمان کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ اس کا فہم حاصل کیا جائے۔ بغیر فہم کے مجرد تلاوت کا جواز ایسے لوگوں کے لیے تو ہے جو پڑھنے لکھنے سے بالکل محروم رہ گئے ہوں اور اب تعلیم کی [illegible] ہوں۔ ایسے لوگ اگر ٹوٹے پھوٹے طریق پر تلاوت کر لیں تو بھی [illegible]

کا ثواب انہیں ضرور ملے گا بلکہ ایک ایسا ان پڑھ شخص جو ناظرہ بھی نہ پڑھ سکتا ہو اور اب اس کے لیے اس کا سیکھنا بھی ممکن نہ ہو۔ اگر اس یقین کے ساتھ کہ قرآن مجید اللہ ربّ العزت کا کلام ہے۔ اسے کھول کر بیٹھتا ہے اور محبت و عقیدت اور احترام و تعظیم کے ساتھ اس کی سطور پر محض انگلی پھیرتا رہتا ہے۔ تو اس کے لیے اس کا یہ عمل بھی یقیناً موجبِ ثواب و برکت ہوگا لیکن پڑھے لکھے لوگ جنہوں نے تعلیم پر زندگیوں کا اچھا بھلا عرصہ صرف کر دیا ہو۔ دراصل یہی وہ حقیقت ہے جو کہ ایک حدیث شریف میں بیان ہوئی لیکن جس سے یہ بات بالکل غلط طور پر سمجھی گئی کہ اچھا بھلا پڑھا لکھا اور صاحبِ استعداد آدمی بھی قرآنِ مجید کو بے سمجھے بوجھے اور غلط سلط پڑھنے پر بھی عنداللہ ثواب کا حقدار ہوگا۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ (اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِيْ يَقْرَءُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ اَجْرَانِ) (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کہ قرآنِ مجید کے ماہر کا درجہ تو معزز اور وفادار اور فرمانبردار فرشتوں کا ہے رہا وہ شخص جو قرآنِ مجید کو پڑھتے ہوئے اٹکتا ہو اس کے لیے زحمت اور مصیبت اٹھاتا ہو تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔

دوسری طرف فہمِ قرآنِ مجید کوئی سادہ اور بسیط شے نہیں ہے بلکہ اس کے لیے بے شمار مدارج و مراتب ہیں اور ہر انسان علم کے اس اتھاہ و ناپیدا کنار سمندر سے اپنی فطری استعداد، ذہنی ساخت اور طبیعت کی افتاد پھر اپنی سعی و جہد اور محنت و مشقت، کدو کاوش اور تحقیق و جستجو کے مطابق حصہ پا سکتا ہے۔ حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں قرآنِ مجید کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ الفاظ مبارک نقل ہوئے ہیں کہ (وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلُقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا تَنْقَضِيْ عَجَائِبُهٗ) علماء کبھی اس کتاب سے

Marfat.com

سیر نہ ہو سکیں گے۔ نہ کثرت و تکرارِ تلاوت سے اس کے لطف میں کوئی کمی آئے گی اور نہ ہی اس کے عجائبات (یعنی نئے نئے علوم و معارف) کا خزانہ کبھی ختم ہو سکے گا۔

یہ ایک ایسا خزانہ ہے جس کے عجائبات کبھی ختم نہ ہوں گے اور جس پر غور و فکر سے انسان کبھی فارغ نہ ہوگا۔

فِیْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۔ پس چاہیے کہ اصحابِ عزم و ہمت اور اربابِ حوصلہ و اُمنگ اس میدان کو اپنے حوصلوں اور اُمنگوں کی آماجگاہ بنائیں۔ قرآنِ مجید تمام ذی شعور انسانوں کو جنہیں وہ "اُولُوا الْاَلْبَاب" اور "قَوْمٌ يَّعْقِلُوْنَ" قرار دیتا ہے۔ تفکر اور تعقل کی دعوت دیتا ہے اور اس کا اولین میدان خود آفاق و انفس کو قرار دیتا ہے جو آیاتِ الٰہی سے بھرے پڑے ہیں۔ ساتھ ہی وہ انہیں آیاتِ قرآنی میں بھی تفکر و تعقل کی دعوت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (یونس:۲۴)

اس طرح ہم کھولتے ہیں اپنی آیات ان لوگوں کے لیے جو تفکر کریں پھر فرماتا ہے کہ

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (النحل:۴۴)

اور اتارا ہم نے تم پر ذکر کہ تم جو کچھ لوگوں کے لیے اتارا گیا ہے اس کی وضاحت کرو تاکہ وہ تفکر کریں۔

اسی طرح كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ

اور پھر فرماتا ہے اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (الزخرف:۳)

ہم نے اسے قرآنِ عربی بنا کر اتارا کہ تم اسے سمجھ سکو۔

فہمِ قرآنِ مجید کا دوسرا مرتبہ "تدبرِ قرآن" ہے یعنی یہ کہ قرآن کو گہرے غور و فکر کا موضوع بنایا جائے۔

Marfat.com

چوتھا حق حکم واقامت

ایمان وتعظیم، تلاوت وترتیل اور تذکر وتدبر کے بعد قرآنِ مجید کا چوتھا حق ہر مسلمان پر یہ ہے کہ وہ اس پر عمل کرے اور ظاہر ہے کہ ماننا، پڑھنا اور سمجھنا، سب فی الاصل عمل ہی کے لیے مطلوب ہیں اس لیے کہ قرآنِ مجید نہ تو کوئی جادو یا جنتر منتر کی کتاب ہے۔ جس کا پڑھ لینا ہی دفعِ بلیات کے لیے کافی ہو نہ محض حصولِ برکت کے لیے نازل ہوا ہے کہ اس کی تلاوت سے ثواب حاصل کرلیا جائے یا اس کی تلاوت سے جان کنی کی تکلیف کو کم کرلیا جائے اور نہ ہی یہ محض تحقیق وتدقیق کا موضوع ہے کہ اسے صرف ریاضت ذہنی کا تختۂ مشق اور نکتہ آفرینیوں اور خیال آرائیوں کی جولانگاہ بنا لیا جائے بلکہ جیسا کہ اس سے پہلے عرض کیا جاچکا ہے یہ ''هُدًى لِّلنَّاسِ'' یعنی انسانوں کے لیے رہنمائی ہے اور اس کا مقصدِ نزول صرف اس طرح پورا ہوسکتا ہے کہ لوگ اسے واقعتاً اپنی زندگیوں کا لائحہ عمل بنالیں۔

یہی وجہ ہے کہ خود قرآنِ مجید اور اس ذاتِ اقدس نے جس پر یہ نازل ہوا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس بات کو بالکل واضح فرما دیا ہے کہ قرآنِ مجید پر عمل نہ کیا جائے تو اس کی تلاوت یا اس پر غور وفکر کے کچھ مفید ہونے کا کیا سوال بلکہ خود ایمان ہی معتبر نہیں رہتا چنانچہ قرآنِ مجید نے دوٹوک فیصلہ سنا دیا۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (مائدہ:۴۴)

اور جو فیصلہ نہ کرے اس کے مطابق کہ جو اللہ نے نازل فرمایا تو ایسے ہی لوگ تو کافر ہیں

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید وضاحت فرما دی، کہ (لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ) تم میں کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہشِ نفس اس (ہدایت) کے تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں۔

Marfat.com

مَا اٰمَنَ بِالْقُرْآنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهٗ (ترمذی شریف)

جو شخص قرآن کی حرام کردہ چیزوں کو حلال ٹھہرائے وہ قرآن پر ایمان نہیں رکھتا۔

ایک ایسے شخص کا معاملہ تو مختلف ہے جو ابھی تلاشِ حق میں سرگرداں ہو اور قرآنِ مجید کو پڑھ اور سمجھ کر ابھی اس حقانیت کے عدم یا اثبات کا فیصلہ کرنا چاہتا ہو۔ نفسِ انسانی میں اس کیفیت کا پیدا ہو جانا کہ قرآنِ مجید کی ''ہدایت نامہ'' کا لفظِ آغاز ہے۔ پر جوں جوں اس کتابِ ہدایت سے تمسک بڑھتا جاتا ہے تو اللہ ربّ العزت کی طرف سے مزید اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰـهُمْ تَقْوٰهُمْ (محمد:۱۷)

اور جو لوگ راہ یاب ہوئے تو ان کو مزید عطا ہوئی سوجھ اور نصیب ہوئی پرہیز گاری'

یعنی انسان قرآنِ مجید کی انگلی پکڑ کر اس کے ساتھ ساتھ چلنے کی کوشش عملاً شروع کر دے تو صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جائے گا اور درجہ بدرجہ رشد و ہدایت میں ترقی کرتا چلا جائے گا۔ ورنہ اس کی تلاوت صرف وقت کا ضیاع ہی نہ ہوگی بلکہ عین ممکن ہے کہ اس کے لیے موجبِ لعنت ہو جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں بعض عارفین کا قول نقل فرمایا کہ قرآنِ مجید کے بہت سے پڑھنے والے ایسے ہیں جنہیں سوائے لعنت کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اس لیے کہ جب وہ پڑھتا ہے کہ ''لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ'' یعنی اللہ کی لعنت ہو جھوٹوں پر تو اگر وہ خود جھوٹا ہے تو یہ لعنت خود اس پر ہوئی اس طرح جب ایک قاری تلاوت کرتا ہے کہ

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (بقرۃ:۲۷۹)

اور اگر ایسے نہیں کرتے تو تیار ہو جاؤ لڑنے کے لیے اللہ اور اس کے رسول سے تو اگر قاری خود اس حکم سے سرتابی کرتا ہے۔ تو اللہ ربّ العزت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اذنِ حرب کا مخاطب خود وہی ہوا اسی طرح کم تولنے اور تھوڑا ناپنے والے پیٹھ پیچھے برائی

Marfat.com

کرنے والے اور رو در روطعنہ دینے والے قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے ہوئے ''وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ'' اور ويل لكل همزة لمزة کی دردناک بشارتوں کے مصداق خود ہی بنتے ہیں۔اس پر مزید قیاس کرلیں کہ عمل کے بغیر قرآنِ مجید کی تلاوت سے انسان کو درحقیقت کیا حاصل ہوتا ہے۔

رہا ان لوگوں کا معاملہ جو قرآنِ مجید پر تحقیق وتدقین' غور وفکر اور تصنیف وتالیف میں مشغول رہتے ہیں۔مگر خود قرآنِ مجید کے تقاضوں کی ادائیگی سے غفلت برتیں تو ان کا معاملہ تو سب سے بڑھ کر سنگین ہو جاتا ہے۔ اور ان کی یہ ساری کدو کاوش اور تحقیق وجستجو صرف ذہنی عیاشی ہی نہیں ''تعلب بالقرآن'' یعنی ''بازی بازی بارلیش بابا ہم بازی!'' کے مصداق قرآنِ مجید کے ساتھ کھیل کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔نتیجتاً ان کے اپنے حصے میں بھی قرآنِ مجید سے ہدایت نہیں بلکہ ضلالت ملتی ہے۔

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيۡرًا وَّ يَهۡدِىۡ بِهٖ كَثِيۡرًا ۔(بقرۃ:۲۶)

گمراہ کرتا ہے (اللہ تعالیٰ) اس سے بہت سوں کو اور ہدایت دیتا ہے' اس کے ذریعے بہت سوں کو۔

اور خلقِ خدا کے لیے بھی یہ طرح طرح کے فتنوں کا باعث اور نت نئی گمراہیوں اور ضلالتوں کا سبب بنتے ہیں اس لیے کہ ان کا سارا ''قرآنی فکر'' اس آیتِ قرآنی کا مصداق بن جاتا ہے۔کہ

فَيَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَابۡتِغَآءَ تَاۡوِيۡلِهٖ ٥ (عمران:۷)

تو وہ پیچھے پڑتے ہیں' متشابہات کے تاکہ فتنہ پیدا کریں اور ان کی حقیقت و ماہیت معلوم کریں۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے جنہیں ''تدبرِ قرآن'' کا خاص ذوق عطا ہوا تھا اور جو کئی کئی برس ایک ایک سورت پر غور وفکر اور تدبر و تفہم میں صرف کر دیتے تھے۔ان کے

Marfat.com

بارے میں یہ تصریح ملتی ہے کہ ان کے اس توقف کا اصل سبب یہ ہوتا تھا کہ وہ قرآن مجید کے علم کی تحصیل کے ساتھ ساتھ اس پر پورے پورے عمل کا بھی حتی المقدور اہتمام کرتے تھے اور اس وقت تک آگے نہ بڑھتے تھے جب تک انہیں یہ اطمینان نہ ہو جاتا تھا کہ جتنا کچھ انہوں نے سیکھا یا پڑھا ہے اس پر عمل کی توفیق بھی انہیں حاصل ہو گئی ہے۔

گویا کہ حفظِ قرآن کا مطلب ان کے نزدیک یہ تھا کہ قرآنِ مجید ان کی پوری شخصیت میں رچ بس جائے اور اس کا نورِ ہدایت ان کے رگ و پے حتیٰ کہ ریشے ریشے میں سرایت کر جائے۔ نتیجتاً اس کے الفاظ ان کے حافظہ میں اس کا علم ان کے ذہن میں اور اس کی تعلیمات ان کے اخلاق و عادات اور سیرت و کردار میں محفوظ ہو جائیں۔

یہاں ایک وضاحت بہت ضروری ہے۔ کہ "عمل بالقرآن" کے دو پہلو ہیں۔ ایک انفرادی اور دوسرا اجتماعی لہٰذا قرآنِ مجید کے ایسے تمام احکام جو انسانوں کی انفرادی و نجی زندگی سے متعلق ہوں یا جن پر عمل کا اختیار اسے فی الفور حاصل ہو۔ ان کو بجا لانے پر ہر انسان اسی دم مکلف ہو جاتا ہے جس دم وہ اس کے علم میں آئیں اور ان کے معاملے میں تاخیر و تعویق کا کوئی جواز سرے سے موجود نہیں ہے۔ ایسے احکام کی تعمیل و اطاعت میں کوتاہی وہ جرمِ عظیم ہے جس کی سب سے بڑی سزا خذلان اور سلبِ توفیق کی شکل میں ملتی ہے۔ اور یہی حقیقت ہے جو حضور پرنور ﷺ کے اس قولِ مبارک میں ہوئی کہ "اکثر منافقی امتی قراء ھا۔" یعنی میری امت کے منافقین کی سب سے بڑی تعداد قراء کی ہے۔ واضح رہے کہ یہاں قراء سے مراد معروف معنی میں محض قاری نہیں۔ بلکہ ان میں وہ عالم بھی شامل ہیں جو قرآنِ مجید پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہتے ہوں، لیکن اس پر عمل نہ کریں۔

رہے دوسری قسم کے احکام یعنی وہ جو ایسے اجتماعی معاملات سے متعلق ہوں جن پر ایک فرد کو کلی اختیار حاصل نہیں ہوتا تو ان کے بارے میں ظاہر ہے کہ ہر شخص بجائے خود

Marfat.com

مسئول و مکلف نہیں ہوتا۔ اگرچہ وہ اس پر ضرور مکلف ہے کہ اپنی امکانی حد تک حالات کو بدلنے اور ایسا اجتماعی ماحول برپا کرنے کی سعی و جہد کرے جس میں پورے کا پورا قرآنِ مجید سمویا جاسکے اور اس کے احکام کی مکمل تنفیذ کی جاسکے۔ ان حالات میں اس کی یہ کوشش اور جدوجہد ''مَعْذِرَةً اِلٰی رَبِّکُمْ '' سورۃ اعراف آیت نمبر ۱۶۴ میں اللہ ربّ العزت فرماتا ہے اور جب کہا ان میں سے ایک گروہ نے کہ کیوں نصیحت کرتے ہو لوگوں کو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک یا شدید عذاب میں مبتلا کر کے رہے گا تو انہوں نے جواب دیا تاکہ پروردگار کے یہاں ہمارا عذر قبول ہو اور (پھر) کیا عجب کہ وہ (خدا سے) ڈر ہی جائیں۔

لیکن انسان اگر ایسی جدوجہد بھی نہ کرے اور مطمئن ہو کر اپنی زندگی کی بقاء اور اپنے بال بچوں کی پرورش میں لگا رہے تو اس صورت میں سخت خطرہ ہے کہ قرآنِ مجید کے انفرادی اور نجی نوعیت کے احکام پر عمل بھی ''اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ '' کے مصداق گردانا جائے۔ کیونکہ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۸۵ میں اللہ رب العزت فرماتا ہے۔ ''تو کیا تم ایمان رکھتے ہو'' کتابِ الٰہی کے کچھ حصہ پر اور کفر کرتے ہو دوسرے سے؟

وہ زمانہ میں معزز ہوئے مسلمان ہو کر
اور ''ہم'' خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

پانچواں حق تبلیغ و تبیین

قرآنِ مجید کو ماننے، سمجھنے اور عمل کرنے کے علاوہ قرآنِ مجید کا ایک اور حق بھی ہر مسلمان پر حسبِ صلاحیت و استعداد عائد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ وہ اسے دوسروں تک پہنچائے۔

پہنچانے کے لیے قرآنِ مجید کی اصل اور جامع اصطلاح ''تبلیغ'' ہے لیکن تبلیغ کے پہلو بھی بہت سے ہیں اور مدارج و مراتب بھی حتیٰ کہ تعلیم بھی تبلیغ ہی کا ایک شعبہ اور تبیین بھی اس کا ایک بلند درجہ ہے۔

قرآنِ مجید خود اپنے مقصدِ نزول کی تعبیر ان الفاظ میں کرتا ہے۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ (ابراہیم:۵۲)

یہ (قرآن) پہنچا دینا ہے لوگوں کے لیے اور تاکہ وہ اس کے ذریعے خبردار کر دیے جائیں۔

اور نبی اکرم ﷺ پر اپنے نزول کا اولین مقصد یہ قرار دیتا ہے کہ

وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ (انعام:۱۹)

اور وحی کیا گیا میری طرف یہ قرآن تاکہ میں تمہیں اور جنہیں بھی یہ پہنچ جائے انہیں اس کے ذریعے خبردار کر دوں۔

پھر سورہ مائدہ میں انتہائی تاکیدی حکم دیا گیا

Marfat.com

يَـٰٓأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ (مائدہ: ٦٧)

اے رسول ﷺ! جو کچھ تم پر تمہارے ربّ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کی تبلیغ کرو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے خدا کے فرضِ رسالت کو ادا نہ کیا۔

بعثت کی پہلی ساعت سے لے کر حیاتِ دنیوی کی آخری گھڑی تک مسلسل تئیس سال آنحضرت ﷺ اپنے فرضِ منصبی کی ادائیگی کے لیے محنت و مشقت اٹھاتے اور شدائد و مصائب برداشت کرتے رہے اور اس عرصہ میں آپ ﷺ کی دعوت اگرچہ بہت مراحل سے گزری لیکن اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس پورے عرصہ میں آپ ﷺ کی جدوجہد کا اصل محور قرآنِ مجید ہی رہا اور اس ہی کی تلاوت، تبلیغ اور تعلیم و تبیین میں آپ ﷺ مسلسل مصروف رہے۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں چار مقامات پر آپ ﷺ کے طریقِ دعوت تبلیغ اور نہج و اصلاح و انقلاب کی وضاحت ان الفاظ میں ہوئی۔

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَـٰبَ وَالْحِكْمَةَ (آلِ عمران: ۱۶۴، الجمعۃ: ۲)

وہ (ﷺ) تلاوت فرماتے ہیں، ان پر اس (خدا) کی آیات اور تزکیہ کرتے ہیں۔ ان کا اور تعلیم دیتے ہیں۔ ان کو کتاب اور حکمت کی۔

بہرحال حضور ﷺ نے اللہ ربّ العزت کی امانت اس کے بندوں تک پہنچا دی اور ادائے امانتِ الٰہی کی اس جدوجہد کے دوران بھی آپ ﷺ نے اپنے جانثار غلاموں سے اس فرضِ منصبی کی ادائیگی میں اس تاکیدی حکم کے ذریعے تعاون حاصل فرمایا، کہ ''بَلِّغُوا عَنِّي، وَلَوْ آيَةً'' پہنچاؤ میری جانب سے چاہے ایک ہی آیت،

ان نفوسِ قدسیہ میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی مثال تو حد درجہ تابناک ہے۔ جن کی تعلیم و تربیت کے ذریعے ہی مدینہ منورہ میں انقلاب برپا ہوا اور یہ سرزمین ''دارالہجرت'' کا شرف و اعزاز پانے کے قابل ہوئی اللہ ربّ العزت ہر مسلمان کو ان کے

Marfat.com

نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے!

حضور ﷺ نے اپنے مشن کی تکمیل پر مستقبل کے لیے فریضۂ تبلیغ قرآنِ مجید کی پوری ذمہ داری اپنی امت کے حوالے فرما دی۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر سوا لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے متعدد بار یہ شہادت لے کر کہ میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے اور آئندہ کے لیے یہ مستقل ہدایت فرما دی کہ اب جو لوگ یہاں موجود ہیں ان کا فرض ہے کہ ان تک پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں اور اس طرح قیامت تک کے لیے فریضۂ تبلیغ قرآنِ مجید کا بوجھ اُمتِ مصطفیٰ ﷺ کے کاندھوں پر آ گیا۔

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ تبلیغ ہی کا ایک شعبہ تعلیم بھی ہے اور اس کا ایک اعلیٰ درجہ وہ ہے جسے قرآنِ حکیم ''تبیین'' کا نام دیتا ہے۔ یعنی یہ کہ قرآنِ مجید کو صرف ''پہنچا'' ہی نہ دیا جائے بلکہ اس کی پوری وضاحت کی جائے اور ایک تو جیسا کہ میں نے قرآنِ مجید پر تدبر کے ضمن میں عرض کیا تھا کہ لوگوں کے ذہن کے قریب ہو کر کلام کیا جائے اور قرآنِ مجید کا نورِ ہدایت لوگوں کی نگاہوں کے عین سامنے روشن کر دیا جائے اور دوسرے یہ کہ اس کی سورہ و آیات کے مدلولات و مضمنات کو پوری طرح کھول دیا جائے۔

قرآنِ مجید نے اپنے آپ کو ''بیان'' کے لفظ سے بھی تعبیر کیا ہے۔

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ (آل عمران: ۱۳۸)

یہ وضاحت ہے لوگوں کے واسطے اور ہدایت اور نصیحت ہے ڈرنے والوں کے لیے۔

قرآن و حدیث میں فرق

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ''تفسیر نعیمی'' کے شروع میں لکھتے ہیں کہ قرآن اور حدیث شریف دونوں ہی وحیِ الٰہی ہیں اور دونوں کی اطاعت بہت ضروری ہے۔ فرق اتنا ہے کہ قرآنِ مجید کی عبارت اللہ ربّ العزت کی طرف سے ہے اور

Marfat.com

مضمون بھی گویا جس طرح حضرت جبرائیل امین نے آکر سنایا اسی طرح بلا کسی فرق کے حضور ﷺ نے بیان فرما دیا۔

حدیث شریف میں یہ ہے کہ مضمون ربّ کی طرف سے ہوتا ہے اور الفاظ حضور ﷺ کے اپنے ہوتے ہیں۔ اب اس مضمون کا اللہ ربّ العزت کی طرف سے آنا یا بطورِ الہام ہوتا ہے یا فرشتہ ہی عرض کرتا ہے لیکن اس کی ادا حضور ﷺ کے اپنے الفاظ سے ہوتی ہے اس کا ماننا اور اس پر عمل کرنا انتہائی ضروری ہے لیکن نماز میں اس کی تلاوت بجائے قرآنِ مجید کے نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ عمل مضمون پر ہوتا ہے اور تلاوت الفاظ کی ہوتی ہے اور اسی وجہ سے قرآنِ مجید کے احکام حدیث شریف سے منسوخ ہو سکتے ہیں۔

جیسے قرآنِ مجید میں غیر اللہ کو تعظیمی سجدہ کرنا ثابت ہے مگر حدیث شریف نے اس کو منسوخ کر دیا' وغیرہ وغیرہ۔ اسی لیے قرآنِ مجید فرماتا ہے "وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ" یعنی ہمارے نبی ﷺ لوگوں کو قرآنِ مجید اور حکمت سکھاتے ہیں اگر حدیث شریف ماننے کی ضرورت نہ ہوتی تو حکمت کا ذکر نہ فرمایا جاتا۔ فقط قرآنِ مجید ہی کا ذکر کافی تھا مگر ایک بات ذہن نشین کر لیں کہ حدیث شریف ماننے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ قرآنِ مجید ناقص ہے۔ قرآنِ مجید بالکل مکمل کتاب ہے لیکن اس مکمل میں سے مضامین حاصل کرنے کے لیے مکمل ہی انسان کی ضرورت تھی اور وہ نبی کریم ﷺ ہیں۔ سمندر میں موتی ضرور ہیں لیکن ان کے حاصل کرنے کے لیے غوّاص (غوطہ خور) کی ضرورت ہے۔ اگر قرآنِ مجید سے مسائل ہر شخص نکال لیتا تو اس کے سکھانے کے لیے پیغمبر کیوں بھیجے جاتے اور جس طرح کہ قرآنِ مجید کے ہوتے ہوئے بھی حدیث شریف کے ماننے سے قرآنِ مجید کا ناقص ہونا لازم نہیں آتا۔ اسی طرح قرآنِ مجید اور حدیث شریف کے ہوتے ہوئے فقہ کے ماننے کی بھی اشد ضرورت ہے اور فقہ کے ماننے سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآنِ مجید اور حدیث شریف ناقص ہوں اسی لیے قرآنِ مجید نے عام حکم فرما دیا کہ "اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا

Marfat.com

الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ''(النساء:۵۹)یعنی اطاعت کرو اللہ کی اور اللہ کے رسول ﷺ کی اور اپنے میں امر والوں (علماء مجتہدین) کی۔ یہ بھی خیال رہے کہ حضور ﷺ کا ہر قول و فعل جو منقول ہو جائے وہ حدیث شریف ہے۔ خواہ ہمارے لیے لائق عمل ہو یا نہ ہو۔

مگر سنت صرف ان اقوال و اعمال کو کہا جاتا ہے جو ہمارے لیے لائق عمل ہوں اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ ''تم پر میری سنت لازم ہے اور یہ نہ فرمایا کہ ''عَلَیْکُمْ بِحَدِیْثِیْ '' لہٰذا دنیا میں کوئی شخص اہلحدیث نہیں ہو سکتا کیونکہ تمام احادیث پر عمل ناممکن ہے۔ ہاں اہلسنّت ہو سکتا ہے یعنی تمام سنتوں پر عمل لازم ہے۔

صاحبِ قرآن وسنت والحکمت

ماہِ ربیع الاوّل کو حضور پر نور ﷺ کی ولادتِ باسعادت کا مبارک مہینہ ہونے کا اور اس نسبت کی وجہ سے خصوصی شرف اور امتیاز حاصل ہے۔ اس میں اُمتِ مسلمہ کی فرحت و مسرت کا عالم دیدنی ہوتا ہے اور اس ماہِ مبارک کا استقبال پورے عالمِ اسلام میں انتہائی عقیدت و احترام اور تزک و احتشام کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

اگرچہ حضور سرکارِ دوعالم ﷺ کی تشریف آوری کی بشارتوں کو احاطۂ تحریر میں لانا ناممکن ہے لیکن ان بے حد وحساب بشارتوں میں سے ہم چند ایک کا بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ یہ بشارتیں بالکل صحیح روایات سے ثابت ہو چکی ہیں۔ صحفِ آدم علیہ السلام میں بہت سی ایسی بشارتیں ملتی ہیں جن کے متعلق ماہرین فنون و تاریخ و سیر اور احادیث و اخبار کے محققین نے یوں تحقیق کیا ہے کہ حضرت جلال احدیث جل ذکرہٗ نے صحائف آدم صفی اللہ علیہ السلام میں اس انداز سے ذکر فرمایا کہ جس میں حضور ﷺ کے کمالات اور اوصافِ حسن و جمال کی تعریف اور نعت سید المرسلین ﷺ بھی بیان کی گئی ہے۔

Marfat.com

فرمایا' کہ میں اللہ ربّ العزت ہوں جو ذوالجلال والاکرام کے اوصاف سے متصف ہوں۔ ساکنانِ حرمِ مکہ اور مسجدِ حرام میرے ہی بندے اور میرے ہی عبادت گزار ہیں اوراس گھر کے زائرین میرے مہمان ہیں۔ اس خطۂ زمین کو اہلِ آسمان اور اہلِ زمین سے زیارت کرنے والوں کو معمور کرتا ہوں اور مشتاقانِ شوق کے سلسلے میں لبیک کہتے ہوئے آسمانوں کے اکناف اور زمینوں کے گوشوں سے کشاں کشاں چلے آتے ہیں اور میرے گھر کے زائر ژولیدہ مو اور گرد آلود چہروں کے ساتھ برہنہ یا کفن بردوش کائناتِ ارضی کے گوشے گوشے سے جمع ہوتے رہتے ہیں۔ کبھی مجنون کی طرح یہ لوگ کوہ و بیابان میں سرگرداں رہتے ہیں اور کبھی لیلیٰ کی طرح حرم کے خلوت کدوں میں جاگزین ہوتے رہتے ہیں۔ یہ عاشق افتاں خیزاں اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے اور اپنے مطلوب کی تلاش میں ''لَبَّیْکَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ'' کے نعرے بلند کرتے ہوئے جمع ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے نعروں کی گونج آسمانوں کی پنہائیوں کو معمور کر دیتی ہے اور ان کی تسبیح کے آوازے زمین کی گہرائیوں سے لے کر آسمان کی بلندیوں تک کو چھوتے رہتے ہیں۔

اے آدم! جو شخص میرے اس گھر کی زیارت سے مشرف ہوگا اسے میری زیارت بھی نصیب ہو گی (آمین) اور وہ میرے ہی خوانِ احسان پر مہمان ہو گا اور میرے ہی کرم و احسان سے محظوظ ہو گا اور اسے میں اپنے وصال سے مشرف فرماؤں گا (آمین) ایک وقت آئے گا کہ تیری اولاد میں سے ایک سلیم القلب اور کریم النفس انسان آئے گا جس کا نام ابراہیم (علیہ السلام) ہو گا وہ میرے گھر کی تعمیر کرے گا' اور اسے ظاہری عمارت کی شکل دے گا۔ آبِ زم زم کا چشمہ اسی حرم کی حدود میں ظاہر ہو گا۔ میں ابراہیم (علیہ السلام) کو حرم کے مناسک اور شعائر سکھا دوں گا پھر دنیا کے ہر گوشے سے روساء اور مخصوص لوگوں کو اس سرزمین میں آباد کروں گا۔ اور یہ لوگ میرے گھر کا احترام کریں گے اور اس کی عزت و توقیر میں اضافہ کرتے رہیں

Marfat.com

گے۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ تیرے فرزندِ ارجمند تک جو کہ تیری اولاد میں سے سب سے افضل ترین ہوگا۔ پہنچے گا اس کا نام نامی "محمد" ہوگا ﷺ۔ وہ حسن و جمال میں بدرِ کامل ہوگا اور اوصاف و کمال میں انسانوں کا امام اور پیشوا ہوگا۔ اس شہر کی امامت اور پیشوائی اسی پیغمبر اور عالی ہمت ہستی کو بخشی جائے گی وہ اس گھر کے احترام کو زندہ کرے گا اور قیام قیامت تک اسے میری عبادت گاہ اور زیارت گاہ بنا دے گا وہ برگزیدہ پیغمبر خاتم الانبیاء ہوگا اور رسولِ آخر الزماں ہوگا۔ (ﷺ)

واقعہ جبرائیل امین علیہ السلام

تاج المذکرین اور ثمار الفرادیس میں یہ واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زبانی درج ہے کہ حضور پرنور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے کہا "یا محمد" جس دن اللہ ربّ العزت نے مجھے خلعت وجود عطا فرمایا تو مجھے اٹھارہ ہزار سال عرشِ مجید کے نیچے ساکن ہونے کا حکم دیا۔ پھر مجھے پوچھا! "مَنْ خَلَقَكَ" جبرائیل تمہیں کس نے پیدا کیا۔ میں نے کہا کہ اے پروردگار! من انت الواحد القہار العزیز الجبار المعبود فی اللیل والنہار و انا العبد الذلیل الخاضع المنقاد بعد ازاں مجھے پھر پورے اٹھارہ ہزار سال کوئی خطاب نہ کیا گیا۔ پھر دریافت فرمایا گیا۔ "مَن خلقكَ و من انا" جبرائیل تمہیں کس نے پیدا کیا اور میں کون ہوں؟ میں نے عرض کیا اے پروردگار! انت خالقی و رزاقی و محی و ممیتی و باعثی و وارثی و انا العبد الضعیف المسکین والمستکین پھر اٹھارہ ہزار سال مجھے خطاب نہ نوازا گیا۔ پھر مجھے خطاب ہوا اور مجھے پوچھا گیا۔ "میں کون ہوں اور تم کون ہو؟" میں نے عرض کیا! انت اللہ الخالق الباری و انا العبد العابد الخاضع الخاشع پھر اللہ ربّ العزت نے فرمایا: جبرائیل تم نے [illegible] کرتے ہوئے عرض کی۔ اے اللہ! مجھے پیدا فرمانے سے پہلے تو [illegible]

Marfat.com

فرمائی ہے۔ حکم ہوا! سامنے دیکھو۔ میں نے ایک نور دیکھا۔ اس نور کے دائیں بائیں جنوب اور شمال میں نور کے اردگرد چار ہالے دیکھے۔ میں نے دریافت کیا۔ یااللہ ربّ العزت یہ نور کون ہے۔ اس کی ضیاؤں سے میری آنکھیں چندھیائی جا رہی ہیں۔ فرمایا کہ یہ نور اس شخص کا ہے جس کی خاطر میں نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اور تمام فرشتوں اور دوسری مخلوقات کو اس کی برکت سے پیدا کروں گا اور اس کے وجودِ گرامی کو ان سب پر مشرف و مکرم بنا دیا ہے۔

الحدیث القدسی: قال النبی صلی اللہ علیه وسلم انا من نور الله و الخلق كلهم من نوری ۔ یعنی نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں پیدا ہوں اللہ کے نور سے اور میرے نور سے ساری مخلوق۔

نوٹ: -اس موضوع پر کافی تعداد میں احادیثِ قدسیہ پہلے ہی تخلیقِ کائنات کے مضمون میں لکھ چکا ہوں)

-اور پھر عرش، کرسی، لوح و قلم، بہشت، دوزخ اس ہستی کے طفیل عالم وجود میں آئیں گے۔ حبیبی و صفی و نبی و سیرتی و خلقی محمد ﷺ میں نے عرض کیا یااللہ رب العزت یہ چار نور کے ہالے کون ہیں۔ فرمایا آپ ﷺ کے دائیں طرف حضور ﷺ کے وزیر حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، بائیں طرف آپ ﷺ کے مشیر حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ کے آگے آپ کے حبیب حضرت سیّدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ کے پیچھے آپ کے چچازاد بھائی حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ ہیں۔

ثمار الفرادیس میں پیچھے کی جگہ پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کیا گیا ہے اور سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تشریف فرما ہیں۔ میں نے دریافت کیا، اے اللہ ربّ العزت یہ پانچ افراد کتنے برگزیدہ ہیں۔ یہ میرے دوست ہوں گے اور جو ان کو دوست رکھے گا میں اسے دوست رکھوں گا جو ان سے دشمنی رکھے گا میں اس سے دشمنی کروں گا۔ ان کے دوستوں کا دوست اور ان کے دشمنوں کا دشمن۔ ان کے دوستوں کو جنت میں اپنی رضا دوں گا

Marfat.com

اور ان کے دشمنوں کو دوزخ کی آگ میں اپنے قہر میں مبتلا کروں گا۔ واللہ المعتصم عن الضلال ۔

نوٹ:- پہلے تین خلفائے راشدین کے گستاخ اور بے ادب کافر صفت لوگ اپنے ٹھکانہ کا انتظار کریں۔ افسوس کا مقام ہے کہ صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرنے سے پہلے یہ بدبخت لوگ پہلے اپنے گریبان میں کیوں نہیں جھانکتے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب جو کہ عالمِ اسلام کے مایہ ناز مفکر شیخ الاسلام اور بلند پایہ محقق ہیں اللہ ربّ العزت آپ کے درجات اور علم میں اضافہ فرمائے۔ انہوں نے اپنی کتاب عیدِ میلاد النبی ﷺ میں تخلیق مصطفیٰ ﷺ پر دل موہ لینے والی تحقیق کرکے عالمِ اسلام پر واقعی ایک احسان فرمایا ہے۔

جناب ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے حضور ﷺ کے وجود کی تخلیق کو تین مراحل میں تحقیق فرمایا ہے۔

امرِ کن کا مظہرِ اوّل

حضور ﷺ تمام موجوداتِ کائنات کی اصل ہیں۔ اس کا ثبوت قرآنِ مجید کی درج ذیل آیتِ کریمہ سے ملتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ٥ (یٰسٓ ۸۲)

یعنی اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو (پیدا کرنے) کا ارادہ فرماتا ہے اس سے کہتا ہے، ہو جا' پس وہ ہو جاتی ہے۔

اللہ ربّ العزت ہر شے کو امرِ کن سے خلعتِ وجود عطا فرماتا ہے اور یہ امرِ کن وجودِ مصطفیٰ ﷺ کی صورت میں وقوع پذیر ہوا۔ ''اِنَّمَا اَمْرُهٗ'' میں امرِ الٰہی کا ذکر ہے اور ''اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا'' میں ارادۂ الٰہی کا ذکر ہے۔

Marfat.com

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان جب کوئی کام کرتا ہے تو سب سے پہلے اس کام کی نیت کرتا ہے پھر اسے کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ نیت کا محل دل ہے اور ارادہ کا ذہن جبکہ نیت اور ارادہ دونوں مخفی چیزیں ہیں جو کسی کو نظر نہیں آتیں۔ نیت اور ارادے کے بعد انسان عمل کی طرف بڑھتا ہے چنانچہ نیت اور ارادہ عمل میں ڈھلتے ہیں تو وہ عمل کسی نہ کسی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ بلا تشبیہہ و بلا مثال اللہ ربّ العزت کا عملِ تخلیق بھی اس کی شان کے لائق تین مرحلوں سے گزرتا ہے۔ جس کا ذکر درج بالا آیت شریف میں ہوا ہے۔ پہلے امر اور ارادہ کا ذکر فرمایا اور یہ دونوں چیزیں مخفی ہیں۔ اللہ ربّ العزت کس شے کا ارادہ کرنا اور کس شے کو ظاہر فرمانا چاہتا ہے۔ یہ مخلوق کے علم میں نہیں صرف اللہ ربّ العزت کے علم میں ہوتا ہے جب وہ امر اور ارادہ فرمالیتا ہے تو فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ چیز ہو جاتی ہے اور وہ عمل ظاہر ہو جاتا ہے اور جس وجود یا حقیقت کو پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے وہ پیدا ہو جاتی ہے۔ ''کــن'' سے پہلے جو کچھ تھا وہ باطن ہے اور اس کے بعد جو کچھ تخلیق ہوا وہ ظاہر ہے امرِ ''کن'' باطن اور ظاہر کے درمیان ظہور کا واسطہ ہے کیونکہ ''فیکون'' میں جو کچھ ظاہر ہوا۔ وہ ''کن'' کے ذریعے سے وجود پذیر ہوا۔

اللہ ربّ العزت کے پہلے ''امرِ کن'' سے پہلے زمان و مکان کی کوئی شے موجود نہ تھی صرف اللہ ربّ العزت کی ذات تھی اور وہ بھی اپنی صفات کے پردوں میں مخفی تھی۔ اسے کوئی نہیں جانتا تھا اور اللہ ربّ العزت نے جس شے کا ارادہ فرمایا اور جو شے اس کی چاہت کا مرکز بنی وہ بھی مخفی تھی جب کن ''ہوجا'' فرمایا: تو اس امر سے پردہ اٹھ گیا اور جو شے باطن تھی وہ ظاہر ہوگئی۔

''کن'' کلام الٰہی اور نورِ محمدی ﷺ سے استعارہ ہے

لفظ کن دو حروف کا مجموعہ ہے۔ یعنی کاف اور نون، جس میں دو حقیقتیں ہیں، یا دو

Marfat.com

حقیقتوں کی طرف اشارہ ہے۔ کاف سے کلامِ الٰہی کی طرف اشارہ ہے اور نون سے نورِ محمدی ﷺ کا استعارہ ہے۔ جب اللہ ربّ العزت نے باطن اور مخفی حقیقت کو ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا تو کاف کے ذریعے کلامِ الٰہی صادر ہوا اور نون کے ذریعے پردۂ عدم اٹھا اور نورِ محمد ﷺ خلق کے مبداء اوّل کے طور پر وجود میں آگیا۔ یوں اللہ ربّ العزت کے پہلے امرِ کن سے اس کی خلق کا جو نقشِ اوّل وجود میں آیا وہ نورِ محمدی ﷺ تھا۔

چونکہ ''کن'' عالمِ امر سے ہے جو مجرد حکمِ ظہور کو مستلزم ہے۔ اور ''فیکون'' عالمِ خلق میں تکمیلِ ظہور کا صورت گر ہے۔ لہٰذا حقیقتِ محمدی کا وجود عالم امر میں ''کن'' سے ہوا اور ظہور کی تکمیل عالمِ خلق میں ''فیکون'' سے عمل میں آئی۔

کتاب سے ''ک'' اور نور سے ''ن'' کا اشارہ

اللہ ربّ العزت کا امرِ کن کلامِ الٰہی اور نورِ محمد ﷺ سے استعارہ ہے۔ اس پر خود قرآنِ مجید شہادت فراہم کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللهِ نُورٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِينٌ ○ (المائدہ، ۵:۱۵)

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (محمد مصطفیٰ ﷺ) آگیا ہے۔ اور روشن کتاب یعنی (قرآنِ مجید)

اس آیت میں نور اور کتاب کا ذکر ہے۔ کتاب کا پہلا حرف ''کاف'' اور نور کا پہلا حروف ''نون'' ہے۔ لفظ کن میں ترتیب نزولی تھی۔ اور اس آیت میں ترتیب صعودی ہے۔ لفظِ کن میں اجمال تھا جبکہ یہاں اس کی تفصیل ہے۔ زیرِ نظر آیت میں کہا گیا ہے کہ اللہ رب العزت نے تمہیں دو حقیقتیں عطا فرمائی ہیں۔ روشن کتاب یعنی قرآنِ مجید جو کہ کلامِ الٰہی ہے اور نورِ مبین جو کہ ذاتِ مصطفیٰ ﷺ سے عبارت ہے۔

فیروز آبادی، تنویر المقباس من تفسیر ابنِ عباس: ۵۵، من حضرت عبداللہ ابن عباس

Marfat.com

اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "قَدْجَآءَ کُمْ مِّنَ اللهِ نُوْرٌ" رسول

یعنی محمد صلی الله علیه وسلم انما سماه الله نور الا نه یهتدی به کما یهتدی بالنور فی الظلام

بیشک تمہارے پاس آ گیا اللہ کا نور یعنی حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نور اس لیے فرمایا کہ آپ ﷺ سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔ جیسے اندھیری رات میں نور سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔

3- امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قیل: یرید بالنورِ محمد صلی الله علیه وسلم

نور سے مراد حضور ﷺ ہیں۔

4- امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

هو النبی صلی الله علیه وسلم

وہ (نور سے مراد نورِ محمدی یعنی) حضور نبی اکرم ﷺ ہیں۔

5- امام صاوی رحمۃ اللہ علیہ

سمی نور لانه ینور البصائر ویهدی الی الرشاد ' ولانه اصل و کل نور حسی ومعنوی .

امام صاوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیرِ جلالین کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو نور اس لیے فرمایا کہ آپ ﷺ بشارتوں کو نورانی بناتے اور کامیابی کی طرف ہدایت دیتے تھے اور آپ ﷺ ہر حسی و معنوی نور کی اصل ہیں۔

(ن) اسمِ مصطفیٰ ہے

امر کن کا پہلا مظہر (ن) قرآنِ حکیم نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

Marfat.com

فرمایا: کہ

نٓ وَالْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَ ○ (القلم:۱)

نون قسم ہے قلم کی

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نون کے بارے میں ابنِ عساکر کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

فالنون: هو اسم من اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نون اسماء النبی میں سے ایک اسم ہے۔

قلم بھی اسمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معنوی ظہور ہے

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نون کے بارے میں دیگراقوال کے ساتھ ایک قول یہ بھی درج کرتے ہیں۔

فالنون: هو القلم جكاه الكرمانی عن الجاحظ

نون سے مراد بھی قلم ہے' اسے کرمانی نے جاحظ سے بیان کیا ہے

اس قول کی رو سے نون سے مراد بھی قلم ہے جبکہ مذکورہ بالا قول کے مطابق نون اسمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ تو معلوم ہوا کہ قلم بھی نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استعارہ ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہی اسمِ مبارک کا معنوی ظہور ہے۔ گویا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ مبارک (نون) اپنے معنوی ظہور میں قلم کا ظہور اختیار کر گیا۔ قلم کی اولیت کی حدیث بھی اسی معنی پر محمول ہو گی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

ان اوّل ما خلق اللہ القلم

بے شک اللہ ربّ العزت نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا۔

چنانچہ مذکورہ بالا حدیث شریف اور اولیتِ نور کی احادیثِ مبارکہ میں کوئی تناقض نہیں کہ اوّلیت قلم بھی درحقیقت اولیتِ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عبارت ہے۔

Marfat.com

سورۃ القدر میں امرِ کن اور حقیقتِ محمدی کا مضمون

لیلۃ القدر کے دو معانی بیان کیے گئے ہیں ایک یہ کہ لیلۃ القدر وقت کی ایک اکائی کا مظہر ہے۔ جب رات تھی نہ دن، جب قرآنِ مجید لوحِ محفوظ سے بیت العزت میں اتارا گیا اور دوسرے معنی کے اعتبار سے لیلۃ القدر سے مراد صدورِ کن سے پہلے کا زمانہ ہے۔ جب کچھ بھی ظاہر نہ تھا اور خود ذاتِ خداوندی بھی اپنی صفات کے پردوں میں مستور تھی۔ اللہ ربّ العزت نے مستور اور مخفی ہونے کی اس کیفیت کو شبِ قدر سے تعبیر فرمایا۔ اس معنی کے بعد آیت کے الفاظ پر توجہ کی جائے تو ''انا انزلناہ o'' میں ضمیر کا مرجع ''امرِ کن'' بن جائے گا اور معنی یہ ہوگا کہ ہم نے ''امرِ کن'' کلامِ الٰہی کو شبِ قدر میں اتارا۔ ''کن'' کی کاف یعنی اللہ ربّ العزت کے کلام کا صدور شبِ قدر میں ہوا اور اس سورۃ شریف کے آخر میں فرمایا

سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ o

یہ (رات) طلوعِ فجر تک (سراسر) سلامتی ہے۔

رات طلوعِ فجر تک رہتی ہے اور فجر طلوع ہوتے ہی رات چلی جاتی ہے۔ فرمایا جب تک کلامِ الٰہی کن کی شکل میں صادر نہ ہوا تھا اس کی ذات اپنی صفات کے پردوں میں مخفی تھی اور وہ حالت کے قدر کی وہ رات تھی جب کچھ بھی ظاہر نہ تھا کیونکہ رات اس کو کہتے ہیں جو ہر چیز کو چھپا دیتی ہے جب ''کن'' کا کاف یعنی کلامِ الٰہی اس قدر کی رات کے اندھیرے میں صادر ہوا تو نورِ مصطفیٰ ﷺ اس کاف میں چمکا۔ جس سے فجر طلوع ہوگئی۔ شبِ قدر میں شبِ صفات کے پردوں سے یہ آواز آرہی تھی۔ ''ہوجا'' پس جب وہ ''ہوگیا'' تو رات جاتی رہی۔ جب شبِ قدر میں نورِ مصطفیٰ ﷺ چمکا تو فجر ہوگئی۔ ''اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ o فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ'' کا امر ''مَطْلَعِ الْفَجْرِ'' پر آکر ختم ہوگیا۔ حضور ﷺ آئے تو رات کو دن میں بدلتے گئے۔

Marfat.com

ظہورِ نورِ مصطفیٰ ﷺ کے پرتو سے عالمین کی تشکیل

نورِ محمدی ﷺ کے ظہور کے تین بڑے مراحل ہیں:

1- حقیقتِ محمدی ﷺ، 2- نورانیتِ محمدی ﷺ،

3- بشریتِ محمدی ﷺ

نورِ محمدی ﷺ کا ظہورِ اوّل حقیقتِ محمدی ﷺ سے عالمِ آخرت کو ظہورِ ثانی نورانیتِ محمدی ﷺ سے عالمِ ارواح کو اور ظہورِ ثالث، بشریتِ محمدی ﷺ سے عالمِ اجسام کو وجود عطا ہوا۔ حقیقت و مظہریتِ محمدی ﷺ کے پہلے پرتو کا جہاں جہاں سایہ پڑا۔ وہ حصہ جنت بن گیا اور جو حصہ اس سائے سے محروم رہا وہ دوزخ بن گیا، گویا جنت حضور ﷺ کا سایہ ہے اور اس سے محرومی دوزخ ہے اور جو کوئی مصطفیٰ ﷺ کے سایہ سے محروم رہتا ہے وہ جنت سے محروم رہتا ہے۔

لہٰذا اس سے یہ نقطہ سمجھ میں آجانا چاہیے کہ جب سارا عالم وجودِ مصطفیٰ ﷺ کا سایہ ہے تو پھر اس کا سایہ زمین پر کیسے نظر آئے بھلا سائے کے اندر بھی سایہ ہوتا ہے؟

شبِ معراج حضور (ﷺ) کی مراحلِ ظہور کی طرف مراجعت

جس طرح حضور ﷺ کا نزول تین مراحل میں ہوا اسی طرح شبِ معراج آپ ﷺ کا عروج بھی تین ہی مراحل میں ہوا۔ پہلا مرحلہ آپ ﷺ کے ظہورِ ثالث ''بشریت'' کا تھا جو کہ مسجدِ حرام سے لے کر مسجدِ اقصیٰ تک کا سفر ہے۔ دوسرا مرحلہ آپ ﷺ کے ظہورِ ثانی نورانیت کا تھا جو بیت المقدس سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک کا سفر ہے اور تیسرا مرحلہ آپ ﷺ کے ظہورِ اوّل ''حقیقت'' کا تھا جو کہ سدرۃ المنتہیٰ سے لے کر قاب قوسین اور اس سے بھی آگے تک کا سفر ہے اور قرآنِ مجید میں ان تین مراحل کا ذکر موجود ہے۔ پہلے مرحلے کا ذکر کرتے ہوئے قرآن فرماتا ہے۔

Marfat.com

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا ۔ (بنی اسرائیل:۱)

وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرب) بندے کو مسجد حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی۔

سفرِ معراج کا پہلا مرحلہ حضور ﷺ کی ظہورِ بشری کی مراجعت تھی۔ جب عالمِ بشریت‘ عالمِ ناسوت اور عالمِ اجسام نیچے رہ گئے تو حضور ﷺ دوسرے مرحلے عالمِ ملکوت و جبروت اور عالمِ نورانیت میں داخل ہوئے جن کے بارے میں قرآنِ مجید فرما رہا ہے۔

وَالنَّجۡمِ اِذَا ہَوٰی ۝

روشن ستارے (وجودِ محمدی ﷺ) کی قسم! جب وہ شبِ معراج عرشِ بریں پر عروج فرما کر زمین کی طرف اترا۔

سفرِ معراج کا یہ حصہ حضور ﷺ کی اپنے ظہور کے مرحلہ نورانیت کی طرف واپسی تھی یہ مرحلہ بیت المقدس سے شروع ہوا اور ساتوں آسمان گزر کر سدرۃ المنتہیٰ پر ختم ہو گیا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے مقامِ عظیم پر قدسیانِ فلک کو رسولِ محتشم ﷺ کا بے نقاب جلوہ عطا کیا گیا فرشتوں کی اتنی کثرت ہوئی کہ وہ درخت ”سدرۃ“ ان کے نور کے سائے میں آ گیا۔

فرشتوں نے عرض کیا! اے باری تعالیٰ! ہمیں اپنے اس رسولِ محتشم ﷺ کا بے نقاب جلوہ عطا فرما۔ اللہ ربّ العزت نے ان مقرب ملائکہ کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور فرمایا کہ تم ساری کائنات آسمانی سے سمٹ کر اس درخت ”سدرۃ المنتہیٰ“ پر بیٹھ جاؤ۔ فرشتے ہجوم در ہجوم اُمڈ پڑے۔ فرشتوں کی اتنی کثرت ہوئی کہ وہ درخت ان کے نور کے سائے میں آ گیا۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے اِذۡ یَغۡشَی السِّدۡرَۃَ مَا یَغۡشٰی ۝ یعنی جب سائے میں لیکر چھپا لیا‘ سدرہ کو جس نے چھپا لیا (ملائکہ) کی کثرت نے۔

جب حضور ﷺ آگے بڑھنے لگے تو حضرت جبرائیل امین رک گئے۔ آپ ﷺ

Marfat.com

نے فرمایا کہ

جبرائیل چلو! تو عرض کیا'

لو دنوت أنملة لاحترقت

اگر میں ایک چیونٹی برابر بھی آگے بڑھتا تو (تجلیاتِ الٰہی کے پرتو سے) جل جاؤں گا۔

جبکہ حضور ﷺ اس مقام پر جا رہے تھے کہ جہاں جبرائیل امین علیہ اسلام کی بھی رسائی نہیں اس کا اعتراف جبرائیل امین خود کر چکے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ "قال رسول اللہ سألت جبرئیل ھل تری ربك و قال ان بینی و بینه سبعین حجاباً من نور لو دنوت من ادناھا لا حترقت" یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے جبرائیل علیہ السلام کہ کیا تو نے (کبھی) اپنے ربّ کو دیکھا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی! بے شک میرے اور میرے ربّ کے درمیان ستر حجابِ نور ہیں اگر میں سب سے کم حجاب کے قریب بھی جاؤں تو جل جاؤں۔

اس مقام پر حضور ﷺ کا اپنے ظہورِ اوّل یعنی مرحلہ حقیقت کی طرف عروج تھا چنانچہ عرش، جبرائیل، عالم مکاں و لا مکاں سب نیچے رہ گئے اور حضور ﷺ قربِ خدا میں تشریف لے گئے۔

تاریخِ ولادت اور وقتِ سعادت

سرکارِ دوعالم ﷺ کی ولادتِ باسعادت حکومتِ نوشیروان کے (بیالیسویں) 42 ویں سال ہوئی اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے زمانہ بعثت سے حضور خاتم النبیین ﷺ کے زمانہ

Marfat.com

ولادتِ باسعادت تک چھ سو سال کا زمانہ تھا اور ذوالقرنین کی وفات سے آٹھ سو بیاسی سال حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ سے ایک ہزار آٹھ سو سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے دو ہزار تین سو سال گزر چکے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ تین ہزار ستر سال اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کو چار ہزار چار سو ننانوے سال اور حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے چھ ہزار سات سو پچاس سال گزر چکے تھے اور عامِ فیل میں بعض کہتے ہیں کہ اسی روز جب واقعہ فیل رونما ہوا اس دولتِ عظمیٰ کا اظہار ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے پچپن روز بعد اور بعض نے چالیس روز بعد کہا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ دو سال بعد وقوع پذیر ہوا اور بعض نے زیادہ مدت بھی لکھی ہے اور سب سے زیادہ صحیح روایت یہی ہے کہ اسی سال وقوع پذیر ہوا تھا۔

بہر حال اس عجیب قضیہ اور بری بلا کا ذہاع آنحضرت ﷺ کے نور کے ظہور کی برکت سے ہوا اور سرکارِ دوعالم ﷺ کی علامات نبوت میں سے ایک یہ تھا اور مشہور ہے کہ ربیع الاول کے مہینہ میں آنحضرت ﷺ نے عالمِ وجود میں ظہور فرمایا اور اکثر کا خیال یہ ہے کہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی اور جمہور محدثین اور اربابِ سیرت وتواریخ نے شبِ دو شنبہ متعین کی ہے اور ایک گروہ کا مسلک یہ ہے کہ ماہِ رمضان شریف تھا اور اس قول کو تقویت اس قول سے ملتی ہے کہ شبِ عرفہ یا ایامِ مزدلفہ میں آنحضرت ﷺ کا حمل قرار پایا کیونکہ اربابِ سیرت و تاریخ کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت سرکارِ دوعالم ﷺ کی مدت حمل پورے نو ماہ ہے اس سے کم نہ زیادہ لہٰذا اگر مناسکِ حج ذوالحجہ میں ادا ہوئے تو یقینی بات ہے کہ نو ماہِ رمضان شریف میں پورے ہوتے ہیں جبکہ دونوں روایتوں میں مطابقت اسی طرح ہو سکتی ہے کہ زمانہ کفر میں کفار ''نسیہ'' کرتے تھے۔ یعنی ایامِ حج میں تاخیر کرتے تھے۔ چنانچہ اللہ ربّ العزت فرماتا ہے۔ اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْکُفْرِ یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا (التوبۃ:۳۷) جبکہ وہ حرم کے مہینوں

Marfat.com

کو مقدم اور مؤخر کرتے رہتے تھے ممکن ہے اس سال قریش کا حج جمادی الآخر میں ہوا اور ربیع الاوّل میں پورے نو ماہ ہوئے ہوں۔ لہٰذا جمہور کے قول کے مطابق فیصلہ یہ ہوگا کہ [illegible] دن دوشنبہ یا شب دوشنبہ بارہ ربیع الاوّل ہے۔ عام الفیل میں سترہ تاریخ از سال قرن علومین مطابق بیسویں تاریخ نیستان سترہویں ماہ اردے آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت متحقق ہوئی۔

موسمِ بہار میں ولادتِ مصطفوی میں حکمت

خواجۂ کائنات ﷺ علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت تھے کہ ''انا والساعة کھاتین'' وسطیٰ اور سبابہ سے اشارہ فرمایا اور بہار بھی غایت ظہور پر قیامت پر دلالت کرنے والی ایک دلیل ہے کہ ''اذا رایتم الربیع فاذ کرو النشور'' اسی مناسبت سے آنحضرت ﷺ کا موسمِ بہار اختیار کرنے میں یہ حکمت تھی کہ بہار اپنے گلہائے گوناگوں کے حسن و جمال پر نازاں تھی اور باغات کی خوبصورتی اور گلستان کی زینت پر مغرور تھی۔ آنحضرت ﷺ کے جلال و جمال اور بھرپور حسن سے اس کی تازیب کی گئی۔ لاکھوں خوبصورت اور خوشبودار پھولوں کی آبرو کو طہارت و پاکیزگی کے ساتھ اور گھنگریالے بالوں اور لقائے محمد ﷺ سے بے رونق اور بے آب و تاب کر دیا گیا۔ اسی طرح بہار رواح جس سے مراد ظہورِ نورِ محمدی اور حضور سرور احمد ﷺ ہے۔ ایمان کے پھول عارفین کے دلوں کے درخت کے تخت پر بادشاہوں کی مانند جلوہ گر ہوتے ہیں ''اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ۔'' بلبلیں اور کوئلیں نیاز کی آواز سے گفتگو کی [illegible] استغفار میں آتی ہیں۔ ''اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً'' عاشق [illegible] طرب میں کو بکو جستجو اور روبرو گفتگو کے بعد آتی ہے تاکہ کلام ''و [illegible]'' کی طرح محبت کی قمری طوقِ متابعت گردن معاملت میں ڈالے ''قُلْ اِنْ کُنْتُمْ [illegible]''

Marfat.com

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ'' ذکر کی عندلیب زبان کی ٹہنیوں پر آشیاں بناتی ہے۔ ''وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ'' وحشی نفس کشتِ بہشت کی طرف رخ کرتے ہیں۔ ''سَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ'' روحوں کے پرندے اپنے جسموں میں رنجیدہ ہوتے ہیں۔ ''وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ'' طالبین کے وجود کے ذرات شراب ''اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ'' کی انتہائی مستی سے سرمست ہو کر حبیب کے ساتھ اس عجیب خطاب سے مخاطب ہوتے ہیں۔

آمد بہار اے عاشقاں تا خاک آں بستان شود
آمد ندائے ز آسمان تا مرغ جان پرّاں شود
ہم بحر پر گوہر شود ہم شورہ پر گوشہ شود
ہم سنگ لعل کان شود ہم جسم جملہ جان شود
دانی چراچوں ابرشد درعشق چشم عاشقاں
زیر آکہ آں مہ پیشتر در ابرع پنہاں شود

حضور ﷺ کی جائے ولادت

حضور رسالت مآب ﷺ کا زمانۂ ولادت اگرچہ مختلف فیہ ہے لیکن اس کی جگہ متفق علیہ ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مبارک مقدس اور باسعادت مولود آغاز فطرت سے انتہائے خلقت تک جو کہ قضا و قدر کے مراتب اور اطفال مصنوعات کے قوا و قدر کو خلق و امر کے پارچہ میں مقرر کرنے والے نے لپیٹا۔ طوالع نجوم کی تحریر لکھنے والے ارادت کے طور پر سعادت کی تحریر ایام ولیالی کے اوراق کے صفحات پر لکھی کسی نے مولودِ حسن طالع یمن موقع، طہارتِ اصل، نضارتِ نسل، ذکائے فطنت صفائے طینت، علونسب اور حسب کی بلندی میں اس کونین کی آنکھوں کی ٹھنڈک خلاصہ عالمین ﷺ سے بڑھ کر قدمِ کرم پردۂ عدم سے عالمِ وجود میں نہیں رکھا۔ اصلابِ طیبہ اور ارحامِ طاہرہ سے منتقل ہوتے ہوئے حرمِ

Marfat.com

محترم کعبہ سے متعلق بنی ہاشم کی ایک حویلی میں متولد ہوئے۔ دنیا جو فسق و عصیان کی ظلمت سے تاریک ہو چکی تھی کو اپنے نورِ ظہور سے منور کر دیا۔

نقل ہے کہ وہ حویلی جسے سرکارِ دو عالم ﷺ کے مولد ہونے کا شرف حاصل ہے اب مکہ میں محمد بن یوسف کی حویلی موجود ہے۔ شعب بنی ہاشم میں اس کوچہ میں جسے زقاق المولد کہتے ہیں۔ اب تک اطراف و اکناف کے زائرین اس مبارک مقام سے برکت حاصل کرتے ہیں اور صحیح روایت سے ثابت ہے کہ وہ حویلی وراثت کے طور پر سرورِ کونین ﷺ کو ملی پھر آنحضرت ﷺ نے عقیل بن ابی طالب کو عطا فرما دی اور عقیل کی وفات تک اس کی ملک میں رہی۔ پھر اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹوں نے حجاج بن یوسف ثقفی کے بھائی محمد بن یوسف کے پاس فروخت کر دی اور دوسری روایت یہ ہے کہ عقیل بن ابی طالب نے خود فروخت کی۔ جب مکہ فتح ہوا تو حضور ﷺ نے اپنے چچا سے پوچھا کہ میں کہاں ٹھہروں اس نے کہا کہ اپنے گھر میں جو کہ آپ ﷺ کی جائے ولادت بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "هل ترك لنا عقيل من ظل" آنحضرت ﷺ نے بطحا میں نزولِ اجلال فرمایا اور کہا کہ اس گھر کو بھی خریدار کے پاس رہنے دو پھر عبدالملک کے زمانہ میں وہ گھر محمد بن یوسف کو منتقل کر دیا گیا۔ اس نے اس گھر کو جو آنحضرت ﷺ کی جائے ولادت ہے برکت کے لیے اپنے محل میں داخل کر لیا جو بیضا کے نام سے مشہور تھا۔ بنو امیہ کی سلطنت ختم ہونے کے بعد ہارون الرشید کی والدہ خیزران جب بیت اللہ شریف کے طواف کے لیے آئی تو اس گھر کو اس محل سے جدا کر دیا اور وہاں ایک سنہری مسجد انتہائی آراستہ و پیراستہ تعمیر کی تاکہ عبادت گزار بندے پنج وقتہ نماز ادا کر سکیں۔

عبدالمطلب درِ آمنہ رضی اللہ عنہا پر

جب عبدالمطلب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے دروازہ پر پہنچے دروازہ کھٹکھٹایا حضرت

آمنہ رضی اللہ عنہا نے خفیف آواز میں جواب دیا عبدالمطلب نے کہا کہ جلد دروازہ کھولو۔ میرا جگر پھٹا جا رہا ہے تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے جلد دروازہ کھولا۔ عبدالمطلب نے پہلے آمنہ رضی اللہ عنہا کی پیشانی کو جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کا مقام تھی دیکھا اس نور کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے چہرۂ اقدس پر نہ پایا تو بے حال ہو گیا۔ اس نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالنا چاہے۔ اس نے کہا واہ غوثاہ! اے آمنہ رضی اللہ عنہا وہ نور کہاں چلا گیا کہ مجھے اب دکھائی نہیں دیتا۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ وضعِ حمل ہو گیا ہے اور وضعِ حمل کے وقت میں نے عجیب امور مشاہدہ کیے ہیں پھر ایک ایک واقعہ عبدالمطلب سے بیان کیا تو عبدالمطلب نے کہا میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کیونکہ وضعِ حمل کا کوئی اثر تجھ سے دکھائی نہیں دیتا۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے کہا واللہ! میں سچ کہتی ہوں' وہ سفید پرندہ جو تو نے دیکھا' دودھ پلانے میں میرے ساتھ جھگڑا کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ خود دودھ پلائے عبدالمطلب نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لا تاکہ میں دیکھوں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ افسوس تو اسے نہیں دیکھ سکتا ایک شخص سبز زمرد کا طشت لے آیا اس میں اسے نہلا کر کہا کہ اس بچہ کو تین روز تک کسی کو مت دکھانا عبدالمطلب تلوار کھینچ کر آمنہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھے اور کہا میں نے اسے ضرور دیکھنا ہے ورنہ تجھے یا خود کو ہلاک کر لوں گا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے جب عبدالمطلب کا مبالغہ و اصرار دیکھا کہا' محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلاں مکان میں صوف میں لپٹے ہوئے ہیں جا کر دیکھ لو۔ عبدالمطلب جب اس گھر میں آگے تاکہ جمالِ جہاں آرائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھیں تو ایک مہیب شخص کو شمشیر بکف دیکھا جو اس کی طرف بڑھا اور کہا کہ لوٹ جاؤ' کوئی شخص اسے دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا عبدالمطلب پر لرزہ طاری ہو گیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اس نے چاہا کہ باہر نکل کر قریش کو اس حال سے باخبر کرے جب گھر سے نکلا تو کوئی بات نہ کر سکا اور ایک قول کے مطابق سات روز تک کوئی بات نہ کر سکا۔

Marfat.com

حضور ﷺ کی ولادت پر یہودیوں کی پریشانی

یہودیوں کا ایک عالم مکہ مکرمہ میں تھا جس کا نام یوسف تھا۔ سرکارِ دوعالم ﷺ کی شب ولادت کے آٹھویں روز قریش کی مجلس میں آیا اس نے پوچھا کہ تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس کے ہاں کل کوئی لڑکا پیدا ہوا ہو۔ انہوں نے کہا کہ عبدالمطلب کے ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ اس مولود کو مجھے دکھاؤ اس کی درخواست قبول کرتے ہوئے اس یہودی عالم کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر لے گئے اور حضور ﷺ کو کپڑے میں لپٹے ہوئے اس کے پاس لائے اس نے آنحضرت ﷺ کی آنکھیں دیکھیں اور پھر دونوں کندھوں کے درمیان دیکھا اور زمین پر گر پڑا اور اس کی حالت دگرگوں ہوگئی۔ قریش کی ایک بہت بڑی جماعت وہاں موجود تھی۔ اس پر ہنستے تھے۔ یوسف نے کہا مجھ پر مت ہنسو اے گروہِ قریش! خدا کی قسم یہ صاحب شمشیر پیغمبر ہے۔ تمہیں ہلاک کرے گا اور تم پر اس کے غلبہ کی خبر مشرق و مغرب میں پہنچے گی۔ اس وقت اس کی نبوت تم پر ظاہر اور روشن ہوگی اور اب بنی اسرائیل سے نبوت منتقل ہوتی ہے' پھر یہ خبر مکہ معظّمہ میں پوری طرح مشہور ہوگئی۔

حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پلانا

سرکارِ دوعالم ﷺ کو حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پلانا۔ جمہور اصحابِ سیرت و تواریخ اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے جس نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا وہ ملعون ابولہب کی کنیز حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا تھیں اس نے اپنے بیٹے مسروح کے ساتھ دودھ پلایا۔ سید الشہداء' مسروح' حمزہ' ابوسلمہ' مخزومی' عبداللہ بن جحش اسدی اور آنحضرت ﷺ کے درمیان اخوتِ رضاعیہ اس وجہ سے تھی کہ تمام نے حضرت [illegible] کے پستان مبارک سے دودھ پیا تھا اور اصحابِ سیرت اس طرف گئے [illegible] ﷺ نے پہلے سات روز اپنی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا پھر سات [illegible] اور بعض روایات میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ چار روز کے ہوئے [illegible]

Marfat.com

کو دودھ پلانے کا شرف حاصل ہوا اور پھر اس مبارک عمل کو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے دودھ پلانے تک سرانجام دیتی رہی۔

نقل ہے کہ اس ثویبہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شبِ ولادت، ولادت کی خبر خوشخبری کے طور پر ابولہب کو پہنچائی تو خوشی کے مارے ابولہب نے حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر دیا اور اس آزاد کرنے کی وجہ سے ہر دوشنبہ کی رات جب کہ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کو آزادی حاصل ہوئی۔ ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابولہب کی وفات کے بعد میں نے اسے خواب میں دیکھا میں نے پوچھا! تیرا کیا حال ہے۔ اس نے کہا جس روز سے میری کشتی حیات گردابِ ممات میں پھنسی ہے۔ عذاب و عتاب کی موجوں کے تلاطم میں گرفتار ہوں۔ لیکن ہر دوشنبہ کی رات جس میں ثویبہ رضی اللہ عنہا آزاد ہوئی تھی میرے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے میری دونوں انگلیوں سبابہ اور وسطیٰ سے پانی کا قطرہ مل جاتا ہے۔ اس بات میں درویشانہ نکتہ سنیئے کہ ایک متمرد کافر جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کی تہنیت میں اپنے غلام کو آزاد کر دیتا ہے۔ کفر و ضلالت کے باوجود عذاب میں تخفیف دیکھتا ہے اور مومن موحد جو روزانہ ستر بار صدق و صفا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وثناء بیان کرتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھی بھیجتا ہے اور دل و جان سے سنت سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع و ملازمت میں کمربستہ رہتا ہے اور خواجۂ ہر دوسرا کی غلامی سے محظوظ ہوتا ہے اگر کل قیامت کو عذاب و دوزخ سے آزاد ہو اور دونوں کی مرادِ مقصود کے حصول سے دل شاد ہو تو کیا عجب۔ ثویبہ رضی اللہ عنہا کی وفات اور اسلام مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر آتیں تو وہ اس کی تعظیم و احترام کرتیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کیساتھ شفقت اور رعایت فرماتے اور ہجرت کے بعد ہدایا اور تحائف وغیرہ بھیجتے۔

شقِ صدرِ مبارک

ایک دن حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اے مادر! مجھے

Marfat.com

اپنے بھائیوں کے ساتھ جب وہ بکریاں چرانے جاتے ہیں کیوں نہیں بھیجتیں تا کہ میں بھی سیر کروں اور ان کے ساتھ تمہاری بکریاں بھی چراؤں! حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں میں کنگھی کی اور آنکھوں میں سرمہ لگایا پھر کپڑے بدلے اور بدنظری سے بچنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن مبارک میں یمنی تختی باندھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے توڑ کر پھینک دیا اور فرمایا کہ میرا ربّ میرا محافظ ہے۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ باہر تشریف لے گئے اور بکریاں چرانے میں مصروف ہو گئے جب آدھا دن گزرا تو ضمرہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا لڑکا اماں جان' ابا جان زور وشور سے پکارتا ہوا بھاگا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ کھڑے تھے اچانک ایک شخص نمودار ہوا اور ان کے قریب آ کر انہیں ہمارے پاس سے ایک پہاڑ پر لے گیا اور لٹا کر شکم مبارک چاک کیا۔ آگے ہم نہیں جانتے کہ ان کا حال کیا ہوا۔ اس پر حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند دوڑتے ہوئے گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے تو، دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ پر بیٹھے ہوئے آسمان کی جانب دیکھ رہے ہیں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں دیکھا تو تبسم فرمایا یہ واقعہ احادیث مبارکہ کی کتابوں میں مختلف نوعیتوں اور مختلف عبارتوں کے ساتھ آیا ہے۔

شقِ صدر کے بعد

روزانہ دو سفید پوش آدمی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اترتے اور آپ کے کپڑوں میں غائب ہو جاتے۔ دادا کے پاس لوٹا دو اور یہ امانت واپس کر دو۔ پس میں نے اس بات کا ارادہ کر لیا اس وقت ایک منادی کی آواز آئی اے بطحائے مکہ! تجھے مبارک ہو آج تیرا نور تیری طرف جا رہا ہے۔ تیرا فرض تیری دولت اور تیرا کمال تیرے سپرد کیا جا رہا ہے اور تجھے ہمیشہ کے لیے ذلت و رسوائی سے محفوظ و مامون کیا جا رہا ہے۔

حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شقِ صدر کا سارا واقعہ حضرت عبدالمطلب کو بتا دیا۔ فرمایا اے حلیمہ رضی اللہ عنہا! میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہے۔ اے کاش

Marfat.com

میں اس کے زمانہ بعثت تک زندہ رہوں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوٹانے کے لیے مکہ شریف تشریف لائیں تو مکہ کے بالائی حصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں گم ہو گئے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ کہاں ہیں؟ تو حضرت عبدالمطلب نے اٹھ کر یہ دعا فرمائی۔

یارب ردولدی محمدًا

اردده ربی واصطنع عندی یدا

اے میرے رب! میرے بیٹے محمد کو لوٹا دے اور میرے اوپر احسان کر تو آسمان سے ایک ہاتف کی ندا آئی۔

جو کہہ رہا تھا اے لوگو! شور وغل نہ کرو' محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پروردگار آپ کا ساتھ نہ چھوڑے گا۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رائیگاں جانے دے گا۔ یہ سن کر حضرت عبدالمطلب نے فرمایا کہ ہمارے پاس میرا بیٹا کون لائے گا تو ہاتف نے کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وادیٔ تہامہ میں ایک درخت کے پاس ہیں۔ پس حضرت عبدالمطلب سوار ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چل دیئے۔ ورقہ بن نوفل آپ کے پیچھے تھے۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک درخت کے نیچے ہیں اور اس کی ایک شاخ اپنی طرف کھینچ رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب نے کہا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دادا ہوں۔ میری جان آپ پر قربان ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھا کر گلے لگا لیا۔ اس وقت ان کی آنکھوں میں آنسو تھے پھر واپس مکہ معظمہ لوٹ آئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے آگے زین کے اگلے حصہ پر بٹھایا اور اس خوشی میں بکری اور گائے ذبح کر کے اہلِ مکہ کی ضیافت فرمائی۔ بعض مفسرین نے آیت ''وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى'' کو اسی واقعہ پر محمول فرمایا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گمشدگی کا واقعہ دوبارہ ہوا۔ دوسری بار جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گم ہوئے تو

Marfat.com

کسی شخص نے آپ ﷺ کو اپنی اونٹنی پر سوار کر کے آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے پاس پہنچا دیا اور کہا آپ جانتے نہیں کہ آپ کے بیٹے سے کیا رونما ہوا؟ پوچھا کیا ہوا؟ اس نے کہا: میں نے اونٹنی بٹھا کر آپ ﷺ کو پیچھے بٹھایا تو اونٹنی نے اٹھنے سے انکار کر دیا پھر میں نے آپ ﷺ کو آگے بٹھایا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقدِ نکاح

نفیسہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے زمانہ کی عورتوں میں سب سے زیادہ عقلمند تھیں۔ وفور دیانت، کمالِ دانش، درست ذہن رسا، کمالِ خرم اور شرف حسب و نسب کے ساتھ بے پناہ دولت کی وجہ سے اکثر سردارانِ قریش اس سے نکاح کرنے پر آمادہ تھے۔ بہت زیادہ سامان اور بے شمار نقدی اس کے سامنے پیش کرتے تھے وہ عرب کے کسی بھی متمول اور بزرگ سے شادی کے لیے رضا مند نہ ہوتی تھیں جب اس نے آنحضرت ﷺ کے حالات، واقعات میں شامل کیا تو سرکارِ دوعالم ﷺ سے شادی کی خواہش نے اس کے دل پر غلبہ کیا۔ ان کے بعد نفیسہ بنتِ منیہ کو جو نہایت زیرک اور دانا عورت تھیں کو اپنے مافی الضمیر سے آگاہ کیا۔ نفیسہ اس ملاپ کا عہد کر کے رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تا کہ حضور ﷺ کو سلسلۂ نکاح کے مستحکم کرنے پر آمادہ کرے۔ اس نے کہا کہ اے محمد! ﷺ گھر بار آباد کرنے میں آپ کو کیا چیز مانع ہے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں اس کام کے انتظامات نہیں کر سکتا اور تنہا بوجھ اٹھا سکتا ہوں۔

نفیسہ بنتِ منیہ نے کہا کہ اگر اس کا انتظام ہو جائے اور آپ ﷺ کو حسن و جمال شرف و کمال، مال و دولت اور کفو کے رشتے کی دعوت دی جائے تو [illegible] فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے پوچھا کہ وہ کون ہے میں نے کہا وہ [illegible]

Marfat.com

یہ کیسے ممکن ہے۔

یہ جواب سن کر میں فوراً حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور انہیں اس بات کی خبر کر دی تو انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا بھیجا کہ آپ فلاں وقت تشریف لے آئیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چچا عمرو بن اسد کو بھی بلا لیا تا کہ وہ فریضۂ تزویج ادا کریں ادھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچاؤں کے سامنے اس بات کا ذکر کیا۔

دراصل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے نکاح کی پیشکش کا سبب وہ واقعات ہیں جو میسرہ نے سفرِ شام کے دوران دیکھے اور ان کا تذکرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ خود حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی ان خارقِ عادات واقعات کا مشاہدہ کیا اور میسرہ نے جب ان واقعات کا ذکر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل سے کیا (جو عیسائی شریعت کے پیروکار تھے) تو اس نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا' اے خدیجہ رضی اللہ عنہا! اگر یہ باتیں سچ ہیں تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امت کے سچے نبی ہیں۔ میں جانتا تھا کہ آپ اس امت کے نبی ہونے والے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانۂ ظہور قریب آچکا ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تعمیرِ کعبہ

مکہ معظمہ کی تعمیرِ نو کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے ساتھ موجود تھے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف 35 سال تھی۔ اس تعمیرِ نو کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ ایک مرتبہ سیلاب آیا اور اس کا پانی کعبہ شریف میں داخل ہو گیا۔ جس سے اس کی دیواریں پھٹ گئیں۔ قبل ازیں ایک عورت کے عود سلگانے کے باعث ایک چنگاری اڑی۔ جس کی وجہ سے کعبہ شریف کے اندر آگ بھڑک اٹھی تھی اور اس آتشزدگی کے باعث بھی دیواروں کو شدید نقصان پہنچا۔ چنانچہ تعمیرِ نو کے بعد اس میں حجرِ اسود رکھنے کا ارادہ کیا گیا تو قریش کے درمیان جھگڑا پیدا ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ جو آدمی بابِ بنی شیبہ میں سے کعبہ شریف میں

Marfat.com

سب سے پہلے داخل ہوگا اسے اپنا منصف تسلیم کریں گے۔ پس اگلے روز حضور ﷺ پہلے شخص تھے جو اس دروازہ سے اندر تشریف لائے تو لوگوں نے آپ ﷺ کو اپنے فیصلہ سے آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک چادر لے آؤ پھر حجر اسود اس چادر کے وسط میں رکھا تو آپ ﷺ نے بنو قریش کی ہر شاخ کے سرداروں کو حکم دیا کہ وہ چادر کا ایک ایک کونہ پکڑ لیں۔ چنانچہ انہوں نے حجرِ اسود اوپر اٹھایا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے پکڑ کر اس کے مقام پر رکھ دیا۔

امام سہیلی فرماتے ہیں کہ شیطان اس وقت شیخ نجدی کے روپ میں ان سرداروں کے ساتھ تھا۔ اس نے چیخ مار کر کہا۔ اے گروہِ قریش! کیا تم اس بات پر راضی ہو گئے کہ ایک یتیم جو تمہارے بزرگوں سے کم ہے حجرِ اسود کو اس مقام پر رکھے۔ حالانکہ یہ تمہارے لیے شرف کی بات تھی۔ دراصل وہ ان کے درمیان آتش شرارت بھڑکانا چاہتا تھا۔

ابنِ شہاب زہری کی روایت میں مذکورہ بالا واقعہ بیان ہونے کے بعد یہ الفاظ ہیں کہ واقعہ حجرِ اسود کے بعد لوگ آپ ﷺ کو "امین" کے نام سے پکارنے لگے اور اپنے اونٹوں کو ذبح نہ کرتے۔ جب تک وہ آپ ﷺ کو نہ بلا لیتے تا کہ آپ ﷺ کی دعا سے ان کے ذبیحوں میں برکت پیدا ہو۔

ابنِ سعد اور ابو نعیم کی روایت کے مطابق حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن جبیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے حضور نبی کریم ﷺ نے حجرِ اسود اپنے مقام پر رکھا تو نجد کا ایک شخص آپ ﷺ کو ایک پتھر دینے کے لیے گیا تا کہ آپ اس سے حجرِ اسود کو مضبوط کریں مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسے منع کر دیا اور پتھر خود آپ ﷺ کے حوالے کیا۔ اس سے وہ نجدی ناراض ہو گیا کہنے لگا تعجب ہے اس قوم پر جو ذی شرف، عقلمند، عمر رسیدہ اور مالدار ہے کہ انہوں نے اپنے سے کم عمر اور کم مالدار شخص کو اس عزت و شرف کے کام میں اپنے سے آگے بڑھا دیا۔ گویا یہ اس کے خدمت گار اور نوکر ہیں یہ شخص ان کی سبقت اور برتری ختم کر دے

Marfat.com

گا اور ان کی نیک بختی اور بزرگی کو پاش پاش کر دے گا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ نجدی شخص ابلیس تھا۔

سرکارِ دوعالم ﷺ پر وحی کا نزول

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بعثت کے چند پہلے دنوں میں میں جس درخت یا پتھر کے قریب سے گزرتا وہ مجھے السلام علیک یارسول اللہ کہتا۔ نزولِ وحی کے ایام میں آپ ﷺ جب کسی راستے سے گزرتے تو ایسی آواز سنتے جیسے کوئی شخص کہہ رہا ہو "یا محمد ﷺ" آپ ﷺ دائیں بائیں دیکھتے مگر کوئی شخص دکھائی نہ دیتا۔ گمان کا آپ پر غلبہ ہوتا تو آپ تیزی سے وہاں سے نکل جاتے۔ آپ ﷺ نے اس صورتِ حال کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان فرمایا! اور بیان فرمایا کہ مجھے خدشہ ہے کہ کوئی مصیبت یا آفت نہ ٹوٹ پڑے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ اطمینان فرمایئے۔ آپ ﷺ کو کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی اور آپ ﷺ کو خیر و بھلائی حاصل ہوگی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وحی سے جو چیز سب سے پہلے ظاہر ہوئی وہ سچے خواب تھے۔ خوبصورت مقامات اور اچھے واقعات صبح کے نور کی طرح ظہور پذیر ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کے ظاہر باطن پر بزرگی اور استقامت کے دروازے کھلتے تھے۔ اس کا آغاز ماہِ ربیع الاول میں ہوا۔

روایت ہے کہ جب سرکارِ دوعالم ﷺ کو نماز کی عبادت گاہ میں خلوت کرنا پسند آیا تو زیادہ وقت وہاں گزارتے۔ یہاں تک کہ قریش کی عورتیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ملامت کرنے لگیں کہنے لگیں! اے سیدۂ عرب: محمد ﷺ کو تو نے انواع واقسام کے عمدہ اخلاق اور مہربانیوں سے نوازا ہے۔ ملک ومال اور جاہ جلال اس کی محبت میں قربان کر دیا ہے۔ اب وہ تیرے ساتھ الفت ومحبت سے نہیں رہتا۔ اور جو اہلِ محبت کا طریقہ ہے۔ اس کے

Marfat.com

مطابق عمل نہیں کرتا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جواب میں فرماتیں جو کچھ تم گمان کرتی ہو میرا دل اس سے مطمئن ہے۔ کیونکہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ مجھ سے انتہائی نفرت اور محبت کے تعلق کو ختم کرنے کی وجہ سے نہیں بلکہ صبح سعادت کا اثر ہے۔ جو سرداری کے مطلع سے طلوع ہوتی ہے۔ بعد آفتابِ رسالت کے نکلنے کی علامات ہیں جو مشامِ جاں کو معطر کرتی ہیں۔

ایک روایت ہے کہ ہر سال ایک ماہ مسلسل خلوت میں بیٹھتے اور اپنے اوقات کو عبادت میں گزارتے جب مہینہ ختم ہوتا تو لوٹ آتے۔ سات مرتبہ خانہ کعبہ کا طواف فرماتے۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لاتے۔

بہر حال جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں فرشتہ وحی لے کر حاضر ہوا تو اس نے کہا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کو مژدہ ہو کہ میں جبرائیل ہوں اور مجھے حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کی جانب اللہ رب العزت کے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن وانس کو کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی دعوت دیجئے۔ اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! پڑھیئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! میں پڑھنے والا نہیں۔ یا میں پڑھنا نہیں جانتا۔ مطلب یہ کہ میں امی ہوں۔ کسی سے میں نے پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی آغوش میں لیا۔ اور پوری طاقت صرف کی جتنی کہ میری اس کے ساتھ تھی۔ حدیث شریف کے الفاظ دو معنی کے متحمل ہیں۔ ایک یہ کہ جبرائیل علیہ السلام نے آغوش میں لے کر اپنی پوری طاقت جتنی ان میں تھی مجھ پر صرف کی۔ اور وہ بے بس ہو گئے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ جتنی میری طاقت تھی اتنی زور سے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا۔ اور میں بے طاقت ہو کر بے بس ہو کر رہ گیا لیکن درست پہلے والے معنی ہیں۔ اور شارحین نے اس کی تصریح کی ہے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر دوبارہ کہا ہے کہ پڑھیے؟ میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام

Marfat.com

نے پھر آغوش میں لیا۔ اور بھینچا۔ پھر چھوڑ کر کہا۔ پڑھیے؟ میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں۔
تیسری مرتبہ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آغوش میں لیا۔ اور بھینچا۔ اور کہا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ o الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ o (العلق: ۱ تا ۵)

یعنی پڑھیے اپنے ربّ کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔ پڑھیے اور تمہارا ربّ ہی سب سے بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ آدمی کو وہ سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! شیطان کے شر سے استعاذہ کیجئے تو حضور نے فرمایا!

"استعیذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم"

۔ پھر اس کے بعد کہا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ o (العلق: ۱)

مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوت وطاقت کی جانب نظر نہ ڈالیے۔ بلکہ ہماری تائید وتقویت پر نظر رکھیے۔ کیونکہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ربّ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معلم ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام کا آغوش لے کر دبانا۔ ایک قسم کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجودِ گرامی میں ملکوتی انوار داخل کر کے تصرف کرنا ہے۔ تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی کے قبول کرنے میں آمادہ اور اس کے ماسوا سے خالی اور بے التفات ہو جائیں۔ نیز اس میں اس قول کے وزنی ہونے کی جانب اشارہ ہے۔ جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب القا ہونے والا ہے۔ جبکہ قرآنِ مجید میں ہے۔

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا o (المزمل: ۵)

(بے شک ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وزنی قول القا فرمائیں گے)

اور اس سے اس جانب بھی اشارہ ہے کہ یہ از قسم تخیل وساوس نہیں ہے۔ اس لئے کہ

Marfat.com

تخیل وساوس کی تاثیر اور تصرف جسم میں نہیں ہوتا۔ اور اس میں بار بار کی تکرار سے حصول تاکید لزوم اور مبالغہ ہے۔ اس جگہ حضور اکرم ﷺ کے ارشاد "ما انا بقاری" میں ایک بحث ہے کہ امی کا تعلیم وتلقین کے ذریعے کسی کلام کو پڑھنا کیسے بعید وخلاف ہے۔ باوجود یہ کہ حضور اکرم ﷺ فصاحت وبلاغت کے درجہ کمال پر فائز تھے۔ البتہ کسی کتاب یا تحریر کو پڑھنا امیت کے منافی ہے۔ اس لئے یہ کلمہ اس مقام کی ہیبت اور دہشت سے ہی صادر ہوا ہوگا۔ اور حدیث پاک کے شارحین نے اس کلمہ کو امیت پر ہی محمول کیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا "اقرا یا محمد" تو سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں کیا پڑھوں میں نے تو کچھ پڑھا نہیں؟ اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک جنتی حریر کا نامہ نکالا۔ جو موتی اور یاقوت سے مرصع تھا۔ اور کہا پڑھیئے تو حضور نے فرمایا! میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اور مجھے معلوم نہیں کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے؟ پھر جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو اپنی آغوش میں لیا اور خوب بھینچا۔

اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے زمین پر پاؤں مارا اور چشمہ نکالا۔ اس سے وضو کیا۔ جو کلی کرنے ناک میں پانی ڈالنے پھر چہرہ اور دونوں ہاتھ پاؤں دھونے اور سر کا ایک بار مسح کرنے پر مشتمل تھا۔ اس فعل کے ذریعے حضور ﷺ کو وضو سکھانا مقصود تھا۔ غالباً اس قسم کے افعال میں عملی تعلیم قولی تعلیم سے خاص کر زیادہ آسان اور سہل ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے بھی وضو فرمایا پھر حضرت جبرائیل نے ایک چلو پانی لے کر حضور ﷺ کے چہرۂ انور پر چھینٹا دیا۔ اور آگے بڑھ کر دو رکعت نماز پڑھائی۔ حضور ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے مقتدی بنے۔ اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اسی طرح وضو کرنا اور نماز پڑھنا۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان پر چڑھ گئے۔ اور حضور ﷺ نے مکہ مکرمہ کی جانب مراجعت فرمائی۔ اس وقت یہ عالم تھا کہ ہر شجر وحجر کہتا تھا۔ "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ" جب آپ ﷺ ...

Marfat.com

مکرمہ کی جانب مراجعت فرمائی تو آپ ﷺ کا قلبِ مبارک اور کنپٹیوں کے درمیان کا حصہ لرز رہا تھا۔ اوراس طرح خوف اور وحشت کے وقت ہوا کرتا ہے۔ یا جیسے کہ گائے کے ذبح کے وقت ہوتا ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آکر فرمایا! "زملوني زملوني" مجھے کمبل اوڑھاؤ مجھے کمبل اوڑھاؤ۔ انہوں نے آپ ﷺ کے جسمِ اطہر پر کمبل ڈال دیا۔ اور چہرۂ انور پر سرد پانی کے چھینٹے دیئے۔ تاکہ خوف دور ہو۔ آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے سارا حال بیان فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ میں کہیں خطرے میں نہ پھنس جاؤں۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا آپ ﷺ غم نہ کریں اور خوش رہیے کیونکہ اللہ ربّ العزت آپ کو کسی خطرے میں نہ ڈالے گا۔ اور نہ آپ ﷺ کو کسی کے آگے ذلیل اور رسوا ہونے دے گا۔ یقیناً اللہ ربّ العزت آپ ﷺ کے ساتھ اچھائی ہی فرمائے گا۔ کیونکہ آپ ﷺ صلہ رحمی فرماتے ہیں۔ عیال کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ ریاضت ومجاہدہ کرتے ہیں۔ مہمان نوازی فرماتے' بے کسوں اور مجبوروں کی دستگیری کرتے' محتاجوں اور غریبوں کے ساتھ بھلائی فرماتے' لوگوں کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آتے' لوگوں کی سچائی میں ان کی مدد اور ان کی برائی سے حذر فرماتے ہیں۔ یتیموں کو پناہ دیتے' سچ بولتے اور امانتیں ادا فرماتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضورِ اکرم ﷺ نے اپنا حالِ مبارک بیان فرمایا تو حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا خوشی کے مارے مدہوش ہوگئیں۔ اس کے بعد سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس حالت کی تائید وتقویت کی غرض سے حضورِ اکرم ﷺ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل ضعیف العمر تھے۔ اور یہ قریش کے طور وطریق اور جاہلیت کی رسوم سے نکل کر حقیقی دینِ عیسوی اختیار کر کے موحد بن گئے تھے۔ اور ان کو انجیل کا علم خوب آتا تھا۔ اور وہ انجیل سے عربی زبان میں کچھ لکھا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ عبرانی زبان کو بھی جانتے تھے۔ ان سے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے میرے چچا زاد بھائی!

Marfat.com

اپنے بھتیجے کی بات تو سنیے۔ وہ کیا فرماتے ہیں۔

ورقہ بن نوفل نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کیا بات ہے؟ تو حضور ﷺ نے اپنا سارا حال جو گزرا تھا۔ ان سے بیان فرمادیا۔ یہ سن کر ورقہ نے کہا یہ وہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوتا تھا۔ اے محمد ﷺ! آپ ﷺ کو مبارک ہو کہ آپ ﷺ اللہ ربّ العزت کے رسول ہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ وہ نبی ہیں جس کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہے کہ میرے بعد ایک رسول مبعوث ہوگا۔ جس کا نامِ نامی احمد ہے۔ اور قریب ہے کہ آپ کافروں کے ساتھ جہاد و قتال پر مامور ہوں۔ کاش میں اس دن تک زندہ رہتا۔ اور جوان قوی توانا ہوتا۔ جب آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو اس جگہ سے نکالے گی حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا وہ مجھے یہاں سے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا کہ ہاں! آپ جو کچھ لے کر تشریف لائے ہیں اس کی مانند کوئی ایک بھی لے کر کبھی نہیں آیا۔ اس کے باوجود ان سے دشمنی کی گئی۔ اور انہیں ایذائیں پہنچائی گئیں۔

مطلب یہ کہ سنتِ الٰہی اسی طرح جاری ہے کہ کافر لوگ ہمیشہ انبیاء کرام کے دشمن رہے ہیں۔ اور کوئی نبی ایسا نہ آیا جس کی کافروں نے دشمنی نہ کی ہو۔ اگر میں نے آپ کا وہ دن پایا تو میں آپ ﷺ کی پوری پوری نصرت و تائید کروں گا۔ پھر کچھ عرصہ بعد ورقہ بن نوفل نے وفات پائی۔ اور ظہورِ دعوت کا زمانہ انہوں نے نہ پایا۔ لیکن وہ حضور ﷺ پر ایمان لانے والوں اور آپ ﷺ کی تصدیق کرنے والوں میں سے ہیں اور ایسے اور بہت سے حضرات ہیں جو حضور ﷺ کی صورتِ عنصری کے ظہورِ وجود سے پہلے ہی آپ ﷺ پر ایمان لائے ہوئے تھے۔ جیسے حبیب نجار وغیرہ۔ اب ہم انہیں صحابی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ تو ظاہر ہے کہ صحابی کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ "من رای النبی ﷺ مومناً"۔ جس نے حضور ﷺ کو ایمان کے ساتھ دیکھا تو یہ ان پر صادق [illegible]

Marfat.com

ظہورِ دعوت شرط نہیں لگائی گئی۔

مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے کہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ورقہ بن نوفل کے انتقال کے بعد ان کا حال دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں ان کو دیکھا ہے وہ سفید لباس پہنے ہوئے ہیں اور سفید لباس ایمان کی نشانی ہوتی ہے۔

روضۃ الاحباب میں ایک حدیث مروی ہے کہ فرمایا میں نے قیس کو جنت میں دیکھا ہے۔ ان کے جسم پر سبز لباس ہے۔ اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کی ہے۔ اور قیس سے مراد ورقہ ہیں قس اور قیس نصاریٰ کے علمی، دانشمندوں اور ان کے دینی پیشواؤں کو کہتے ہیں۔ اور مواہب اللدنیہ میں کہا گیا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ اور ابن منذر نے ان کو صحابہ کرام میں شمار کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ اسلام پر لبیک کہنے والے

سیر وتوارخ کے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "قُمْ فَاَنْذِرْ" کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ اور "بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ" سے تبلیغ کا حکم دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ کے لیے تیار ہو گئے۔ اور لوگوں کو دعوتِ اسلام دینے میں مصروف ہو گئے۔ لہٰذا جس ہستی نے سب سے پہلے اسلام کی دعوت کو قبول کرنے کا شرف حاصل کیا اور ہدایت کی قینچی سے گمراہی کے پردوں کو کاٹا اپنے جسم پر سب سے پہلے ایمان کی خلعت کو پہنا۔ اور اپنے سر پر عرفان کا تاج پہنا وہ حضرت سیّدتنا خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب واضح دلائل وبراہین سے یقین ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیغمبر برحق ہیں۔ تو سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیّدتنا خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دعوتِ اسلام دی اور اللہ رب العزت کی طرف رہنمائی فرمائی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بلاتوقف دینِ اسلام قبول

Marfat.com

فرمایا۔ اور سبقت لے جانے والوں میں سے آپ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

پھر ان کے بعد اور سابق الایمان سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسی مذہب پر سیّدنا ابنِ عباس حسان بن ثابت، اسماء بنتِ ابوبکر، نخعی وغیرہ، تابعین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دیگر علماء اسلام ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ ایمان لائے۔ کیونکہ وہ آغوشِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں تربیت پا رہے تھے۔ اور اس وقت وہ بچے تھے۔ اسی لئے انہوں نے فرمایا کہ میں نے اسلام کی طرف اس وقت سبقت کی جبکہ میں بچہ تھا۔ اور بالغ نہ ہوا تھا۔ اور اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک بھی تقریباً دس سال تھی۔ جیسا کہ طبری نے بیان کیا ہے ابوعمرو بن عبدالبر نے کہا ہے کہ وہ حضرات جو اس طرف گئے ہیں کہ سب سے پہلے جو ایمان لائے تھے۔ سلمان، ابوذر، مقداد، خباب، جابر، ابوسعید خدری اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہی قول ابنِ شہاب اور قتادہ وغیرہ کا ہے۔ اور بعض لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت ورقہ بن نوفل ایمان لائے۔ جبکہ شیخ ابن الصلاح فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ محتاط اور موزوں تر یہ ہے کہ آزاد مردوں میں حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، بچوں اور نوعمروں میں حضرت سیّدنا علی بن ابی طالب شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ، عورتوں میں حضرت سیّدتنا خدیجہ رضی اللہ عنہا اور موالی میں زید بن حارثہ اور غلاموں میں حضرت سیّدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہم ہیں۔ (واللہ اعلم)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حبشہ کی جانب ہجرت

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کفار کا ظلم وستم حد سے بڑھ گیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حبشہ ہجرت کرنے کا حکم فرمایا۔ کیونکہ اس وقت وہ جگہ امن و امان میں تھی۔ یہ ہجرت ماہِ رجب المرجب نبوت کے پانچویں سال میں ہوئی تھی۔ اس میں گیارہ مرد [illegible]

ایک قول کے مطابق بارہ مرد اور چار عورتیں تھی۔ اور ایک قول کے مطابق پانچ عورتیں پوشیدہ طور پر ہجرت کر گئے تھے۔ اور بعض اہل وعیال کے ساتھ اور بعض نے بغیر اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ یہ لوگ سمندر کے کنارہ تک پیدل گئے تھے۔ پھر وہاں سے کشتی میں بیٹھ کر حبشہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ حق تعالیٰ نے ان سب کو حبشہ میں نجاشی کے زیرِ سایہ پہنچا دیا۔ ان دنوں نجاشی حبشہ کا بادشاہ تھا۔ اس نجاشی کا نام اصحمہ تھا۔ عالمِ اسلام میں جس نے سب سے پہلے اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت فرمائی۔ وہ حضرت سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ حضرت سیّدتنا رقیہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔ جب سلامتی کے ساتھ پہنچنے کی اطلاع ملنے میں تاخیر ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فکر دامن گیر ہوئی پھر ایک عورت نے آ کر خبر دی کہ میں نے حضرت سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اپنی زوجہ کے ساتھ ایک دراز گوش پر سوار جاتے دیکھا ہے۔ اس پر حضورِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ حضرت سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جس نے اللہ ربّ العزت کے نبی حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اپنی زوجہ کے ساتھ ہجرت فرمائی بعد میں دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حبشہ پہنچ گئے۔ نجاشی کے زیرِ سایہ اور بحفاظت رہنے لگے۔

نزولِ سورہ "وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى"

مہاجرین کے روانہ ہونے کے بعد سورۂ کریم والنجم نازل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے اجتماع میں اسے مسجدِ حرام میں شروع فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیات کے درمیان توقف فرما کر پڑھ رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت پر پہنچے "اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى o وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى o (النجم:۱۹، ۲۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توقف فرمایا اور شیطان کو اس دوران میں موقع مل گیا اور چند کلمات ملا دیئے۔ اور مشرکین کے کانوں میں

Marfat.com

اس طرح پہنچائے۔ "تلك العزى تتوق العلى وان شفاعتهن لترتجى [illegible]
سادات اور بزرگ ہیں۔ اور یقیناً ان کی سفارش کی امید کی جاتی ہے۔ جب الفاظ [illegible]
سنا تو انہوں نے خیال کیا کہ یہ کلمات بھی قرآنی آیات میں سے ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ
نے انہیں اپنی زبانِ مبارک سے ادا فرمایا ہے۔ اس وجہ سے بہت خوش ہوئے۔ اور جب
سرکارِ دوعالم نے سورہ شریف کو ختم کیا۔ اور حکم کے مطابق آپ ﷺ نے سجدہ ادا فرمایا۔
دوستوں نے اپنی پسند سے اور مشرکینِ مکہ نے شیطان نابکار کے شبہ کی بنا پر ان کے ساتھ
موافقت کی۔ اس وقت مسجدِ حرام میں کوئی شخص ایسا نہ تھا۔ جس نے سجدہ نہ کیا ہو۔ بجز بقول
مشہور امیہ بن خلف جمحی کے اس نے اپنے سر پر خاک ڈالی۔ اور اپنا چہرہ پیٹ ڈالا۔ اور کہنے
لگا بس اتنا ہی کافی ہے۔ پھر مشرکین کہنے لگے۔ محمد ﷺ نے ہمارے بتوں کو سجدہ
کیا ہے۔ ان کی تعریف اور ان کی شفاعت کا اثبات کیا ہے۔ ہم بھی ان کے ساتھ اتفاق
اعتقاد رکھتے ہیں۔ ہم ان کو خالق، رازق، جلانے والا اور مارنے والا نہیں جانتے۔ اللہ اب جب
حضور ﷺ نے ہمارے ساتھ نظریاتی اتفاق کر لیا ہے تو ہم آپ ﷺ سے صلح کرتے
ہیں۔ اور یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح گوشہ گوشہ میں پھیل گئی۔ اور شیطان لعین نے بھی
اسے خوب پھیلایا۔ جب حبشہ کے مہاجرین کو یہ خبر پہنچی تو وہ اپنے وطن کی طرف واپس لوٹ
پڑے۔ اس واقعہ نے حضور ﷺ کو حزن وملال میں ڈال دیا تو اللہ رب العزت نے اپنے
حبیب ﷺ کی تسلی کی خاطر یہ آیت نازل فرمائی۔ "وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ
وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ
يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ (الحج:۵۲) یعنی اے محبوب آپ ﷺ سے پہلے جتنے
بھی نبی و رسول ہم نے بھیجے جب وہ تلاوت کرتے تو شیطان [illegible]
اندازی کی ہے۔ تو ہم شیطان کی دخل اندازی منسوخ کر کے اپنی آیات [illegible]
اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

Marfat.com

لٰہذا جب یہ آیت کافروں کے کانوں تک پہنچی تو وہ کہنے لگے کہ محمد ﷺ! نے ہمارے معبودوں کی قدر ومنزلت کے بارے میں جو کہا تھا اب وہ اس سے پشیمان ہو گئے ہیں تو ہم بھی ان سے صلح کا ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ قصہ باطل ہے۔ جسے زندیقوں نے گھڑا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ زبعری کی افتراءات سے ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے۔ کہ زبانِ حق ترجمان صاحب ''(وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ○ (النجم: ۳،۴) یعنی وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے بلکہ وہی کلام فرماتے ہیں جو وحی کی جائے۔)'' سے بتوں کی تعریف ہو جائے۔

ابو طالب کی وفات

نبوت کے دسویں سال ابوطالب نے وفات پائی مواہب اللدنیہ میں ہے کہ جب حضور ﷺ کی عمر شریف کے انچاس سال آٹھ ماہ اور گیارہ دن گزرے تو رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب نے وفات پائی۔ بعض کہتے ہیں کہ سن دس نبوی کے نصف ماہِ شوال ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہجرت سے تین سال پہلے۔ اور اس وقت ابو طالب کی عمر ستاسی 87 سال تھی۔

منقول ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ ان کی موت کے وقت فرما رہے تھے کہ اے چچا! لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دیجئے۔ میں روزِ قیامت آپ کو اس کلمہ شریف کی بدولت شفاعت کر کے چھڑا لوں گا۔ جب ابو طالب نے رسول اللہ ﷺ کی اس کلمہ کے کہلانے میں بڑی خواہش دیکھی تو کہنے لگے کہ اے میرے بھتیجے کہ اگر مجھے قریش کا یہ ڈر نہ ہوتا کہ وہ میرے بارے میں یہ کہیں گے کہ یہ کلمہ موت کی بے صبری کے خوف کی بنا پر کہہ دیا ہے تو میں یہ کہہ کر آپ ﷺ کی آنکھوں کو ضرور ٹھنڈی کر دیتا۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ آپ ﷺ کو میرے بعد طعنہ دیں گے اور کہیں گے کہ تمہارے چچا نے موت

Marfat.com

کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا ہے تو ضرور کہہ دیتا۔

اس کے بعد قریش نے واویلا کرنا شروع کر دیا اور کہا کہ اے ابو طالب! کیا تم اپنے باپ دادا کی ملت اور اپنے بزرگوں، عبدالمطلب، ہاشم اور عبد مناف کے دین سے برگشتہ ہو رہے ہو؟ ابو طالب نے کہا نہیں میں اپنے بزرگوں کی ملت پہ ہوں اور وفات پا گئے۔

مروی ہے کہ ابو طالب نے بنی عبدالمطلب کو اپنی موت کے وقت بلایا اور وصیت کی کہ تم سب سے ہمیشہ نیکی اور بھلائی پر قائم رہنا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنو تو ان کی پیروی کرنا اور ان کی نصرت و امانت کرتے رہنا تا کہ تم فلاح پاؤ۔

مواہب اللدنیہ میں ہشام بن سائب سے منقول ہے کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے قریش کے جوانوں اور ان کے بڑوں کو اپنے پاس بلایا اور ان کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ اے گروہِ قریش! اللہ رب العزت نے تمہیں اپنی مخلوق میں بزرگی دی۔ میں تم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔ اس لئے کہ وہ قریش میں امین اور عرب میں صدیق یعنی سچے ہیں اور ان میں ہر حسن و خوبی جمع ہے۔ میں ان کے بارے میں تم کو وصیت کرتا ہوں بلاشبہ وہ ایسی بات لائے جس کو ہر دل تو مانتا ہے مگر زبانیں ملامت کے خوف سے انکار کر رہی ہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں گویا دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے فقیروں، درویشوں، بادیہ نشینوں اور کمزور ناتواں لوگوں کو کہ سب ان کی دعوت قبول کرتے ان کے کلمے کی تصدیق کرتے اور ان کو اپنا بزرگ اور رہنما جانتے ہیں پھر قریش اور ان کے بڑوں کے سر جھک گئے ہیں اور ان کے مکانات ویران ہو گئے ہیں ان کے کمزور صاحبِ ثروت اور عظیم تر بن گئے ہیں اور جو ان میں بزرگ اور بڑے تھے وہ ان میں ذلیل و خوار ہو گئے ہیں اور جو ان سے بہت دور تھے ان کے نزدیک نصیبہ ور اور بہرہ مند ہو گئے ہیں۔ بلاشبہ انہوں نے عرب کو خالص بنا رکھا ہے اور ان کی

Marfat.com

محبت ان کے دلوں میں رچا بسا دی ہے وہ سب ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کر رہے ہیں۔ (یہ سب واقعات آئندہ رونما ہونے والے ہیں)

تو اے قریش! تم ان سے محبت کرنے والے اور نصرت وحمایت کرنے والے بن جاؤ۔ خدا کی قسم جو بھی ان کی فرمانبرداری کی راہ اختیار کرے گا یقیناً وہ ہدایت یافتہ اور کامیاب ہوگا اور کوئی نیک بخت ان کی سیرت اور خصلت کا انکار نہ کرے گا اگر میں کچھ عرصہ اور زندہ رہا اور اگر میری اجل میں کچھ تاخیر ہے تو یقیناً میں ان کی حفاظت اور امداد ہی کرتا رہوں گا ہر حادثہ اور برائی کو ان سے دور رکھوں گا۔ یہ وصیت کی اور اس جہاں سے رخصت ہوگئے۔

بجز اس روایت کے جو ابنِ اسحاق سے مروی ہے کہ وہ وفات کے وقت اسلام لائے اور کہا کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف نظر کی دیکھا کہ وہ اپنے لبوں کو جنبش دے رہے ہیں تو انہوں نے اپنے کان قریب کئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہوں نے کہا کہ اے میرے بھتیجے خدا کی قسم بلاشبہ میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھا جس کے پڑھنے کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں فرما رہے ہیں اور ایک روایت میں یہ بھی آرہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میں نے سنا ہے اس کے باوجود صحیح حدیث میں ان کے کفر پر اس سے استدلال اور اثبات کیا جارہا ہے کہ ان کا آخری کلام ”علی ملة عبدالمطلب“ ہے اور انہوں نے لا الٰہ الا اللہ نہیں کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یقیناً میں اس وقت تک تمہاری مغفرت مانگتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع کر دیا جائے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ”مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى یعنی نبی اور ایمانداروں کو زیبا نہیں ہے کہ مشرکوں کے لیے استغفار کریں اگرچہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

مروی ہے کہ ابو طالب کے بارے میں نازل ہوا کہ ”اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ

Marfat.com

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ یعنی بے شک آپ ﷺ جسے بہت زیادہ چاہتے ہیں ہدایت پر نہیں لا سکتے لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے۔ روضۃ الاحباب میں بھی ابوطالب کے حالتِ کفر پر مرنے کے بارے میں خبریں مذکور ہیں۔ نیز منقول ہے کہ امیر المومنین حضرت سیّدنا علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا۔ "ان عمك الشيخ الضال قدمات" بے شک آپ ﷺ کے بوڑھے گمراہ چچا کی وفات ہو گئی ہے تو حضور ﷺ نے رو کر فرمایا کہ انہیں غسل دو اور ان کی تجہیز و تکفین کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ حالتِ شرک میں مرے ہیں۔ "فرمایا" جاؤ انہیں زمین میں ڈھانپ دو اور یہ بھی فرمایا! "غفر الله له ورحمه" اللہ انہیں بخشے اور رحمت فرمائے۔ نیز منقول ہے کہ سیّدِ عالم ﷺ ابو طالب کے جنازے کے ہمراہ تشریف لے گئے اور فرمایا اے میرے چچا! تم نے صلہ رحمی کا حق ادا کر دیا اور میرے حق میں تم نے کوئی کمی اور کوتاہی ہی نہ کی۔ اللہ ربّ العزت تمہیں اس کی جزائے خیر دے۔

حضور ﷺ سے حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

بعثت کے دسویں سال ہی ماہِ شوال میں خویلد بنتِ حکیم بن عثمان بن مظعون کی صواب دید اور توسط سے آنحضرت ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح منعقد ہوا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کی وجہ سے سلطان کن فکاں ﷺ کے خان و مان میں خرابی پیدا ہوئی کہ

سامان خان و مان ہمہ از کد خدائی است

حضرت خویلد اس حالت کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دنیا سے رخصت ہو چکی ہیں۔ گھر کا انتظام بغیر موافق ساتھی کے [illegible]

دل کی تسکین اور گھریلو مہمات کی کفایت کر سکے حاصل نہیں ہوتا۔ اگر آپ ﷺ پسند فرمائیں تو آپ ﷺ کے لیے کسی شریف عورت کا رشتہ طلب کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! خویلد! عورتوں میں سے وہ کونسی عورت ہے جو اس کام کی لیاقت اور ہمارے ساتھ مناسبت رکھتی ہو۔ خویلد نے کہا اگر دوشیزہ پسند کریں تو وہ بھی ہے اور اگر ثیب چاہیں تو وہ بھی ہے فرمایا کون ہے خویلد نے کہا کہ دوشیزہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے دوست حضرت ابوبکر صدیق کی بیٹی ثیب سودہ بنتِ زمعہ جو آپ ﷺ پر ایمان لا چکی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دونوں کا رشتہ میرے لئے مانگ۔ خویلد پہلے حضرت ابوبکر صدیق کے گھر آئیں۔ آنحضرت ﷺ کی طرف سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی خواستگاری کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو شبہ ہوا کہ میں نے تو آنحضرت ﷺ سے عقدِ اخوّت باندھا ہے۔ کیا بھائی کی لڑکی کی بھائی سے شادی ہو سکتی ہے۔ خویلد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور مسئلہ پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ واپس جا کر انہیں کہو کہ میرے اور آپ رضی اللہ عنہ کے درمیان اخوّت اسلامی ہے۔ نسبی اور رضاعی نہیں جو کہ تمہاری بیٹی کی حرمت کا موجب ہو۔ خویلد نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر اطلاع دی اور ان کو مطمئن کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل کو پھر ایک اندیشہ نے آ پکڑا کہ مطعم بن عدی نے اپنے بیٹے کے لیے عائشہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ مانگا ہوا ہے اور انہوں نے قبول کر لیا ہے۔ اس کے ساتھ وعدہ تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کبھی وعدہ خلافی نہ کی تھی۔ اس وجہ سے خویلد کو کہا کہ تو اسی جگہ ٹھہر اور خود مطعم کے گھر گئے۔ مطعم کی بیوی نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دور سے دیکھا تو کہا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! کیا تو اس بات کی امید رکھتا ہے کہ ہمارے لڑکے کو ہمارے دین سے پھیر دے گا اور اسے مسلمان کرے گا اسے اپنی لڑکی دے گا یہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مطعم سے پوچھا کیا تو بھی اسی طرح کہتا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے غنیمت جانا اور وہاں سے گھر واپس آئے اور خویلد سے کہا کہ حضور ﷺ سے عرض

Marfat.com

کرو کہ وہ تشریف لے آئیں۔ خویلد آئیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ اس روز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی سن ہجری کے پہلے سال ہوئی۔

معراج شریف

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ○ (الاسراء:۱)

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ خاص کو رات کے تھوڑے سے عرصے میں مسجد حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی۔ وہ جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھیں تا کہ دکھائیں ہم انہیں اپنی نشانیاں بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

اسریٰ کا معنی ہے لے جانا۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے مسجدِ اقصیٰ تک لے جایا گیا۔ اس کا منکر کافر ہے کیونکہ یہ اللہ ربّ العزت کی کتاب سے ثابت ہے پھر مسجدِ اقصیٰ سے آسمان تک لے جانے کو معراج کہتے ہیں اور یہ احادیثِ مشہورہ سے ثابت ہے۔ اس کا منکر مبتدع، فاسق اور مخذول ہے۔ دیگر جزئیات وغریب احوال کا ثبوت احادیث سے ہے۔ جس کا منکر جاہل اور محروم ہے۔

معراج جسمانی تھی یا روحانی

مذہب صحیح یہی ہے کہ وجودِ اسریٰ ومعراج سب کچھ بحالت بیداری اور جسم کے ساتھ تھا۔ صحابہ کرام، تابعین اور اتباع کے مشاہیر علماء اور ان کے بعد محدثین، فقہا اور متکلمین کا مذہب اسی پر ہے۔ اس پر احادیثِ صحیحہ اور اخبارِ صریحہ متواتر ہیں۔ نصوص اسی پر ہیں کہ

Marfat.com

معراج خواب میں روح کے ساتھ تھی۔ اس کی جمع اور تطبیق اس طرح کی جاتی ہے کہ یہ واقعہ متعدد بار ہوا۔ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں اور کچھ مرتبہ مدینہ منورہ میں اس کے باوجود اس پر سب متفق ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی رؤیا یعنی خواب وحی ہیں۔ جس میں کسی شک وشبہ کو دخل نہیں ہے اور خواب میں ان کے دل بیدار ہیں اور ان کی آنکھیں پوشیدہ اس طرح پر کہ جیسے حضور ومراقبہ کے وقت آنکھیں پوشیدہ ہوتی ہیں تا کہ محسوسات میں سے کوئی چیز مشغول نہ کردے۔

بعض عارفین کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی اس رات اور معاریج بہت تھیں اور بعض نے چونتیس تک کہا ہے۔ جن میں سے ایک تو بچشمِ سر بیداری تھی۔ باقی خواب میں روحانی تھیں (واللہ اعلم) ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ اسرٰی مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک بیداری میں تھی اور وہاں سے معراج آسمانوں تک خواب میں روحانی تھی اور وہ اسی آیتِ کریمہ سے دلیل لیتے ہیں کہ اس میں مسجدِ اقصیٰ کو اسراء کی غایت ٹھہرایا ہے۔ اگر اسراء جسمانی مسجدِ اقصیٰ سے آگے ہوتی تو ذکر فرمایا جاتا یہ ذکر فرمانا رسول اللہ ﷺ کی بزرگی ومدح میں اور اللہ ربّ العزت کی قدرت کی تعظیم وتعجب میں زیادہ بلیغ تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آیتِ کریمہ میں مسجدِ اقصیٰ کے ذکر کی تخصیص، وقوع خلاف ونزع اور اس میں قریش کے انکار کی بنا پر ہے اور حضور ﷺ سے منکرینِ قریش کا اس کی علامتوں اور نشانیوں کو دریافت کرنے کی وجہ سے اس کا ذکر ہے اس بارے میں احادیثِ مشہورہ اور اخبارِ صحیحہ بکثرت وارد ہیں بلکہ آیات قرآنیہ بھی ہیں چنانچہ سورہ "والنجم" میں واقع ہے اگرچہ سورہ نجم میں جو کچھ واقع ہوا ہے اسے جرائیل علیہ السلام کی رؤیت اور ان کے نزدیک ہونے پر کچھ حضرات محمول کرتے ہیں لیکن تحقیق یہی ہے کہ یہ قصہ معراج شریف پر محمول ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا یہ اشارہ کہ "لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا" (تاکہ ہم دکھائیں انہیں اپنی نشانیاں) معراج کے ساتھ ہے۔ مطلب یہ

Marfat.com

کہ مسجدِ اقصیٰ لے جایا گیا۔ یہاں تک کہ وہاں سے آسمانوں پر لے جا کر نشانیوں کو دکھایا گیا۔ اس لئے کہ نشانیوں کا دکھانا اور غایت کرامات اور معجزات کا ظاہر فرمانا آسمانوں میں تھا اور مسجدِ اقصیٰ میں جو کچھ واقع ہوا اس پر انحصار نہ تھا اور مسجدِ اقصیٰ لے جانا وہ اس معراج کا مبدء تھا۔ اسی بنا پر مسجدِ اقصیٰ کا ذکر فرمایا اور واقعہ اگر خواب میں ہوتا تو کفار اسے مستبعد نہ جانتے اور ضعفائے مؤمنین فتنہ میں نہ پڑتے۔ نیز خواب میں واقعات وقضایا کے وقوع پذیر ہونے کو خارج میں حصر واحصاء غیر متعارف ہے۔ نیز صیغہ ''اسرٰی'' کا اطلاق خواب پر نہیں کرتے اور جب اسرٰی بیداری میں ہوا تو معراج جو کہ اس کے بعد واقع ہوا بیداری ہی میں ہوگا۔ اس کے بعد خواب میں معراج ہونے پر کوئی دلیل باقی نہیں رہ جاتی جو لوگ وقوع معراج کو خواب میں ہونے کے قائل ہیں ان کی شبہات کی موجب چند چیزیں ہیں ایک تو حق تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ ''وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ'' (الاسراء: ۶۰) یعنی نہیں بنایا ہم نے اس خواب کو جو آپ ﷺ کو دکھایا مگر لوگوں کے امتحان کے لیے اس آیتِ کریمہ کو بعض مفسرین قضیۂ معراج پر محمول کرتے ہیں کیونکہ ''رؤیا'' نیند میں خواب دیکھنے کو کہتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ''رؤیا'' یا تو قضیۂ حدیبیہ کے رؤیا پر یا واقعہ بدر کے رؤیا پر محمول ہے اور اہلِ علم رؤیت بصری کے معنی میں بھی رؤیا استعمال کرتے ہیں اور وہ ''متنبی'' شاعر کے اس قول سے استناد کرتے ہیں۔ ''ورؤياك احلافي العيون من الغمض'' اور بعض اہلِ علم فرماتے ہیں کہ معراج چونکہ رات کے وقت نازل ہوئی۔ اس بنا پر اس کا نام رؤیا رکھا اور یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ فرمایا ''فاستيقظت'' (تو میں بیدار ہوگیا) اس میں بھی دلیل ہے کہ اسرٰی ومعراج نیند میں نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ احتمال رکھتا ہے کہ یہ اس نیند سے بیداری مراد ہے۔ جو فرشتے کے حاضر ہونے سے پہلے تھی۔ مطلب یہ کہ حضور ﷺ خواب میں تھے کہ فرشتے نے حاضر ہو کر بیدار کیا اور براق پر سوار کیا اور لے گئے اور اگر بیداری سے مراد قضیہ معراج مکمل ہونے کے بعد کی نیند ہے جیسا کہ واقع ہوا۔

Marfat.com

"ثم استیقظت وانا فی المسجدالحرام" (پھر میں بیدار ہوا تو مسجدِ حرام میں تھا) تو ممکن ہے کہ "استیقظت" بمعنی "اصبحت" یعنی میں نے صبح کی ہے یا یہ بیداری اس دوسری نیند سے ہے۔ جو بیت الحرام آنے کے بعد واقع ہوئی اور "اسریٰ" تمام شب کی نہ تھی بلکہ رات کے مختصر حصے کی تھی۔ بعض محققین کہتے کہ "استیقاظ" سے مراد افاقہ' ہوشیاری اور اس حال سے اپنے حال پر آنا ہے چونکہ جس وقت حضور ﷺ نے ملکوتِ وسموات وارض کے عجائب وغرائب کا مشاہدہ فرمایا اور ملاء اعلی اور جو کچھ اللہ ربّ العزت کی بڑی بڑی نشانیوں اور اسرار نامتناہی کا مطالعہ ومشاہدہ فرمایا تو آپ ﷺ کی حالت سخت ہوگئی تھی اور آپ ﷺ کا باطن نیند کی حالت کے مشابہہ ہوگیا تھا اہلِ علم فرماتے ہیں کہ مشاہدہ ملکوت اگرچہ بیداری میں ہے مگر وہ ایک قسم کی عام محسوسات سے غیوبت ہے۔ اسی کو وہ بین النوم والیقظہ یعنی نیند اور بیداری کی درمیانی حالت سے تعبیر کرتے ہیں۔ درحقیقت وہ حالت بیداری میں ہے لیکن غیبت کے عارض ہونے کے سبب اور اس کے زائل ہونے کی وجہ سے کبھی کبھی اسے نیند سے تعبیر کردیتے ہیں اور ایک روایت میں ہے "وانا بین النائم والیقظان" (میں سونے اور جاگنے والے کی حالت کے مابین تھا) بھی آیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نوم سے مراد سونے کی مانند کروٹ سے لیٹنا ہے اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ "بین انا نائم" فی البحر وربما قال مضطجع" (حجراسود کے قریب میں سونے کے قریب تھا اور بعض نے روایت کیا میں کروٹ سے لیٹا تھا۔) باوجود اس کے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس حال کا مشاہدہ نہ کیا اور نہ حضور ﷺ سے سنا کیونکہ قصہ معراج شریف ہجرتِ مدینہ شریف سے پہلے کا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بعدِ ہجرت بارگاہ نبوت ﷺ میں حاضر ہوئے اور اس وقت بھی وہ سات آٹھ سال کے بچے تھے جیسا کہ اہلِ علم تصریح کرتے ہیں اور یہی حال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا ہے کہ کہا "مافقد جسد محمد" (حضور ﷺ کا جسمِ اطہر بسترِ مبارک سے گم نہ ہوا) یہ ان لوگوں کے دلائل ہیں جو کہتے ہیں

Marfat.com

کہ "اسریٰ" خواب میں ہوئی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان دنوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ تھیں اور نہ ضبط وحفظ کی عمر ہی تھی بلکہ ممکن ہے کہ پیدا ہی نہ ہوئی ہوں۔

اس قول کے بموجب جو کہتے ہیں کہ اوّل اسلام میں بعثت سے ایک یا ڈیڑھ سال بعد "اسریٰ" ہوئی۔ (واللہ اعلم) مقصود یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ان دوسری احادیث پر راجح نہیں ہے جو بطریقِ مشاہدہ حدیث روایت کرتے ہیں اور حدیثِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں واقع ہوا ہے کہ "ما فقد جسد محمد" (حضور کا جسمِ اطہر گم نہ ہوا) اس سے استدلال بے شبہ خطا ہے اور وہ جو آیا ہے کہ "ما کذب الفؤاد مارای" (دل نے نہیں جھٹلایا جو آنکھ نے دیکھا) لہٰذا یہ خواب پر دلالت نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ مراد یہ ہے کہ دل نے آنکھ کو غیر حقیقت کا وہم نہیں ڈالا بلکہ اس کی رؤیت کی تصدیق کی اور جس چیز کو آنکھ نے دیکھا اور دل نے اس کا انکار نہ کیا بدلیل "مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی" (نہ آنکھ جھکی نہ بے راہ ہوئی۔) اب رہا فلسفیوں کے اباطیل زخرفات سے تمسک واستدلال کرنا کہ "طبعی طور پر جسم ثقیل بلندی کی جانب نہیں جاسکتا اور آسمان میں خرق والتیام (پھٹنا اور ملنا) جائز نہیں ہے"۔ وغیرہ وغیرہ لہٰذا یہ باتیں طریقہ اسلام میں باطل اور لغو ہیں۔

دیدارِ الٰہی

تحریر کو مختصر کرتے ہوئے جب سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ ربّ العزت کی بڑی بڑی نشانیوں کو ملاحظہ کر چکے تو اب قرب واختصاص میں باز یابی اور حضوری کا وقت آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخر تک پہنچے اور تمام سے انقطاعِ تام ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل تنہا رہ گئے۔ کوئی انسان بلکہ مخلوق میں سے کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ رہا۔ ہنوز ستر نورانی حجاب ایسے ہیں کہ ایک حجاب دوسرے حجاب کے ہم مثل نہ تھا۔ روایت میں آیا ہے کہ ہر حجاب کی تہہ (موٹائی) پانچ سو برس کی مسافت کے برابر تھی۔ ابھی ان کا طے کرنا باقی تھا

Marfat.com

چنانچہ آپ ﷺ نے ان تمام کو اللہ ربّ العزت کی امداد واعانت سے قطع فرمایا۔ اس وقت خاص قسم کی ہیبت ودہشت اور حیرت اللہ ربّ العزت کی جلالت وعظمت پیش آئی۔ منادی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز میں ندادی کہ ''قف یا محمد فان ربك یصلی '' (اے حبیب ﷺ ٹھہریئے کہ آپ ﷺ کا ربّ صلوٰۃ بھیجتا ہے) آپ ﷺ متفکر ہوئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز کہاں سے آئی اور آپ ﷺ کو اس آواز سے ایک انس معلوم ہوا اور اس دہشت سے باہر نکلے جو در پیش تھی پھر اللہ ربّ العزت سے ایک ندا آئی۔ ''ادن یاخیر البریة ادن یا احمد ادن یا محمد'' (اے ساری مخلوق سے افضل قریب ہو جایئے۔ اے احمد ﷺ قریب ہو جایئے۔ اے محمد ﷺ قریب ہو جایئے۔) پھر میرے ربّ نے مجھے اپنے سے اتنا قریب فرمایا اور میں اتنا نزدیک ہوگیا پھر جیسا کہ خود فرمایا ''ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی ۝ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ '' (النجم: ۹،۸) (پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوہ اور محبوب ﷺ میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم) پھر میرے ربّ نے مجھ سے کچھ دریافت فرمایا تو مجھ میں اتنی تاب نہ تھی کہ جواب دے سکتا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان بے کیف وحد بڑھایا۔ میں نے اس کی ٹھنڈک کو اپنے سینہ گنجینہ میں محسوس کیا۔ اس وقت مجھے تمام اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا اور طرح طرح کے علوم عطا فرمائے۔

اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ
نور باری حجاب میں ہے

جن میں سے ایک علم ایسا تھا جس کے ظاہر نہ کرنے کا مجھ سے عہد لیا گیا کہ اسے کسی سے نہ کہوں اور ہر کوئی اس کے برداشت کی طاقت بھی نہیں رکھتا بجز میرے اور ایک علم ایسا جس کے ظاہر کرنے اور چھپانے کا مجھے اختیار دیا گیا اور ایک علم ایسا تھا جس کا اپنی امت

Marfat.com

کے ہر خاص و عام کو تعلیم کرنے کا حکم دیا گیا۔

پھر حضورِ اکرم ﷺ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ اے میرے رب تیرے حضور حاضری کے وقت میں متوحش ہو گیا تھا۔ اچانک میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مشابہ آواز کو سنا کہ "قف یا محمد فان ربك يصلي" (اے محمد ﷺ ٹھہریئے تمہارا ربّ صلوٰۃ بھیجتا ہے) میں اس سے متعجب ہوں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس جگہ کہاں سے آئے اور یہ کہ پروردگار نماز گزارنے سے بے نیاز ہے تو حکمِ الٰہی ہوا کہ میں دوسروں کے لیے نماز گزارنے سے بے نیاز ہوں اور میں فرماتا ہوں "سبحانی سبقت رحمتی علی غضبی" (پاکی ہے مجھے میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔) اے محمد ﷺ! اس آیت کو پڑھیے "هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا" (الاحزاب:۴۳) (خدا وہ ہے جو تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے تا کہ تمہیں اندھیروں سے نور کی طرف لائے اور وہ مسلمانوں کے ساتھ رحیم ہے) تو میری صلوٰۃ تم پر اور تمہاری امت پر رحمت ہے۔ اب رہا میرا تمہارے رفیق کی آواز سنانا تو یہ انسیت کے لیے ہے تا کہ تم انس گیر ہو کر اس پر ہیبت مقام میں اپنے حال پر آسکو۔ اے محمد ﷺ! جب ہم نے چاہا کہ تمہارے بھائی موسیٰ علیہ السلام سے ہمکلام ہوں تو ان پر ایک عظیم ہیبت طاری ہو گئی تھی۔ اس وقت میں نے ان سے پوچھا "وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسٰى" (اے موسیٰ! وہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟) تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا کے ذکر سے انسیت ہوئی اور اپنے حال پر واپس آگئے۔ اسی طرح اے محمد ﷺ! تمہارے لئے چاہا کہ انس یا سکو تو تمہارے لئے تمہارے رفیق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز پیدا فرمائی کہ تم [illegible] ایک ہی طینت پر پیدا فرمائے گئے وہ تمہارا انیس دنیا و آخرت میں ہے لہذا میں نے [illegible] ان کی صورت پر پیدا فرمایا کہ وہ ان سے مشابہہ آواز میں ندا کرے تا کہ تم [illegible]

اور ہیبت سے وہ چیز تمہیں لاحق نہ ہو جو تمہاری فہم کو اس سے باز رکھے۔ جسے میں نے تمہارے لئے چاہا ہے۔ اس کے بعد اللہ ربّ العزت نے دریافت فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام کی وہ حاجت جس کے بارے میں تم سے عرض کیا تھا وہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ! اسے تو خوب جانتا ہے تو فرمانِ باری ہوا کہ میں نے اس کی حاجت قبول فرمائی لیکن ان لوگوں کے حق میں جو اے محبوب ﷺ! تمہیں چاہتے۔ دوست رکھتے اور تمہاری صحبت میں رہتے ہیں پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بعد میرے لئے سبز رنگ کی رفرف بچھائی گئی۔ جس کا نور آفتاب کے نور پر غالب تھا۔ اس سے میری آنکھوں کا نور چمکنے لگا پھر مجھے اس رف رف پر بٹھایا گیا۔ وہ مجھے لے کر روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ میں عرش پر پہنچا۔ اس کے بعد ایک ایسا امرِ عظیم دیکھنے میں آیا جس کی توصیف سے زبانیں قاصر ہیں پھر عرش سے ایک قطرہ میرے قریب آیا اور وہ میری زبان پر گرا۔ میں نے اس چیز کو چکھا۔ جسے کسی چکھنے والے نے کبھی اس سے زیادہ شیریں نہ چکھا ہوگا اور مجھے اولین وآخرین کی خبریں حاصل ہوئیں اور میرا دل روشن ہوگیا اور عرش کے نور نے میری آنکھ کو ڈھانپ لیا اس وقت میں نے تمام اشیاء کو اپنے دل کی آنکھ سے دیکھا اور اپنے پسِ پشت بھی ایسے ہی دیکھنے لگا جیسا اپنے سامنے دیکھتا ہوں۔

حضور ﷺ کی ہجرت کی معجزانہ نشانیاں

کفار نے دارالندوہ میں چھپ کر آپ ﷺ کو قتل کرنے کے مشورے کیے۔ کوئی مسلمان ان میں شریک تھا اور نہ کسی طرح ہوسکتا تھا مگر آنحضرت ﷺ کو ہر بات کی خبر اللہ ربّ العزت نے دے دی تھی۔ دن رات اور وقت سب سے آگاہی ہوگئی اور پھر یہ کہ جس شب کو آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی سب کو معلوم ہے کہ اس رات آپ ﷺ کے گھر کے چاروں طرف دشمنوں نے ناکہ لگا رکھا تھا۔ تاہم حضور ﷺ مشرکینِ مکہ کی آنکھوں میں خاک جھونک کر ان ہی کے درمیان سے نکل کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے

Marfat.com

ساتھ شہر سے نکل گئے۔

آپ ﷺ مکہ کے قریب ہی غارِ ثور میں جا کر چھپے۔ عرب آثارِ قدم سے اشخاص کے مقام وگزرگاہ کا پتہ لگانے میں بہت مشاق تھے لہٰذا صبح کو وہ آپ ﷺ کا پتہ لگاتے ہوئے غارِ ثور کے دہانے تک پہنچ گئے یہاں تک کہ اگر وہ ذرا جھک کر دیکھتے تو آپ ﷺ ان کے سامنے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اقتضائے بشری سے گھبرا گئے مگر آپ ﷺ نے تسلی دی کہ اللہ ربّ العزت ہمارے ساتھ ہے چنانچہ ساتھ والے ربّ نے یہ تدبیر کی کہ کافروں سے ان کی سوچ چھین لی کہ وہ جھک کر دیکھیں اور ان کے دل میں ایسی بات ڈال دی جائے کہ وہ بے دیکھے واپس چلے جائیں۔ سیَر کی اکثر ضعیف روایتوں میں اور مسند احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں جو اتنی زیادہ کمزور ہیں۔ میں مذکور ہے کہ مکڑی نے غار کے منہ پر جالے تن دیئے تھے۔ کفار نے کہا کہ اگر کوئی غار میں جا کر چھپتا تو ظاہر ہے کہ یہ جالے ٹوٹ جاتے اور یہ کہہ کر وہاں سے واپس چل دیئے اس غار سے نکل کر آپ مدینہ شریف کی راہ چلے تو قریش کے سوار آپ ﷺ کے تعاقب میں نظر آئے چنانچہ سراقہ اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آپ ﷺ کے قریب پہنچ گیا دفعتاً گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ تین دفعہ وہی واقعہ پیش آنے پر سراقہ اس معجزہ کو دیکھ کر مرعوب ہوگیا اور خطِ امان لے کر واپس چلا گیا۔

Marfat.com

آلِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

1- حضرت قاسم علیہ السلام

حضور علیہ السلام کے گھر پہلے مولود ہیں۔ (پہلے بچے ہیں۔) جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں حضرت سیّدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ پاؤں پر چلنا سیکھ گئے تھے کہ رہ گرائے عالم جاودانی ہوئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت (لقب) ''ابو القاسم'' ان ہی کے نام پر ہے۔

یہاں پر ہم لغت کے اعتبار سے لفظ ''کنیت'' کی تشریح کر دینا زیادہ مناسب سمجھتے ہیں کیونکہ اس کو اکثر غلط بولتے ہیں۔ کنیت عربی کا لفظ ہے۔ بروزن ندرت' نون کو مشدد بولنا غلط ہے وہ نام جسکے اوّل میں لفظ (اب) یا (ام) یا (ابن) یا (بنت) ہو جیسے ابو الحسن' ابی بکر' ابا ہریرہ' اُم الکتاب' ابنِ حاجب' بنتِ عنب۔ یہ الفاظ فارسی میں مطلق لقب کے لیے مستعمل ہیں۔

احادیثِ صحیحہ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع فرمایا کرتے تھے کہ کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام اور کنیت کو اپنے لئے جمع کرے اور ابو القاسم محمد کہلائے بعض نے اس نہی کو زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مختص قرار دیا ہے۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ علیہ السلام

حضرت سیّدنا عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہی کا لقب طیب وطاہر ہے۔ (احقر کا خیال ہے کہ اس مولودِ مسعود کا لقب "طیب" نبی کریم ﷺ کی جانب سے تھا اور لقب طاہر حضرت سیّدہ خدیجہ ؓ کی جانب سے تھا)

آپ علیہ السلام مکہ معظمہ میں بعثتِ نبوی کے بعد پیدا ہوئے اور مکہ ہی میں وصال فرمایا۔

انہی کے وصال شریف پر سورۂ کوثر کا نزول ہوا تھا کیونکہ کفار سمجھتے تھے کہ فرزند کے نہ بچنے سے اب کوئی محمد ﷺ کا نام لینے والا نہ رہا اور ان کو معلوم نہ تھا کہ زبور ۴۵ ۱۷ حضور ﷺ ہی کی ثناء میں ہے۔ (''میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا۔ پس سارے لوگ ابدالآباد تیری ستائش کریں گے۔'') پھر زبور ۷۲-۱۵ بھی حضور ﷺ ہی کی شان ہے۔ ''اس کے حق میں سدا دعا ہوگی۔ ہر روز اس کو مبارک کہی جائے گی۔

الٰہی بشارات صحفِ سابقہ اور اعلانِ قرآن مبارک کا اثر ہے کہ ان کافروں کا نام بھی آج کوئی نہیں لیتا جن کو اپنی اولاد کا بہت غرور اور تکبر ہوتا تھا بلکہ ان کی نسل کا کوئی بچہ بھی اپنی نسبت وہاں تک نہیں پہنچاتا لیکن حضور ﷺ کا ذکرِ خیر اور اسمِ ہمایوں اذان و تکبیر، تشہد و صلوٰۃ، درود و کلمہ طیب میں زبانوں پر جاری اور دلوں پر حاوی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

آپ علیہ السلام مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ولادت کی اطلاع ابورافع جو سلمٰی دایہ کا شوہر تھا نے حضور نبی اکرم ﷺ کے حضور پہنچائی تھی۔ حضور ﷺ نے آپ کے ایک [illegible] فرمایا تھا اور بچے کا نام اپنے جدِ بزرگوار "خلیل اللہ" کے نام پر "ابراہیم" رکھا۔ [illegible] نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام کے اور سلمٰی سیّدہ صفیہ ؓ [illegible] کی آزاد کردہ

لونڈی ہیں۔ سیّدہ فاطمہ بتول سلام اللہ علیہا کے غسل میں بھی مع اسماء بنتِ عمیس یہی شامل تھیں اور غزوہ خیبر میں بھی شریک ہوئیں۔)

اُمِ بردہ بنت المنذر بن الانصاری رضی اللہ عنہا نے جو براء بن اوس انصاری رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں۔ ان کو دودھ پلایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمِ بردہ کو ایک قطعہ نخلستان عطا فرمایا تھا۔

حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے ابھی ایامِ رضاعت یعنی دودھ پلانے کے دن باقی تھے کہ حورانِ بہشت کی چھاتیوں کا شہد بننے کو خلد بریں جا سدھارے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب آخری وقت میں ان کو دیکھا تو وہ سانس چھوڑ رہے تھے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو گود میں اٹھایا اور زبان سے فرمایا!

یاابراهیم لانغنی عنك من الله شیئا .

یعنی: اے ابراہیم! حکمِ الٰہی کے سامنے ہم تیرے کس کام آسکتے ہیں۔

اور پھر فرمایا! کہ "لولا انه امر حق وعد صدق وان اخونا سیلحق اولنا لحزنا علیك حزنا هو اشد من هذا وانابك یاابراهیم لمحزونون تبكی العین ولیحزن القلب لانقول مایسخط الرب" (ہم جانتے ہیں کہ موت تو امرِ حق اور وعدہ صدق ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ پیچھے رہ جانے والے بھی پہلے جانے والوں کے ساتھ جا ملیں گے اگر ایسا نہ ہوتا تب ہم ابراہیم کا غم اس سے بھی زیادہ کرتے۔ آنکھ میں نم ہے۔ دل میں غم مگر ہم کوئی بات ایسی نہ کہیں گے جو رب کو ناپسند ہو۔

حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ ماریہ رضی اللہ عنہا خاتون ہیں جو قبطی نسل سے ہیں جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم عصر (یعنی ہم زمانہ) شاہِ مصر نے ہاجرہ خاتون کو پیش کیا تھا اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم عصر شاہِ مصر نے ماریہ رضی اللہ عنہا خاتون کو خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھیجا تھا۔

اس مثال میں فرق ہے تو صرف اس قدر کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہم عصر بت

Marfat.com

برست وجبار تھا اور نبی کریم ﷺ کا ہم عصر ایک پابند مذہب عیسائی باشندگان مصر بھی ان دنوں میں عیسائیت کی تحقیقات میں بہت منہمک تھا اور اس ملعقہ سے یہ پیش گوئی پوری ہوئی جو حضرت داؤد علیہ السلام کی معرفت دی گئی تھی یعنی "بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت والیوں میں ہیں"

بنات النبی ﷺ

نبی اکرم ﷺ کی بیٹیاں چار ہیں اور چاروں حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہیں اور سب کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی۔

1- زینب رضی اللہ عنہا جو قاسم علیہ السلام سے چھوٹی تھی اور دیگر اولاد النبی سے بڑی ہیں۔

2- رقیہ رضی اللہ عنہا: جو زینب رضی اللہ عنہا سے چھوٹی ہیں۔

3- اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا: جو رقیہ رضی اللہ عنہا سے چھوٹی ہیں۔

4- فاطمہ رضی اللہ عنہا: جو اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا سے چھوٹی ہیں۔

(1) سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا

جب سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک تیس سال تھی۔ ان کا نکاح مکہ میں ابو العاص بن ربیع بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی سے ہوا تھا۔ ابو العاص کی والدہ ہالہ بنتِ خویلد حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سگی بہن ہیں۔ یہ نکاح حضرت سیّدہ خدیجہ الکبریٰ کے سامنے ہوا تھا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنی والدہ کے ساتھ ہی داخل اسلام ہوگئی تھیں مگر ابو العاص کا اسلام متاخر تھا۔ غزوۂ بدر میں ابو العاص قریش کی جانب تھا ان کو عبداللہ بن جبیر بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ نے اسیر کیا تھا حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ان کے فدیہ میں اپنا وہ ہار بھیجا تھا۔ جو خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے بیٹی کو جہیز میں دیا تھا۔

Marfat.com

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ۸ھ میں مدینہ شریف میں ہوا تھا۔ ابو العاص نے ماہ ذی الحجہ ۱۲ ہجری میں انتقال کیا۔ اس کا لقب حبر و البطحاء تھا۔ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بطن سے ایک فرزند ''علی'' اور ایک دختر ''امامہ'' پیدا ہوئی تھیں۔

(2) سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری بیٹی ہیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ۳۳ سالہ عمر مبارک میں پیدا ہوئیں۔ ان کا نکاح مکہ مکرمہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اس وقت یہ بات مکہ بھر میں مشہور تھی۔

''احسن زوجین رآھما انسان رقیة وزوجھا عثمان۔''

(یعنی سب سے اچھا جوڑا جو دیکھا گیا ہے۔ وہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور عثمان رضی اللہ عنہ ہیں)

حضرت سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے ہجرت فی سبیل اللہ کی سنت کو اپنے شوہر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دے کر قائم کیا اور ہر ایک ہجرت کرنے والے کے لیے شاہراہِ ہدایت کا افتتاح ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے فرمایا حاکم نے یہ حدیث ان کی منقبت میں روایت کی ہے۔ ''ان ھما الاول من ھاجر بعد لوط وابراھیم'' (یعنی حضرت لوط وابراہیم علیہم السلام کے بعد پہلا یہ جوڑا ہے جنہوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی)

حضرت سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ۲ھ میں چیچک نکلی اور اسی مرض میں ان کا ارتحال ہوا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوہ بدر کے لیے تشریف لے جارہے تھے۔ اس وقت سیّدہ صاحبِ فراش تھیں۔ (یعنی بیمار تھیں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تیمارداری کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مدینہ شریف میں چھوڑا تھا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جس روز فتح کی بشارت لے کر مدینہ منورہ پہنچے تو اس وقت سیّدہ رضی اللہ عنہا کی تدفین ہو رہی تھی۔ حضرت سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف بوقت وصال اکیس سال تھی۔ حضرت سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ایک فرزند ''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ'' پیدا

Marfat.com

ہوئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سبط رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کے وصال شریف کے بعد دو سال زندہ رہے۔ ان کی عمر چھ سال تھی کہ ایک مرغ نے ان کی آنکھ کے قریب ٹھونگ ماری، زخم پک گیا۔ آخر کار یہ والدہ کی یادگار بھی آغوشِ مادر میں جا سویا۔

(3) حضرت سیّدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت سیّدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری دختر ہیں ۳ھ میں ان کا نکاح حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اسی لئے ان کو ''ذوالنورین'' کا خطاب ملا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو جگر گوشے یکے بعد دیگرے ان کے سکینہ قلب بنائے گئے۔

حضرت سیّدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ یہ جبرائیل امین ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ خدائے بزرگ و برتر کا حکم ہے کہ میں اپنی دوسری بیٹی تجھ سے بیاہ دوں۔

جن دنوں سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تھا ان ہی دنوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حفصہ رضی اللہ عنہا بھی بیوہ ہو گئی تھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اپنی صاحبزادی کا ذکر کیا تو انہوں نے انکار سا کر دیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے رنج کا اظہار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "الا ادل عثمان علی من هو خير له منها وادلها على من هو خير لها من عثمان" یعنی عثمان کو حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر زوجہ ملے گی حفصہ رضی اللہ عنہا کو عثمان سے بہتر شوہر ملے گا۔

اس ارشاد کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ام المومنین ہونے کا شرف حاصل ہو گیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ''ذوالنورین'' بننے کا شرف حاصل ہو گیا۔

حضرت سیّدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کے اولاد نہیں ہوئی ۹ھ میں ان کا وصال شریف ہو گیا۔

Marfat.com

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ و فضل بن عباس اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے مراسمِ تدفین پورے کئے۔

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیّدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کی قبر شریف پر بیٹھے ہوئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر دو چشمانِ نورانی میں آنسو تھے۔

حضرت سیدۃ النساء العالمین فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضرت سیّدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ ان کی ولادت غالباً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک کے اکتالیسویں سال میں ہوئی۔

حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ابھی بچی ہی تھیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھنے گئے وہاں بہت سے کفار اور قریش موجود تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں گئے تو ملعون عقبہ بن معیط نے اونٹ کی اوجھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ مبارک پر لا کر رکھ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح سجدہ میں رہے کہ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں انہوں نے اپنے باپ کی پشت سے اوجھ کو گرا دیا اور عقبہ کے لیے بددعا فرمائی۔

غزوہ احد میں حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے باقاعدہ حصہ لیا۔ مدینہ شریف میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہوگئے۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فوراً میدان جنگ میں پہنچیں۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار سے باہر نکل آئے تھے اور حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے باپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخموں کو دھویا اور جب دیکھا کہ خون مبارک بند نہیں ہو رہا تو کھجوروں کی صف جلا کر اس کی راکھ زخموں پر رکھی۔ جس کے بعد خون بند ہوگیا۔

عمران سے روایت ہے کہ ایک بار سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

Marfat.com

دریافت فرمایا کہ بیٹی کیا حال ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ مجھے تکلیف ہی ہے اور مزید برآں یہ کہ ہمارے کھانے کی شے بھی نہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ بیٹی تم اس سے خوش نہیں کہ تم نساء عالمین کی سیّدہ ہو تو حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ باواجان حضرت مریم علیہا السلام کدھر گئیں فرمایا کہ وہ اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار ہیں اور تم اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار ہو اور تمہارا شوہر دنیا اور آخرت میں سید ہے۔

ابی ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی سفر سے لوٹ کر آتے تو اوّل مسجد میں تشریف لے جاتے۔ دو رکعت نفل پڑھ کر پھر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے پھر اپنے گھر رونق افروز ہوتے۔

حضرت اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کا مشابہ بات چیت میں نہ تھا۔ وہ جب باپ کے پاس آیا کرتیں تو حضور نبی کریم ﷺ آگے بڑھتے پیشانی پر بوسہ فرماتے پھر مرحبا فرماتے اور جب آنحضرت ﷺ اپنی بیٹی سے ملنے جاتے۔ وہ بھی اسی طرح کرتی تھیں۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ میں نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو سچ بولنے والا نہ دیکھا۔ ہاں وہی ایسا ہو سکتا ہے۔ جو نبی ﷺ کا جایا ہو۔

حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا وصال شریف شب سہ شنبہ ۳۔ رمضان شریف ۱۱ھ کو ہوا۔ ان کی وصیت کے مطابق اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضٰی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ نے ان کو غسل دیا پھر حضرت علی یا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ اہلِ بیت میں سے وہی سب سے پہلے نبی کریم ﷺ سے جا ملیں۔

حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی باقی ہمشیروں پر بھی یہ خاص شرف حاصل ہے کہ دنیا میں ان ہی کی ذریت چلی اور ان ہی کی ذریت (یعنی اولاد و نسل) سے ائمہ العظام (بڑے بڑے امام) ہوئے۔ جن کی شان اسلام میں نہایت ارفع و اعلیٰ ہے۔ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

کے بطنِ اطہر سے حضرت امام حسن علیہ السلام وحضرت امام حسین علیہ السلام وسیّدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا وحضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبرِ انور پر بھی اختلاف ہے بعض نے لکھا ہے کہ وہ اپنے ہی گھر میں مدفون ہوئیں اور جب مسجدِ نبوی شریف کو وسعت دی گئی تب یہ جگہ شاملِ مسجدِ نبوی شریف ہوگئی تھی۔ اصول الکافی میں شیخ کلینی نے بھی یہی بیان کیا ہے۔

اکثر مؤرخین کا رجحان ہے کہ ان کی قبرِ انور بقیع میں ہے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام، حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ عم الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبور اسی جگہ پہلو بہ پہلو ہیں۔

مسعودی نے مروج الذہب میں تحریر کیا ہے کہ ۳۰۲ھ میں بقیع میں ایک پتھر ملا تھا۔ جس پر یہ تحریر تھا۔

"ھذا قبر فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم"

مرویات

ایک نہایت صحیح حدیث جسے نسائی کے سوا باقی جملہ صحاح میں روایت کیا گیا ہے کہ حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ ابنِ عبدالواحد رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تجھ کو فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بات سناؤں۔ جو سارے کنبہ میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت پیاری تھیں۔

ابن الواحد رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں!

حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اتنی چکی پیسی کہ ہاتھوں میں نشان پڑ گئے۔ پانی کے لیے مشک اٹھائی کہ گردن پر سوراخ پڑ گیا۔ گھر میں جھاڑو دیا کہ کپڑے میلے ہوگئے انہی ایام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ خادم آئے۔ میں نے سیّدہ

Marfat.com

فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم اپنے ابا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور خادمہ مانگو حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا گئیں مگر وہاں ہجوم تھا۔ مل نہ سکیں۔ اگلے روز حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کیا ضرورت تھی؟ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چپ ہو گئیں۔ میں نے کہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاتا ہوں۔ چکی پیستے پیستے ان کے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے ہیں اور مشک اٹھاتے اٹھاتے گردن پر نشان پڑ گئے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ خادم آئے ہیں اور میں نے ہی ان سے کہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں اور خادم مانگیں تاکہ اس تکلیف سے رہائی ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کہ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا تقویٰ اختیار کرو فرائض الٰہی ادا کرو۔ اپنے کنبہ کے اعمال کو اپنا دستور بناؤ اور بسترِ خواب پر لیٹو تب ۳۳ بار سبحان اللّٰہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھو۔ یہ پورا سو ہو گیا یہ عمل تیرے لئے خادم سے بہتر ہے۔

حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اللہ ربّ العزت سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی حال پر خوشنود ہوں۔

حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خادمہ نہ دی۔

اس حدیث شریف سے حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے کنبہ کی معیشت (یعنی زندگی گزارنے) فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زہد وریاضت اور رضا وتسلیم (یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی پرہیز گاری، تقویٰ، فرمانبرداری، نفس کشی اور رضائے الٰہی پر رہنے اور اسے قبول کرنے) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے لئے اور اپنے حب (یعنی اپنے عزیز دوستوں) کے لیے دنیا اور احوال دنیا سے علیحدگی و براءت بخوبی آشکارا ہوتی ہے۔

Marfat.com

اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن

1- اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا معنی مؤمنین کی ماں۔ اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا کہ!

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ ۝ (احزاب:۶)

۔ یعنی مؤمنین پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی جانوں سے بڑھ کر ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مؤمنین کی مائیں ہیں۔

یہ روشن ہے کہ انفسھم اور امھاتھم ضمیروں کا مرجع مؤمنین ہیں اور اسی لئے ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لقب امھات الامۃ وغیرہ لفظ مؤمنین کے استعمال کا راز یہ ہے کہ مؤمنین کے متمیز و مشخص (یعنی مؤمنین کی تمیز میں کون لوگ آتے ہیں۔) کرنے کی علامات کو واضح کردیا جائے چنانچہ اس آیت میں دو علامات ہیں۔

1- مومن وہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی جانِ شیریں سے زیادہ عزیز رکھتا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی جان سے بڑھ کر اولیٰ سمجھتا ہو۔

2- مومن وہ ہے جو ازواجِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ماں جانتا ہو ہاں وہ ماں نہیں جس سے جسم عنصری کا ظہور ہوا ہو بلکہ وہ ماں جس کی فرزندی کا شرف اس وقت نصیب ہوتا ہے

Marfat.com

جب ولائے نبوی ﷺ اور ایمان میں کمال حاصل ہوتا ہے۔

حضرت سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ ؓ بنتِ خویلد عرب کے مشہور تاجر اور قریش [illegible] ونامور تھیں۔ آپ ؓ کی والدہ کا نام فاطمہ ؓ بنتِ زائدہ تھا۔ حضرت خدیجہ ؓ کے چچا عمرو بن اسد نے ان کا نکاح نبی کریم ﷺ سے کیا۔ مہر کے چھ اونٹ مقرر ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت سیّدہ خدیجۃ الکبرٰی کی عمر چالیس سال اور حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال تھی۔

حضرت خدیجہ ؓ کا پہلا نکاح عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوا تھا۔ اس سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اس کے فوت ہو جانے کے بعد دوسرا نکاح ابوہالہ ہند بن نباس تمیمی سے ہوا تھا اور حضور نبی کریم ﷺ کا یہ پہلا نکاح تھا۔ اس نکاح کی درخواست حضرت خدیجۃ الکبرٰی کی جانب سے کی گئی تھی۔

ہالہؓ طاہر اور ہند حضرت خدیجہ ؓ کے فرزند ابو ہالہ سے ہیں اور یہ تینوں بھائی صحابی بھی ہیں اور طاہرہ خدیجہ ؓ کے بطن سے جو اولاد حضور نبی کریم ﷺ کی ہوئی وہ ہیں حضرت قاسم ؓ، حضرت عبداللہ ؓ، حضرت زینب ؓ جو حضرت قاسم ؓ سے چھوٹی اور دیگر اولاد النبی ﷺ سے بڑی ہیں۔ حضرت رقیہ ؓ جو زینب ؓ سے چھوٹی ہیں۔ اُمِ کلثوم ؓ جو رقیہ ؓ سے چھوٹی ہیں۔ حضرت فاطمہ ؓ جو اُمِ کلثوم ؓ سے چھوٹی ہیں۔ حضرت خدیجہ ؓ کا وصال رمضان شریف 10 نبوی میں مکہ معظمہ میں ہوا۔ بیت النبی ﷺ میں ان کی قیام کی مدت ۲۴ سال ۶ ماہ یا ۲۵ سال ہے۔

2- اُمّ المؤمنین حضرت سودہ ؓ

حضرت سودہ بنتِ زمعہ بن قیس، بن عبدشمس، بن عبدودّ، بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی۔ ان کی والدہ کا نام شموس بنتِ قیس تھا۔ قیس برادر سلمیٰ زوجہ ہاشم [illegible]

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ننھیال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کے ننھیال تھے۔ یہ سکران بن عمرو بن عبدود کے نکاح میں تھی۔ یہ پہلے ایمان لائیں اور پھر ان کی ہدایت وترغیب سے سکران بھی مشرف بہ اسلام ہوا پھر انہوں نے اپنے خاوند کے ساتھ مع اپنی والدہ ہجرتِ حبشہ کی۔ سکران نے حبشہ میں انتقال کیا تب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مصائب کو جلد ختم کرنے کی غرض سے 10 نبوت میں بعد از وفات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ان سے نکاح کرلیا۔ انہوں نے چند سال اپنا وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا یعنی اپنی ذات پر محبوب کی محبوبہ کو تقدیم دی تھی۔ عشق میں ایثار انہی کی خصوصیت میں ہے۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا محاسنِ اخلاق اور مکارمِ افعال تھیں۔ ابتداء ہی سے معروف تھیں۔ انہوں نے خلافتِ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آخری دور میں وصال فرمایا۔

3- اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

صحیح بخاری شریف کے پہلے باب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "اول مابدی به رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الوحی الرویا الصالحة فی النوم فکان لایری رویا الاجاء ت مثل فلق الصبح" (سب سے پہلی وہ چیز جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا آغاز ہوا۔ نیند میں رؤیا صالحہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو خواب میں دیکھتے تھے۔ وہ صبح کے تڑکے کی طرح صحیح نکلتا تھا۔) (وحی الٰہی: صفحہ ۳۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام اُمِ رومان زینب ہے جس کا سلسلہ نسبِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کنانہ سے جا ملتا ہے۔ ان کا نکاح سن 10 نبوی میں مکہ معظمہ میں ہوا اور رخصتی شوال 11 ہجرۃ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہی وہ خاتون ہیں جن کی اسلامی خون سے ولادت اور اسلامی شہد سے پرورش ہوئی۔ امہات المؤمنین میں یہی وہ طیبہ ہیں جس کا پہلا نکاح نبی

Marfat.com

کریم ﷺ سے ہوا۔ حدیث شریف میں ہے۔

"قال رسول اللہ ﷺ ارتیک فی المنامہ ثلث لیال جاء فی بك الملك فی خوتة من حریر فیقول هذه امرأتك فاكشف عن وجهك فاذاانت هبو ناقول ان یکن هذا من عند الله بمفه"

(رسول اللہ ﷺ نے (عائشہ ؓ سے) فرمایا۔ میں تین شب تجھے خواب میں اس طرح دیکھتا رہا کہ ایک فرشتہ حریر سفید کے پارچہ پر تیری تصویر کو میرے سامنے لاتا تھا اور کہتا تھا یہ حضور ﷺ کی بیوی ہے اور میں تصویر کا پردہ اٹھا کر چہرہ دیکھتا تھا جو بالکل تیرا ہی چہرہ ہوتا تھا۔ میں دیکھ کر کہہ دیا کرتا تھا کہ اگر یہ (اطلاع) اللہ ربّ العزت کی جانب سے ہے تو وہ خود ہی اسے پورا بھی کردے گا۔"

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیّدہ عائشہ ؓ کی شادی کا اہتمام خطیرۃ القدس میں (یعنی بزرگ وبرتر اللہ ربّ العزت کی جانب سے) کیا گیا تھا اور نبی کریم ﷺ نے اس شادی کو منجانب اللہ قرار دیا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ کی فضیلت کے بارے میں حضرتِ اُمِ سلمہ ؓ اُمّ المومنین نے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "واللہ مانزل علی الوحی وانا فی لحاف امراۃ من کن غیر ھا" (بخاری شریف) یعنی یہ عائشہ صدیقہ ؓ ہی ہے کہ میں اس کے لحاف میں ہوتا ہوں تو اس وقت بھی وحی کا نزول ہوتا ہے مگر دیگر ازواج کے بستروں پر کبھی ایسا نہیں ہوتا۔

امام مسلم نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ (امام مسلم بن حجاج کی ولادت ۲۰۶ھ سنہ وفات ۲۴/رجب ۲۶۱ھ ہے)

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ ؓ کے کمالات پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے کہ

Marfat.com

صحیحین میں روایت کیا گیا ہے۔

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لھا ان جبریل یقرء علیک السلام قالت فقلت وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ"

(نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ یہ جبرائیل ہیں اور تم کو سلام کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا کہ ان پر بھی اللہ ربّ العزت کا سلام اور رحمت ہو۔

ام المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں یہ خصوصیت تھی کہ جب کوئی نہایت مشکل اور پیچیدہ مسئلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آپڑتا تھا تو سب حضرت عائشہ صدیقہ کی جانب رجوع کرتے تھے اور ان کے پاس متعلقہ مسئلہ کے بارے میں ضرور علم پایا جاتا تھا۔ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اثر ترقی اسلام کے ایام پر ہے۔ (1) جو تفقہ انہوں نے دین میں حاصل کیا۔ (2) جو تبلیغ انہوں نے امت کو فرمائی۔ (3) علمِ نبوت کی اشاعت میں جو مساعی انہوں نے کیئے۔ اور جو علمی فوائد انہوں نے فرزندانِ امت کو پہنچائے۔ وہ ایسا درجہ ہے جو کسی دوسری بیوی کو حاصل نہیں۔ صحیح بخاری شریف کے باب غزوۂ اُحد میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔ کندھوں پر مشکیں اٹھائے۔ زخمیوں اور مؤمنین کے منہ میں پانی ڈالتی تھیں۔ پانی ختم ہو جاتا تو پھر مشک بھر لاتی تھیں اور زخمیوں کے منہ میں پانی ٹپکاتی جاتی تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ نے ۶۳ سال کی عمر میں ۱۷ رمضان شریف ۵۸ھ کو مدینہ منورہ میں اجلِ طبعی سے وصال فرمایا اور جنت البقیع میں استراحت فرمائی۔

4- اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا

آپ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے

Marfat.com

نکاح میں آنے سے پیشتر خنیس رضی اللہ عنہ بن حذافہ بن قیس بن عدی السلمی کے [illegible]
خنیس رضی اللہ عنہ سابقین میں سے تھے۔ انہوں نے ہجرتِ حبشہ اور ہجرتِ مدینہ کی تھی [illegible]
واحد میں شامل تھے اور غزوہ احد میں زخمی ہو کر مدینہ شریف میں وصال فرمایا۔ ان کے بھائی
عبداللہ بن حذافہ السلمی بھی صحابہ میں نہایت مشہور بہادر اور شاعر تھے۔

حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا انہوں نے کچھ جواب نہ دیا جس سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو رنج ہوا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کیا کیونکہ ان کی بیوی سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال بھی انہی دنوں ہوا تھا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ آج کل تو میں شادی وغیرہ کا کوئی پروگرام نہیں رکھتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں سارا واقعہ سنایا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"یتزوج حفصہ رضی اللہ عنہا من ھی خیر من عثمان ویتزوج عثمان من ھی خیر من حفصہ رضی اللہ عنہا" (حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی اس شخص سے ہوگی جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان کا نکاح اس سے ہوگا جو حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر ہے۔ اور حضرت عثمان کو اپنی دوسری صاحبزادی بیاہ دی تب حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مل کر فرمایا کہ تم اس بات کا میری طرف سے رنج نہ کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر مجھ سے فرما چکے تھے اور اس وقت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا راز ظاہر نہ کر سکتا تھا اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ نکاح نہ کرتے تو میں ضرور کر لیتا۔ ان کا نکاح [illegible] جمادی الاول ۳ھ میں ہوا۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے ان کی تعریف [illegible]

Marfat.com

"فانها قوامة صوامة وانها زوجتك فی الجنة" (وہ بہت عبادت کرنے والی' بہت روزے رکھنے والی ہے اور وہ بہشت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہے)

5-اُم المساکین والمؤمنین سیّدہ زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا

زمانۂ جاہلیت میں ان کا لقب اُم المساکین تھا۔ ان کا پہلا نکاح طفیل سے' دوسرا عبیدہ سے ہوا۔ یہ دونوں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد بھائی یعنی حارث بن عبدالمطلب کے فرزند تھے۔ ان کا تیسرا نکاح عبداللہ بن جحش سے ہوا۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد ہیں اور اُمّ المؤمنین زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ غزوہ احد میں وہ شہید ہو گئے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔ نکاح کے بعد صرف دو ماہ یا تین ماہ زندہ رہیں۔ ماں کی جانب سے یہ اُمّ المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔

6-اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا (ہند)

ہند بنتِ ابی امیہ المعروف بزادالراکب' بن المغیرہ' بن عبداللہ' بن عمرو' بن مخزوم۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے حضرت سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا عبداللہ بن' عبدالاسد بن' ہلال بن' عبداللہ بن' عمرو بن مخزوم کے نکاح میں تھیں۔ ان ہر دو کا نسب عبداللہ بن عمرو مخزومی میں شامل ہو جاتا ہے۔

حضرت سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نہایت قدیم الاسلام ہیں اور حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ غالباً گیارہویں شخص اسلام لانے والوں میں تھے۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی والدہ برہ بنتِ عبدالمطلب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی پھوپھی تھیں علاوہ ازیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تینوں برادرانِ رضاعی بھی تھے۔

حضرت سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے ساتھ اوّل ہجرتِ حبشہ کی تھی اور پھر مکہ میں واپس آ گئے تھے مگر جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ وام سلمہ رضی اللہ عنہا معہ اپنے بچے سلمہ کے ہجرتِ مدینہ

Marfat.com

کے لیے نکلے تو حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں نے ان کے بچے سلمہ کو چھین لیا اور کہا کہ تم جہاں چاہو جا سکتے ہو مگر بچہ (سلمہ) کو جو ہمارے خاندان کا فرد ہے نہیں لے جا سکتے۔ علیٰ ھذا۔ حضرت سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر والوں نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو چھین لیا کہ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو جو کہ ہمارے گھر اور خاندان کی لڑکی ہے تم نہیں لے سکتے۔ حضرت سیّدنا ابو سلمہ نہایت قوی الاسلام اور راسخ العزم تھے۔ بیوی اور بچے کے چھن جانے پر بھی انہوں نے سفرِ ہجرت کو ترک نہ فرمایا اور اللہ ربّ العزت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چل پڑے اور حضرت سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا مکہ ہی میں رہیں۔ وہ ہر روز شام کے وقت اس مقام آ بیٹھا کرتی تھیں۔ جہاں ان کو ان کے شوہر سے علیحدہ کیا گیا تھا۔ ایک سال تک برابر روتی رہیں۔ حتیٰ کہ سنگدل عزیزوں کا دل بھی ان کی گریہ آہ و بکا پر نہ رہا گیا تو انہوں نے بچہ بھی حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا اور ان (اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا) کو سفر کی اجازت بھی دے دی۔ یہ اللہ ربّ العزت کی بندی یک و تنہا مدینہ شریف کی طرف چل پڑیں۔ عثمان بن طلحہ جو کلید بردار بیت الحرام تھے گو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے لیکن ان کو حضرت سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی بے بسی و بے کسی و تنہائی پر بہت رحم آیا۔ وہ بھی ساتھ ہو لئے۔ وہ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر سوار کراتے اور خود ساتھ پیدل چلتے۔ منزل پر پہنچ کر ان سے دور جا کر ٹھہرتے تھے۔ جب منزل در منزل مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ گئے اور نخلستانِ مدینہ کے درخت نظر آنے لگے تو کہا: دیکھو! جس شہر میں تجھے جانا ہے وہ سامنے ہے تم آگے بڑھو میں واپس جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر واپس چلے آئے۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے پھر آپ رضی اللہ عنہ غزوہ خندق میں زخمی ہوئے اور زخموں سے جانبر نہ ہو سکے اور جمادی الآخر ۳ھ میں انہوں نے جان جاں آفریں کے سپرد کی۔ آخری وقت ان کی زبان پر تھا۔

"اللھم اخلفنی فی اھلی بخیر۔"

Marfat.com

الٰہی میرے کنبہ کی اچھی نگہداشت فرمانا۔

چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے۔ حضور پاک ﷺ کو جو محبت اور قرابت حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہا سے تھی اور مدت العمر انہوں نے اسلام میں جو صداقت اور استقامت دکھائی تھی نیز حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اسلام کے لیے ہجرتِ حبشہ اور ہجرتِ مدینہ شریف کرتے ہوئے جن سخت آزمائشوں میں پور اتری تھیں۔ ان سب امور کا خیال کرتے ہوئے حضور پاک ﷺ نے حضرت سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔ اور ان کے بچے عمر و سلمہ اور لڑکیاں زینب ودرہ حضور ﷺ کے ربیب تھے اور انہوں نے زیرِ تربیت نبی ﷺ پرورش اور تربیت پائی۔

حضرت سیّدہ اُمّ المؤمنین سلمہ رضی اللہ عنہا کا وصال مدینہ شریف میں ۵۹ھ میں ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۸۴ سال تھی۔ اور بعض نے ۶۰ھ میں وصال روایت کیا ہے۔

7- اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا

حضرت سیّدہ زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا، بن ایاب، بن یعمر، بن جبیرہ، بن مرہ، بن کثیر، بن غنم، بن دودان، بن اسد، بن خزیمہ الاسدی۔ ان کی والدہ امیمہ بنتِ عبدالمطلب حضور پاک ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ ان کا پہلا نکاح زید بن حارثہ کے ساتھ ہوا تھا۔ زید بن حارثہ کا نسب آبائی قضاعہ تک منتہی ہوتا ہے اور ان کی والدہ کا نسب بھی بنی معن بن لحی سے ملتا ہے۔ گویا حضرت زید رضی اللہ عنہ نجیب الطرفین تھے مگر لڑکپن میں ایک گروہ نے ان کو اٹھالیا اور سوق حباشہ میں (جو مکہ کے قریب سالانہ منڈی لگا کرتی تھی) فروخت کیا۔ حکیم بن حزام ان کو حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے خرید لائے۔ جب حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور پاک ﷺ سے ہوا تب انہوں نے نبی کریم ﷺ کو زید رضی اللہ عنہ ہبہ کر دیئے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے والدین ان کی تلاش میں تھے وہ پتہ لگاتے لگاتے مکہ

Marfat.com

مکرمہ پہنچ گئے اور حضور نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو واپس دیا جائے۔ رحمۃ العالمین ﷺ نے درخواست قبول فرمائی مگر حضرت زید رضی اللہ عنہ پر حضور نبی کریم ﷺ کے الطاف و اشفاق کا اس قدر گہرا اثر تھا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو چھوڑنا پسند نہ کیا اور ماں باپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ ان کے والدین نے بھی جب دیکھا کہ ان کا بیٹا اس گھر میں بحالتِ غلامی نہیں ہے بلکہ فرزندانہ تربیت پا رہا ہے تو وہ بھی مطمئن ہو کر چلے گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی الفت و محبت دیکھ کر حضرت زید رضی اللہ عنہ کو زید بن محمد رضی اللہ عنہ کا خطاب مل گیا تھا یہ سب واقعات بعثتِ نبوی ﷺ سے پہلے کے ہیں۔ نبوت کے بعد جن امور کی اصلاح حضور نبی کریم ﷺ نے فرمائی ان میں غلاموں کی حالت کی درستی بھی تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "لوگو! تم نے ان کو غلام کیونکر بنالیا۔ ماں کے پیٹ سے تو آزاد پیدا ہوئے تھے۔" عملی طور پر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ غلامی کا جھوٹا خطاب کوئی وقعت نہیں رکھتا اور کوئی شخص صرف اس وجہ سے کسی کا غلام نہیں ہو سکتا کہ اپنے ایک نے زبردستی پکڑ کر بیچ ڈالا ہو اور دوسرے نے چند درہم دے کر خرید لیا ہو۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ایک بہترین مثال قائم کرنے کا ارادہ فرمایا چنانچہ یہ تجویز فرمائی کہ اپنی پھوپھی زاد حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کر دیں۔ یہ تجویز فی الواقع اسی لئے تھی کہ غلامی کے عارضی خطاب کی حقارت ہمیشہ کے لیے دفن کر دی جائے اور کوئی انسان کسی کو اس کے جائز حقوقِ انسانیت سے اس لیے محروم نہ ٹھہرائے کہ وہ کبھی خریدا یا بیچا گیا تھا۔ جو لوگ خاندانی غرور اور تکبر پر مٹنے والے تھے وہ سید ولد آدم اور مصلح اعظم ﷺ کی اس تجویز پر آسانی سے متفق ہونے والے نہ تھے اس لئے زینب اور ان کے اقربا نے بھی اس رشتہ سے انکار کر دیا۔ (دار قطنی)

لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے جس اصلاح کا عزم فرمایا اور جس طرح [illegible]

Marfat.com

قائم کرنے کا مقصد کر لیا تھا اور اس پر برابر قائم رہے۔ حتیٰ کہ قرآنِ مجید میں بھی آیت نازل ہو گئی۔

مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۔ (الاحزاب: ۳۶)

جب اللہ اور رسول ﷺ اس کا کسی امر کا فیصلہ فرمادے تب کسی مومن مرد یا عورت کے لیے اس کام میں اپنا کوئی اختیار نہیں رہتا۔

اس حکم کے بعد اقربائے زینب رضی اللہ عنہا نے بھی رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنے ذاتی اور قومی خیالات کو چھوڑ دیا اور اس نکاح کا ہونا انسانیت پر احسانِ عظیم ہوا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی خاص تعریف کی مستحق ٹھہریں۔ اب اللہ ربّ العزت کو منظور ہوا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہی کی شاندار زندگی سے ایک دوسری اصلاح کو مشتمل فرمائے۔

عام طور پر مختلف ممالک میں یہ رواج چلا آتا تھا کہ جب کسی شخص کے اولاد نہ ہوتی تو وہ کسی دوسرے کے فرزند کو لے کر اپنا فرزند بنا لیا کرتا۔ جسے متبنیٰ کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد شخصِ متبنیٰ اپنے اصل باپ کی جانب اپنے آپ کو منسوب نہ کیا کرتا اور فرزندی میں لینے والا شخص اسے اپنا بیٹا کہہ کر پکارا کرتا۔

یہ رسم فی الحقیقت قدرتِ خداوندی کا گستاخانہ جواب تھی۔ متبنیٰ کرنے والا شخص گویا اللہ ربّ العزت سے یہ کہا کرتا تھا کہ اگر تو نے مجھے فرزند نہیں دیا تو کیا ہوا یہ دیکھ میں نے بیٹا حاصل کر ہی لیا۔ اس کے علاوہ آپس میں اور بہت سی کدورتیں اس رسم کی بدولت ہو جایا کرتی تھیں۔ اللہ ربّ العزت نے چاہا کہ اسلام اس رسم زبوں کی بھی اصلاح کرے اور اللہ ربّ العزت کا رسول ﷺ جو عالم کے لیے رحمت اور دنیا کے لیے ہادی اکبر ہے۔ خود اپنی نورانی شخصیت اور وجودِ اطہر سے ایک زبردست برہان۔ اس کے بطلان پر قائم فرمائے۔ (یعنی ایک عظیم دلیل سے اس تکلیف دینے والی اور بری رسم کو ختم کیا جائے)

Marfat.com

قرآنِ مجید میں پہلے ہی اور بہت پہلے یہ نازل ہو چکا تھا۔

”وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (الاحزاب:۵،۴)

یعنی اللہ نے تمہارے منہ بولے شخصوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا۔ یہ تمہاری باتیں اپنے ہی منہ کی ہیں اور اللہ سچ سچ فرماتا ہے اور سیدھے راستہ پر چلاتا ہے۔ ایسے شخصوں کو ان ہی کے باپوں کے نام سے پکارا کرو۔ اللہ کے ہاں یہی بات ٹھیک انصاف کی ہے۔

اس جھوٹی رسم کے اندر نہ صرف اکیلا عرب بلکہ سارا جہان گرفتار تھا لیکن رسم اتنی قدیم اور اس قدر مستحکم تھی کہ اس کے ساتھ ایک زبردست نمونہ کی ضرورت تھی۔ اللہ ربّ العزت فرما چکا تھا کہ ”لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ“

ساری دنیا کے لیے زندگی کا بہترین نمونہ محمد ﷺ رسول اللہ ہیں۔

اس لئے اس جہالت کا پہاڑ اکھاڑ پھینکنے اور بطلان (ضائع کر دینے) کا سمندر پاٹ دینے کے لیے حضور نبی کریم ﷺ ہی کو نمونہ بنایا گیا اور اس کی تقریب یہ ہوئی کہ زینب رضی اللہ عنہا کی اپنے شوہر کے ساتھ نہ بنی۔ وہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو جو اپنے علم و تقویٰ سے اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا جیسی بیوی کے ساتھ (جو عمر میں زید رضی اللہ عنہ سے قریباً دو چند بڑی بیوہ اور حبشی الاصل تھی۔) خوش خوش بسر کر رہا تھا اور زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ بسر نہ کر سکا اور نوبت انجام رسید کے حضور نبی کریم ﷺ کے گوش مبارک تک انہوں نے شکایت پہنچائی۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ”اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ“ (اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے) (سورہ احزاب:۵۴) کی نصیحت فرمائی اور ”واتق اللہ“ یعنی اللہ رب العزت سے ڈر [illegible] کہہ کر اسے زیادہ برداشت کے لیے آمادہ بھی کیا لیکن خاوند بیوی [illegible]

Marfat.com

پھٹ جاتا ہے تو کوئی نصیحت بھی کارگر نہیں ہوتی۔ زید رضی اللہ عنہ نے زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ اس طلاق کا اثر زینب رضی اللہ عنہا اور اس خاندان پر کیا ہوا ہوگا؟ اندازہ لگایا جاسکتا ہے وہ زید رضی اللہ عنہ کو پہلے ہی سے اس شادی کا اہل نہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے جو کچھ کیا تھا اپنے پسند واختیار کو چھوڑ کر صرف حکم خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے کیا تھا اور یہ بات ان کے گمان سے بھی باہر تھی کہ حکم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے۔ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دی ذلت بھی اٹھانا پڑے گی اور اسے دنیا کے منہ سے یہ بھی سننا پڑے گا کہ اس میں شوہر کی اطاعت کی قابلیت ہی نہیں۔

اس طلاق کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا اثر ہوا ہوگا۔ اوّل تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس مصلحتِ دینیہ کو صدمہ پہنچا۔ جس کے استحکام کے لیے اس نکاح پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زور دیا اور اپنے خاندان کی ممتاز عورت کو ایک ایسے شخص سے شادی کرنے پر رضا مند کیا تھا جو غلام ہو کر بکا تھا اور مولیٰ (آزاد کردہ غلام کو مولا کہا کرتے تھے) کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ دوم زینب رضی اللہ عنہا اور اس کے خاندان والوں کی اطاعت اور اس اطاعت کے ضمن میں ان کی آماج (یعنی نشانہ تجویز وغیرہ) مصیبت وغیرہ ہونے کا واقعہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحم پرور قلب کے لیے کچھ کم صدمہ رساں نہ تھا۔ اس پیچیدہ حالت میں اللہ ربّ العزت کی وحی قرآنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلع کرتی ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا کو اُمّ المومنین کا درجہ عطا کیا گیا اور اب اللہ ربّ العزت کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذاتِ خود اس کی دل شکنی کا معاوضہ ہوگیا۔

اللہ اکبر! ایک وقت تھا۔ جب ایک رسم کی پابندی نے زینب رضی اللہ عنہا کو زید رضی اللہ عنہ سے شادی کرنے سے روک دیا تھا اور ایک وقت وہ ہے جب رسم کے اندر پھنسے ہوئے عوام کے خیالات سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے میں تامل فرمایا لیکن اللہ ربّ العزت کا حکم پورا ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو بطور زوجہ قبول فرمالیا۔

Marfat.com

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ اس وقت ان کی عمر شریف ۳۶ سال تھی۔ حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ۲۰ھ میں وصال فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر شریف ۵۶ سال تھی۔

8- اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ جویریہ رضی اللہ عنہا

جویریہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن خزیمہ ۵ھ میں غزوہ مریسیع (بنو مصطلق) میں اسیر ہو کر آئیں۔ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ (ثابت رضی اللہ عنہ کو خطیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے) بن شماس القاری نے ان کو اسیر کیا تھا پھر مکاتب کر دیا تھا۔ (مکاتب ایسے غلام یا لونڈی کو کہتے ہیں جو مالک کی خوشی سے اپنی قیمت آپ مزدوری کر کے مالک کو ادا کر کے آزاد ہو جائے) یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں زرِ کتابت مانگنے کے واسطے آئیں۔ (یعنی بعوضِ مزدوری مال آزاد کرنے کے لیے) انہوں نے پہلے تو یہ کہا کہ میں مسلمان ہوں اور پھر بتایا کہ وہ حارث بن ابی ضرار سید قوم کی بیٹی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا یہ ٹھیک نہیں کہ تیرے لئے اس سے بھی بہتر سلوک کیا جائے۔ جویریہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا کہ زرِ کتابت بھی ادا کروں اور تجھ سے خود شادی بھی کرلوں۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے خوشی سے مان لیا۔ لوگوں کو خبر ہوئی۔ تو انہوں نے بنو المصطلق کے سب قیدیوں کو جو سو سے زیادہ تھے چھوڑ دیا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہو گئے ہیں۔

ان کی پہلی شادی مسافع بن صفوان مصطلقی سے ہوئی تھی۔ ایک روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر سے نمازِ فجر کے لیے تشریف لے گئے۔ اس وقت یہ مصلی پر تھیں بوقتِ چاشت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو یہ مصلی پر ہی بیٹھی تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کیا تم اس وقت سے یہاں بیٹھی ہوئی ہو۔ انہوں نے کہا ہاں! حضور سید عالم

Marfat.com

ﷺ نے فرمایا: میں نے جانے کے بعد یہاں سے ایسے چار کلمات کہے ہیں کہ اگر انہیں تیرے ورد کے ساتھ وزن کیا جائے تو بھاری اتریں گے وہ کلمات یہ ہیں۔

"سبحان اللّٰہ وبحمدہ عدد خلقه ورضی نفسه وذنة عرشه ومداد کلماته"

ایک مرتبہ حضرت سیّدہ جویریہ رضی اللہ عنہا جمعہ کے دن روزہ سے تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہیں کل بھی روزہ تھا؟ کہا نہیں۔ کل کو بھی روزہ رکھنے کی نیت ہے۔ کہا نہیں فرمایا تو افطار کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنا پسند نہیں فرمایا صحیحین میں بروایتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے۔

"لایصوم احدکم یوم الجمعة الا ان یصوم قبله اوبعده۔

یعنی کوئی شخص جمعہ ہی کا روزہ نہ رکھے اگر رکھے تو ایک دن آگے یا پیچھے بھی رکھے۔

حضرت سیّدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے ربیع الاوّل ۵۶ھ میں وصال فرمایا۔ عمر بوقتِ وصال تقریباً ۶۸ سال تھی۔

9- اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا

اُمِ حبیبہ رملہ رضی اللہ عنہا بنتِ ابو سفیان رضی اللہ عنہ بن امیہ، بن عبد شمس، بن عبد مناف قصی۔ ان کی والدہ صفیہ بنتِ ابو العاص بن امیہ ہے۔ نہایت قدیم الاسلام ہیں۔ ان کا پہلا شوہر عبید اللہ بن جحش تھا جو حبش کو ہجرت کر گیا تھا۔ دائم الخمر تھا۔ اس لئے عیسائیوں میں بیٹھ کر عیسائی ہوگیا تھا مگر حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا اسلام پر قائم رہیں۔ اسلام کی خاطر انہوں نے بھائی باپ خویش وقبیلہ اور وطن کو چھوڑا تھا اور پردیس میں خاوند کا سہارا تھا۔ ارتداد سے وہ بھی جاتا رہا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو ان کا حال معلوم ہوا تو عمرو بن امیہ الفہری کو بادشاہ حبشہ کے پاس بھیجا۔ اسے تحریر فرمایا تھا کہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو حضور نبی اکرم ﷺ کا پیغامِ شادی

Marfat.com

پہنچائے۔ بادشاہ نے اپنی ایک لونڈی جو بادشاہ کی ملبوسات وعطریات کی تحویلدار تھی۔ حضرت سیّدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجی۔ حضرت سیّدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا اس سے پیشتر خواب میں دیکھ چکی تھیں کہ ان کو کوئی اُمّ المؤمنین کہہ کر پکار رہا ہے اور اب لونڈی سے یہ پیغام سن کر اللہ ربّ العزت کا شکر ادا کیا اور شکرانہ کے طور پر لونڈی کو اپنا تمام زیور جو جسم پر تھا۔ عطا فرمادیا۔ نجاشی نے مجلسِ نکاح خود منعقد کی۔ جس میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور جملہ مسلمان مدعو تھے۔ نجاشی نے خطبہ پڑھا۔ اس کے بعد مہر کے دینار قوم کے سامنے رکھ دیئے۔

پھر خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے جو حضرت سیّدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے وکیل تھے۔ خطبہ پڑھا۔ اس کے بعد نجاشی کی جانب سے جملہ حاضرین کو کھانا کھلایا گیا۔ نجاشی نے بیان کیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت یہ ہے کہ تزویج (شادی کرنا) کے بعد کھانا ہوتا ہے۔ (الاستیعاب)

ام المؤمنین حضرت سیّدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا پاکیزہ ذات حمیدہ صفات جواد (یعنی بہت بخشش کرنے والی) اور عالی ہمت تھیں۔

ام المؤمنین حضرت سیّدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں سے ہے کہ ابنِ اسحاق امام اہلِ سیر (علم تواریخ کے امام) نے بیان کیا ہے کہ اُن کا باپ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ تجدید صلح کے واسطے مدینہ منورہ آیا۔ اپنی بیٹی حضرت سیّدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ملنے گیا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ بستر پر بیٹھنے لگا تو انہوں بستر کو لپیٹ دیا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے پوچھا بیٹی میں نہیں سمجھا کہ بستر کو مجھ سے دور رکھنا چاہتی ہے یا مجھ کو بستر سے دور رکھنا چاہتی ہے۔ حضرت سیّدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اے باپ! یہ بستر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور تو مشرک ہے۔ اس پر نہیں بیٹھ سکتا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کھسیانا ہو کر کہا کہ بیٹی تو ہم سے جدا ہو کر بگڑ گئی۔

اللہ اکبر یہ نمونہ ہے۔ اس ایمانِ کامل کا جس کی وجہ سے اللہ ربّ العزت نے ان کو اُمّ المؤمنین کے درجہ پر ممتاز کیا اور یہی ہے وہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس کے بغیر کبھی کوئی شخص کاملِ ایمان نہیں ہوسکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "لایؤمن احدکم حتی

Marfat.com

اکون احب الیه من ولدہ و والدہ والناس اجمعین ۔" (تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہوگا۔ جب تک میری محبت اس کو اولاد ماں باپ اور دیگر جملہ اشخاص سے بہت زیادہ نہ ہوگی)

ام المؤمنین حضرت سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ۴۴ھ میں مدینہ شریف میں وصال فرمایا۔ وصال کے وقت حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا و حضرت سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ سوت عورتوں کے درمیان کبھی کچھ نوک جھونک ہو جایا کرتی ہے۔ جو کچھ میں نے کہا سنا ہو مجھے معاف کردو۔ دونوں نے کہا کہ ہم خوشی سے معاف کرتی ہیں۔ حضرت سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تم نے مجھے خوش کر دیا۔ اللہ ربّ العزت تم کو خوش کرے۔

10- اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا

صفیہ رضی اللہ عنہا بنتِ حی بن اخطب بن شعبہ سبط (یعنی نواسی) ہارون علیہ السلام سے ہیں۔ ان کی والدہ کا نام برہ بنتِ سموال ہے۔ ان کا پہلا نکاح سلام بن مشکم سے اور دوسرا نکاح کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوا۔ وہ غزوہ خیبر میں مارا گیا تھا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اس غزوہ کے اسیران میں تھیں۔ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ (دحیہ بن حنیفہ بن فروہ بنو کلب سے ہیں۔ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ بدر کے سوا جملہ مشاہد میں ملتزمِ رکاب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ ۶ھ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان ہی کو قیصر کے پاس سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ (بعہد سلطنتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وفات فرمائی) نے عرض کیا کہ مجھے ایک لونڈی مل جائے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لے لو۔ انہوں نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو لینا چاہا۔ اس میں اختلاف ہو گیا۔ لوگوں نے کہا کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کی سیّدہ ہے۔ اور ایسی عورت دحیہ رضی اللہ عنہ کو مل جانے کی کوئی وجہ نہیں اور لوگوں نے یہ بھی کہا کہ بہتر ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے اپنے لئے خاص فرمائیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے آزاد فرما کر نکاح کرلیا۔

Marfat.com

ایک روز حضور ﷺ نے دیکھا کہ صفیہ رضی اللہ عنہا رو رہی ہے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ حفصہ رضی اللہ عنہا مجھے حقیر سمجھتی ہے اور اپنے لئے بطور فخر کہتی ہے کہ ہمارا نسب آنحضرت ﷺ سے ملتا ہے تو حضور پُر نور ﷺ نے فرمایا کہ تم نے کیوں نہ کہہ دیا کہ تم مجھ سے کیوں بہتر ہو سکتی ہو۔ میرا باپ ہارون علیہ السلام اور میرا چچا موسیٰ علیہ السلام اور میرا شوہر محمد ﷺ ہے "صلی اللہ علی سیّدنا محمد النبی وعلی ھارون وموسٰی وجمیع الانبیاء والمرسلین" (ترمذی بروایت انس رضی اللہ عنہ)

ایک دفعہ حضرت سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے آکر شکایت کی کہ حضرت سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سبت کی (یعنی ہفتہ کا دن) عزت کیا کرتی ہے اور یہود کو عطیات دیا کرتی ہیں تو حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کرنے کو بھیجا۔ انہوں نے کہا: جب سے اللہ ربّ العزت نے مجھے جمعہ عطا فرمایا ہے۔ سبت کو میں نے کبھی پسند نہیں کیا رہے یہودی ان سے میری قرابت کے تعلقات ہیں اور میں ان کو تحائف ضرور دیتی رہتی ہوں۔

پھر اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس لونڈی سے پوچھا کہ اس شکایت کرنے کا کیا سبب ہے۔ لونڈی نے کہا کہ مجھے شیطان نے بہکا دیا تھا۔ اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا جاؤ تم راہِ خدا میں آزاد ہو۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا وصال رمضان شریف ۵۰ھ میں ہوا۔

11- اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنتِ الحارث بن بجیر بن محرم بن رویبہ عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر

Marfat.com

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا پہلے ابی رہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں تھیں اوراس سے پیشتر حویطب بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں تھیں۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۷ھ میں عمرہ فرمایا تو اس وقت یہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ عمِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر فرمایا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کرلیا۔اس وقت ان کی عمر ۳۶ سال تھی اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ۵۹ سال تھی۔ حضرت سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا وصال ۵۱ھ میں ہوا۔اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال تھی۔

Marfat.com

احقر نہایت ضروری سمجھتا ہے کہ یہاں پر حضور پُرنور ﷺ کے بزرگ و برتر اور محترم والدین کے مبارک حالات کے متعلق مختصراً بیان ہونا چاہیے

حضرت سیّدنا عبداللہ بن عبدالمطلب (رضی اللہ عنہما)

حضرت معنی حضور اور کلمہ تعظیم کا بزرگوں کے لیے اور عبداللہ بمعنی اللہ ربّ العزت کا بندہ۔ حضور نبی کریم ﷺ کے والد ماجد کا مبارک نام ہے اور والد بمعنی باپ اور نبی بمعنی خبر دینے والا۔ اور پیغمبر جو اللہ ربّ العزت کی طرف سے بندوں کی ہدایت کے لیے آیا ہو۔ واضح رہے کہ نبی عام ہے۔ خواہ صاحبِ کتاب ہو یا نہ ہو اور رسول خاص ہوتا ہے یعنی وہ پیغمبر جو صاحبِ کتاب ہو۔ جیسے حضور نبی اکرم ﷺ اور نبی کو رسول نہیں کہہ سکتے اور ﷺ معنی اس پر اللہ ربّ العزت کی رحمت اور سلامتی ہو۔

حضرت سیّدنا عبداللہ اپنے باپ کے انتہائی لاڈلے بیٹے تھے۔ عبدالمطلب نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ ربّ العزت انہیں دس فرزند عطا فرمائے تو وہ ایک تقربِ الٰہی کے لیے ذبح کریں گے۔

جب عبدالمطلب کے گھر دس فرزند پیدا ہو چکے تب انہوں نے اپنی منت پوری کرنے کا ارادہ فرمایا۔ قرعہ ڈالا گیا تو حضرت سیّدنا عبداللہ کے نام کا قرعہ نکلا۔ حضرت سیّدنا عبداللہ نے اپنے باپ کی خوشنودی اور مرضاۃِ الٰہی کے لیے قربان ہونا منظور کر لیا لیکن [illegible]

Marfat.com

نے برادرِ شفیق کے لیے مزاحمت کی اور حضرت سیّدنا عبداللہ کے ننھیال بھی اس مزاحمت میں شریک ہو گئے۔

آخر کار فیصلہ ہوا کہ ایک مشہور کاہنہ جو کچھ کہہ دے۔ اس کے مطابق عمل کیا جاوے۔ کاہنہ نے کہا کہ قرعہ اونٹوں پر ڈالنا چاہیے اور جب حضرت سیّدنا عبداللہ کو چھوڑ کر اونٹوں کا قرعہ نکلے۔ اتنے اونٹوں کی قربانی کر دینی چاہیے۔

قرعہ کا آغاز دس اونٹوں سے کیا گیا پھر بیس، تیس، چالیس، پچاس، ساٹھ، ستر، اسی، نوے تک بڑھاتے گئے۔ ہر دفعہ حضرت سیّدنا عبداللہ کا نام نکلا لیکن جب اونٹوں کی تعداد ایک سو کر دی گئی۔ تب قرعہ اونٹوں کا نکل آیا اور عبدالمطلب نے بیٹے کے فدیہ (یعنی سر بہا و صدقہ) اور اپنی منت کے بدلے میں سو اونٹ قربان کر دیئے۔

اس میں شک نہیں کہ انسانی قربانی ایک وحشیانہ رسم ہے لیکن یہ رسم اس زمانہ تک ہر ایک ملک میں پائی جاتی تھی اور ہند، یونان، مصر، ایران، چین و افریقہ کے ممالک میں برابر جاری تھی۔

عبدالمطلب کے اس فعل میں اگر کوئی ندرت (اکیلا پن، تخفگی) ہے تو یہ ہے کہ اس نے یہ منت خالص خدائے پاک کے لیے مانی تھی۔ کسی دیوتا یا بت کے لیے نہیں۔ جیسا کہ اس رسم کے پابند لوگ کلیتاً غیر اللہ ہی کے لیے کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ عبدالمطلب کے دل میں حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کا شوق پیدا ہوا ہو اور اس شوق میں مامور اور غیر مامور کے فرق کو نہ سمجھ کر انہوں نے یہ باور کر لیا ہو کہ ہر ایک باپ کو قربانی فرزند کا حق حاصل ہے۔

اللہ ربّ العزت نے احسانِ عظیم فرمایا کہ عبدالمطلب کو بھی ایفائے نذر سے سرخرو فرمایا اور حضرت سیّدنا عبداللہ کو بھی بچایا۔

اس واقعہ سے پیشتر عرب میں انسانی دیت (یعنی خون بہا) کے لیے دس اونٹ مقرر

Marfat.com

تھے لیکن اس واقعہ کے بعد دیت کی مقدار عام طور پر سو اونٹ ہوگئی گویا عبدالمطلب کے خلوص اور سردار عبداللہ کی اطاعتِ پدری کا یہ نتیجہ کہ سارے ملک میں انسان کی قدر و قیمت بڑھ گئی اور یہ ظاہر ہے کہ دیت کی مقدار میں دہ چند (یعنی دس گنا) ترقی ہو جانے سے وارداتِ قتل کے شمار میں ضرور نمایاں کمی ہوگئی ہوگی اور اس طرح یہ واقعہ تمام ممالک اور بنی نوع انسان کے لیے برکت بن گیا۔

بے شک! جس گرامی سردار کے فرزند کو رحمۃ العالمین بنایا تھا۔ اس کے آباء واکرام کا بھی بنی نوعِ انسان کے لیے ایسا ہی محسن ہونا ضروری تھا۔

سردار عبداللہ کی عفتِ نفس (یعنی شرافت و پارسائی) کا ایک واقعہ ابونعیم وخرائطی وابن عساکر نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ فاطمہ بنتِ مرالخثعمیہ نے ان سے اظہارِ محبت کیا۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب عبدالمطلب اپنے فرزند حضرت سیّدنا عبداللہ کو نکاح کے لیے لے کر چلے تو راستہ میں ایک عورت پہ گزر ہوا۔ جس کا نام فاطمہ بنتِ مرا تھا۔ اور وہ تورات وانجیل وغیرہ سے بخوبی واقف تھی۔ اس نے حضرت سیّدنا عبداللہ کے چہرہ میں نورِ نبوت دیکھ کر اپنی طرف بلایا اور یہ کہا کہ میں تجھ کو سو اونٹ نذر کروں گی۔ (کہ تو مجھ سے اختلاط کر) تو حضرت سیّدنا عبداللہ نے جواب میں یہ اشعار پڑھے۔

اما الحرام فالممات دونه ۔ والحل لاحل فاستبینه
فکیف بالامر الذی تبغینه ۔ یحمی الکریم عرضه ودینه

فعل حرام کرنے سے تو مرجانا ہی اچھا ہے۔ حلال کو بے شک میں پسند کرتا ہوں مگر اس کے لیے اعلان ضروری ہے۔ تم مجھے بہکاتی اور پھسلاتی ہو مگر شریف انسان کو لازم ہے کہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے۔

اور اس عورت کی درخواست کو نامنظور کر دیا۔

حضرت عبداللہ جب حضرت آمنہ سے نکاح کر کے واپس ہوئے تو اس عورت کے

Marfat.com

واقعہ نکاح معلوم کر کے یہ کہا کہ " واللہ میں کوئی بدکار عورت نہیں ہوں۔ تمہارے چہرہ میں نور نبوت دیکھ کر یہ چاہا تھا کہ یہ نور میری طرف منتقل ہو جائے لیکن اللہ ربّ العزت نے جہاں چاہا۔ وہاں اس نور کو ودیعت رکھا۔ (سیرتِ ابنِ ہشام' جلد اول' صفحہ ۱۷۹)

اس نکاح کے بعد حضرت سیّدنا عبداللہ ملک شام کو تجارت کے لیے چلے گئے۔ واپسی کے وقت مدینہ شریف میں اس لئے ٹھہرے تھے کہ اپنے باپ کے حکم کے موافق وہاں سے کھجوروں کا سودا کریں اور وہیں بیمار ہوئے اور عالمِ آخرت کو سدھار گئے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے والدین کے اِسماء پر نظر کرو اس زمانہ کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہوئے ہر ایک مؤرخ تعجب کرے گا کہ ایسے پاک نام کیوں کر رکھے گئے تھے۔ اللہ ربّ العزت نے ابتداءً آپ ﷺ کے والدِ ماجد کے لیے وہ نام پسند فرمایا جو تمام ناموں میں حق تعالیٰ کو محبوب ہے چنانچہ احادیث میں اس کی فضیلت کا بیان موجود ہے حقیقت تو یہ ہے کہ جس بچے کو باپ کے خون سے عبودیتِ الٰہی اور ماں کے دودھ سے امنِ عامہ کی گھٹی ملی ہو کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے کہ وہ محمود الافعال حمید الصفات ہو اور تمام دنیا کی زبان سے محمد ﷺ کہلائے۔

حضرت سیّدنا عبداللہ بن عبدالمطلب کا انتقال ۲۵ سال کی عمر میں ہوا۔ جب حضور نبی کریم ﷺ ہنوز شکمِ مادر میں تھے۔

Marfat.com

حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ ہیں۔ ان کے والد وہب بنو زہرہ کے سردار قریش رضی اللہ عنہ میں نہایت محترم تھے۔ سیّدہ آمنہ نے اپنے چچا وہب کی حضانت میں پرورش پائی تھی۔ وہب بھی اپنے بھائی کی طرح قوم کا سید اور مطاع تھا۔

حضرت سیّدہ آمنہ نکاح کے پہلے ہی ہفتہ میں امانت دار نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بن گئی تھیں۔ ان کا بیان ہے کہ مجھے بوڑھی عورتوں نے کہا کہ حمل کے دنوں میں کچھ لوہا گردن میں لٹکا لو اور کچھ بازوؤں پر باندھ لو۔ میں نے ایسا ہی کر لیا مگر چند روز کے بعد دیکھا کہ وہ لوہے کی چیزیں کہیں گر پڑی تھیں پھر میں نے کچھ بھی نہ باندھا۔

حضرت سیّدہ آمنہ کو خواب میں بتایا گیا تھا کہ پیٹ کے بچہ کا نام "احمد" رکھنا چنانچہ ماں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی اسمِ گرامی "احمد" رکھ دیا اور دادا نے "محمد" تجویز کیا۔ پس محمد و احمد دونوں مبارک اور سعد نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی نام ہیں۔

اس خواب کے بعد ہی سیّدہ آمنہ کو یقین ہو گیا کہ ان کا مولود نہایت مبارک اور مسعود ہوگا چنانچہ جب سعدیہ حلیمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گود لینے میں اس لئے تامل کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یتیم بچے ہیں تو حضرت سیّدہ آمنہ نے فرمایا:

"یاظئیر سلی عن ابنك فانه سیکون له شان"

اے دایہ اس بچہ سے مطمئن رہو۔ اس کی بڑی شان ہونے والی ہے۔

Marfat.com

جب حلیمہ بچے کو لے کر چلیں تو سیّدہ آمنہ نے یہ اشعار پڑھے

اعیذ باللہ ذی الجلال   من شر ما علی الجمال

حتی اراہ حامل الحلال   ویفعل العرف الی الموال

وغیرھم من حشوۃ الرجال

''میں اپنے بچے کو خدائے ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں۔ اس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اپنے شتر پر سوار دیکھوں اور دیکھ لوں کہ وہ غلاموں کے ساتھ اور درماندہ لوگوں کے ساتھ سلوک واحسان کرنے والا ہے۔''

دو سال بعد جب آنحضرت ﷺ کا دودھ چھڑایا گیا تو حلیمہ سعدیہ حضور ﷺ کو مکہ مکرمہ واپس لائیں۔ اس وقت مکہ معظمہ میں وباء کی بیماری تھی۔ دانا والدہ ماجدہ نے حضور ﷺ کو پھر واپس بھجوادیا۔

پانچ سال کی عمر میں حلیمہ سعدیہ حضور ﷺ کو پھر واپس مکہ مکرمہ لائیں۔ اس وقت حضرت سیّدہ آمنہ نے اس آنکھوں کے نور کو جس نے تمام دنیا کے سامنے نور حقہ روشن فرمایا۔ اپنے پاس رکھ لیا پھر آپ ﷺ کو ساتھ لے کر یثرب گئیں۔ ننھیال کے ملنے کا بہانہ تھا اور غالباً بے وطن متوفی شوہر کی مٹی دیکھنے کا شوق دل میں پیدا ہوا تھا۔

وہاں ایک ماہ تک دارالنابغہ میں قیام فرمایا۔ اس سفر میں دو اونٹ سواری کے لیے اور اُمِ ایمن لونڈی بھی ساتھ تھیں۔ حضور نبی کریم ﷺ جب سنتالیس ۴۷ سال بعد جب مدینہ میں ہجرت فرما کر تشریف لے گئے تو بچپن کی سب باتوں کو یاد فرما کر ان کا ذکرِ خیر فرمایا کرتے تھے کہ یہاں ایک لڑکی انیسہ ہوتی تھی۔ جو ہمارے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ اس قلعہ کے اوپر پرندہ آبیٹھا کرتا تھا۔ بچے اسے اڑایا کرتے تھے۔ اس گھر میں میری ماں یہاں بیٹھا کرتی تھی اور اس گھر میں میرے والد ماجد کی قبر اس جگہ بنائی ہوئی تھی اور بنوعدی بن النجار کی باؤلی میں میں خوب تیرنا سیکھ گیا تھا۔

Marfat.com

حضرت سیّدہ آمنہ ایک ماہ قیامِ یثرب کے بعد مکہ معظمہ واپس ہوئیں تو مقامِ ابواء پہنچ کران کا انتقال ہوگیا۔ غالبًا پیارے شوہر کی مفارقت کا وہ اندوہ جو قبر کے دیکھنے سے بڑھ گیا اور قلب پر چھا گیا تھا۔ اپنا کام کر گیا اور یہ پیکرِ محبت پھر زیادہ دیر تک زندہ نہ رہ سکی اور اللہ ربّ العزت کی وہ حکمتِ کاملہ پوری ہوئی کہ نبی ﷺ اپنی تربیت میں پدر و مادر (ہر دو) کے بارِ منت سے سبکدوش رہے۔

Marfat.com

حدیث

حدیث کے معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے متعلق خبر یا بات۔ یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال' افعال اور احوال کا نام حدیث ہے۔
جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ ربّ العزت کے حکم سے اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ اس وقت سے جو باتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائیں یا جو کام کئے تقریباً ان سب کا شمار حدیث شریف میں ہے۔ اللہ ربّ العزت کا کلام جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوتا تھا وہ قرآنِ مجید ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذاتی اقوال اور افعال حدیث کہلاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکم تھا کہ قرآنِ مجید جس قدر نازل ہو۔ فوراً لکھ لیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بنفس نفیس اس کا اہتمام فرماتے تھے۔ وحی نازل ہوتے ہی کاتب کو بلا کر اپنے سامنے لکھواتے تھے مگر احادیث کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتابت کی ممانعت فرما دی تھی اور یہ حکم فرمایا تھا کہ سوائے قرآنِ مجید کے اور کوئی چیز میری طرف سے مت لکھو لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ چند خطوط جو شاہانِ عالم کے نام بھیجے یا وہ ہدایت جو کسی صحابی کے کہنے پر لکھوائی گئی۔ لکھوا دی تھی۔

اسی وجہ سے احادیث کی کتابت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہ ہوئی۔ اس کی یہ مصلحت بھی معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ وہ زمانہ نزولِ قرآنِ مجید کا زمانہ تھا۔ احادیث کا لکھا جانا کہیں قرآنِ مجید کی آیات سے خلط ملط نہ ہو جائے لیکن باوجود اس کے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے عہدِ مبارک میں اگرچہ احادیث کی

Marfat.com

باقاعدہ کتابت نہ ہوئی تھی لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث کے حاصل کرنے اور ان کو محفوظ کرنے کا وہ اہتمام کیا تھا کہ کتابت میں اس سے زیادہ حفاظت نہ ہوسکتی تھی۔ احادیث کے حاصل کرنے کا یہ اہتمام تھا کہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو کہ اپنے کاروبار و معیشت کے سبب سے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں روزانہ حاضری سے قاصر تھے۔ انہوں نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ دو دو آدمیوں نے مل کر باری مقرر کر لی تھی کہ ایک روز ایک جاتا تھا اور دوسرے روز دوسرا پھر ان میں ہر ایک جس قدر احادیث سنتا تھا اپنے دوسرے ساتھیوں سے بیان کر دیتا تھا اور احادیثِ مبارکہ کی حفاظت کا یہ اہتمام بھی تھا کہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے التزام کر لیا تھا کہ دن بھر میں جس قدر احادیث حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنتے تھے وہ رات کو عشاء کے بعد یا پھر کسی اور وقت لفظ بہ لفظ یاد کر لیتے تھے۔ ان لوگوں کا حافظہ عموماً نہایت قوی تھا۔ (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کرتے تھے) (مشکوٰۃ شریف) پھر اس پر یہ اہتمام اور بھی مزید تھا کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کبھی کبھی حدیث کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے خود بھی دہرا لیتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بسا اوقات اپنی حدیث کو دو دو بار یا تین تین بار ارشاد فرماتے تھے اور تاکید فرماتے تھے کہ اسے خوب یاد کر لو پھر اس طرح صحابہ کرام نے بموجب حکمِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اشاعت میں اہتمام کیا اور تابعین نے بھی ان کے یاد کرنے اور محفوظ رکھنے میں سخت محنت اور کوشش کی اور اشاعت کا بھی کافی انتظام کیا۔

(صحیح بخاری: تدوینِ احادیث)

مصنف بمعنی کتاب تصنیف کرنے والا یا کتاب لکھنے والا۔ جنہوں نے سب سے پہلے اس فن میں کتاب لکھی اس میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے مصنف حدیث امام زہری رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اوّل مصنف ربیع بن صبیح رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور بعض سعید بن عروبہ کو اوّل مصنف کہتے ہیں۔ تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ یہ سب لوگ ایک ہی زمانہ میں تھے اور ایک ہی زمانہ میں ان سب نے تدوینِ احادیث کی ابتداء کی ہے

Marfat.com

بہر حال یہ ثابت کرنا بہت مشکل ہے کہ ان میں مقدم کون ہے اور مؤخر کون ہے۔

ان مصنفین کا شمار محدثین کے پہلے طبقہ میں ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے بعد جو اور محدثین ہوئے انہوں نے بھی احادیث کی کتابیں لکھیں۔ ان کا شمار دوسرے طبقہ میں ہوتا ہے مگر ان دونوں طبقوں کے محدثین کی تصانیف کو رواج نہ ہو سکا کیونکہ ان کی تصانیف میں وہ جامعیت اور حسنِ ترتیب اس کے علاوہ اور بہت سی خوبیاں جو کہ ان کے بعد کے محدثین کی تصانیف میں ہیں موجود نہ تھی اور یہ عام قاعدہ ہے کہ نقشِ اوّل سے نقشِ ثانی بہتر ہوا کرتا ہے۔

ان کے بعد تیسرا طبقہ کے لوگوں نے جامع تصانیف مرتب کیں۔ جن میں عبادات اور معاملات کے تمام حصص کے متعلق احادیث ہیں۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے مدینہ شریف میں ''مؤطا'' تصنیف فرمائی۔ ابنِ جریج رضی اللہ عنہ نے مکہ معظمہ میں، اوزاعی رضی اللہ عنہ نے شام میں، سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں حماد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں اس قسم کی تصانیف کی بنیاد ڈالی۔

پھر تیسرے طبقہ کے بعد جو مصنفین پیدا ہوئے ان کی تصانیف اور بھی جامع اور کامل ہوئیں۔ جیسے بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مسلم رحمۃ اللہ علیہ، ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، نسائی رحمۃ اللہ علیہ، ابنِ ماجہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ یہ کتب بہت قدر کے ساتھ تمام اسلامی ممالک میں قبول کی گئی ہیں اور ان کا رواج بھی کافی زیادہ اور بہت جلد ہو گیا۔ (صحیح بخاری احادیث کی تدوین)

کتب سنن یا مسند

سب سے پہلے حدیث شریف کے جو مجموعے مرتب ہوئے۔ ان کی ترتیبِ ابواب فقہ کے مطابق رکھی گئی تھی مثلاً کتاب ''الطہارت'' لکھ کر ایک عنوان مکمل کر دیا پھر طہارت سے متعلق جتنی احادیث تھیں۔ ان سب کو اس باب میں یکجا کر دیا۔ اس کے برخلاف بعض علماء

Marfat.com

نے احادیث کی تدوین کو رواۃ کے ناموں کی مثلاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جتنی روایات منقول ہیں وہ ''طہارت'' سے متعلق ہوں یا ''صوم'' سے سب کو ایک جگہ جمع کر دیا پہلی قسم کی کتب حدیث کو علمائے فن کی اصلاح میں ''کتاب السنن'' اور دوسری قسم کی کتب کو ''مسند'' کہتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد میں کسی روایت کی توثیق کا قاعدہ یہ تھا کہ راوی سے شہادت طلب کی جاتی تھی۔ تابعین کے عہد میں صرف شہادت کافی نہیں ہو سکتی تھی اس لئے اسناد کا طریقہ قائم کیا گیا یعنی جب کوئی راوی روایت بیان کرتا تھا تو اسے بتانا پڑتا تھا کہ اس نے وہ روایت کس سے سنی ہے اور اس نے آگے کس سے سنی تھی۔ یہاں تک کہ وہ سلسلہ صحابی تک پہنچ جاتا تھا۔ بڑے بڑے آئمہ اس کا التزام کرتے تھے۔

حدیثِ صحیح

محدثین کے نزدیک صحیح وہ حدیث ہے جس کی اسناد راوی سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک متصل ہو یعنی درمیان میں منقطع یا مرسل نہ ہو اور اس کو ایک ایسے شخص نے نقل کیا ہو جو عادل ہو۔ ضابطہ (انتظام کرنے والا) ہو اور جس میں کسی قسم کی کوئی علت نہ پائی جاتی ہو۔

حدیثِ حسن

حدیث کی دوسری قسم حسن ہے۔ اس کی تعریف عموماً یہ کی جاتی ہے کہ اس کا مخرج معلوم ہو اور رجال مشہور ہوں۔ مخرج معلوم ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ حدیث ایسے معتبر اور مشہور راوی سے مروی ہو۔ جو اپنے شہر کے لوگوں سے روایت کرنے میں شہرت رکھتا ہو۔

ضبط

صحتِ حدیث کے لیے دوسری شرط ضبط ہے۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ضبط کی

Marfat.com

دو قسمیں ہیں۔ ایک ضبطِ صدر اور دوسری ضبطِ کتاب

ضبطِ صدر یہ ہے کہ راوی نے جو کچھ سنا ہے وہ سب اس کو اس طرح یاد ہو کہ جب چاہے اسے مستحضر کر سکے۔

اور ضبطِ کتاب یہ ہے کہ جو سنے اس کو فوراً لکھ لے تا کہ اس میں کسی قسم کے خلل کے پیدا ہونے کا امکان ہی نہ رہے۔ یہ ضبط کی اعلیٰ قسم ہے۔

Marfat.com

وضو

اللہ رب العزت قرآنِ مجید میں فرماتا ہے کہ

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ (المائدہ:۶)

اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو۔ (اور وضو نہ ہو) تو اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھوؤ اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھوؤ۔

فضائلِ وضو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن میری امت اس حالت میں بلائی جائے گی کہ منہ اور ہاتھ، پاؤں آثارِ وضو سے چمکتے ہوں گے تو جس سے ہو سکے چمک زیادہ کرے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز نہ بتادوں جس کے سبب اللہ رب العزت خطائیں محو فرمادے اور درجات بلند کردے۔ عرض کی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت وضو ناگوار ہوتا ہے۔ اس وقت وضوئے کامل کرنا اور مسجدوں کی طرف قدموں کی کثرت اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار۔ اس کا ثواب ایسا ہے جیسے کفار کی سرحد پر حمایتِ بلادِ اسلام کے لیے گھوڑا باندھنے کا۔ (مسلم شریف)

Marfat.com

حضرت عبداللہ سنانجی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمان بندہ جب وضو کرتا ہے تو کلی کرنے سے منہ کے گناہ گر جاتے ہیں اور جب ناک میں پانی ڈال کر صاف کیا تو ناک کے گناہ نکل گئے اور جب منہ دھویا تو اس کے چہرہ کے گناہ نکل گئے۔ یہاں تک کہ پلکوں کے بھی نکل گئے اور جب ہاتھ دھوئے تو ہاتھوں کے گناہ نکل گئے یہاں تک کہ ہاتھوں کے ناخنوں سے بھی نکل گئے اور جب سر کا مسح کیا تو سر کے گناہ نکل گئے یہاں تک کہ کانوں سے نکل گئے اور جب پاؤں دھوئے تو پاؤں کی خطائیں نکل گئیں یہاں تک کے پاؤں کے ناخنوں کے گناہ نکل گئے پھر اس کا مسجد کو جانا اور نماز مزید برآں

(امام مالک ونسائی)

روایت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام حمران سے وضو کے لیے پانی مانگا اور سردی کی رات میں باہر جانا چاہتے تھے۔ حمران کہتے ہیں میں پانی لایا۔ انہوں نے منہ ہاتھ دھوئے تو میں نے کہا کہ اللہ ربّ العزت آپ رضی اللہ عنہ کو کفایت کرے۔ رات تو بہت ٹھنڈی ہے۔ اس پر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جو بندہ وضوئے کامل کرتا ہے۔ اللہ ربّ العزت اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ (بزاز)

امیر المؤمنین حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص سردی میں کامل وضو کرے اس کے لیے دگنا ثواب ہے۔ (طبرانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو ایک ایک بار وضو کرے تو یہ ضروری بات ہے جو دو دو بار وضو کرے۔ اس کو دگنا ثواب اور جو تین تین بار دھوئے تو یہ میرا اور اگلے نبیوں کا وضو ہے۔ (احمد بن حنبل)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو مسلمان وضو کرے اور اچھا وضو کرے پھر کھڑا ہو اور باطن وظاہر سے متوجہ ہو کر دو رکعت نماز پڑھے۔ اس کے لیے جنت واجب ہوتی ہے۔ (مسلم شریف)

Marfat.com

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی وضو کرے اور کامل وضو کرے پھر پڑھے: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔ (مسلم شریف)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضو پر وضو کرے۔ اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (ترمذی شریف)

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن صبح کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا اے بلال رضی اللہ عنہ کس عمل کے سبب جنت میں تو مجھ سے آگے آگے جا رہا تھا۔ میں رات جنت میں گیا تو تیرے پاؤں کی آہٹ اپنے آگے پائی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جب اذان کہتا۔ اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھ لیتا اور میرا جب کبھی وضو ٹوٹتا فوراً وضو کر لیا کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی سبب سے (ابن خزیمہ)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے بسم اللہ نہ پڑھی اس کا وضو نہیں یعنی وضوئے کامل نہیں۔ (اس کے معنی وہ ہیں جو دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا۔) (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے بسم اللہ کہہ کر وضو کیا سر سے پاؤں تک اس کا سارا بدن پاک ہو گیا اور جس نے بغیر بسم اللہ وضو کیا اس کا اتنا ہی بدن پاک ہوگا۔ جتنے پر پانی گزرا۔ (دارقطنی، بیہقی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کوئی خواب سے بیدار ہو تو وضو کرے اور تین بار ناک صاف کرے کہ شیطان اس کے نتھنے پر رات گزارتا ہے۔ (بخاری شریف)

Marfat.com

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت پر شاق ہوگا تو میں ان کو ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا امر فرما دیتا اور بعض روایتوں میں لفظِ فرض بھی آیا ہے۔ (طبرانی)

حضور سیدِ عالم ﷺ کسی نماز کے لیے تشریف نہ لے جاتے تاوقتیکہ مسواک نہ فرما لیتے۔ (طبرانی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ جب باہر سے گھر میں تشریف لاتے تو سب سے پہلا کام مسواک کرنا ہوتا۔ (مسلم شریف)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسواک کا التزام رکھو کہ وہ سبب ہے منہ کی صفائی اور اللہ ربّ العزت کی رضا کا۔ (امام احمد بن حنبل)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو رکعتیں جو مسواک کر کے پڑھی جائیں افضل ہیں بغیر مسواک ستر ۷۰ رکعتوں سے۔ (ابونعیم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ دس چیزیں فطرت سے ہیں۔ (یعنی ان کا حکم ہر شریعت میں تھا)

(1) مونچھیں کترنا (2) داڑھی بڑھانا (3) مسواک کرنا (4) ناک میں پانی ڈالنا (5) ناخن تراشنا (6) انگلیوں کی چنتیں دھونا (7) بغل کے بال دور کرنا (8) موئے زیرِ ناف مونڈھنا (9) استنجا کرنا (10) کلی کرنا (مشکوٰۃ شریف)

فرائض وضو

فرائض جمع ہے۔ فرض کی۔ معنی حکمِ خداوند تعالیٰ کا واجب کیا ہوا۔ وضو میں چار فرض ہیں:

(1) ایک مرتبہ سارا چہرہ دھونا۔ (2) ایک بار دونوں ہاتھ کہنیوں تک (یعنی کہنیوں

Marfat.com

سمیت) دھونا

(3) ایک بار چوتھائی سر کا مسح کرنا (4) دونوں پاؤں معہ ٹخنوں کے ایک بار دھونا۔

(1) پورے سر کا مسح کرنا چاہیے لیکن یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے (2) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح فرض ہے (3) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک بال یا دو بال کا مسح کافی ہے۔ (صحیح بخاری)

احکام فقہی

وہ آیۃ کریمہ جو اوپر درج کی گئی ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ وضو میں چار فرض ہیں۔ (1) منہ دھونا (2) کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونا (3) سر کا مسح کرنا (4) ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا۔

فائدہ

کسی عضو کے دھونے کے یہ معنی ہیں کہ اس عضو کے ہر حصہ پر کم از کم دو بوند پانی بہہ جائے۔ بھیگ جانے یا تیل کی طرح پانی چپڑ لینے یا ایک آدھ بوند بہہ جانے کو دھونا نہیں کہیں گے اور نہ اس سے وضو یا غسل ہوگا۔

اس امر کا لحاظ بہت ضروری ہے اور لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نمازیں اکارت جاتی ہیں۔ بدن میں بعض جگہیں ایسی ہیں کہ جب تک ان کا خاص خیال نہ کیا جائے۔ ان پر پانی نہ بہے گا۔ جس کی تشریح ہر عضو میں بیان کی جائے گی۔ کسی جگہ موضع حدث پر تری پہنچنے کو مسح کہتے ہیں۔

منہ دھونا

شروع پیشانی سے (یعنی جہاں سے بال جمنے کی انتہا ہو) ٹھوڑی تک طول میں اور عرض میں اور ایک کان سے دوسرے کان تک منہ ہے۔ اس حد کے اندر جلد کے ہر حصہ پر

Marfat.com

ایک مرتبہ پانی بہانا فرض ہے۔

1- جس کے سر کے اگلے حصے کے بال گر گئے یا جمے نہیں۔ اس کو وہیں تک منہ دھونا فرض ہے۔ جہاں تک عادتاً بال ہوتے ہیں اور اگر عادتاً جہاں تک بال ہوتے ہیں۔ اس سے نیچے تک کسی کے بال جمے تو ان زائد بالوں کا جڑ تک دھونا فرض ہے۔

2- مونچھوں یا بھوؤں یا بچی کے بال گھنے ہوں کہ کھال بالکل دکھائی نہ دے تو جلد کا دھونا فرض نہیں۔ بالوں کا دھونا فرض ہے اور اگر ان جگہوں کے بال گھنے نہ ہوں تو جلد کا دھونا بھی فرض ہے۔

3- اگر مونچھیں بڑھ کر لبوں کو چھپالیں تو اگر چہ گھنی ہوں۔ مونچھیں ہٹا کر لب کا دھونا فرض ہے۔

4- داڑھی کے بال اگر گھنے نہ ہوں تو جلد کا دھونا فرض ہے اگر گھنے ہوں تو گلے کی طرف دبانے سے جس قدر چہرے کے گردے میں آئیں۔ ان کا دھونا فرض ہے اور جڑوں کا دھونا فرض نہیں اور جو حلقے سے نیچے ہوں۔ ان کا دھونا فرض نہیں اور اگر کچھ حصہ میں گھنے ہوں اور کچھ چھدرے تو جہاں گھنے ہوں وہاں اور جہاں چھدرے ہوں۔ اس جگہ جلد کا دھونا فرض ہے۔

5- لبوں کا وہ حصہ جو عادتاً لب بند کرنے کے بعد بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اس کا دھونا فرض ہے تو اگر کوئی خوب زور سے لب بند کرے کہ اس میں کچھ چھپ گیا کہ اس پر پانی نہ پہنچا۔ نہ کلی کی کہ دھل جاتا تو وضو نہ ہوا۔ ہاں وہ حصہ جو عادتاً منہ بند کرنے میں ظاہر نہیں ہوتا۔ اس کا دھونا فرض نہیں۔

6- رخسار اور کان کے بیچ میں جو جگہ ہے جسے کنپٹی کہتے ہیں۔ اس کا دھونا فرض ہے۔ ہاں اس حصہ میں جتنی جگہ داڑھی کے گھنے بال ہوں۔ وہاں بالوں کا اور جہاں بال نہ ہوں یا گھنے نہ ہوں تو جلد کا دھونا فرض ہے۔

Marfat.com

7- نتھ کا سوراخ اگر بند نہ ہو تو اس میں پانی بہانا فرض ہے اگر تنگ ہو تو پانی [illegible] نتھ کو حرکت دے ورنہ ضروری نہیں۔

8- آنکھ کے ڈھیلے اور پپوٹوں کی اندرونی سطح کا دھونا کچھ درکار نہیں بلکہ نہ چاہیے کہ مضر ہے۔

9- منہ دھوتے وقت آنکھیں زور سے بند کرلیں کہ پلک سے متصل ایک خفیف سی تحریر بند ہوگئی اور اس پر پانی نہ بہا اور وہ عادتاً بند کرنے سے ظاہر رہتی ہو تو وضو ہو جائے گا مگر ایسا کرنا نہیں چاہیے اگر کچھ زیادہ دھلنے سے رہ گیا تو وضو نہ ہوگا۔

10- آنکھ کے کوئے پر پانی بہانا فرض ہے مگر سرمہ کا جرم کوئے یا پلک میں رہ گیا اور وضو کر لیا اور اطلاع نہ ہوئی اور نماز پڑھ لی تو حرج نہیں نماز ہوگئی۔ وضو بھی ہوگیا اور اگر معلوم ہے تو اسے چھڑا کر پانی بہانا ضروری ہے۔

11- پلک کا ہر بال پورا دھونا فرض ہے اگر اس میں کیچڑ وغیرہ کوئی سخت چیز جم گئی ہے تو چھڑانا فرض ہے۔

ہاتھ دھونا: اس حکم میں کہنیاں بھی داخل ہیں

1- اگر کہنیوں سے ناخن تک کوئی جگہ ذرہ بھر بھی دھلنے سے رہ جائے گی تو وضو نہ ہوگا۔

2- ہر قسم کے جائز اور ناجائز گہنے یا چھلے، انگوٹھیاں، کنگن، کانچ، لاکھ وغیرہ کی چوڑیاں، ریشم کے لچھے وغیرہ اگر تنگ ہوں کہ نیچے پانی نہ بہے تو اتار کر دھونا فرض ہے اور اگر صرف ہلا کر دھونے سے پانی بہہ جاتا ہو تو حرکت دینا ضروری ہے اور اگر ڈھیلے ہوں کہ بغیر ہلانے کے پانی نیچے سے بہہ جاتا ہے تو کچھ ضروری نہیں۔

3- ہاتھوں کی آٹھوں گھائیاں، انگلیوں کی کروٹیں، ناخنوں کے اندر [illegible] ہر بال جڑ سے نوک تک ان سب پر پانی بہہ جانا بہت ضروری [illegible]

Marfat.com

بالوں کی جڑوں پر پانی بہہ گیا اور کسی ایک نوک پر نہ بہا تو وضو نہ ہوا مگر ناخنوں کے اندر کا میل معاف ہے۔

4- بجائے پانچ کے چھ انگلیاں ہیں تو سب کا دھونا فرض ہے اور اگر ایک کندھے پر دو ہاتھ نکلے تو جو چوڑا ہے اس کا دھونا فرض ہے اور اس دوسرے کا دھونا فرض نہیں مستحب ہے مگر اس کا وہ حصہ کہ اس ہاتھ کے موضع فرض سے متصل ہے۔ اتنے کا دھونا فرض ہے۔

سر کا مسح

چوتھائی سر کا مسح فرض ہے۔

1- مسح کرنے کے لیے ہاتھ پانی سے تر ہونا چاہیے۔ خواہ ہاتھ میں تری اعضا کے دھونے کے بعد رہ گئی ہو یا نئے پانی سے ہاتھ تر کر لیا ہو۔

2- کسی عضو کے مسح کے بعد جو ہاتھ میں تری باقی رہ جائے گی وہ عضو کے مسح کے لیے کافی نہ ہوگی۔

3- سر پر بال نہ ہوں تو جلد کی چوتھائی اور جو بال ہوں تو خاص سر کے بالوں کی چوتھائی کا مسح فرض ہے اور سر کا مسح اسی کو کہتے ہیں۔

4- عمامہ' ٹوپی یا دوپٹہ پر مسح کافی نہیں ہاں اگر ٹوپی' دوپٹہ اتنا باریک ہو کہ تری پھوٹ کر چوتھائی سر کو تر کر دے تو مسح ہو جائے گا۔

5- سر سے جو بال لٹک رہے ہوں۔ ان پر مسح کرنے سے مسح نہ ہوگا۔

پاؤں کو گٹوں سمیت ایک بار دھونا

1- چھلے اور پاؤں کے گہنوں کا وہی حکم ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔

2- بعض لوگ کسی بیماری کی وجہ سے پاؤں کے انگوٹھوں میں اس قدر کھینچ کر دھاگہ باندھ

Marfat.com

دیتے ہیں کہ پانی کا بہنا درکنار دھاگے یا کپڑے والی پٹی کے نیچے تر بھی نہیں ہوتا۔ ان کو اس سے بچنا لازم ہے کہ اس صورت میں وضو نہیں۔

3- گھائیاں اور انگلیوں کی کروٹیں تلوے، ایڑیاں، کونچیں سب کا دھونا فرض ہے۔

4- جن اعضا کا دھونا فرض ہے۔ ان پر پانی بہہ جانا فرض ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ قصداً پانی بہائے اگر بلاقصد واختیار بھی ان پر پانی بہہ جائے۔ (مثلاً بارش برسی اور اعضائے وضو کے ہر حصہ سے دو دو قطرے بارش کے بہہ گئے۔ وہ اعضا دھل گئے اور سر کا چوتھائی حصہ نم ہو گیا یا کسی تالاب میں گر پڑا اور اعضائے وضو پر پانی گزر گیا تو وضو ہو گیا۔

5- جس چیز کی آدمی کو عموماً یا خصوصاً ضرورت پڑتی رہتی ہے اور اس کی نگہداشت واحتیاط میں حرج ہو۔ ناخنوں کے اندر یا اوپر یا کسی دھونے کی جگہ پر اس کے لگے رہ جانے سے اگرچہ جرم دار ہو اگرچہ اس کے نیچے پانی نہ پہنچے اگرچہ سخت چیز ہو وضو ہو جائے گا۔ جیسے پکانے گوندھنے والوں کے لئے آٹا، رنگریز کے لیے رنگ کا جرم، عورتوں کے لیے مہندی کا جرم، لکھنے والوں کے لیے روشنائی کا جرم، مزدوروں کے لیے گارا اور مٹی، عام لوگوں کے لیے کوئے یا پلک میں سرمہ کا جرم، اسی طرح بدن کا میل، مٹی، غبار، مکھی، مچھر کی بیٹ وغیرہ

6- کسی جگہ چھالہ تھا اور وہ خشک ہو گیا مگر اس کی کھال جدا نہ ہوئی تو کھال جدا کر کے پانی بہانا ضروری نہیں بلکہ اسی چھالے کی کھال پر پانی بہا لینا کافی ہے پھر اس کو جدا کر لیا تو اب بھی اس پر پانی بہانا ضروری نہیں۔

7- مچھلی کا سِنا اعضائے وضو پر چپکا رہ گیا۔ وضو نہ ہو گا کہ پانی اس [illegible]

<u>سننِ وضو</u>

وضو میں اٹھارہ سنتیں ہیں۔

Marfat.com

(1) شروع میں بسم اللہ شریف پڑھنا (2) نیت کرنا (3) مسواک کرنا (4) دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھونا (5) تین مرتبہ کلی کرنا (6) تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا (7) کلی اورناک میں پانی اچھی طرح پہنچانا بشرطیکہ روزہ نہ ہو (8) گھنی داڑھی میں خلال کرنا (9) انگلیوں میں خلال کرنا (10) ہر عضو کو تین مرتبہ دھونا (11) ایک مرتبہ سارے سر کا مسح کرنا (12) دونوں کانوں کا مسح کرنا (13) اعضا کو ملنا (14) ترتیب سے وضو کرنا داہنے ہاتھ اور داہنے پاؤں کو ہاتھ اور پاؤں دھوتے ہوئے پہلے دھونا (15) مسح کی ابتدا پیشانی کی طرف سے کرنا (16) ہاتھ اور پاؤں کو انگلیوں کی طرف سے دھونا شروع کرنا (17) گردن کا مسح کرنا (18) پے در پے اعضا کو دھونا۔

احکام فقہی

1- وضو پر ثواب لینے کے لیے حکمِ الٰہی بجا لینے کی نیت سے وضو کرنا ضروری ہے ورنہ وضو تو ہو جائے گا ثواب نہیں ملے گا۔

2- وضو بسم اللہ شریف سے شروع کرے اگر وضو سے پہلے استنجا کرے تو قبل استنجا کے بھی بسم اللہ شریف کہے مگر پاخانہ میں جانے اور بدن کھولنے سے پہلے کہے کیونکہ نجاست کی جگہ اور بعد ستر کھولنے کے زبان سے ذکرِ الٰہی منع ہے۔

3- شروع یوں کرے کہ پہلے ہاتھوں کو کلائی تک تین تین بار دھوئے۔

4- اگر پانی بڑے ٹب میں ہو اور کوئی چھوٹا سا برتن بھی نہیں کہ اس میں پانی انڈیل کر ہاتھ دھوئے تو اسے چاہیے کہ بائیں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر صرف وہ انگلیاں پانی میں ڈالے۔ ہتھیلی کا کوئی حصہ پانی میں نہ پڑے اور پانی نکال کر دایاں ہاتھ کلائی تک تین بار دھوئے پھر داہنے ہاتھ کو کہ جہاں تک دھویا ہے بلا تکلف پانی میں ڈال سکتا ہے اور اس سے پانی نکال کر بایاں ہاتھ دھوئے۔

Marfat.com

5- یہ اس صورت میں ہے کہ ہاتھ میں کوئی نجاست نہ لگی ہو۔ ورنہ کسی طرح ہاتھ پانی میں ڈالنا جائز نہیں ہاتھ ڈالے گا تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔

6- اگر چھوٹے برتن میں پانی ہے یا پانی تو بڑے برتن میں ہے مگر وہاں کوئی چھوٹا برتن بھی موجود ہے اور اس نے ہاتھ بغیر دھونے کے پانی میں ڈال دیا یا انگلی کی پور یا ناخن ڈالا تو وہ سارا پانی وضو کے قابل نہ رہا۔

7- یہ اس وقت ہے کہ جتنا ہاتھ پانی میں پہنچا اس کا کوئی حصہ بے دھلا ہو۔ ورنہ اگر پہلے ہاتھ دھو چکا اور اس کے بعد حدث نہ ہوا تو جس قدر حصہ دھلا ہوا ہو۔ اتنا پانی میں ڈالنے سے مستعمل نہ ہوگا اگرچہ کہنی تک ہو بلکہ غیر جب نے اگر کہنی تک ہاتھ دھولیا تو اس کے بعد بغل تک ڈال سکتا ہے کہ اب اس کے ہاتھ پر کوئی حدث باقی نہیں ہاں جب کہنی سے اوپر اتنا ہی حصہ ڈال سکتا ہے۔ جتنا دھو چکا ہے کہ اس کے سارے بدن پر حدث ہے۔

8- جب سو کر اٹھے تو پہلے ہاتھ دھوئے۔ استنجا سے قبل بھی اور بعد میں بھی۔

9- کم از کم تین تین مرتبہ داہنے بائیں اوپر نیچے کے دانتوں میں مسواک کرے اور ہر مرتبہ مسواک کو دھو لے اور مسواک نہ بہت نرم ہو نہ سخت اور پیلو یا زیتون یا نیم وغیرہ کڑوی لکڑی کی ہو۔ میوے یا خوشبودار پھول کی نہ ہو۔ چھنگلیا کے برابر موٹی اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی اور اتنی چھوٹی بھی نہ ہو کہ مسواک کرنا دشوار ہو جو مسواک ایک بالشت سے لمبی ہو اس پر شیطان بیٹھتا ہے۔ مسواک جب قابل استعمال نہ ہو تو اسے دفن کر دیں یا پھر کسی جگہ احتیاط سے رکھ دیں کہ کسی ناپاک جگہ نہ گرے کہ ایک تو وہ آلہ ادائے سنت ہے۔ اس کی تعظیم چاہیے۔ دوسرے آب دہن مسلم [illegible] سے خود محفوظ رکھنا چاہیے۔ اسی لئے پاخانہ میں تھوکنے کو علماء نے [illegible]

10- مسواک داہنے ہاتھ سے کرے اور اس طرح ہاتھ میں لے کہ [illegible]

Marfat.com

اور بیچ کی تین انگلیاں اوپر اور انگوٹھا سرے پر پہنچے ہو۔ اور مٹھی نہ باندھے۔

11- دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کرے۔ لمبائی میں نہیں اور چت لیٹ کر ہرگز مسواک نہ کرے۔

12- پہلے دائیں جانب کے اوپر کے دانت صاف کرے پھر بائیں جانب کے اوپر کے دانت پھر دائیں جانب کے نیچے کے دانت اور پھر بائیں جانب کے نیچے کے دانت صاف کرے۔

13- جب مسواک کرنا ہو تو اسے دھولے اور یونہی فارغ ہونے کے بعد بھی اسے دھو دے اور زمین پر پڑی نہ چھوڑ دے بلکہ کھڑی رکھے اور ریشہ اوپر کی جانب رکھے۔

14- مسواک نماز کے لیے سنت نہیں ہے بلکہ وضو کے لیے۔ تو جو ایک وضو سے چند نمازیں پڑھے اس سے ہر نماز کے لیے مسواک کا مطالبہ نہیں ہے جب تک تغیرِ رائحہ نہ ہو گیا ہو۔ ورنہ اس کے دفع کے لیے مستقل سنت ہے۔ البتہ اگر وضو میں مسواک نہ کی تھی تو اب نماز کے وقت کرلے۔

15- پھر تین چلو پانی سے تین کلیاں کرے کہ ہر بار منہ کے ہر پرزے پر پانی بہہ جائے اور اگر روزہ دار نہ ہو تو غرغرہ کرے۔

16- پھر تین چلو پانی سے تین بار ناک میں پانی چڑھائے کہ جہاں تک نرم گوشت ہوتا ہے ہر بار اس پر پانی بہہ جائے اور اگر روزہ دار نہ ہو تو ناک کی جڑ تک پانی پہنچائے اور یہ دونوں کام دائیں ہاتھ سے کرے پھر بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے۔

17- منہ دھوتے وقت داڑھی کا خلال کرے بشرطیکہ احرام نہ باندھے ہو یوں کہ انگلیوں کو گردن کی طرف سے داخل کرے اور سامنے نکالے۔

18- ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرے۔ پاؤں کی انگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے کرے۔ اس طرح کہ داہنے پاؤں میں چھنگلیا سے شروع کرے اور انگوٹھے

Marfat.com

پر ختم کرے اور بائیں پاؤں میں انگوٹھے سے شروع کر کے چھنگلیا پر ختم کرے اور اگر بغیر خلال کئے پانی انگلیوں کے اندر سے نہ بہتا ہو تو خلال فرض ہے۔ یعنی پانی پہنچانا اگرچہ بغیر خلال ہو۔ مثلاً گھائیاں کھول کر اوپر سے پانی ڈال دیا یا پاؤں حوض میں ڈال دیا۔

19- جو اعضا دھونے والے ہوتے ہیں ان کو تین تین بار دھوئے اور ہر بار اس طرح دھوئے کہ کوئی حصہ رہ نہ جائے ورنہ سنت ادا نہ ہوگی۔

20- اگر یوں کیا کہ پہلی بار کچھ دھل گیا اور دوسری بار کچھ اور تیسری بار کچھ کہ تینوں بار میں پورا عضو دھل گیا تو یہ ایک ہی بار دھونا ہوگا اور یوں وضو ہو جائے گا مگر خلافِ سنت اس میں چلوؤں کی گنتی نہیں بلکہ پورا عضو دھونے کی گنتی ہے کہ وہ تین بار ہو اگرچہ کتنے ہی چلوؤں سے ہوا۔

21- پورے سر کا ایک بار مسح کرنا اور کانوں کا مسح کرنا اور ترتیب کہ پہلے منہ پھر ہاتھ دھوئیں پھر سر کا مسح کریں پھر پاؤں دھوئیں اگر خلافِ ترتیب وضو کیا یا کوئی اور سنت چھوڑ گیا تو وضو ہو جائے گا مگر ایک آدھ بار ایسا کرنا برا ہے اور ترکِ سنتِ موکدہ کی عادت ڈالی تو گنہگار ہے۔ داڑھی کے جو بال منہ کے دائرہ سے نیچے ہیں۔ ان کا مسح سنت ہے اور دھونا مستحب ہے اور اعضا کو اس طرح دھونا کہ پہلے والا عضو سوکھنے نہ پائے۔

مستحباتِ وضو

مستحبات جمع ہے مستحب کی۔ یعنی دوست رکھا گیا فقیہوں کی اصطلاح میں وہ فعل عبادت کا جس کا ثواب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یا کبھی اس فعل کو خود کیا ہے۔ وضو میں چودہ چیزیں مستحب ہیں۔

(1) اونچی جگہ بیٹھنا (2) قبلہ کی طرف منہ کرنا (3) کسی سے [illegible]

وضو دنیا کی باتیں نہ کرنا (5) زبان اور دل سے نیت کرنا (6) دعائے ماثورہ پڑھنا (7) ہر عضو کے دھونے پر بسم اللہ شریف پڑھنا (8) کن انگلی کو دونوں کانوں کے سوراخ میں داخل کرنا (9) ڈھیلی انگوٹھی کو ہلانا (10) کلی دائیں ہاتھ سے کرنا (11) ناک میں پانی دائیں ہاتھ سے دینا اور بائیں ہاتھ سے صاف کرنا (12) اگر معذور نہ ہو تو وقت سے پہلے وضو کرنا (13) وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھنا (14) وضو کا بچا ہوا پانی تھوڑا سا پینا اور اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ پڑھنا۔

فقہی مسائل

داہنی جانب سے ابتدا کریں مگر دونوں رخسارے کہ ان دونوں کو ساتھ ہی ساتھ دھوئیں گے۔ ایسے ہی دونوں کانوں کا مسح ساتھ ہی ساتھ ہوگا ہاں اگر کسی کا ایک ہاتھ ہو تو منہ دھونے اور مسح کرنے میں بھی دائیں کو مقدم رکھے۔ انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرنا' وضو کرتے وقت خانہ کعبہ کی طرف رخ' بلند جگہ پر بیٹھنا' وضو کا پانی پاک جگہ گرانا' اور پانی بہاتے وقت اعضا پر ہاتھ پھیرنا' خاص کر جاڑے میں پہلے تیل کی طرح پانی چپڑ لینا' خصوصاً جاڑے میں اپنے ہاتھ سے پانی بھرنا دوسرے وقت کے لیے پانی بھر کر رکھ چھوڑنا' وضو کرنے میں بغیر ضرورت دوسرے سے مدد نہ لینا' اگر انگوٹھی ہے تو اس کو حرکت دینا' جب کہ ڈھیلی ہو اور اس کے نیچے پانی کے نہ جانے کا یقین ہو ورنہ فرض ہوگا صاحب عذر نہ ہو تو وقت سے پہلے وضو کر لینا اطمینان سے وضو کرنا' عوام میں جو مشہور ہے "کہ وضو جوان کا سا اور نماز بوڑھوں کی سی"' یعنی وضو جلد کریں' ایسی جلدی نہ کریں جس سے کوئی سنت یا مستحب ترک ہو' کپڑوں کو ٹپکتے پانی سے محفوظ رکھنا' کانوں کا مسح کرتے وقت بھیگی چھنگلیا کانوں کے سوراخ میں داخل کرنا' جو وضو کامل طور پر کرتا ہو کہ کوئی جگہ باقی نہ رہ جاتی ہو اسے کووٗں' ٹخنوں' ایڑیوں' تلووٗں' کونچوں' گھائیوں' کہنیوں کا بالتخصیص خیال رکھنا مستحب ہے۔

Marfat.com

اور بے خیالی کرنے والوں کے لیے تو فرض ہے کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ یہ مواضع خشک رہ جاتے ہیں یہ نتیجہ ان کی بے خیالی کا ہے۔ ایسی بے خیالی حرام ہے اور خیال رکھنا فرض ہے۔ وضو کا برتن مٹی کا ہو اگر تانبے وغیرہ کا ہو تو حرج نہیں مگر قلعی کیا ہوا ہو تو زیادہ بہتر ہے اگر وضو کا برتن لوٹے کی شکل میں ہو بائیں جانب رکھیں اگر طشت کی شکل میں ہو تو دائیں جانب رکھے۔

زبان سے کہہ لینا کہ وضو کرتا ہوں اور ہر عضو کے دھونے یا مسح کرتے وقت نیت وضو رہنا اور بسم اللہ شریف کہنا اور درود اور

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہنا

Marfat.com

وضو کی دعائیں

1-وضو کی بسم اللہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ عَلٰی دِیۡنِ الۡاِسۡلَامِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑائی اور بزرگی والا ہے اور اللہ رب العزت کے لیے سب تعریفیں ہیں۔ دینِ اسلام پر سیا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

2-کلی کے وقت

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیۡ عَلٰی تِلَاوَۃِ الۡقُرۡآنِ وَذِکۡرِکَ وَحُسۡنِ عِبَادَتِکَ

اے اللہ! قرآن مجید کی تلاوت اور اپنے ذکر وشکر اور اچھی عبادت پر میری مدد فرما۔

3-ناک میں پانی دیتے وقت

اَللّٰھُمَّ اَرِحۡنِیۡ رَائِحَۃَ الۡجَنَّۃِ وَلَا تُرِحۡنِیۡ رَائِحَۃَ النَّارِ

اے اللہ! مجھے جنت کی ہوا دیجئے اور دوزخ کی ہوا نہ دیجئے۔

4-منہ دھوتے وقت

اَللّٰھُمَّ بَیِّضۡ وَجۡھِیۡ یَوۡمَ تَبۡیَضُّ وُجُوۡہٌ وَّتَسۡوَدُّ وُجُوۡہٌ

اے اللہ! میرے چہرے کو سفید کر دیجئے۔ جس روز چہرے سیاہ اور سفید ہوں۔

5-داہنا ہاتھ دھوتے وقت

اَللّٰھُمَّ اَعۡطِنِیۡ کِتَابِیۡ بِیَمِیۡنِیۡ وَحَاسِبۡنِیۡ حِسَابًا یَّسِیۡرًا

Marfat.com

اے اللہ! میرا نامۂ اعمال میرے داہنے ہاتھ میں دیجئے اور میرا حساب آسان کیجئے۔

6- بایاں ہاتھ دھوتے وقت

اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَآءِ ظَھْرِیْ

اے اللہ! میرا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں نہ دیجئے اور نہ پشت کی طرف سے دیجئے۔

7- مسح کے وقت

اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ یَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ

اے اللہ! مجھے اپنے عرش کے نیچے سایہ دیجئے جس روز آپ کے عرش کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا۔

8- کانوں کے مسح کے وقت

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ

اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے کر دے جو بات سنتے ہیں اور اچھی بات مانتے ہیں۔

9- گردن کے مسح کے وقت

اَللّٰھُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ

اے اللہ! میری گردن کو دوزخ سے آزاد کر دے۔

10- دایاں پاؤں دھوتے وقت

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ

اے اللہ! میرے قدم کو صراط پر قائم رکھ جس روز قدم پھسلتے ہوں۔

11- بایاں پاؤں دھوتے وقت

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَّ سَعْیِیْ مَشْکُوْرًا وَ تِجَارَتِیْ لَنْ تَبُوْرَ

Marfat.com

اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میری کوشش کامیاب کر اور میری تجارت کو باقی رہنے والی کر کہ ہلاک نہ ہو

12- وضو کے بعد

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا اور محمد ﷺ اللہ کے عبادت گزار بندے اور رسول ہیں۔

ہر دعا کے بعد درود شریف پڑھنا بھی بہتر ہے۔

مکروہاتِ وضو

وضو کرنے والے کے لیے چھ چیزیں مکروہ ہیں:

1- پانی ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا
2- بلا ضرورت پانی کم خرچ کرنا
3- پانی چہرہ پر مارنا
4- دورانِ وضو دنیاوی بات کرنا
5- بلا عذر دوسرے سے مدد لینا
6- تین بار پانی لیکر تین بار مسح کرنا

فقہی مسائل

1- عورت کے غسل یا وضو سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا۔
2- وضو کے لیے نجس جگہ بیٹھنا۔
3- نجس جگہ وضو کا پانی گرانا۔
4- مسجد کے اندر وضو کرنا۔
5- اعضائے وضو سے لوٹے وغیرہ میں قطرہ ٹپکانہ۔
6- پانی پر رینٹھ یا کھنکار یا کلی کرنا۔
7- قبلہ کی طرف تھوک، کھنکار یا کلی کرنا۔

Marfat.com

8- بے ضرورت دنیاوی بات کرنا۔

9- زیادہ پانی خرچ کرنا۔

10- پانی اتنا کم خرچ کرنا کہ سنت ادا نہ ہو۔

11- منہ پر پانی مارنا۔

12- ایک ہاتھ سے منہ دھونا۔

13- بائیں ہاتھ سے کلی کرنا۔

14- دائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

15- اپنے لیے کوئی لوٹا وغیرہ خاص کر لینا۔

16- دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا

وضو کے متفرق مسائل

1- اگر وضو نہ ہو تو نماز' سجدۂ تلاوت' نمازِ جنازہ اور قرآنِ مجید چھونے کے لیے وضو فرض ہے۔

2- طواف کے لیے وضو واجب ہے۔

3- غسلِ جنابت سے پہلے اور جب کو کھانے' پینے' سونے اور اذان واقامت اور خطبۂ جمعہ وعیدین اور روضۂ مبارک رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور وقوفِ عرفہ اور صفا ومروہ کے درمیان سعی کے لیے وضو کر لینا سنت ہے۔

4- سونے کے لیے اور سونے کے بعد' اور میت کے نہلانے یا اٹھانے کے بعد اور جماع سے پہلے اور جب غصہ آجائے اس وقت اور زبانی قرآن مجید پڑھنے کے لیے اور حدیث شریف یا علمِ دین پڑھنے اور پڑھانے کے لیے اور علاوہ جمعہ اور عیدین زبانی خطبوں کے لیے اور دیگر کتب دینیہ چھونے کے لیے اور بعد ستر غلیظہ چھونے اور جھوٹ بولنے' گالی دینے' فحش لفظ نکالنے' کافر سے بدن چھو جانے' صلیب یا بت چھونے

کوڑھی یا سپید داغ والے سے مس کرنے، بغل کھجانے سے جبکہ بغل میں بدبو ہو، غیبت کرنے، قہقہہ لگانے، لغو اشیا پڑھنے اور اونٹ کا گوشت کھانے، کسی عورت کے بدن سے اپنا بدن بے حائل مس ہو جانے سے اور باوضو شخص کے نماز پڑھنے کے لیے ان سب چیزوں کے لیے وضو مستحب ہے۔

5- جب وضو جاتا رہے تو وضو کر لینا مستحب ہے۔

6- نابالغ پر وضو فرض نہیں مگر ان سے وضو کروانا چاہیے تاکہ عادت پیدا ہو اور وضو کرنا آجائے اور مسائلِ وضو سے آگاہ ہو جاوے۔

7- لوٹے کی ٹوٹی نہ ایسی تنگ ہو کہ پانی بدقت گرے نہ اتنی فراخ کہ حاجت سے زیادہ گرے بلکہ متوسط ہو۔

وضو توڑنے والی چیزیں

وضو کو توڑنے والی بارہ چیزیں ہیں۔

(1) پیشاب یا پاخانہ کے راستے کسی چیز کا نکلنا۔ (2) بچہ پیدا ہونا (اگرچہ خون کا نہ آنا) (3) کھانے یا پانی یا خون یا پت کی قے منہ بھر کرنا۔ (4) بدن سے کسی جگہ بہنے والی نجاست کا نکلنا جیسے خون پیپ وغیرہ۔ (5) منہ سے اتنا خون نکلنا کہ تھوک کی برابر یا اس سے زیادہ ہو۔ (6) اس طرح سونا کہ زمین پر اچھی طرح چوتڑ رکھے ہوئے ہیں۔ (7) بیٹھ کر سونے والے کا گر جانا بعد فوراً نہ جاگنا۔ (8) بے ہوش ہو جانا۔ (9) پاگل ہونا۔ (10) کسی چیز سے نشہ ہو جانا۔ (11) بالغ کا رکوع سجدے والی نماز میں زور سے ہنسنا۔ (12) مرد کی پیشاب گاہ کا عورت کی پیشاب گاہ سے بلا پردہ شہوت کے ساتھ ملنا۔

فقہی مسائل

1- پاخانہ، پیشاب، ودی، مذی، منی، کیڑا، پتھری، مرد یا عورت کے آگے پیچھے سے نکلیں وضو

Marfat.com

جاتا رہے گا۔

2- اگر مرد کا ختنہ نہیں ہوا اور سوراخ سے ان درج بالا چیزوں میں سے کوئی بھی چیز نکلی مگر ابھی ختنہ والی کھال کے اندر ہی ہے تب ہی وضو ٹوٹ گیا۔

3- یونہی عورت کے سوراخ سے نکلی مگر ہنوز اوپر والی کھال کے اندر ہی ہے جب بھی وضو ٹوٹ گیا۔

4- عورت کے آگے سے جو خالص رطوبت بے آمیزشِ خون نکلتی ہے۔ ناقضِ وضو نہیں اگرچہ کپڑے میں لگ جائے تو کپڑا پاک ہے۔

5- اگر مرد نے پیشاب کے راستے سے کوئی چیز ڈالی پھر وہ اس میں سے لوٹ آئی تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

6- حقنہ لیا اور دوا باہر آگئی یا کوئی چیز پاخانہ کے مقام میں ڈالی اور باہر نکل آئی۔ وضو ٹوٹ گیا۔

7- مرد نے سوراخِ ذکر میں روئی رکھی اور وہ روئی اوپر سے خشک ہے مگر جب نکالی تو تر نکلی تو نکالتے ہی وضو ٹوٹ جائے گا۔ یونہی عورت نے کپڑا رکھا اور فرجِ خارج میں اس کپڑے پر کوئی اثر نہیں مگر جب نکالا تو خون یا کسی اور نجاست سے تر نکلا۔ اب وضو جاتا رہا۔

8- خون، پیپ یا زرد رنگ کا پانی کہیں سے نکل کر بہا اور اس بہنے میں ایسی جگہ پہنچنے کی صلاحیت نہیں تھی جس کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے تو بھی وضو جاتا رہا اگر صرف چمکا یا ابھرا اور بہا نہیں جیسے سوئی کی نوک یا چاقو کا کنارہ لگ جاتا ہے اور خون ابھر یا چمک جاتا ہے یا خلال کیا یا مسواک کی یا انگلی سے دانت صاف کیے یا دانت سے کوئی چیز کاٹی اس پر خون کی سرخی آگئی مگر وہ بہنے کے قابل نہ تھا۔ وضو نہ ٹوٹا۔

9- اگر بہا مگر ایسی جگہ بہہ کر نہ آیا جس کا دھونا فرض ہو تو وضو نہیں ٹوٹا مثلاً آنکھ میں دانہ تھا اور ٹوٹ کر آنکھ کے اندر ہی پھیل گیا باہر نہ نکلا یا کان کے اندر دانہ ٹوٹا اور اس کا

Marfat.com

پانی سوراخ سے باہر نہ نکلا تو ان صورتوں میں وضو باقی ہے۔

10-زخم سے خون وغیرہ نکلتا رہا اور بار بار پونچھتا رہا کہ بہنے کی نوبت نہ آئی تو غور کرے کہ اگر نہ پونچھتا تو بہہ جاتا یا نہیں اگر بہہ جاتا تو وضو ٹوٹ گیا ورنہ نہیں یونہی اگر مٹی یا راکھ ڈال ڈال کر سکھاتا رہا۔ اس کا بھی وہی حکم ہے۔

11-پھوڑا یا پھنسی نچوڑنے سے خون بہا اگرچہ ایسا ہو کہ نہ نچوڑتا تو بہت بہتا۔ جب بھی وضو جاتا رہا۔

12-آنکھ' کان' ناف' پستان وغیرہ میں دانہ یا ناسور یا کوئی بیماری ہو۔ ان وجوہ سے جو آنسو یا پانی بہے۔ وضو ٹوٹ جائے گا۔

13-زخم یا ناک' کان یا منہ سے کیڑا یا زخم سے کوئی گوشت کا ٹکڑا (جس پر خون یا پیپ کوئی نجس رطوبت قابلِ سیلان نہ تھی) کٹ کر گرا۔ وضو نہ ٹوٹے گا۔

14- کان میں تیل ڈالا تھا۔ ایک دن بعد ناک یا کان سے نکلا وضو نہ ٹوٹے گا۔ یونہی اگر منہ سے نکلا۔ جب بھی ناقض نہیں البتہ اگر یہ معلوم ہو کہ دماغ سے اتر کر معدہ میں گیا اور باہر معدہ سے آیا ہے تو وضو جاتا رہا۔ چھالہ نوچ ڈالا اگر اس کا پانی بہہ گیا۔ وضو جاتا رہا ورنہ نہیں۔

15-منہ سے خون نکلا۔ اگر خون تھوک پر غالب ہے تو وضو جاتا رہا۔ ورنہ نہیں۔

16-جونک یا بڑی کلی نے خون چوسا اور اتنا پی لیا اگر خود نکلتا تو بہہ جاتا' وضو ٹوٹ گیا' ورنہ نہیں۔

17-اگر چھوٹی کلی یا جوں' کھٹل' مکھی' مچھر وغیرہ نے خون چوسا تو وضو نہ جائے گا۔

18-ناک صاف کی اس سے جما ہوا خون نکلا تو وضو نہ ٹوٹا

19- نارو سے رطوبت بہے' وضو جاتا رہے گا اگر ڈورا نکلا تو وضو باقی ہے۔

20-اندھے کی آنکھ سے جو رطوبت بوجہ مرض نکلتی ہے وہ ناقضِ وضو ہے۔

21-منہ بھر قے کھانے یا پانی یا صفرا کی ہو' وضو توڑ دیتی ہے۔ منہ بھر کا مطلب یہ ہے کہ

Marfat.com

اسے بے تکلف نہ روک سکتا ہو۔

22-بلغم کی قے وضو نہیں توڑتی خواہ مقدار میں جتنی بھی ہو۔

23-بہتے خون کی قے وضو توڑ دیتی ہے۔ جب تھوک سے مغلوب نہ ہو اگر جما ہوا خون [illegible] ہے تو وضو نہ جائے گا جب تک منہ بھر نہ ہو۔

24-پانی پیا اور معدہ میں اتر گیا' اب وہی پانی صاف شفاف قے میں آیا اگر منہ بھر ہو [illegible] وضو ٹوٹ گیا اور وہ پانی نجس ہے اور اگر سینہ تک پہنچا تھا کہ اچھل گیا اور نکل آیا تو نہ وہ ناپاک ہے نہ اس سے وضو جائے گا۔

25-قے میں کیڑے یا پھر صرف سانپ نکلے تو وضو نہ ٹوٹا اور اگر اس کے ساتھ کچھ رطوبت بھی ہے تو دیکھیں گے کہ منہ بھر ہے یا نہیں اگر منہ بھر ہے تو ناقص ہے۔

26-سو جانے سے وضو جاتا رہتا ہے۔ بشرطیکہ دونوں سُرین خوب نہ جمے ہوں اور نہ ایسی ہیأت پر سویا ہو جو غافل ہو کر نیند آنے پر مانع ہوں۔ مثلاً اکڑوں بیٹھ کر سویا۔ یا چت یا پٹ یا کروٹ پر لیٹ کر۔ یا ایک کہنی پر تکیہ لگا کر یا بیٹھ کر سویا مگر ایک کروٹ کو جھکا ہوا کہ ایک یا دونوں سرین اٹھے ہوئے ہیں یا ننگی پیٹھ پر سوار ہے۔ اور جانور ڈھال میں اتر رہا ہے یا دونوں زانو بیٹھا اور پیٹ رانوں پر رکھا کہ دونوں سرین جمے نہ رہے یا چار زانوں ہے اور سر زانوں پر یا پنڈلیوں پر ہے یا جس طرح عورتیں سجدہ کرتی ہیں۔ ایسی ہیأت پر سو گیا۔ ان سب صورتوں میں وضو جاتا رہا۔ اور اگر نماز میں ان صورتوں میں قصداً سویا تو وضو بھی گیا اور نماز بھی گئی۔ وضو کر کے نئے سرے سے نیت باندھے اور اگر بلا قصد سویا تو وضو جاتا رہا۔ نماز نہیں گئی۔ لہٰذا وضو کر کے جس رُکن میں سویا تھا وہاں سے ادا کرے اور از سر نو پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

27-دونوں سرین زمین' بینچ یا کرسی پر ہیں اور دونوں پاؤں ایک [illegible] دونوں سرین پر بیٹھا ہے اور گھٹنے کھڑے ہیں اور ہاتھ [illegible] پر ہوں۔ دوزانو سیدھا بیٹھا ہو یا چار زانو پالتی مارے [illegible]

سوار ہے مگر جانور چڑھائی پر چڑھ رہا ہے یا راستہ ہموار ہے یا کھڑے کھڑے سو گیا یا رکوع کی صورت پر یا مردوں کے سجدہ مسنونہ کی شکل پر تو ان سب صورتوں میں وضو نہ ٹوٹے گا اور نہ نماز میں اگر یہ صورتیں پیش آئیں تو نہ وضو جائے گا اور نہ نماز۔ ہاں اگر پورا رکن سوتے ہی میں ادا کیا تو اس کا اعادہ بہت ضروری ہے اور اگر جاگتے ہی میں شروع کیا پھر سو گیا تو اگر جاگتے میں بقدرِ کفایت ادا کر چکا ہے تو وہی کافی ہے ورنہ پورا کر لے۔

28- اگر اس شکل میں سویا جس میں وضو نہیں جاتا اور نیند کے اندر وہ ہیأت پیدا ہو گئی جس سے وضو جاتا رہتا ہے تو اگر فوراً بلا وقفہ جاگ اٹھا' وضو نہ گیا' ورنہ جاتا رہا۔

29- گرم تنور کے کنارے پاؤں لٹکا کر بیٹھا بیٹھا سو گیا تو وضو کر لینا مناسب ہے۔

30- بیمار لیٹ کر نماز پڑھتا تھا نیند آ گئی وضو جاتا رہا۔

31- اونگھنے یا بیٹھے بیٹھے جھونکے لینے سے وضو نہیں جاتا۔

32- جھوم کر گر پڑا' فوراً آنکھ کھل گئی وضو نہ ٹوٹا۔

33- نماز وغیرہ کے انتظار میں اکثر نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور یہ دفع کرنا چاہتا ہے تو بعض وقت ایسا غافل ہو جاتا ہے کہ اس وقت جو باتیں ہوئیں۔ ان کی اسے بالکل خبر نہیں بلکہ دو تین آواز میں آنکھ کھلی اور اپنے خیال میں یہ سمجھتا ہے کہ سویا نہ تھا۔ اس کے اس خیال کا اعتبار نہیں مگر معتبر شخص کہے کہ تو غافل تھا پکارا جواب نہ دیا یا باتیں پوچھی جائیں اور وہ بتا نہ سکے تو اس پر وضو لازم ہے۔

34- انبیاء علیہم السلام کا سونا ناقضِ وضو نہیں ان کی آنکھ سوتی ہے دل جاگتے ہیں علاوہ نیند کے اور نواقض سے انبیاء علیہم السلام کا وضو جاتا ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ جاتا رہتا ہے بوجہ ان کی عظمت اور شان کے نہ سببِ نجاست کے کہ ان کے فضلاتِ شریفہ طیب و طاہر ہیں جن کا کھانا پینا ہمیں حلال اور باعثِ برکت ہے۔

35- بے ہوشی' جنون' غشی اور اتنا نشہ کہ چلنے میں پاؤں لڑکھڑائیں ناقضِ وضو ہیں۔

Marfat.com

36-بالغ کا قہقہہ یعنی اتنی آواز سے ہنسی آئی کہ آس پاس والے سنیں اگر جاگتے میں رکوع سجدہ والی نماز میں ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا اور نماز فاسد ہو جائے گی۔

37-اگر نماز کے اندر سوتے میں یا نمازِ جنازہ یا سجدۂ تلاوت میں قہقہہ لگایا تو وضو نہ ٹوٹے گا وہ نماز یا سجدہ فاسد ہو جائے گا۔

38-اگر اتنی آواز سے ہنسا کہ خود اس نے سنا پاس والوں نے نہ سنا تو وضو نہ جائے گا البتہ نماز جاتی رہی۔

39-مسکرانے سے نماز اور وضو دونوں نہ گئے۔

40-مباشرتِ فاحشہ یعنی مراد اپنے آلہ کو تندی کی حالت میں عورت کی شرمگاہ یا کسی مرد کی شرمگاہ سے ملائے یا عورت عورت باہم ملائیں بشرطیکہ کوئی شے حاصل نہ ہو ناقضِ وضو ہے اگر مرد نے اپنے آلہ سے عورت کی شرمگاہ کو مس کیا اور انتشارِ آلہ نہ تھا عورت کا وضو اس وقت بھی جاتا رہے گا اگرچہ مرد کا وضو نہ جائے گا۔

41- بڑا استنجا ڈھیلے سے کر کے وضو کیا اب یاد آیا کہ استنجا پانی سے نہ کیا تھا اگر پانی سے استنجا مسنون طریقے پر یعنی پاؤں پھیلا کر سانس کا زور نیچے کو دے کر کرے گا وضو جاتا رہے گا اور ویسے کرے گا تو نہ جائے گا مگر وضو کر لینا مناسب ہے۔

42- پھڑیا بالکل اچھی ہوگئی اس کا مردہ پوست باقی ہے جس میں اوپر منہ اور اندر خلا ہے اگر اس میں پانی بھر گیا پھر دبا کر نکالا تو نہ وضو جائے گا اور نہ وہ پانی ناپاک۔ ہاں اگر اس کے اندر تری کچھ خون وغیرہ کی باقی ہے تو وضو بھی جاتا رہے گا اور پانی بھی نجس ہے۔

43- عوام میں جو مشہور ہے کہ گھٹنا یا ستر کھلنے یا اپنا یا پرایا ستر دیکھنے سے وضو جاتا رہتا ہے محض خود ساختہ بات ہے البتہ وضو کے آداب سے ہے کہ ناف سے زانو کے نیچے تک سب ستر چھپا ہو بلکہ استنجا کے فوراً بعد ہی چھپا لینا چاہیے کیونکہ بلا ضرورت ستر کھلا رہنا منع ہے اور دوسروں کے سامنے ستر کھولنا حرام ہے۔

Marfat.com

متفرق مسائل بابت وضویات

1- جو رطوبت بدنِ انسان سے نکلے اور وضو نہ توڑے وہ نجس نہیں مثلاً خون کہ بہہ کر نہ نکلے یا تھوڑی قے کہ منہ بھر نہ ہو پاک ہے۔

2- خارش اور پھڑیوں میں جب کہ بہنی والی رطوبت نہ ہو بلکہ صرف چپک ہو کپڑا اس سے بار بار چھو کر اگرچہ کتنا ہی سن جائے پاک ہے۔

3- سوتے میں رال جو منہ سے گرے اگرچہ پیٹ سے گرے اگرچہ بدبودار ہو پاک ہے۔

4- مردے کے منہ سے جو پانی بہے نجس ہے۔

5- آنکھ دکھتے میں جو آنسو نکلتا ہے نجس اور ناقضِ وضو ہے اس سے احتیاط ضروری ہے۔

6- شیر خوار بچے نے دودھ ڈال دیا اگر وہ منہ بھر ہے نجس ہے درہم سے زیادہ جس جگہ لگ جائے ناپاک کردے گا لیکن اگر یہ دودھ معدہ سے نہیں آیا بلکہ سینہ تک پہنچ کر پلٹ آیا تو پاک ہے۔

7- وضو کے درمیان میں اگر ریح خارج ہو یا کوئی ایسی بات ہو جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو نئے سرے سے وضو کرے اور وہ پہلے دھلے ہوئے کپڑے اب بے دھلے ہو گئے۔

8- چلو میں پانی لینے کے بعد حدث ہوا وہ پانی بیکار ہو گیا اب کسی عضو کے دھونے میں نہیں۔

9- منہ سے اتنا خون نکلا کہ تھوک سرخ ہو گیا اور لوٹے یا کٹورے کو منہ سے لگا کر کلی کرنے کے لیے پانی لیا تو لوٹا کٹورا اور سارا پانی نجس ہو جائے گا اور چلو سے پانی لے کر کلی کرے اور پھر ہاتھ دھو کر کلی کے لیے پانی لے۔

10- اگر درمیانِ وضو میں کسی عضو کے دھونے میں شک ہوا اور یہ زندگی کا پہلا واقعہ ہے تو اس کو دھولے اگر شک پڑتا رہتا ہے تو اس کی طرف التفات نہ کرے یونہی اگر بعد وضو کے شک ہو تو اس کا خیال نہ کرے۔

11- باوضو تھا اب اسے شک ہو گیا کہ وضو ہے یا نہیں تو وضو کرنے کی اسے کوئی ضرورت نہیں البتہ کر لینا بہتر ہوتا ہے بشرطیکہ یہ شبہ بطورِ وسوسہ نہ ہو اگر وسوسہ ہے تو اسے ہر

Marfat.com

گز نہ مانے ایسی صورت میں احتیاط سمجھ کر وضو کرنا بہتر نہیں بلکہ اطاعتِ ابلیس ہے۔

12- اگر بے وضو تھا اب اسے شک ہے کہ میں نے وضو کیا یا نہیں تو وہ بلا وضو ہے اس کو وضو کرنا ضروری ہے۔

13- یہ معلوم ہے کہ وضو کے لیے بیٹھا تھا اور یہ یاد نہیں کہ وضو کیا تھا یا نہیں تو اسے وضو کرنا ضروری نہیں۔

14- یہ یاد ہے کہ پاخانہ یا پیشاب کے لیے بیٹھا تھا مگر یہ یاد نہیں کہ فارغ ہوا تھا یا کہ نہیں تو اس پر وضو فرض ہے۔

15- یہ یاد ہے کہ کوئی عضو دھونے سے باقی رہ گیا مگر معلوم نہیں کہ کون سا عضو تھا تو بائیں پاؤں کو دھولے۔

تیمّم

پانی کی بجائے مٹی سے ہاتھ اور منہ کا مسح کرنا' بموجب قاعدہ شرع کے پاک مٹی یا کسی ایسی چیز سے جو مٹی کے حکم میں ہو بدن کو حدثِ اصغر یا حدثِ اکبر (یعنی نجاستِ حکمیہ جس سے وضو یا غسل واجب ہوتا ہے۔) پاک کرنے کو تیمّم کہتے ہیں۔

جب پانی نہ ملے یا پانی کے استعمال سے بیمار ہو جائے یا مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو تیمّم کرنا چاہیے اور یہ جائز ہے۔ پانی کے نہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ پانی ایک میل دور یا ڈول رسی پاس نہ ہو اگرچہ کنواں پاس ہو یا پانی تک پہنچنے میں کسی دشمن کا یا کسی خونخوار وغیرہ درندہ کا خوف ہو یا پانی تو پاس موجود ہے مگر اس سے وضو کرنے کے بعد پینے کے لیے پانی نہ ملے گا۔

تیمّم کا بیان

اللہ ربّ العزت قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ

Marfat.com

اَوْ لٰـمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ۔(النساء:۴۳)

یعنی اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں کوئی پاخانہ سے آیا یا عورتوں سے مباشرت کی۔ (جماع کیا) اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو۔

تیمم کے متعلق احادیث

حضرت اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں گئے یہاں تک کہ جب بیدا یا ذات الجیش میں ہوئے (بیدا اور ذات الجیش دونوں دو جگہوں کے نام ہیں) میری ہیکل ٹوٹ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تلاش کے لیے اقامت فرمائی اور لوگوں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اقامت فرمائی وہاں پانی تھا اور نہ لوگوں کے پاس ہی پانی تھا تو لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر عرض کی کہ کیا آپ رضی اللہ عنہ نہیں دیکھتے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سب کو ٹھہرا لیا اور نہ یہاں پانی ہے نہ لوگوں کے پاس پانی ہے فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سرِ مبارک میرے زانو پر رکھ کر آرام فرما رہے تھے اور فرمایا کہ تو نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور لوگوں کو روک لیا حالانکہ نہ یہاں پانی ہے نہ لوگوں کے ہمراہ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھ پر عتاب کا اظہار کیا اور جو چاہا اللہ رب العزت نے انہوں نے کہا اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کونچنا شروع کر دیا اور مجھے حرکت سے کوئی چیز مانع نہ تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میرے زانو پر آرام فرمانا تو جب صبح ہوئی ایسی جگہ جہاں پانی نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی آیت نازل فرمائی اور لوگوں نے تیمّم کیا۔

Marfat.com

1- اس پر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے آلِ ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ تمہاری پہلی برکت نہیں۔ (یعنی ایسی برکتیں تم سے ہوتی رہتی ہیں) فرماتی ہیں جب میری سواری کا اونٹ اٹھایا گیا وہ ہیکل اس کے نیچے سے ملی۔ (بخاری شریف)

2- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں مجملہ ان باتوں کے جن سے ہم کو لوگوں پر فضیلت دی گئی یہ تین باتیں ہیں۔ (1) ہماری صفیں ملائکہ کی صفوں کی مثل کی گئی ہیں۔ (2) ہمارے لئے تمام زمین مسجد کردی گئی۔ (3) اور جب ہم پانی نہ پائیں۔ زمین کی خاک ہمارے لئے پاک کرنے والی بنائی گئی۔ (مسلم شریف)

3- حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے اگرچہ دس برس پانی نہ پائے اور جب پانی پائے تو اپنے بدن کو پہنچائے۔ غسل و وضو کرے کہ یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ (امام احمد' ابوداؤد ترمذی)

تیمّم کے مسائل

1- جس کا وضو نہ ہو یا نہانے کی ضرورت ہو اور پانی پر قدرت نہ ہو تو وضو اور غسل کی جگہ تیمم کرے۔ پانی پر قدرت نہ ہونے کی چند صورتیں ہیں۔ ایسی بیماری کہ وضو یا غسل سے اس کے زیادہ ہونے یا دیر میں اچھا ہونے کا صحیح اندیشہ ہو خواہ یوں کہ اس نے خود آزمایا ہو کہ جب وضو یا غسل کرتا ہے تو بیماری بڑھ جاتی ہے یا یوں کہ کسی اچھے مسلمان اور لائق حکیم نے جو کہ ظاہراً فاسق نہ ہو کہہ دیا ہو کہ پانی نقصان کرے گا۔

2- محض خیال ہی خیال بیماری بڑھنے کا ہو تو تیمّم جائز نہیں۔

3- بے وضو کے اکثر اعضائے وضو میں یا جب کے اکثر بدن میں زخم ہو یا چیچک نکلی ہو تو تیمّم کرے ورنہ جو حصہ عضو یا بدن کا اچھا ہو اس کو دھوئے اور زخم کی جگہ اور اگر ممکن ہو ...

Marfat.com

اس کے آس پاس بھی مسح کرے اور اگر مسح بھی ضرر کرے تو اس عضو پر کپڑا ڈال کر اس پر مسح کرے۔

4- بیماری میں اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے اور گرم پانی نقصان نہ کرے تو وضو اور غسل ضروری ہے پھر تیمم جائز نہیں۔

تیمّم کے فرائض

ایک مرتبہ پاک مٹی پر ہاتھ مار کر سارے چہرے پر ہاتھ پھیرنا' دوسری مرتبہ ہاتھ پھر مٹی پر مار کر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک ملنا یا پھیرنا۔

شرائطِ تیمّم

(1) نیت کرنا۔(2) تیمّم کرنے کا عذر پایا جانا۔(3) جس چیز سے تیمّم کیا جائے۔ اس کا پاک اور جنسِ زمین سے ہونا۔(4) تیمّم کے اعضا پر سب جگہ ہاتھ پھیرنا۔(5) پورے ہاتھ یا تین انگلیوں سے تیمّم کرنا(6) ہاتھوں کو مٹی پر ہتھیلیوں کی طرف سے مارنا۔

سننِ تیمّم

سنن جمع ہے سنت کی۔ معنی راہِ روشن' عادت' فقہ کی اصطلاح میں وہ امر جس کو حضرت رسالتِ مآب ﷺ نے شروع کیا۔(1) شروع میں بسم اللہ شریف پڑھنا۔(2) ترتیب۔(3) پے درپے کرنا۔(4) دونوں ہاتھ مٹی پر رکھنے کے بعد آگے کو کھینچنا۔(5) پھر دونوں ہاتھوں کو جھاڑنا۔(6) ہاتھ مارتے وقت انگلیوں کو کشادہ کرنا۔

Marfat.com

طہارت

طہارت عربی کا لفظ ہے۔ ''معنی پاکیزگی یعنی اگر نماز کا وقت آجائے اور آپ بے وضو ہوں تو پہلے وضو کرلو اس کو ظاہری وجسمانی طہارت کہتے ہیں۔'' (رہی بات باطنی طہارت کی انشاء اللہ اس پر بھی میں تفصیل سے لکھوں گا۔) اور اگر آپ کو نہانے کی ضرورت ہو تو ناپاکی ونجاست دور کرنے کے لیے غسل کرنے کو بھی طہارت کہتے ہیں۔ پیشاب یا پاخانہ کرنے کے بعد جو ناپاکی جسم پر لگی رہ جائے۔ اس کو دھو دینے کو طہارت کر لینا کہتے ہیں۔ طہارت کی دو قسمیں ہیں۔ طہارتِ صغریٰ اور طہارتِ کبریٰ

طہارتِ صغریٰ وضو ہوتا ہے اور طہارتِ کبریٰ غسل ہوتا ہے۔ نجاستِ صغریٰ حدث ہے (یعنی اخراجِ ریح کی وجہ سے بے وضو ہو جانا) نجاستِ کبریٰ جماع وغیرہ سے منی کا اخراج ہے۔ جس کی وجہ سے غسل لازم ہوتا ہے۔

استنجا

استنجا کے معنی ہیں پانی سے دھونا' ناپاکی دور کرنا' پیشاب یا پاخانہ کرنے کے بعد جو ناپاکی بدن پر لگی رہ جاتی ہے اس سے بدن کے پاک کرنے کو استنجا کہتے ہیں۔ استنجا بائیں ہاتھ سے کرنا چاہیے۔ شریعتِ اسلام نے ناپاکی سے بچنے کے لیے نہایت تاکید فرمائی ہے۔ ایک حدیث ہے کہ

Marfat.com

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر دو قبروں پر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی بات کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ان میں سے ایک چغل خوری کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سبز شاخ کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کی قبروں پر گاڑ دیا تا کہ جب تک یہ شاخ سبز رہے گی ان کی قبروں کا عذاب اللہ ربّ العزت کم کر دے۔ (بخاری شریف)

اللہ ربّ العزت قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۔ اس مسجد یعنی مسجد قبا شریف میں ایسے لوگ ہیں جو پاک ہونے کو پسند رکھتے ہیں اور اللہ دوست رکھتا ہے۔ پاک ہونے والوں کو۔

الحدیث: حضرت جابرؓ ابو ایوب اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جب درج بالا آیت کا نزول ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے گروہِ انصار! اللہ ربّ العزت نے طہارت کے بارے میں تمہاری تعریف کی ہے تو بتاؤ تمہاری طہارت کیا ہے؟ عرض کیا کہ نماز کے لیے ہم وضو کرتے ہیں اور جنابت سے غسل کرتے ہیں اور پانی سے استنجا کرتے ہیں فرمایا تو وہ یہی ہے اس کا التزام رکھو۔ (سنن ابنِ ماجہ)

الحدیث: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ پاخانے جن وشیاطین کے حاضر رہنے کی جگہ ہے تو جب کوئی بیت الخلاء کو جائے تو یہ پڑھے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

الحدیث: صحیحین میں یہ دعا یوں ہے کہ

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

الحدیث: ترمذی کی روایت حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ سے یوں ہے کہ جن کی

Marfat.com

آنکھوں اور بنی آدم کے ستر میں پردہ یہ ہے کہ جب پاخانہ میں جائے بسم اللہ شریف کہہ لے۔

الحدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلا سے باہر آتے یوں فرماتے۔ "غُفْرَانَكَ" (حمد ہے اللہ ربّ العزت کے لیے جس نے میرے شکم سے وہ چیز نکال دی جو مجھے ضرر دیتی اور وہ چیز باقی رکھی جو مجھے نفع دے گی۔ (ترمذی)

الحدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا سے تشریف لاتے تو یوں فرماتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ (ابن ماجہ)

حمد ہے اللہ کے لیے جس نے اذیت کی چیز مجھ سے دور کردی اور مجھے عافیت دی۔

الحدیث: متعدد کتب میں بکثرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب پاخانہ کو جاؤ تو قبلہ کو منہ نہ کرو اور نہ پیٹھ کرو اور عضوِ تناسل کو دائیں ہاتھ سے چھونے اور دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے منع فرمایا۔

الحدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلا کو جاتے انگوٹھی اتار لیتے کہ اس میں نام مبارک کندہ تھا۔ (ترمذی، نسائی، ابوداؤد)

الحدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو کپڑا نہ ہٹاتے تاوقتیکہ زمین سے قریب نہ ہو جاتے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

الحدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور حاجت کے لیے جاتے تو اتنی دور جاتے کہ کوئی نہ دیکھے

الحدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گوبر اور ہڈیوں سے استنجا نہ کرو کہ وہ تمہارے بھائیوں جنات کی خوراک ہے اور ابوداؤد کی

Marfat.com

ایک روایت میں کوئلہ سے بھی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

الحدیث: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی غسل خانہ میں پیشاب نہ کرے پھر اس میں نہائے یا وضو کرے کہ اکثر وسوسے اس سے ہوتے ہیں۔

الحدیث: حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

الحدیث: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تین چیزیں جو سببِ لعنت ہیں ان سے بچو۔

(1) گھاٹ پر۔ (2) بیچ راستہ۔

(3) درخت کے سایہ میں پیشاب کرنے سے۔

الحدیث: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دو شخص پاخانہ کو نہ جائیں اور ستر کھول کر بات کریں تو اللہ ان پر غضب فرماتا ہے۔

Marfat.com

غسل

اللہ رب العزت قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے "وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا" اگر تم جنب ہو تو خوب پاک صاف ہو جاؤ۔ یعنی غسل کرو اور فرماتا ہے۔ "حَتّٰى يَطْهُرْنَ" یہاں تک کہ وہ حیض والی عورتیں اچھی طرح پاک ہو جائیں اور فرماتا ہے:

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا (النساء:۴۳)

اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کے سمجھنے لگو جو کہتے ہو اور نہ حالتِ جنابت میں جب تک غسل نہ کر لو مگر سفر کی حالت میں کہ وہاں پانی نہ ملے تو بجائے غسل تیمّم ہے۔

الحدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جنابت کا غسل فرماتے تو ابتداء یوں کرتے کہ پہلے ہاتھ دھوتے پھر نماز کا سا وضو فرماتے پھر انگلیاں پانی میں ڈال کر ان سے بالوں کی جڑیں تر فرماتے پھر سر پر تین لپ پانی فرماتے پھر تمام جلد پر پانی ڈالتے۔

الحدیث: حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص غسلِ جنابت میں ایک بال کی جگہ بغیر دھونے کے چھوڑ دے گا اس کو آگ کا عذاب

Marfat.com

دیا جائے گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے میں نے اپنے سر کے ساتھ دشمنی کرلی۔ تین بار یہی فرمایا یعنی سر کے بال منڈوا ڈالے کہ بالوں کی وجہ سے کوئی جگہ سوکھی نہ رہ جائے۔

الحدیث: حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان گھروں کا رخ مسجد سے پھیر دو کہ میں مسجد کو حائض اور جنب کے لیے حلال نہیں کرتا۔

غسل کب ضروری ہوتا ہے

غسل یعنی تمام بدن کے ساتھ نہانا انسان کو ناپاکی کی حالت میں نہانا جب ضروری ہوجائے تو چار چیزوں سے نہانا فرض ہوجاتا ہے۔ (1) سوتے یا جاگتے میں منی کا شہوت سے نکلنا۔ (2) عضو مخصوص کا سر کسی عورت یا مرد کے مقامِ مخصوص میں داخل کرنا۔ (3) عورت کو حیض آنا۔ (4) عورت کو نفاس آنا یعنی وہ خون آنا جو بچہ کی پیدائش کے وقت نکلتا ہے۔ ان چاروں وجوہات میں سے جب کوئی وجہ پائی جائے گی تو غسل فرض ہو جائے گا بغیر غسل کے نماز یا کوئی بھی عبادت درست نہ ہوگی ایسے شخص کے لیے مسجد میں داخل ہونا یا قرآنِ مجید چھونا سب حرام ہے۔

فقہی مسائل

1- منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر عضو سے نکلنا سبب فرضیتِ غسل ہے۔

2- اگر شہوت کے ساتھ اپنی جگہ سے جدا نہ ہوئی بلکہ بوجھ اٹھانے یا بلندی سے گرنے کے سبب نکلی تو غسل واجب نہیں مگر وضو ٹوٹ جائے گا۔

3- اگر اپنے ظرف کے ساتھ شہوت ہے کے ساتھ جدا ہوئی مگر اس شخص نے اپنے آلہ کو زور سے پکڑ لیا کہ باہر نہ ہوسکی پھر جب شہوت جاتی رہی چھوڑ دیا اب منی باہر آ گئی تو

Marfat.com

اگرچہ باہر نکلنا شہوت سے نہ ہوا چونکہ اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی لہٰذا غسل واجب ہو گیا۔

4- اگر منی کچھ نکلی قبل پیشاب کرنے یا سونے یا چالیس قدم چلنے کے بعد نہالیا اور نماز پڑھ لی اب بقیہ منی خارج ہوئی تو غسل کرے کہ یہ اسی منی کا حصہ ہے جو اپنے محل سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی تھی اور پہلے جو نماز پڑھی تھی ہو گئی۔ اس کے اعادہ کی حاجت نہیں اور اگر چالیس قدم چلنے یا پیشاب کرنے یا سونے کے بعد غسل کیا پھر منی بلاشہوت نکلی تو غسل ضروری نہیں ہے۔

5- اگر منی پتلی پڑ گئی کہ پیشاب کے وقت یا ویسے ہی کچھ قطرے بلاشہوت نکل آئیں تو غسل واجب نہیں البتہ وضو ٹوٹ جائے گا اور سونے سے اٹھا اور بدن یا کپڑے پر تری (احتلام) پائی اور اس تری کے منی ہونے کا یقین ہو تو غسل واجب ہے اگرچہ خواب یاد نہ ہو اور اگر یقین ہے کہ یہ منی نہیں ہے بلکہ پسینہ پیشاب یا ودی یا پھر کچھ اور ہے تو اگرچہ احتلام یاد ہو اور لذتِ انزال خیال میں ہو غسل واجب نہیں اور اگر منی نہ ہونے پر یقین کرتا ہے اور مذی کا شک ہے تو اگر خواب میں احتلام ہونا یاد نہیں تو غسل نہیں ورنہ ہے۔

6- اگر احتلام یاد ہے مگر اس کا کوئی اثر کپڑے وغیرہ پر نہیں تو غسل واجب نہیں۔

7- اگر سونے سے پہلے شہوت تھی۔ آلہ قائم تھا اب جاگا اور اس کا اثر پایا اور مذی ہونا غالب گمان ہے اور احتلام یاد نہیں تو غسل واجب نہیں جب تک اس کے منی ہونے کا ظن غالب نہ ہو اگر سونے سے پہلے شہوت ہی نہ تھی یا تھی مگر سونے سے قبل دب چکی تھی اور جو خارج ہوا تھا صاف کر چکا تھا تو منی کے ظن غالب کی ضرورت نہیں اور محض احتمال منی سے غسل واجب ہو جائے گا یہ مسلہ کثیر الوقوع ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔ اس کا خیال ضرور کرنا چاہیے۔

Marfat.com

8- بیماری وغیرہ سے غش آیا یا نشہ سے بے ہوش ہوا ہوش آنے پر کپڑے یا بدن پر مذی ملی تو وضو واجب ہوگا۔ غسل نہیں اور سونے کے بعد ایسا دیکھے تو غسل واجب ہوگا مگر اسی شرط پر کہ سونے سے پہلے شہوت نہ تھی۔

9- کسی کو خواب ہوا اور منی باہر نہ نکلی تھی کہ آنکھ کھل گئی اور آلہ کو پکڑ لیا کہ منی باہر نہ ہو پھر جب تندی جاتی رہی چھوڑ دیا اب نکلی تو غسل واجب ہوگیا۔

10- نماز میں شہوت تھی اور منی اترتی ہوئی معلوم ہوئی مگر ابھی باہر نہ نکلی تھی کہ نماز پوری کر لی اب خارج ہوئی تو غسل واجب ہوگیا مگر نماز ہوگئی۔

11- کھڑے یا بیٹھے یا چلتے ہوئے سو گیا آنکھ کھلی تو مذی پائی غسل واجب ہے۔

12- رات کو احتلام ہوا' جاگا تو کوئی آثار نہ پائے' وضو کر کے نماز پڑھ لی' اس کے بعد منی نکلی' غسل اب واجب ہوا اور وہ نماز ہوگئی۔

13- عورت کو خواب ہوا تو جب تک منی فرج داخل سے نہ نکلے' غسل واجب نہیں۔

14- مرد اور عورت ایک چار پائی پر سوئے بعد بیداری بستر پر منی کے آثار پائے گئے اور ان دونوں میں ہر ایک احتلام کا منکر ہے احتیاط یہ ہے کہ بہرحال دونوں غسل کریں۔

15- لڑکے کا بلوغ احتلام کے ساتھ ہوا اس پر غسل واجب ہے۔

16- حشفہ یعنی سرِ ذکر کا عورت کے آگے یا پیچھے یا مرد کے پیچھے داخل ہونا دونوں پر غسل واجب کرتا ہے۔ شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت کے ہو انزال ہو یا نہ ہو بشرطیکہ دونوں مکلف ہوں اور اگر ایک بالغ ہے تو اس بالغ پر فرض ہے اور نابالغ پر اگرچہ غسل فرض نہیں مگر غسل کا حکم دیا جائے گا مثلاً مرد بالغ ہے اور لڑکی نابالغ تو مرد پر غسل فرض ہے اور لڑکی نابالغہ کو بھی نہانے کا حکم ہے اگر لڑکا نابالغ اور عورت بالغہ تو عورت پر غسل فرض ہے اور لڑکے کو بھی حکم دیا جائے گا۔

Marfat.com

17- اگر حشفہ کاٹ ڈالا ہو تو باقی عضوِ تناسل اگر حشفہ کی قدر داخل ہو گیا جب بھی وہی حکم ہے جو حشفہ داخل ہونے کا ہے۔

18- اگر چوپایہ یا مردہ یا ایسی چھوٹی لڑکی جس کی مثل سے صحبت نہ کی جا سکتی ہو وطی کی تو جب تک انزال نہ ہو غسل واجب نہیں

19- عورت کی ران میں جماع کیا اور انزال کے بعد منی فرج میں گئی یا کنواری سے جماع کیا اور انزال بھی ہو گیا مگر بکارت ضائع زائل نہ ہوئی تو عورت پر غسل واجب نہیں ہاں اگر عورت کے حمل رہ جائے تو اسے غسل واجب ہونے کا حکم دیا جائے گا اور وقتِ مجامعت سے جب تک غسل نہیں کیا ہے تمام نمازوں کا اعادہ کرے۔

20- عورت نے اپنی فرج میں انگلی یا مردے یا جانور کا ذکر یا کوئی چیز ربڑ یا مٹی وغیرہ کی مثل ذکر کے بنا کر داخل کی تو جب تک انزال نہ ہو غسل واجب نہیں اگر جن آدمی کی شکل میں آیا اور عورت سے جماع کیا تو حشفہ کے غائب ہونے ہی سے غسل واجب ہو گیا اگر آدمی کی شکل پر نہ ہو تو جب تک عورت کو انزال نہ ہو تو غسل واجب نہیں یونہی اگر مرد نے پری سے جماع کیا اور وہ اس وقت انسانی شکل میں نہیں بغیر انزال وجوبِ غسل نہیں اور اگر شکلِ انسانی میں ہے تو صرف غیبتِ حشفہ سے واجب ہو جائے گا۔

21- غسلِ جماع کے بعد عورت کے بدن سے مرد کی بقایا منی نکلی تو اس سے غسل واجب نہ ہوگا البتہ وضو ٹوٹ جائے گا ان تینوں وجوہ سے جس پر نہانا فرض ہوا اس کو جنب اور ان اسباب کو جنابت کہتے ہیں۔

(1) حیض سے فارغ ہونا۔ (2) نفاس کا ختم ہونا۔

22- بچہ پیدا ہوا اور خون بالکل نہ آیا تو غسل واجب ہے۔

23- کافر مرد یا عورت جب ہے یا حیض و نفاس والی کافرہ عورت اب مسلمان ہوئی

Marfat.com

اگر چہ اسلام سے پہلے حیض ونفاس سے نکل چکی پھر بھی ان پر غسل واجب ہے۔

24- مسلمان میت کو نہلانا فرضِ کفایہ ہے اگر ایک نے نہلا دیا سب کے سر سے اتر گیا اگر کسی نے نہیں نہلایا تو سب گناہ گار ہوں گے۔

25- پانی میں مسلمان مردہ ملا اس کا بھی نہلانا فرض ہے پھر اگر نکالنے والے نے غسل کے ارادہ سے اس کو غوطہ دے دیا غسل ہو گیا ورنہ اب نہلائیں۔

26- جمعہ' عید' بقر عید' عرفہ کے دن اور احرام باندھنے کے وقت نہانا سنت ہے۔ وقوف' مزدلفہ' حاضری حرم' حاضری سرکار اعظم' طواف ودخول منیٰ اور جمروں پر کنکریاں مارنے کے لیے تینوں دن شبِ برأت' شبِ قدر اور عرفہ کی رات اور محافلِ میلاد شریف اور دیگر محافل خیر کی حاضری کے لیے اور مردہ نہلانے کے بعد اور مجنون کے جنون کے جانے کے بعد اور غشی سے افاقہ کے بعد اور نشہ جاتے رہنے کے بعد اور گناہ سے توبہ کرنے اور نیا کپڑا پہننے کے لیے اور سفر سے آنے والے کے لیے استحاضہ کا خون بند ہونے کے بعد کسوف' خسوف' استسقاء اور خوف وتاریکی اور سخت آندھی کے لیے اور بدن پر نجاست لگی اور یہ معلوم نہ ہو کہ کس جگہ ہے ان سب امور کے لیے غسل مستحب ہے۔

27- حج کرنے والے پر دسویں ذی الحجہ کو پانچ غسل ہیں۔ (1) وقوف۔ (2) مزدلفہ۔ (3) دخول منیٰ۔ (4) جمرہ پر کنکریاں مارنا۔ (5) دخولِ مکہ طواف جبکہ یہ تین پچھلی باتیں بھی دسویں ہی کو کرے اور جمعہ کا دن ہے تو غسلِ جمعہ بھی یونہی اگر عرفہ' عید یا جمعہ کا دن پڑے تو یہاں والوں پر دو غسل ہوں گے۔

28- جس پر چند غسل ہوں سب کی نیت سے ایک غسل کر لیا تو سب ادا ہو گئے اور سب کا ثواب ملے گا۔

29- عورت جب ہوئی ابھی غسل نہ کیا تھا کہ حیض جاری ہو گیا تو چاہے اب نہا لے یا

Marfat.com

حیض ختم ہونے پر نہالے۔

30- اگر عورت کو نہانے یا وضو کے لیے پانی خریدنا پڑے تو اس کی قیمت شوہر ادا کرے گا بشرطیکہ غسل اور وضو واجب ہوں یا بدن سے میل کچیل دور کرنے کے لیے نہائے۔

31- رمضان شریف میں اگر رات کو جنب ہوا تو بہتر یہی ہے کہ روزے کا ہر حصہ جنابت سے خالی ہو اگر نہیں نہایا تو بھی روزہ میں کچھ نقصان نہیں مگر مناسب یہ ہے کہ غرغرہ اور ناک میں جڑ تک پانی چڑھانا یہ دو کام طلوعِ فجر تک کرلے کہ پھر روزے سے نہ ہو سکیں گے اور اگر نہانے میں اتنی تاخیر کی کہ دن نکل آیا اور نماز قضا کر دی تو یہ اور دنوں میں بھی گناہ ہے اور رمضان شریف میں اور زیادہ۔

32- جس کو غسل کی ضرورت ہو اس کو مسجد میں جانا' طواف کرنا' قرآنِ مجید چھونا اگرچہ اس کا سادہ حاشیہ یا جلد یا چولی چھوئے یا بے چھوئے دیکھ کر یا زبانی پڑھنا یا کسی آیت کا لکھنا یا آیت کا تعویذ لکھنا یا ایسا تعویذ چھونا یا ایسی انگوٹھی چھونا یا پہننا جیسے مقطعات کی انگوٹھی حرام ہے۔

33- اگر قرآنِ مجید جزدان میں ہو تو جزدان پر ہاتھ لگانے میں حرج نہیں یونہی رومال وغیرہ کسی ایسے کپڑے سے پکڑنا جو نہ اپنا تابع ہو نہ قرآنِ مجید کا تو جائز ہے۔ کرتے کی آستین' دوپٹہ کے آنچل سے یہاں تک کہ چادر کا ایک کونہ اس کے کندھے پر ہے دوسرے کونے سے چھونا حرام ہے۔

34- اگر قرآنِ مجید کی آیت دعا کی نیت سے یا تبرک کے لیے جیسے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یا ادائے شکر کو یا پھر چھینک کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یا خبر پریشان پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا یا بہ نیت ثنا پوری سورہ فاتحہ یا آیۃ الکرسی یا سورہ حشر کی پچھلی تین آیات ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ سے آخر تک پڑھیں اور ان سب آیات میں قرآنِ مجید کی تلاوت کی نیت نہ ہو تو کچھ حرج نہیں [illegible]

Marfat.com

شریف بلا لفظ قل بہ نیت ثنا پڑھ سکتا ہے اور لفظِ قل کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا اگرچہ بہ نیت ثنا ہی ہو کہ اس صورت میں ان کا قرآن ہونا متعین ہے۔ نیت کو کچھ دخل نہیں۔

35- بے وضو قرآن یا اس کی کسی آیت کا چھونا حرام ہے بغیر چھونے کے زبانی یا دیکھ کر پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔

36- روپیہ پر آیت لکھی ہے تو ان سب کو بے وضو اور جنب اور حیض و نفاس والی کو اس کا چھونا حرام ہے۔

37- قرآن کا ترجمہ فارسی' اردو یا کسی بھی زبان میں ہو تو اس کو چھونے کا بھی وہی حکم ہے۔

غسل کی سنتیں

1- غسل کی نیت کر کے پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک تین بار دھوئے پھر استنجا والی جگہ دھوئے خواہ نجاست ہو یا نہ ہو پھر بدن پر جہاں کہیں نجاست ہو اس کو دور کرے پھر نماز کا سا وضو کرے مگر پاؤں نہ دھوئے البتہ اگر چوکی' تختہ یا پتھر پر بیٹھ کر نہائے تو پاؤں بھی دھولے پھر بدن پر پانی ڈالے خصوصاً جاڑے میں پھر تین بار دائیں کندھے پر پانی ڈالے پھر تین بار بائیں کندھے پر پانی ڈالے پھر تین بار سر پر پانی ڈالے اور تمام بدن پر تین بار پانی پھر جائے اب غسل سے الگ ہو جائے اگر وضو کرنے میں پاؤں نہیں دھوئے تھے تو اب دھولے اور نہاتے میں قبلہ رخ نہ ہو اور تمام بدن پر ہاتھ پھیرے اور ملے ایسی جگہ نہائے کہ کوئی نہ دیکھے اگر یہ نہ ہو سکے تو ناف سے گھٹنے تک کے اعضا کا ستر تو ضروری ہے اگر اتنا بھی ممکن نہ ہو تو تیمّم کرے مگر یہ احتمال بہت بعید ہے اور دورانِ غسل کسی قسم کا کلام نہ کرے نہ کوئی دعا پڑھے بعد نہانے کے تولیہ سے بدن پونچھ ڈالے تو کوئی حرج نہیں۔

2- اگر غسل خانہ کی چھت نہ ہو یا ننگے بدن نہائے بشرطیکہ موضعِ احتیاط ہو تو کوئی حرج

Marfat.com

نہیں ہے البتہ عورتوں کو بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے اور عورتوں کو بیٹھ کر نہانا زیادہ بہتر ہے نہانے کے بعد فوراً کپڑے پہن لے اور وضو کے سنن و مستحبات غسل کے لیے سنن و مستحبات ہیں اگر ستر کھلا ہو تو قبلہ رخ منہ نہیں کرنا چاہیے اگر تہبند باندھ کر نہائے تو کوئی حرج نہیں۔

3- اگر بہتے پانی دریا یا نہر میں نہایا تو تھوڑی دیر اس میں رکنے سے تین بار دھونے اور ترتیب اور وضو یہ سب سنتیں ادا ہو گئیں۔ اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اعضا کو تین بار حرکت دے اگر تالاب وغیرہ ٹھہرے پانی میں نہایا تو اعضا کو تین بار حرکت دینے یا جگہ بدلنے سے تثلیث یعنی تین بار دھونے کی سنت ادا ہو جائے گی اگر بارش میں کھڑا ہو گیا تو یہ بہتے پانی میں کھڑا ہونے کے حکم میں ہے بہتے پانی میں وضو کیا تو وہی تھوڑی دیر اس میں عضو کو رہنے دینا اور ٹھہرے پانی میں حرکت دینا تین بار دھونے کے قائم مقام ہے۔

4- سب کے لیے غسل یا وضو کے لیے پانی کی ایک مقدار معین نہیں جس طرح عوام میں مشہور ہے کہ محض باطل ہے ایک لمبا چوڑا دوسرا دبلا پتلا ایک کے تمام اعضا پر بال اور دوسرے کا بدن صاف، ایک گھنی داڑھی والا دوسرا بے ریش، ایک کے سر پر بڑے بڑے بال دوسرے کا سر منڈا وَعَلٰی هٰذَا الْقِیَاس ۔ سب کے لیے ایک مقدار کیسے ممکن ہے۔

5- عورت کو حمام جانا مکروہ ہے اور مرد جا سکتا ہے مگر ستر کا لحاظ بہت ضروری ہے لوگوں کے سامنے ستر کھول کر نہانا حرام ہے۔

6- بغیر ضرورت صبح سویرے حمام کو نہ جائے کہ ایک مخفی امر لوگوں پر ظاہر ہوتا ہے۔

<u>نوٹ</u>

غسل میں تین چیزیں فرض ہیں۔ (1) اس طرح کلی کرنا یا غرغرہ کرنا کہ حلق تک پانی پہنچ جائے

Marfat.com

میں پانی پہنچ جائے۔ (2) ناک میں پانی ڈالنا جہاں تک نرم ناک کا حصہ ہے۔ (3) سارے بدن پر پانی بہانا۔

بغیر ان چیزوں کے غسل درست نہ ہوگا اگر بعد میں یہ شبہ ہو کہ کوئی جگہ خشک رہ گئی ہے تو اس پر ہاتھ پھیر لینا کافی نہیں پانی بہالینا چاہیے۔

ایک وضاحت

نمازِ جسمانی کے لیے کئی طہارتیں درکار ہیں کپڑا پاک ہو' جگہ پاک ہو' جسم پاک ہو پھر جسم کی پاکی کی چند صورتیں ہیں۔ ظاہری گندگی سے پاک ہو' حکمی گندگی سے پاک ہو اب حکمی طہارت بھی دو طرح کی ہے۔ چھوٹی طہارت یعنی وضو اور بڑی طہارت یعنی غسل۔

اسی طرح جنانی' روحانی' القیانی اور عرفانی نماز کے لیے بھی بہت سی طہارتیں ضروری ہیں چھوٹی طہارتیں دس لازم ہیں۔ دل کی پاکی ماسوا اللہ ہے' روح کی پاکی بذریعہ مشاہدہ' سینہ کی پاکی بذریعہ امید وقناعت' سر کی پاکی بذریعہ حیا وہیبت' پیٹ کی پاکی بذریعہ حلال غذا اور محرمات ومشتبہات سے بچنے کے ذریعے' بدن کی پاکی ترکِ شہوات کے ذریعے' ہاتھوں کی پاکی بذریعہ تقویٰ وکوشش' زبان کی پاکی بذریعہ ذکر واستغفار' لہٰذا جب یہ پاکیاں ان پانیوں کے ذریعے حاصل ہو جاویں تب یہ نماز شروع کی جائے اگر طالبِ مولیٰ غیر کی طرف متوجہ ہو کر دل کا جنبی ہو جائے اسے چاہیے کہ سارے اندرون (باطن) کا غسل کرے کہ نفس کے گناہوں سے دل کو فخر وریا سے اور دماغ کو خیالِ غیر سے بلکہ اپنے کو اپنے وجود سے پاک کرے کہ نفس کو گناہوں سے' لذتِ دنیا کو توبہ وندامت' اخلاص کے پانی سے دھوئے تب اس مسجدِ قرب میں آنے اور ربِّ ذوالجلال سے مناجات کی نماز کے قابل ہوگا غرض کہ شریعت کی نماز کا وضو' غسل ظاہری اعضا کا ہوتا ہے۔ ظاہری پانی سے اور حقیقت معرفت کی نماز کا وضو باطنی اعضا کا ہوتا ہے تو یہ ندامت وغیرہ کے پانی سے شریعت کی نماز کے ارکان

Marfat.com

سجدہ سجود ہیں اور اس نماز کا رکن ترکِ وجود ہے۔

نمازِ عابداں سجدہ سجودے

نمازِ عاشقاں ترک وجودے

مگر شریعت کی نماز سب پر فرض ہے۔

گنہگار ہو یا ولی وہ نماز کسی کسی کو میسر ہوتی ہے۔ اللہ ربّ العزت اس قال کو حال بنادے اور وہ نماز بھی نصیب کردے آمین۔

Marfat.com

حیض

اللہ ربّ العزت قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ

وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ قُلْ هُوَ اَذًی فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰی یَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ (البقرۃ:۲۲۲)

اے محبوب ﷺ! تم سے حیض کے بارے میں لوگ سوال کرتے ہیں تم فرمادو وہ گندی چیز ہے تو حیض میں عورتوں سے بچو اور ان سے قربت نہ کرو جب تک پاک نہ ہو جائیں تو جب پاک ہو جائیں ان کے پاس اس جگہ سے آؤ جس کا اللہ نے تمہیں حکم دیا۔ بے شک اللہ دوست رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے پاک ہونے والوں کو۔

الحدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودیوں میں جب کسی عورت کو حیض آتا تو اسے نہ اپنے ساتھ کھلاتے نہ اپنے ساتھ گھروں میں رکھتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت "وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ" نازل فرمائی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جماع کے علاوہ ہر شے کرو۔ اس کی خبر یہود کو پہنچی تو کہنے لگے کہ یہ ہماری ہر بات کا خلاف کرنا چاہتے ہیں۔

Marfat.com

اس پر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے آ کر عرض کیا کہ یہود ایسا ایسا کہتے ہیں تو کیا ہم ان سے جماع نہ کریں۔ (کہ پوری مخالفت ہو جائے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روئے مبارک متغیر ہو گیا یہاں تک کہ ہم کو گمان ہوا کہ ان دونوں پر غضب فرمایا وہ دونوں چلے گئے اور ان کے آگے دودھ کا ہدیہ حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آدمی بھیج کر ان کو بلایا اور پلایا تو وہ سمجھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر غضب نہیں فرمایا تھا۔

(مسلم شریف)

الحدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم حج کے لیے نکلے جب سرف (مکہ کے قریب ایک مقام) میں پہنچے مجھے حیض آ گیا تو میں رو رہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تجھے کیا ہوا کیا حیض آ گیا ہے عرض کیا ہاں فرمایا کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ ربّ العزت نے بناتِ آدم پر لکھ دیا ہے تو سوائے خانہ کعبہ کے طواف کے سب کچھ ادا کر جیسے حج کرنے والا ادا کرتا ہے اور فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات کی طرف سے ایک گائے قربانی کی۔

(بخاری شریف)

الحدیث: عروہ سے سوال کیا گیا حیض والی عورت میری خدمت کر سکتی ہے؟ اور جب عورت مجھ سے قریب ہو سکتی ہے؟ عروہ نے جواب دیا یہ سب مجھ پر آسان ہیں اور یہ سب میری خدمت کر سکتی ہیں اور کسی پر اس میں کوئی حرج نہیں مجھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی ہے کہ وہ حیض کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک میں کنگھا کرتیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معتکف تھے۔ اس وقت بھی اپنے سر مبارک کو ان سے قریب کر دیتے اور وہ اپنے حجرے میں ہی ہوتیں۔ (بخاری شریف)

الحدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ ہاتھ بڑھا کر مسجد سے مصلّٰی اٹھا دینا عرض کی کہ میں حائض ہوں فرمایا کہ تیرا حیض

Marfat.com

تیرے ہاتھوں میں نہیں۔ (مسلم شریف)

الحدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حیض والی عورت سے یا عورت کے پیچھے کے مقام سے جماع کرے یا کاہن کے پاس جائے اس نے کفران کیا اس چیز کا جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتاری گئی۔

حیض کی حکمت

عورت بالغہ کے جسم میں فطرتاً ضرورت سے کچھ زیادہ خون پیدا ہوتا ہے تاکہ حمل کی حالت میں وہ خون بچے کی غذا میں کام آئے اور بچے کے دودھ پینے کے زمانہ میں وہی خون دودھ ہو جائے اگر ایسا نہ ہو تو حمل اور دودھ پلانے کے زمانے میں اس کی جان پر بن آئے یہی وجہ ہے کہ حمل اور ابتدائے شیرخوارگی میں خون نہیں آتا اور جس زمانہ میں حمل نہ ہو اور دودھ پلانا بھی نہ ہو وہ خون اگر بدن سے نہ نکلے تو عورت کے جسم میں قسم قسم کی بیماریاں پیدا ہو جائیں گی۔

حیض کے مسائل

1- بالغہ عورت کے آگے کے مقام سے جو خون عادتاً نکلتا ہے بشرطیکہ بیماری یا بچہ پیدا ہونے کی وجہ نہ ہو اسے حیض کہتے ہیں اگر بیماری کی وجہ سے ہو تو استحاضہ اور اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد ہو تو اس کو نفاس کہتے ہیں۔

2- حیض کی مدت کم از کم تین دن اور تین راتیں یعنی پورے بہتر ۷۲ گھنٹے اگر ایک منٹ بھی کم ہے تو پھر حیض نہیں ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن اور دس راتیں ہیں۔

3- ۷۲ گھنٹے سے اگر ذرا بھی پہلے ختم ہو جائے تو استحاضہ ہے البتہ اگر کرن چمکی تھی کہ شروع ہوا اور تین دن تین راتیں پوری ہو کر کرن چمکتے ہی کے وقت ختم ہوا تو حیض ہے اگرچہ دن بڑھنے کے زمانہ میں طلوع روز بروز پہلے اور غروب بعد میں ہوتا رہے گا اور دن چھوٹے ہونے کے زمانہ میں آفتاب کا نکلنا بعد میں اور ڈوبنا پہلے ہوتا رہے

Marfat.com

گا جس کی وجہ سے ان تین دن رات کی مقدار ۷۲ گھنٹے ہونا ضروری نہیں مگر عین طلوع سے طلوع اور غروب سے غروب تک ضرور ایک دن رات ہے ان کے ماسوا اگر اور کسی وقت شروع ہوا تو وہی ۷۲ گھنٹے پورے کا ایک دن رات لیا جائے گا مثلاً آج صبح کو ٹھیک 9 بجے ایک دن رات شمار ہوگا اگرچہ ابھی پورا پہر دن نہ آیا جبکہ آج کا طلوع کل کے طلوع سے بعد ہو یا پہر بھر سے زیادہ دن آ گیا ہو جب کہ آج کا طلوع کل کے طلوع سے پہلے ہو۔

4- اگر دس دن اور رات سے کچھ بھی زیادہ خون آیا تو اگر یہ حیض پہلی مرتبہ اسے آیا ہے تو دس دن تک حیض ہے بعد کا استحاضہ اور اگر پہلے اسے حیض آ چکے ہیں اور عادت دس دن سے کم تھی تو عادت ہے جتنا زیادہ ہو استحاضہ ہے اسے یوں سمجھو! کہ اس کو پانچ دن کی عادت تھی اب آیا 10 دن تو سارا حیض ہے اگر بارہ دن آیا تو پانچ دن حیض کے باقی سات دن استحاضہ کے اور ایک حالت مقرر نہ تھی بلکہ کبھی چار دن کبھی پانچ دن تو پچھلی بار جتنے دن تھے وہی اب بھی حیض کے ہیں باقی استحاضہ۔

5- یہ ضروری نہیں مدت میں ہر وقت خون جاری رہے جبھی حیض ہو بلکہ اگر بعض بعض وقت بھی آئے جب بھی حیض ہے۔

6- کم از کم 9 نو برس کی عمر سے حیض شروع ہوگا اور انتہائی عمر حیض آنے کی ۵۵ برس ہے۔ اس عمر والی عورت کو آئسہ اور اس عمر کو سنِ ایاس کہتے ہیں۔

7- حمل والی کو جو خون آیا وہ استحاضہ ہے یونہی بچہ ہوتے وقت جو خون آیا اور ابھی آدھے سے زیادہ بچہ باہر نہیں نکلا وہ استحاضہ ہے۔

8- دو حیضوں کے درمیان کم از کم پندرہ دن کا فاصلہ ضروری ہے یونہی نفاس اور حیض کے درمیان بھی پندرہ دن کا فاصلہ ضروری ہے اگر نفاس ختم ہونے کے بعد پندرہ دن پورے نہ ہوئے تھے کہ خون آیا تو یہ استحاضہ ہے۔

Marfat.com

9- حیض اس وقت شمار ہوگا کہ خون فرجِ خارج میں آگیا تو کپڑا رکھ لیا ہے جس کی وجہ سے فرجِ خارج میں نہیں آیا داخل میں ہی رکا ہوا ہے تو جب تک کپڑا نہ نکالے گی حیض والی نہ ہوگی اور نماز پڑھ اور روزہ رکھ سکتی ہے۔

10- حیض کے چھ رنگ ہیں۔ (1) سیاہ۔ (2) سرخ۔ (3) سبز۔ (4) زرد۔ (5) گدلہ۔ (6) مٹیالہ' سفید رنگ کی رطوبت حیض نہیں۔

نفاس وحیض کے متعلق احکامات

1- حیض ونفاس والی عورت کو قرآنِ مجید دیکھ کر پڑھنا یا زبانی اور اس کا چھونا اگرچہ اس کی جلد یا چولی یا حاشیہ کو ہاتھ یا انگلی کی نوک یا بدن کا کوئی حصہ لگے سب حرام ہیں۔

2- کاغذ کے پرچہ پر کوئی سورۃ یا آیت لکھی ہوئی ہے اس کا چھونا بھی حرام ہے۔

3- جزدان میں قرآنِ مجید ہو اس جزدان کو چھونے میں حرج نہیں۔

4- معلّمہ کو حیض یا نفاس ہوا تو ایک ایک کلمہ سانس توڑ توڑ کر پڑھائے اور ہجے کروانے میں کوئی حرج نہیں۔

5- دعائے قنوت پڑھنا اس حالت میں مکروہ ہے۔

6- قرآنِ مجید کے علاوہ تمام ذکر واذکار' کلمہ شریف اور درود شریف وغیرہ پڑھنا بلاکراہت جائز بلکہ مستحب ہے۔ ان چیزوں کو وضو کر کے یا کلی کر کے پڑھنا بہتر ہے اگر ویسے بھی پڑھ لیا تب بھی کوئی حرج نہیں اور ان کے چھونے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

7- ایسی عورت کو اذان کا جواب دینا جائز ہے۔

8- ایسی عورت کو مسجد میں جانا حرام ہے۔

9- اگر جان کے خطرہ یا چور سے ڈر کر مسجد میں چلی گئی تو جائز ہے مگر اسے چاہیے کہ تیمّم کرلے۔

Marfat.com

10- عید گاہ کے اندر جانے میں کوئی حرج نہیں۔

11- خانہ کعبہ کے اندر جانا اور اس کا طواف کرنا اگرچہ مسجدِ حرام کے باہر سے ہو ان کے لیے حرام ہے۔

12- اس حالت میں روزہ رکھنا، نماز پڑھنا حرام ہے۔

13- ان دنوں کی نمازیں معاف ہیں ان کی قضا نہیں اور روزوں کی قضا اور دنوں میں رکھنا فرض ہے۔

14- نماز کا آخر وقت ہوگیا اور ابھی تک نماز نہ پڑھی کہ حیض آ گیا یا بچہ پیدا ہوا تو اس وقت کی نماز معاف ہوگئی اگرچہ اتنا تنگ وقت ہوگیا ہو کہ اس نماز کی گنجائش نہ ہو۔

15- نماز پڑھنے کے دوران حیض آ گیا یا بچہ پیدا ہوگیا تو وہ نماز معاف ہے البتہ اگر نفل نماز تھی تو اس کو قضا واجب ہے۔

16- حیض والی کو تین دن سے کم خون آ کر بند ہوگیا تو روزے رکھے اور وضو کر کے نماز پڑھے۔ نہانے کی ضرورت نہیں ہے پھر اس کے بعد اگر پندرہ دن کے اندر خون آیا تو اب نہائے اور اگر عادت کے دن نکال کر باقی دنوں کی قضا پڑھے اور جس کی کوئی عادت نہیں وہ دس دن کے بعد کی نمازیں قضا پڑھے البتہ اگر عادت کے دنوں کے بعد یا بے عادت عادت والی نے دس دن کے بعد غسل کر لیا تھا تو ان دنوں کی نمازیں ہوگئیں۔ قضا کی حاجت نہیں اور عادت کے دنوں سے پہلے کے روزوں کی قضا کرے اور بعد کے روزے ہر حال میں ہوگئے۔

17- جس عورت کو تین دن اور رات کے بعد حیض بند ہوگیا اور عادت کے دن بھی ابھی پورے نہ ہوئے یا نفاس کا خون عادت پوری ہونے سے پہلے بند ہوگیا تو بند ہونے کے بعد ہی غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے۔ عادت کے دنوں کا انتظار نہ کرے۔

Marfat.com

18- روزہ کی حالت میں حیض ونفاس شروع ہوگیا تووہ روزہ جاتا رہا اس کی قضا رکھے اگر فرض تھا تو قضا فرض ہے اگر نفلی تھا تو قضا واجب ہے۔

19- حیض ونفاس میں سجدۂ شکر وسجدۂ تلاوت حرام ہے اور آیتِ سجدہ سننے سے اس پر سجدہ واجب نہیں۔

20- سوتے وقت پاک تھی صبح سو کر اٹھی تو حیض کا اثر دیکھا تو اسی وقت سے حیض کا حکم دیا جائے گا۔ عشاء کی نماز نہ پڑھی تھی تو پاک ہونے پر اس کی قضا فرض ہے۔

21- حیض والی سو کر اٹھی اور گدی پر حیض کا کوئی نشان نہ تھا تو رات ہی سے پاک ہے نہا کر عشاء کی قضا پڑھے۔

22- اس حالت میں ہمبستری یعنی جماع حرام ہے۔

23- ایسی حالت میں جماع کو جائز جاننا کفر ہے اور اگر حرام سمجھ کر کرلیا تو سخت گنہگار ہوا۔ اس پر توبہ فرض ہے اور آئندہ کیا تو ایک دینار اور قربِ ختم کے کیا تو نصف دینار خیرات کرنا مستحب ہے۔

24- اپنے ساتھ سلانا یا کھلانا جائز ہے بلکہ اس وجہ سے پہلے ساتھ نہ سونا مکروہ ہے۔

25- اس حالت میں عورت مرد کے ہر حصہ بدن کو ہاتھ لگا سکتی ہے۔

26- اگر ہمراہ سونے میں غلبہ شہوت اور اپنے کو قابو میں نہ رکھنے کا احتمال ہو تو ساتھ نہ سوئے اور اگر گمان غالب ہو تو سونا گناہ ہے۔

27- پورے دس پر ختم ہوا پاک ہوتے ہی اس سے جماع جائز ہے البتہ اب تک غسل نہ کیا ہو مگر مستحب یہ ہے کہ نہانے کے بعد جماع کرے۔

28- عادت کے دن پورے ہونے سے پہلے ہی ختم ہوگیا تو اگرچہ غسل کرلیا مگر جماع ناجائز ہے۔ تاوقتیکہ عادت کے دن پورے نہ ہوجائیں مثال کے طور پر کسی کی عادت چھ دن تھی اور اس مرتبہ چار یا پانچ ہی روز آیا تو اسے حکم ہے کہ نہا کر نماز شروع

Marfat.com

کردے مگر جماع کے لیے چھ دن پورے ہونے کا انتظار کرے یہ واجب ہے۔

29-حیض سے پاک ہوئی اور پانی پر قدرت نہیں کہ غسل کرے اور غسل کا تیمم کیا تو اس سے صحبت جائز نہیں جب تک اس تیمم سے نماز نہ پڑھ لے۔ نماز پڑھنے کے بعد اگرچہ پانی پر قادر ہو کر غسل نہ کیا صحبت جائز ہے۔

وضاحت

اے طالبانِ راہِ حق اگر تم محبتِ دنیا کی بیماری کے مریض ہو نفس کے نقشِ قدم پر چل پڑنے کی وجہ سے مسافر ہو چکے ہو اور اپنے وطن سے دور ہو گئے ہو یا تم دنیا کی شہوتوں میں سے کسی شہوت کے بیت الخلاء سے آؤ تم دنیا کی لذتوں میں نفس کے لیے ہم آغوش ہو کر جنبی ہو جاؤ اور اس آستانہ قدس میں حاضری کے قابل نہ رہو۔ اس حالت میں تمہارے پاس توبہ استغفار کا پانی نہ ہو آنکھوں کے آنسو نہ ہوں کیونکہ آنکھیں خشک ہو چکی ہیں۔ طیب طاہر مقبول بندوں کے آستانوں ان کے قدموں کی خاک کا ارادہ کرو کیونکہ یہ خاک بڑے بڑے دلی گناہوں سے پاک ہونے کا ذریعہ ہیں۔ اس خاک کو اپنے چہروں پر ملو۔ اپنے ہاتھوں کا مسح کرو کہ اس میں دلوں کی شفا اور گناہوں کی بیماری کا علاج ہے۔ اللہ ربّ العزت اس عمل سے تمہیں ذلیل نہ کرے گا اور تم پر ذلت کی تنگی نہ ڈالے گا بلکہ تم کو اس کے ذریعے پاک فرمائے گا۔

سب سے بڑا گناہ بندہ کا اپنا وجود ہے حالانکہ معبود کا وجود ازلی وابدی ہے۔ حقیقت کے ہوتے ہوئے مجاز کیسا۔ نور کے ہوتے ہوئے ظلمت کیسی۔ دن کے ہوتے ہوئے رات کیسی۔ اس سے پاکی تب ہی میسر ہوگی جب کسی ایسے بندے کے آستانہ پر لو لگاؤ جو فانی اللہ ہو کر باقی باللہ ہو چکا ہو نیز اللہ ربّ العزت چاہتا ہے کہ تم کو انانیت سے پاک کر دے کہ تمہاری انا کو نارِ عشق میں ملا کر پھر فنا کی اکسیر ملا کر اسے کیمیا بنا دے اور چاہتا ہے کہ تم اس کا شکر کرو کہ تم پر وہ بڑا مہربان ہے۔

Marfat.com

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ مؤمنین کا جسم عالمِ شہادت ہے اور اس کا دل اور روح عالمِ غیب جیسے عالمِ غیب وشہادت میں تعلقات ہیں ایسے ہی جسم وقلب کا آپس میں گہرا تعلق ہے جیسے دل کے آثار جسم پر نمودار ہوتے ہیں ایسے ہی جسم کے آثار دل پر نمودار ہوتے ہیں ظاہری جسم کو پاک کرو تا کہ دل بھی پاک ہو جائے جیسے سورج کے انوار کے سامنے والے شیشے میں نمودار ہو کر اس جگہ کو چمکا دیتے ہیں جو سورج سے آڑ میں ہو یونہی آفتابِ نبوت ﷺ کے انوار اولیاء کرام کے سینوں کے ذریعے ہم جیسے دور افتادگان کو بھی چمکا سکتے ہیں نور حضور ﷺ کا ہے مگر ملتا ہے اولیائے کرام کی معرفت۔

Marfat.com

مردہ اور مسائل

مسنون معنی روشن کیا گیا بلکہ وہ شے جس کا کرنا شرع میں سنت ہو۔

مردے کو غسل دینا فرضِ کفایہ ہے یعنی اگر ایک آدمی غسل دے دے گا تو سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہو گیا ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔ غسل دینے والے کے لیے بہت بڑا ثواب ہے۔ لوگ اس سے بچتے ہیں یہ بہت معیوب حرکت ہے بلکہ اپنے مردے کو خود غسل دینا چاہیے جب مردے کی موت کا یقین ہو جائے تو اس کو نہلانے اور کفن دینے میں جلدی کرو دیر نہ کرو اور لوگوں کو اس کی موت کی اطلاع کردو۔ جب کفن تیار ہو جائے تو پہلے نہلانے کے لیے مسجد سے ایک تختہ منگواؤ اس کو اچھی طرح دھو کر پاک صاف کرلو پھر تین، پانچ یا سات بار اس کے چاروں طرف لوبان وغیرہ کی دھونی دو اور مردہ کو تختہ پر لٹا دو اور اس کے کپڑے نکال دو یا کتر کر اتار دو۔

ناف سے زانو تک ایک کپڑا ڈال دو تا کہ ستر چھپا رہے۔ اگر رنگین کپڑا ہو تو زیادہ اچھا ہے تا کہ ستر نظر نہ آئے اگر نہلانے کی جگہ کوئی علیحدہ ہو کہ پانی نہ پھیلے گا تو خیر ورنہ تختہ کے نیچے گڑھا کھود لینا چاہیے تا کہ پانی نہ پھیلے اور لوگوں کو تکلیف نہ ہو پھر اپنے پاس گرم اور ٹھنڈا پانی ضرورت کے مطابق رکھ لو۔ پانی کو گرم کرتے وقت بیری کے پتے ڈال دو۔ ہاتھ سے دیکھ لینا چاہیے کہ پانی زیادہ گرم نہ ہو پھر ٹھنڈا پانی ملا کر نیم گرم کرلو اور بائیں ہاتھ کو تھیلی لپیٹ کر مردے کو ڈھیلے سے استنجا کراؤ بغیر تھیلی کے ستر کو ہاتھ نہ لگاؤ

Marfat.com

اور نہ دیکھو اس کے بعد خوب پانی سے نجاست کو صاف کر دو۔ اس کے بعد مردہ کا وضو کراؤ اور منہ، ناک اور کان میں روئی بھگو کر رکھ دو لیکن پہلے منہ دھوؤ پھر ہاتھ کہنیوں تک دھوؤ۔ سر کا مسح بھی کراؤ کلی نہ کراؤ اور ناک میں پانی بھی نہ دو ہاں اس پر اگر غسل واجب تھا اور اسی حالت میں مر گیا تو کلی بھی کراؤ اور ناک میں پانی بھی دو کہ کپڑا یا روئی پانی سے تر کر کے اس کو ہونٹوں دانتوں اور ناک کو نتھنوں میں نرم حصہ تک پانی پہنچا دو پھر خشک روئی اس کے منہ، کان اور ناک میں رکھ دو۔ وضو کے بعد سر اور داڑھی کو خطمی وغیرہ سے دھوؤ تا کہ صاف ہو جائے اس کے بعد پھر بائیں کروٹ پر لٹا کر تین بار اتنا پانی سر سے لے کر پاؤں تک بہاؤ کہ نیچے تک پہنچ جائے اور خوب ملو اور صابن وغیرہ سے میل صاف کر دو۔ اس کے بعد داہنی کروٹ پر لٹا کر پھر اسی طرح تین بار خوب پانی ڈالو۔

پھر اس کے بعد مردے کو ذرا سر کی طرف سے اٹھا کر ٹیک لگا کر تھوڑا سا بٹھاؤ اور اس کے پیٹ کو آہستہ آہستہ ملو اور دباؤ تا کہ پیٹ میں کچھ ہو تو نکل جائے اور اگر کچھ پاخانہ وغیرہ نکلے تو اس کو دھو ڈالو۔ اس کے نکلنے سے وضو اور غسل میں نقصان نہیں آتا۔ اس کے بعد بائیں کروٹ لٹا دو اور ایک لوٹے میں کافور پانی میں ملا لو اور سر سے پاؤں تک تین بار ڈالو۔ اس کے بعد بدن کو کپڑے یا تولیہ سے صاف کر کے دوسرا خشک کپڑا استر پر ڈال دو اور بھیگا ہوا علیحدہ کر دو یہ غسل کا مسنون طریقہ ہے۔

اگر کوئی اس طرح نہ نہلائے اور ایک مرتبہ ہی مردہ پر پانی ڈال دے تب بھی فرض ادا ہو جائے گا۔

مسائل

1- اگر مردہ کو نہلانے والا کوئی مرد نہ ملے تو صرف اس کی بیوی اسے نہلا سکتی ہے۔

2- اگر صرف اجنبی عورت ہو تو وہ مرد مردے کو تیمم کرا دے۔ غسل نہ دے۔

3- عورت مر جائے اور نہلانے والی نہ ملے تو اس کا شوہر اس کو ہر گز نہ نہلائے۔

Marfat.com

4- مرد اپنی مردہ بیوی کا چہرہ اور عورت اپنے مردہ خاوند کا چہرہ دیکھ سکتے ہیں اور کپڑے کے اوپر سے ہاتھ بھی لگا سکتے ہیں پس یہ جو مشہور ہے کہ مرنے پر میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے ایسے نامحرم ہو جاتے ہیں کہ ایک دوسرے کا چہرہ بھی نہ دیکھیں۔ صحیح نہیں۔

5- ناپاک مرد و عورت نہ کسی مردے کو نہلائے اور نہ اس کے پاس جائیں۔

6- مردے کے ناخن کاٹنا' بال مونڈنا یا بالوں میں کنگھی کرنا نہ چاہیے البتہ انگلیوں سے بالوں میں خلال کر سکتے ہیں کوئی مضائقہ نہیں۔

مردے کی ساری خدمتیں یعنی نہلانا' کفن سلائی کرنا اور اجرت لینا جائز تو ہے مگر سوائے بے حد غریب آدمی کے جس کی بسر اوقات کی دوسری سبیل نہ ہو۔ کسی اور کو اجرت لینا بہتر نہیں ہے۔ مردے کی خدمتیں اللہ رب العزت کو خوش کرنے کے لیے بلا عوض کرنا چاہیے اور ثوابِ عظیم حاصل کرنا چاہیے۔

مردہ کا کفن

کفن معنی مردہ کا لباس جس میں اس کو لپیٹ کر دفن کرتے ہیں۔ مردے کے لیے تین کپڑے کفن میں مسنون ہیں۔ (1) چادر۔ (2) ازار بند (تہبند)۔ (3) ایک کرتہ۔

عورت کے لیے پانچ کپڑے مسنون ہیں۔ (1) کرتہ۔ (2) ایک ازار بند۔ (3) ایک سربند۔ (4) ایک چادر۔ (5) ایک سینہ بند۔

اگر کپڑا کم ہو تو مرد کو بے شک دو کپڑے دے دو۔ ایک چادر اور ایک ازار بند (تہہ بند) اور کپڑا کم ہونے کی صورت میں عورت کو تین کپڑے دے دو۔ (1) ازار بند (تہہ بند)۔ (2) ایک چادر۔ (3) ایک سربند اور بلا ضرورت ان [illegible] ہے۔

مردے کا تہہ بند سر سے پاؤں تک کی ایک چادر ہوتی ہے [illegible]

سے ناف بلکہ زانوؤں تک ہو تو زیادہ اچھا ہے۔ جنازہ کے اوپر چار پائی پر جو چادر ڈالی جاتی ہے وہ کفن میں شمار نہیں ہے البتہ اس کا ڈالنا جائز ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ سفید کپڑے پہنا کرو۔ سفید کپڑا سب سے بہتر ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو۔

کفن سفید افضل ہے مگر رنگین بھی جائز ہے۔ کفن میں نیا کپڑا یا دھلا ہوا صاف کپڑا سب درست ہے۔ کفن کا جائز اور ضروری خرچ میت کے مال سے لینا چاہیے۔ ہاں اگر وہ محتاج ہے تو دوسرے مسلمان اس کو کفن دیں۔

کفنانے کا طریقہ

مردہ کو غسل دینے کے بعد مردہ والی چار پائی کو پاس منگوالو اور کفن کو تین بار یا پانچ بار یا سات بار لوبان وغیرہ کی دھونی دے لو۔ عطر وغیرہ نہیں ملنا چاہیے اور تین بند کفن میں سے پھاڑ کر ایک بیچ میں چار پائی پر کفن کے نیچے پھیلا دو ایک سرہانہ اور ایک پائنتی پر رکھ دو۔ اس کے بعد پہلے چادر پھیلاؤ۔ اس پر دوسری چادر جسے ازار کہتے ہیں بچھاؤ پھر اس پر کرتہ بچھاؤ اور کرتہ کا اوپر کا حصہ اکٹھا کر کے سرہانے کی طرف رکھ دو۔ اس کے بعد مردہ کو کفن پر لٹا کر کرتہ کا گریبان سر میں ڈال کر کرتہ برابر کر دو۔ اور سر اور داڑھی میں عطر لگا دو اور مساجد یعنی دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر کافور مل دو پھر اوّل کفن کو بائیں طرف سے لپیٹو پھر داہنی طرف سے لپیٹو اور تینوں بند باندھ دو۔

عورت کا کفن اسی طرح رکھو۔ اوّل سینہ بند رکھو پھر چادر، پھر ازار اس کے اوپر کرتہ پھر مردہ کو اس پر لٹا کر کرتہ پہناؤ اور سر کے بالوں کو دو حصہ کر کے کرتہ کے اوپر سینہ پر ڈال دو اور نہ ان کو باندھو اور نہ لپیٹو پھر ازار لپیٹو پہلے بائیں طرف سے پھر داہنی طرف سے اس کے بعد سینہ بند باندھ دو اور اس کے بعد تینوں بندوں میں گرہ لگا دو۔

یاد رکھو! کہ مرد اور عورت کے تینوں بند کفن سے زائد ہیں۔ لاش کو قبر میں رکھنے کے

Marfat.com

بعد ان تینوں بندوں کو کھول دو اور یہ جو روایت چلی آتی ہے کہ سر اور پائتی کے بند کھولو اور بیچ کا بند نہ کھولو یہ بالکل غلط ہے بند تینوں ہی قبر میں لاش رکھنے کے بعد کھول دینے چاہئیں اور یہی درست ہے۔

نمازِ جنازہ

نمازِ جنازہ معنی کہ میت کے تابوت کو آگے رکھ کر اللہ رب العزت کی نماز اور میت کے لیے دعا کی نیت کر کے نماز ادا کرنا۔

مسلمان میت کی نماز فرضِ کفایہ ہے اگر ایک دو افراد پڑھ لیں گے تو سب کے ذمہ سے فرض ادا ہو جائے گا ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔ اس نماز میں رکوع وسجود نہیں ہوتے۔ اس میں جو چیزیں فرض ہیں۔ اول چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا اور ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام ہے اور دوسرے قیام یعنی کھڑے ہو کر نمازِ جنازہ پڑھنا۔

اس میں تین چیزیں مسنون ہیں۔

1- ثناء یعنی اللہ رب العزت کی تعریف کرنا۔

2- درود شریف پڑھنا۔

3- میت کے لیے دعا کرنا۔ جماعت اس میں شرط نہیں ایک آدمی بھی پڑھ سکتا ہے اگر کوئی اور نہ ہو۔

نمازِ جنازہ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں فرضِ کفایہ ہے اگر کچھ لوگ (بلکہ ایک مرد یا ایک عورت بھی) پڑھ لیں تو فرض ادا ہو جاتا ہے لیکن جس قدر بھی آدمی زیادہ ہوں اسی قدر میت کے حق میں اچھا ہے کیونکہ نہ معلوم کس کی دعا لگ جائے اور اس کی مغفرت ہو جائے۔

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو بھی مسلمان مرجائے پھر کھڑے ہو کر چالیس افراد اس کے جنازہ کی نماز پڑھ لیں اور [illegible]

Marfat.com

العزت کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوں تو اللہ ربّ العزت ضرور ان کی سفارش میت کے حق میں قبول فرمائے گا۔ (مسلم شریف)

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ جو ایمان کے ساتھ ثواب سمجھتے ہوئے جنازے کے ساتھ ساتھ چلا اور اس کی نماز پڑھنے اور دفن سے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ رہا اس کو دو قیراط (یعنی دو حصے) ثواب ملے گا ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوگا اور جو نماز پڑھ کر دفن سے پہلے واپس ہو گیا تو وہ ایک قیراط ثواب لے کر لوٹا۔ (بخاری ومسلم)

مسئلہ: جنازہ کی نماز میں تکبیر کہتے وقت آسمان کی طرف منہ اٹھانا بے اصل ہے شریعت سے بالکل ثابت نہیں۔

مسئلہ: اگر جوتے ناپاک ہوں تو ان کو پہن کر یا کھڑے ہو کر نمازِ جنازہ نہ ہوگی۔ آج کل بہت سے لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔

مسئلہ: نمازِ جنازہ میں تین صفیں باندھنا مستحب ہے۔

نمازِ جنازہ کی شرائط

شرائط جمع شرط کی۔ بمعنی لازم ہونا وہ چیز جس پر کسی بات کا ہونا منحصر ہے اور نمازِ جنازہ کی شرطیں یہ ہیں۔

(1) میت کا مسلمان ہونا۔ (2) میت کا پاک ہونا۔ (3) کفن پاک ہونا۔ (4) میت کا ستر ڈھکا ہونا۔ (5) میت کا نماز پڑھنے والے کے سامنے رکھا ہوا ہونا یہ سب شرطیں تو میت سے متعلق تھیں اور نماز پڑھنے والے کے لیے وقت کے سوا باقی تمام شرطیں وہی ہیں جن چیزوں سے نماز فاسد ہوجاتی ہے انہی چیزوں سے نمازِ جنازہ بھی فاسد ہوجاتی ہے۔

فرق صرف یہ ہے کہ نمازِ جنازہ میں قہقہہ مار کر ہنسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ نماز فاسد ہوجاتی ہے اور عورت کے برابر کھڑے ہونے سے نمازِ جنازہ فاسد نہیں ہوتی۔

Marfat.com

نمازِ جنازہ کی ترکیب

ترکیب معنی مرکب کرنا' طریقہ

نمازِ جنازہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینہ کے برابر کھڑا ہو جائے۔ امام کے پیچھے اور لوگ صفیں بنا کر کھڑے ہو جائیں۔ تین یا پانچ یا سات یا طاق تعداد میں صفیں کرنا بہتر ہے۔

نمازِ جنازہ پڑھتے وقت اس طرح نیت کرنا چاہیے۔ نماز پڑھتا ہوں میں اس جنازہ کی واسطے اللہ تعالیٰ کے اور دعا واسطے اس حاضر میت کے پھر دونوں ہاتھ مثل تکبیرِ تحریمہ کے کانوں تک اٹھا کر ایک مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہہ کر نماز کی طرح باندھ لیں امام زور سے تکبیر کہے اور مقتدی آہستہ کہیں۔

پھر ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ'' سے لے کر اخیر تک امام اور مقتدی بالکل آہستگی سے پڑھیں اور ''وَتَعَالٰی جَدُّكَ'' کے بعد ''وَجَلَّ ثَنَاءُكَ'' بھی پڑھیں پھر امام آواز سے اور مقتدی آہستہ سے بغیر ہاتھ اٹھائے ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' کہیں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ تکبیر کہتے ہوئے سر کو اوپر نہیں اٹھانا چاہیے پھر اس کے بعد درود شریف جو نماز میں پڑھا جاتا ہے بالکل آہستگی سے پڑھیں اس کے بعد سب دوسری تکبیر کی طرح تیسری تکبیر کہیں اس کے بعد دعا پڑھیں جو کہ ہم مندرجہ ذیل عنوان میں تحریر کر رہے ہیں پھر دعا کے بعد چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیر دیں اور چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ دیں تب سلام پھیریں۔

جنازہ لے چلنے کا بیان

1- جنازہ کو کندھا دینا عبادت ہے۔ ہر شخص کو چاہیے کہ عبادت میں کوتاہی نہ کرے اور حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ خود اٹھایا ہے۔

2- سنت یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے چاروں پایوں کو کندھا دیں اور ہر بار دس قدم چلیں اور پوری سنت یہ ہے کہ پہلے داہنے سرہانے کندھا دیں پھر داہنی پائنتی پھر بائیں

سرہانے پھر بائیں پائینتی اور دس قدم چلیں تو چاروں طرف سے کل ۴۰ قدم ہو گئے۔

3- حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص جنازہ کے چاروں پایوں کو کندھا دے اللہ ربّ العزت اس کی حتمی مغفرت فرمائے گا اور اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔

4- عورتوں کا جنازہ کے ساتھ جانا ناجائز اور مکروہ ہے اگر نوحہ کرنے والی ساتھ ہو تو اسے سختی سے منع کیا جائے۔ بالفرض اگر نہ مانے تو اس کی وجہ سے جنازہ کے ساتھ جانے سے انکار نہ کیا جائے۔

5- اگر عورتیں جنازہ کے پیچھے ہوں اور مرد کو یہ اندیشہ ہو کہ پیچھے چلنے میں عورتوں سے اختلاط ہوگا یا ان میں کوئی نوحہ کرنے والی ہو تو ان صورتوں میں مرد کو آگے چلنا بہتر ہے۔

6- جنازہ لے چلنے میں سرہانہ آگے رکھیں اور جنازہ کے ساتھ آگ لے جانے کی سخت ممانعت ہے۔

7- جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کو سکوت کی حالت میں ہونا چاہیے وہ موت' احوال واہوالِ قبر کو پیشِ نظر رکھیں اور دنیا کی باتیں نہ کریں نہ ہنسیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو جنازہ کے ساتھ ہنستے ہوئے دیکھا فرمایا کہ تو جنازہ میں ہنستا ہے میں تجھ سے کبھی کلام نہ کروں گا اور ذکر کرنا چاہیں تو دل میں کریں اور بلحاظِ زمانہ اب علماء نے ذکرِ جہر کی بھی اجازت دے دی ہے۔

8- جنازہ اٹھانے پر اجرت لینا اور دینا جائز ہے جبکہ اور اٹھانے والے بھی موجود ہوں مگر اجرت لینے والے کو جو ثواب حدیث شریف میں بیان ہوا ہے وہ نہ ملے گا۔

9- میت اگر پڑوسی' نیک شخص یا رشتہ دار ہو تو اس کے جنازہ کے ساتھ جانا نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

10- جو شخص جنازہ کے ساتھ گیا اسے بغیر نماز پڑھے واپس نہیں ہونا چاہیے اور نماز کے بعد

Marfat.com

اولیائے میت سے اجازت لے کر واپس ہوسکتا ہے اور دفن کے بعد اولیائے میت سے اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

نمازِ جنازہ کی دعائیں

دعا معنی مانگنا' نیت کر کے اللہ اکبر کہہ کر ثنا پڑھو۔

ثناء

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ۔

پھر اللہ اکبر کہہ کر یہ پڑھو۔

درود شریف

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

پھر تیسری بار اللہ اکبر کہہ کر' اگر جنازہ بالغ کا ہے' خواہ مرد ہو یا عورت یہ دعا پڑھیں:

دعا

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا ۔ اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ ۔

اور اگر نابالغ لڑکے کا جنازہ ہو یہ دعا پڑھو۔

نابالغ لڑکے کے لیے دعا

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا

Marfat.com

وَّمُشَفَّعًا۔

اگر نابالغ لڑکی ہو تو یہ دعا پڑھے۔

نابالغ لڑکی کے لیے دعا

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا فَرَطًا وَاجْعَلْھَا لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْھَا لَنَا شَافِعَةً ومشفعة

چوتھی بار اللہ اکبر کہہ کر دونوں طرف سلام پھیر دو۔

قبر اور دفن کے بارے میں فقہی مسائل

1- میت کو دفن کرنا فرضِ کفایہ ہے اور یہ جائز نہیں کہ میت کو زمین پر رکھ کر چاروں طرف سے دیواریں قائم کر کے بند کر دیں۔

2- جس جگہ انتقال ہوا اسی جگہ دفن نہ کریں کیونکہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے مخصوص ہے سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔

3- قبر کی لمبائی میت کے قد کے برابر ہو اور چوڑائی آدھے درجہ کے برابر اور گہرائی کم از کم نصف قد کے برابر ہو اور متوسط درجہ یہ کہ سینہ تک ہو۔

4- قبر دو قسم سے ہے۔ لحد والی کہ کھود کر اس میں دائیں جانب قبلہ کی طرف قبر میں جگہ کھود کر میت رکھنے کی جگہ بنائی۔ دوسرے صندوق جو پاک و ہند میں رائج ہے اور لحد کھودنا سنت ہے اگر زمین اس قابل ہو تو یہی کریں اگر زمین نرم ہو تو صندوق میں بھی کوئی حرج نہیں۔

5- قبر کے اندر چٹائی وغیرہ بچھانا ناجائز ہے کہ بے سبب مال ضائع کرنا ہے۔

6- قبر کے اس حصہ میں کہ میت کے جسم کے قریب ہے پکی اینٹ لگانا مکروہ ہے کیونکہ اینٹ آگ سے پکتی ہے۔ اللہ ربّ العزت مسلمانوں کو آگ کے اثر سے بچائے۔

7- قبر میں اترنے والے دو یا تین افراد قوی اور مضبوط اعصاب ہوں اگر کوئی بات

Marfat.com

نامناسب دیکھیں تو لوگوں پر ظاہر نہ کریں۔

8- عورت کی میت قبر میں اتارنے والے محارم ہوں یہ نہ ہوں تو دیگر رشتہ دار یہ بھی نہ ہوں تو پرہیزگار اجنبی کے اتارنے میں کوئی حرج نہیں۔

9- میت کو قبر میں اتارتے وقت یہ دعا پڑھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

اور ایک روایت میں بِسْمِ اللّٰهِ کے بعد وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بھی آیا ہے۔

10- میت کو قبر میں لٹاتے وقت دائیں طرف اس کا منہ کر دیں اگر قبلہ طرف منہ کرنا بھول گئے۔ تختہ لگانے کے بعد یاد آیا تو تختہ ہٹا کر منہ قبلہ رو کر دیں اگر دینے کے بعد یاد آیا پھر نہیں۔

11- قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی بندش کھول دیں کہ اب ضرورت نہیں اگر کھولنا بھول گئے تو کوئی حرج نہیں۔

12- قبر میں رکھنے کے بعد قبر کو کچی اینٹوں سے بند کر دیں۔ اگر زمین ہو تو تختے لگانے میں بھی حرج نہیں اگر تختے لگانے میں درز رہ جائے تو مٹی کے ڈھیلوں سے بند کر دیں۔ صندوق کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

13- اگر عورت کی میت ہو تو تختہ وغیرہ لگانے تک قبر کو کپڑے وغیرہ سے ڈھانپ کر رکھیں اور مرد کو قبر کو تختے یا اینٹ وغیرہ لگاتے وقت ڈھانپنے کی ضرورت نہیں۔

14- اگر بحری جہاز وغیرہ میں انتقال ہوا اور کنارہ قریب نہ ہو تو غسل اور کفن دے کر نماز جنازہ پڑھ کر سمندر میں ڈبو دیں۔

15- علماء وسادات وغیرہ کی قبور پر قبہ بنانے میں کوئی حرج نہیں اور قبر کو پختہ نہ کیا جائے۔

16- اگر ضرورت ہو تو قبر پر نشان کے لیے کچھ لکھ سکتے ہیں مگر ایسی جگہ نہ لکھیں کہ بے ادبی ہو ایسے قبرستان میں دفن زیادہ بہتر ہے جہاں صالحین کی قبریں ہوں۔

Marfat.com

17- مستحب ہے کہ دفن کرنے کے بعد قبر پر سورۂ بقر کا اوّل وآخر پڑھیں۔ سرہانے پر "الٓمّ سے مُفۡلِحُوۡنَ" تک اور پائینتی کی طرف "اٰمَنَ الرَّسُوۡلَ" سے ختم سورت تک پڑھیں۔

18- دفن کے بعد قبر کے پاس اتنی دیر تک ٹھہرنا مستحب ہے جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے گوشت تقسیم کر دیا جائے کہ ان کے رہنے سے میت کو انس ہوگا اور نکیرین کا جواب دینے میں وحشت نہ ہوگی اور اتنی دیر تک تلاوتِ قرآنِ مجید اور توبہ واستغفار کرتے رہیں اور یہ دعا پڑھیں کہ نکیرین کے جواب میں ثابت قدم رہے۔

19- ایک قبر میں ایک سے زیادہ بلاضرورت دفن کرنا جائز نہیں بہر حال ضرورت شدید ہو تو کر سکتے ہیں مثلاً خوفناک زلزلہ، حالتِ جنگ وغیرہ۔

20- جس شہر یا گاؤں وغیرہ میں انتقال ہوا وہیں کے قبرستان میں دفن کرنا مستحب ہے اگرچہ وہاں نہ ہی رہتا ہو بلکہ جس گھر میں انتقال ہوا اس گھر والوں کے خاندان کے قبرستان میں دفن کریں اور ایک یا دو میل باہر لے جانے میں حرج نہیں کہ شہر کے قبرستان اکثر اتنے فاصلہ پر ہوتے ہیں اور اگر دوسرے شہر میں اس کی لاش اٹھا لے جائیں تو اکثر علمائے کرام نے منع فرمایا ہے اور یہی صحیح بھی ہے یہ اس صورت میں ہے کہ دفن سے پیشتر لے جانا چاہیں اور دفن کے بعد مطلقاً لے جانا ممنوع ہے۔ سوائے بعض صورتوں کے جو مذکور ہوں گی۔

21- یہ جو بعض لوگوں کا طریقہ ہے کہ زمین کے سپرد کرتے ہیں پھر وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرتے ہیں یہ ناجائز ہے اور رافضیوں کا طریقہ ہے۔

22- دوسرے کی زمین میں بلااجازتِ مالک دفن کر دیا تو مالک کو اختیار ہے خواہ اولیائے میت سے کہے کہ اپنا مردہ نکال لو یا زمین برابر کر کے اس میں کھیتی کرے یونہی اگر وہ زمین شفعہ میں لے لی گئی یا غصب کئے ہوئے کپڑے کا کفن دیا تو مالک مردہ نکلوا سکتا

Marfat.com

ہے۔

23-عورت کو کسی وارث نے زیور سمیت دفن کر دیا اور بعض ورثاء موجود نہ تھے ان ورثاء کو قبر کھودنے کی اجازت ہے یا کسی کا کچھ مال قبر میں گر گیا اور مٹی دینے کے بعد یاد آیا تو قبر کھود کر نکال سکتے ہیں اگرچہ وہ ایک درہم ہو۔

24-اپنے لئے کفن تیار رکھے تو کوئی حرج نہیں ہے اور قبر کھودا رکھنا بے معنی ہے کیا معلوم کہاں مرے گا اور کہاں دفن ہونا ہے۔

25-اگر کسی رشتہ دار کی قبر تک جانا چاہتا ہے مگر قبروں میں سے گزرنا پڑے گا تو وہاں تک جانا منع ہے دور ہی سے فاتحہ پڑھ دے اور قبرستان میں جوتیاں پہن کر نہ جائے ایک شخص کو حضورِ اقدس ﷺ نے جوتے پہنے دیکھا فرمایا جوتے اتار دے نہ قبر والے کو تو ایذا دے نہ وہ تجھے ایذا دے۔

26-قبر پر قرآنِ مجید پڑھنے کے لیے حافظ مقرر کرنا جائز ہے۔

27-قبر پر قرآنِ مجید اجرت پر نہ پڑھتے ہوں کہ اجرت پر قرآنِ مجید پڑھنا اور پڑھوانا ناجائز ہے اور اگر اجرت پر پڑھوانا چاہے تو اپنے کام کاج کے لیے نوکر رکھے پھر یہ کام لے۔

28-شجرہ یا عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے اور بہتر یہ ہے کہ قبر میں میت کے منہ کے سامنے قبلہ کی جانب طاق کھود کر اس میں رکھے بلکہ درمختار میں کفن پر عہد نامہ لکھنے کو جائز کہا گیا ہے اور فرمایا کہ اس سے مغفرت کی امید ہے اور میت کے سینہ اور پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا جائز ہے۔

29-زیارت قبور مستحب ہے ہر ہفتہ میں جمعرات، جمعہ، ہفتہ یا پیر کے دن جانا عبادت ہے۔ سب سے افضل بروز جمعہ وقت صبح ہے۔ اولیائے کرام کے مزارات پر سفر کر کے جانا جائز ہے کیونکہ وہ اپنے زائرین کو نفع پہنچاتے ہیں۔

Marfat.com

30-قبر کو بوسہ دینا بعض علمائے کرام نے جائز لکھا ہے مگر حقیقت میں منع ہے۔

31-شریعت میں کسی بھی قبر کا تعظیمی طواف سخت منع ہے اور اگر برکت حاصل کرنے کے لیے مزار کے گرد پھرا تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ عوام کو اس سے بھی منع کیا جائے کیونکہ عوام الناس نہ جانے کچھ کا کچھ سمجھیں۔

32-دفن کے بعد مردہ کو تلقین کرنا اہلسنّت کے نزدیک مشروع ہے یہ جو اکثر کتابوں میں ہے کہ تلقین نہ کی جائے یہ معتزلہ کا مذہب ہے کہ انہوں نے ہماری کتابوں میں یہ اضافہ کر دیا ہے۔

الحدیث: حضورِ اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اس کو دفن کر چکو تو تم میں ایک شخص قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے یا فلاں بن فلاں وہ سنے گا مگر جواب نہ دے گا پھر کہے یا فلاں بن فلاں وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا پھر کہے یا فلاں بن فلاں وہ کہے گا ہمیں ارشاد کر اللہ ربّ العزت تم پر رحم فرمائے مگر تمہیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہوتی پھر کہیں تو اسے یاد کر جس پر تو دنیا سے نکلا یعنی یہ گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ تو اللہ کے ربّ اور اسلام کے دین اور محمد ﷺ کے پیغمبر اور قرآنِ مجید کے امام ہونے پر راضی تھا تو نکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو اس کے پاس کیا بیٹھیں جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے اس پر کسی نے حضور ﷺ سے عرض کی اگر اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو فرمایا حوا کی طرف نسبت کر دے۔

تعزیت

1- تعزیت مسنون ہے۔ حدیث شریف میں ہے جو اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت پر تعزیت کرے۔ قیامت کے دن اللہ ربّ العزت اس کو کرامت کا جوڑا پہنائے گا۔ اس کو ابنِ ماجہ نے روایت کیا۔

Marfat.com

دوسری حدیث ترمذی اور ابنِ ماجہ میں ہے جو کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اسے اسی کی مثل ثواب ملے گا۔

2- میت کے اعزہ کا گھر بیٹھنا کہ لوگ ان کی تعزیت کو آئیں۔ اس میں حرج نہیں اور مکان کے دروازہ پر یا شارع عام پر بچھونے بچھا کر بیٹھنا بری بات ہے۔

3- میت کے پڑوسی یا دور کے رشتہ دار اگر میت کے گھر والوں کے لیے اس دن اور رات کے لیے کھانا تیار کروا کر لائیں تو بہتر ہے اور انہیں اصرار کر کے کھلائیں۔

4- جن لوگوں سے کلمہ طیبہ یا قرآنِ مجید پڑھوایا۔ ان کے لیے کھانا تیار کرنا ناجائز ہے یعنی جبکہ ان کو ٹھہرالیا ہو یا معروف ہو یا وہ اغنیا ہوں۔

5- میت کے گھر والے تیجہ وغیرہ کے دن دعوت کریں تو ناجائز اور بدعتِ قبیحہ ہے کہ دعوت تو خوشی کے وقت مشروع ہے نا کہ غم کے وقت اگر فقراء کو کھلائیں تو بہتر ہے۔

6- تیجے وغیرہ کا کھانا اکثر میت کے ترکہ میں سے کیا جاتا ہے۔ اس میں یہ لحاظ ضروری ہے کہ ورثہ میں کوئی نابالغ نہ ہو ورنہ سخت حرام ہے ایسے ہی اگر بعض ورثہ موجود نہ ہوں جب بھی ناجائز ہے جبکہ غیر موجودین سے اجازت نہ لی ہو اور سب بالغ ہوں اور سب کی اجازت سے ہو تو کچھ نابالغ یا غیر موجود ہوں مگر بالغ موجود والد اپنے حصہ سے کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

7- تعزیت کے لیے اکثر عورتیں جمع ہوتی ہیں اور روتی پیٹتی اور نوحہ کرتی ہیں انہیں کھانا نہ دیا جائے کہ گناہ پر مدد دینا ہے۔

8- میت کے گھر والوں کو جو کھانا بھیجا جاتا ہے اسے صرف میت کے گھر والے کھائیں اور انہیں کے لائق بھیجا جائے زیادہ نہیں اوروں کے لیے وہ کھانا کھانا منع ہے۔

9- صرف پہلے دن کھانا بھیجنا سنت ہے بعد والے دن مکروہ ہے۔

10- قبرستان میں تعزیت کرنا بدعت ہے۔

Marfat.com

11-جوایک بار تعزیت کر آیا اسے دوبارہ تعزیت کے لیے جانا مکروہ ہے۔

12-سوگ کے لیے مردوں کا سیاہ کپڑے پہننا مکروہ ہے۔

13-ایسے ہی سیاہ بلے لگانا اس میں نصاریٰ کی مشابہت ہے۔

14-نوحہ یعنی میت کے اوصاف مبالغہ کے ساتھ بیان کر کے آواز سے رونا جس کو بین کہتے ہیں بالاجماع حرام ہے یونہی واویلا وامصیبتا کہہ کر چلانا۔

15-گریبان پھاڑنا' منہ نوچنا' بال کھولنا' سر پر خاک ڈالنا' سینہ کوٹنا' ران پر ہاتھ مارنا یہ سب جاہلیت کے کام ہیں اور حرام ہیں۔

16-تین دن سے زیادہ سوگ جائز نہیں مگر عورت شوہر کے مرنے پر چار ماہ دس دن سوگ کرے۔

17- آواز سے رونا منع ہے اگر آواز بلند نہ ہو تو اس کی ممانعت نہیں بلکہ حضور ﷺ نے حضرت سیّدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وصال پر بکا فرمایا۔

یہاں پر مختلف احادیث جو نوحہ کے بارے میں آئی ہیں تحریر کر رہا ہوں تا کہ مسلمان بھائی بغور دیکھیں اور اپنے آپ پر غور کریں۔

الحدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا جو منہ پر طمانچہ مارے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کا پکارنا پکارے (نوحہ کرے) وہ ہم میں سے نہیں۔ (بخاری و مسلم)

الحدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "واللفظ المسلم" فرماتے ہیں ﷺ جو سر منڈائے (یعنی کسی کے مرنے پر جیسے ہندو بھدرا کرتے ہیں) اور نوحہ کرے اور کپڑے پھاڑے میں اس سے بری ہوں۔

الحدیث: حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ﷺ کہ میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں اور لوگ انہیں نہ چھوڑیں گے۔ (1) حسب پر فخر کرنا

Marfat.com

(2) نسب میں طعن کرنا (3) ستاروں سے بارش چاہنا (یعنی فلاں پچھتر کے تحت پانی برسے گا) (4) نوحہ کرنا اور فرمایا نوحہ کرنے والوں نے اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کی تو قیامت کے دن اس طرح کھڑے ہوں گے کہ ان پر ایک کرتا قطران کا ہوگا اور ایک خارشت کا۔

الحدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آنکھ کے آنسو اور دل کے غم کے سبب اللہ رب العزت عذاب نہیں فرماتا اور زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا لیکن اس کے سبب عذاب یا رحمت فرماتا ہے اور گھر والوں کے رونے کے سبب میت پر عذاب ہوتا ہے یعنی جبکہ اس نے وصیت کی ہو یا وہاں رونے کا رواج ہو اور منع نہ کیا ہو (واللہ تعالیٰ اعلم) یا یہ مراد ہے کہ ان کے رونے سے اسے تکلیف ہوتی ہے کہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اے اللہ کے بندو اپنے مردے کو تکلیف نہ دو اور جب تم رونے لگتے ہو تو وہ بھی روتا ہے۔

الحدیث: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس پر نوحہ کیا گیا قیامت کے دن اس نوحہ کے سبب اس پر عذاب ہوگا یعنی انہیں صورتوں میں۔

الحدیث: حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا میں نے کہا کہ مسافرت اور پردیس میں وصال ہوا۔ ان پر اس طرح روؤں گی جس طرح کا چرچا ہو۔ میں نے رونے کا تہیہ کیا تھا اور ایک عورت بھی اس ارادہ سے آئی کہ میری مدد کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا کہ جس گھر سے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو دو مرتبہ نکالا تو اس میں شیطان کو داخل کرنا چاہتی ہے فرمایا میں رونے سے باز آئی اور نہیں روئی۔

الحدیث: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [illegible]

Marfat.com

ہے اور رونے والا اس کی خوبیاں بیان کر کے روتا ہے اللہ تعالیٰ اس میت پر دو فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو اسے کونچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا تو ایسا تھا۔

الحدیث: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! کہ اگر تو اوّل صدمہ کے وقت صبر کرے اور ثواب کا طالب ہو تو تیرے لئے جنت کے سوا کسی ثواب پر میں راضی نہیں۔

الحدیث: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس مرد یا عورت پر کوئی وصیت پہنچی اسے یاد کر کے "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" کہے اگرچہ وصیت کا زمانہ دراز ہو گیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر نیا ثواب عطا فرماتا ہے اور ویسا ہی ثواب دیتا ہے جیسا اس دن کہ مصیبت پہنچی تھی۔

Marfat.com

اذان

قَالَ اللّٰہُ تعالٰی وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔

یعنی اس سے اچھی کس کی بات جو اللہ تعالٰی کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور یہ کہے کہ میں مسلمانوں میں ہوں۔

۲ھ میں اذان کا طریق جاری ہوا۔ اذان کے معنی خبر کرنے کے ہیں اور شریعت میں خاص نمازوں کے لیے خاص الفاظ سے نماز کے وقت کی اطلاع دینا ہے۔ اذان پانچوں فرض نمازوں کے لیے اور نمازِ جمعہ کے لیے سنتِ موکدہ ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی نماز یا عبادت کے لیے سنت نہیں ہے جب پنجگانہ نمازوں میں سے کسی نماز کا وقت ہو جائے تو اذان دی جاتی ہے اگر وقت سے پہلے اذان کہہ دی جائے تو دوبارہ وقت ہونے پر کہی جائے گی۔ اذان کے بعد نماز کے لیے اتنی دیر ٹھہرنا چاہیے کہ جو لوگ کھانا کھانے میں مشغول ہوں یا پاخانہ وپیشاب کر رہے ہوں وہ فارغ ہو کر نماز میں شامل ہو سکیں البتہ مغرب کی اذان کے بعد تین آیت کی مقدار ٹھہر کر تکبیر کہی جائے۔

اذان کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کے سب لوگ مل کر ایک وقت پر نماز ادا کر سکیں۔ مشورہ طلب امر یہ تھا کہ لوگوں کو جمع کرنے کے واسطے کون سا طریقہ اختیار کیا

جائے۔ کسی نے مشورہ دیا کہ سینگ (بگل) بجایا جائے (جیسا کہ یہود کا معمول تھا) کسی نے مشورہ دیا کہ گھنٹے بجائے جائیں (جیسا کہ نصاریٰ کیا کرتے تھے) آنحضرت ﷺ نے کسی کے مشورہ کو پسند نہ فرمایا۔

اگلے روز امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ کو اذان خواب میں تعلیم ہوئی۔ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا یہ خواب حق ہے اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تلقین کرو وہ اذان کہیں کہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہیں۔ اس حدیث شریف کو ابوداؤد' ترمذی' ابنِ ماجہ ودارمی نے روایت کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ اذان کے وقت کانوں میں انگلیاں کرلو کہ اس کے سبب آواز بلند ہوگی۔ اس حدیث شریف کو ابنِ ماجہ نے عبدالرحمٰن بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اذان کہنے کی بہت بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

اذان اور اقامت عربی زبان اور انہی الفاظ میں ضروری ہے جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں۔ اس میں الفاظ یا زبان کا تصرف جائز نہیں۔ اذان دینے والا مرد ہونا چاہیے۔ عورت کی اذان درست نہیں۔ اذان کسی اونچے مقام پر مسجد سے علیحدہ قبلہ رو کھڑے ہو کر دینی چاہیے اور مؤذن کانوں کے سوراخوں کو اپنے کلمہ کی انگلیوں سے بند کر کے اپنی طاقت کے موافق بلند آواز سے اذان دے۔ اذان کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ

اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ

Marfat.com

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ

لَآاِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ

ترجمہ

اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

میں گواہی دیتا ہوں بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں

میں گواہی دیتا ہوں بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں۔

آؤ نماز کے لیے

آؤ نماز کے لیے۔

آؤ بھلائی کی طرف

آؤ بھلائی کی طرف۔

اللہ سب سے بڑا ہے

اللہ سب سے بڑا ہے۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

Marfat.com

مسلمان جب اذان سنے تو اللہ اکبر کی آواز سنتے ہی کہنا چاہیے "جل شانہٗ وعم نوالہ" اور اس کے بعد جو کلمات مؤذن پکار رہا ہے خود بھی انہی الفاظ کو بالکل آہستگی سے اپنی زبان سے بھی ادا کرتا رہے۔ جب مؤذن "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" پکارے تو سننے والے کو ﷺ کہنا چاہیے اور جب مؤذن حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة کہے تو کہنا چاہیے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (یعنی نہیں ہے پھرنا گناہ سے اور نہ قوتِ عبادت مگر ساتھ اللہ کے) اور یہی الفاظ اس وقت ادا کرنے چاہیے جب مؤذن حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہتا ہے۔

لیکن صبح کی اذان میں حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد مؤذن دو مرتبہ اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہتا ہے اس کے جواب میں "صدقت و بررت" کہنا چاہیے۔

اقامت

معنی نماز جماعت کی اطلاع کے لیے تکبیر کہنا۔ جب فرض نماز کی جماعت کھڑی ہوتی ہے تو اس کی اطلاع کے لیے اذان کے الفاظ کہے جاتے ہیں اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد دو مرتبہ "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوة" کہا جاتا ہے۔ اس کو اقامت اور تکبیر کہا جاتا ہے۔

اذان اور اقامت صرف مردوں کے لیے سنت ہے اور جب آدمی سفر میں ہو تو اذان اور تکبیر دونوں کہنا بہتر ہے اگر اذان نہ کہے تو تکبیر کہے دونوں کو چھوڑنا مکروہ ہے اگر کسی وجہ سے گھر میں فرض نماز پڑھے تو مسجد کی اذان اور تکبیر کافی ہے اقامت کے وقت جب "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةِ" سنے تو جواب میں "اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا" کہا جائے۔ تکبیر کے الفاظ جلدی جلدی کہنا سنت ہے۔ ایک حدیث شریف ہے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کی اقامت کہی جائے تو تم نہ کھڑے ہو یہاں تک کہ مجھے نہ دیکھ لو۔ (بخاری شریف)

فقہی مسائل

1- مسجد میں بغیر اذان و اقامت جماعت پڑھنا مکروہ ہے۔

Marfat.com

2- قضا نماز مسجد میں پڑھے تو اذان نہ کہے اور اگر کوئی شخص شہر یا گھر میں نماز پڑھے اور اذان نہ کہے تو کوئی کراہت نہیں کہ وہاں کی مسجد کی اذان اس کے لیے کافی ہے۔

3- گاؤں میں رہنے والے کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

4- لوگوں نے مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی بعد میں معلوم ہوا کہ نماز صحیح نہ ہوئی اور وقت ابھی باقی ہے تو اسی مسجد میں جماعت سے پڑھیں اور اذان کا اعادہ نہیں اور اگر فصلِ طویل نہ ہو تو اقامت کی بھی حاجت نہیں اور زیادہ وقفہ ہوا تو اقامت کہے۔

5- جماعت بھر کی نماز قضا ہوگئی تو اذان واقامت سے پڑھیں۔

6- نمازِ پنجگانہ کے سوا باقی تمام نمازوں مثلاً وتر' جنازہ' عیدین' نذر' سنن' رواتب' تراویح' استسقاء' چاشت' کسوف' خسوف اور دیگر نوافل میں اذان نہیں۔

7- بچے اور مغموم کے کان میں' مرگی والے اور غضب ناک اور بدمزاج آدمی یا جانور کے کان میں اور لڑائی کی شدت اور آتشزدگی کے وقت اور بعد دفنِ میت اور جنات کی سرکشی کے وقت' مسافر کے پیچھے اور جنگل میں جب راستہ بھول جائے اور کوئی بتانے والا نہ ہو اس وقت اذان مستحب ہے۔ وباء کے زمانہ میں بھی مستحب ہے۔

8- عورت کو اذان واقامت کہنا مکروہ تحریمی ہے کہیں گی تو سخت گنہگار ہوں گی اور اعادہ کی جائے۔

9- عورتیں اپنی نماز ادا پڑھتی ہوں یا قضا اس میں بھی اذان واقامت مکروہ ہے اگرچہ جماعت سے بھی پڑھے کہ ان کی جماعت خود مکروہ ہے۔

10- خنثیٰ وفاسق اگرچہ عالم ہی ہو اور نشہ والے اور پاگل ناسمجھ بچے اور جنب کی اذان مکروہ ہے۔ ان سب کی اذان کا اعادہ کیا جائے۔

11- سمجھ والا بچہ' غلام' اندھا اور ولدالزنا اور بے وضو کی اذان صحیح ہے۔

12- مستحب ہے کہ مؤذن' مرد' عاقل' صالح' پرہیزگار [illegible]

Marfat.com

احوال کا نگران اور جو جماعت سے رہ جانے والے ہوں ان کو زجر کرنے والا ہو۔
اذان پر مداومت کرتا ہو اور ثواب کے لیے اذان کہتا ہو یعنی اذان پر اجرت نہ لیتا ہو
اگر مؤذن نابینا ہو اور وقت بتانے والا کوئی ایسا ہے کہ صحیح بتادے تو اس کا اور آنکھ
والے کا اذان دینا یکساں ہے۔

13-مؤذن ہی امام ہو تو زیادہ بہتر ہے۔

14-ایک شخص کو ایک وقت میں دو مساجد میں اذان کہنا مکروہ ہے۔

15-اذان واقامت کی ولایت بانی مسجد کو ہے وہ نہ ہو تو اس کے کنبہ والوں کو اور اگر اہلِ محلّہ والوں نے کسی ایسے کو امام ومؤذن رکھا جو بانی کے امام ومؤذن سے بہتر ہے تو وہی بہتر ہے۔

16-بیٹھ کر اذان کہنا مکروہ ہے اگر کہی تو اعادہ کرے ہاں مسافر اگر سواری پر اذان کہہ لے تو حرج نہیں۔

17-اذان قبلہ رو کہے۔ اس کے خلاف کرنا مکروہ ہے۔ اس کا اعادہ کیا جائے مگر مسافر جب سواری پر اذان کہے اور اس کا منہ قبلہ کی طرف نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

18-مؤذن کا حالت اذان میں چلنا مکروہ ہے۔

19-اثنائے اذان میں بات چیت کرنا منع ہے اگر اذان میں بات کی تو دوبارہ اذان کہے۔

20-کلماتِ اذان میں لحن حرام ہے۔ مثلاً اللہ اکبر کے ہمزے کو مد کے ساتھ آللہ یا آکبر پڑھنا، یونہی اکبر میں بے کے بعد الف بڑھانا حرام ہے۔

21-کلماتِ اذان کو موسیقی پر گانا بھی حرام ہے۔

22-طاقت سے زیادہ آواز کو بلند کرنا مکروہ ہے۔

23-مسجد میں اذان کہنا مکروہ ہے۔

24-اذان مئذن پر کہی جائے یا خارج میں مسجد میں ہرگز نہ کہے۔

Marfat.com

نماز

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ۔(البقرۃ:۴۳)

اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

مزید ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ ○(البقرۃ:۲۳۸)

نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔

نماز کیا چیز ہے؟

نماز معنی پرستش

نماز کے لیے قرآنِ مجید میں جو لفظ آیا ہے وہ "صلوٰۃ" ہے چنانچہ عربی زبان کے ماہرین اور علمائے تحقیق فرماتے ہیں کہ لفظ "صلوٰۃ" کے معنی دعائے شوق کے ہیں اور بعض ماہرینِ لغات کا قول ہے کہ لفظِ صلوٰۃ کے معنی کسی چیز کی طرف ہمہ تن متوجہ ہونا ہے۔ نماز یا لفظ صلوٰۃ کا مفہوم وہ عمل ہے جس میں انسان اپنی روح کو بدن کے ساتھ اللہ ربّ العزت کی طرف متوجہ کردے اور اپنے جسم کو اس کے حضور حاضری میں تصور کرائے

Marfat.com

انسان پوری توجہ اور حضوری قلب کے ساتھ اللہ ربّ العزت کے عظمت وجلال اور اس کے واحد ولاشریک ہونے کا اقرار اور احساس کرے اور اللہ ربّ العزت کو حاضر وناضر جان کر شریعتِ اسلامی کے مقررہ مبارک وجامع کلمات کے ساتھ اپنی عبدیت اور اللہ ربّ العزت کی معبودیت اور ربوبیت کا اعتراف واظہار کرے۔

نماز کی حقیقت پر روشنی ڈالنے کے لیے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے نماز کی ماہیت اور اس کے اجزاء وعناصر پرغور کرنے کے بعد جن الفاظ کی تشریح فرمائی ہے ان کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ نماز کی حقیقت تین اجزاء پر مشتمل ہے۔

1- یہ غور کرنا کہ اللہ ربّ العزت سب سے زیادہ عظمت والا اور سب سے زیادہ بلند وبالا ہے اور ان صفات کے ساتھ ساتھ اللہ ربّ العزت کو ہر جگہ موجود سمجھنا۔

2- اللہ ربّ العزت کی طرف ہمہ تن متوجہ ہونے کے لیے مقررہ الفاظ میں اس کی حمد وثناء اور اس کے ساتھ اپنی عبدیت کا اظہار کرنا۔

3- کچھ مقررہ الفاظ کے ذریعے ان کی نعمتوں کا اعتراف کرنا اور اپنی بے مائیگی وپامالی کا اظہار کرنا۔

حواسِ خمسہ اور نماز

حواسِ خمسہ معنی پانچ طاقتیں

اللہ ربّ العزت نے انسان کو ظاہری چیزیں معلوم کرنے کے لیے پانچ طاقتیں عطا فرمائی ہیں پہلی طاقت دیکھنے والی آنکھ' دوسری طاقت خوشبو یا بدبو سونگھنے کے لیے ناک' تیسری طاقت کسی چیز کا ذائقہ چکھنے والی زبان' چوتھی طاقت اچھی یا بری آوازیں سننے والے کان' پانچویں طاقت گرمی یا سردی کی پہچان کرنے والی طاقتِ بدن۔

اللہ ربّ العزت نے ان پانچوں طاقتوں یعنی حواسِ خمسہ کے مقابلہ میں پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں۔

Marfat.com

نعمتیں جمع میں نعمت کی بمعنی بخشش

اللہ ربّ العزت نے جب انسان کو دنیا میں پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس کو جان بخشی اور پھر اس کی ضروریات کی پانچ سب سے بڑی نعمتیں عطا فرمائیں۔

(1) کھانے اور پینے کی چیزیں۔ (2) گرم اور سرد لباس۔ (3) اس کی رہائش کے لیے مکان۔ (4) خدمت کے لیے بیوی اور نوکر وغیرہ۔ (5) سفر کے لیے سواری وغیرہ کا سامان جان کا شکریہ کلمہ طیبہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کا اقرار ہے اور زندگی پالینے کے بعد درج بالا پانچ چیزوں کا شکریہ پانچ نمازیں مقرر فرمائیں تو جو شخص پانچ وقت نماز پڑھتا ہے وہ ان پانچ نعمتوں کا شکریہ ادا کرتا ہے اور جو جان بوجھ کر نماز نہیں پڑھتا وہ انتہائی ناشکرا ہے اور جو نماز کا انکار کرتا ہے وہ پکا کافر ہے۔

الحدیث: مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ۔

جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی تحقیق اس نے کفر اور ناشکری کی۔

انسان کی پانچ حالتیں اور نماز

انسان کی ساری زندگی پانچ حالتوں میں گزر جاتی ہے۔ اوّل لیٹنے۔ دوم بیٹھنے۔ سوم کھڑے ہونے۔ چہارم سونے۔ پنجم جاگنے میں اور ان پانچ حالتوں میں بندہ پر اللہ کی رحمتیں اور نعمتیں ہر وقت بارش کی طرح برستی رہتی ہیں کہ جن کا شمار کرنا بھی انسان کی قوت اور طاقت سے باہر ہے اور جب انسان ان کو شمار بھی نہیں کرسکتا تو اس کا شکریہ کیسے اور کیونکر ادا کرسکتا تھا اس لئے اللہ ربّ العزت نے اپنی رحمتوں سے پانچوں حالتوں کی تمام نعمتوں کا شکریہ پانچوں نمازوں میں رکھ دیا اور پانچوں نمازیں فرض کر دیں۔ گویا کہ جس نے پانچوں نمازیں پڑھ لیں اس نے اپنی ہر حالت اور اللہ ربّ العزت کی ہر نعمت کا شکریہ ادا کر دیا۔

Marfat.com

"يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ" (البقرۃ:۱۸۵)

اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا۔

موت کے بعد پانچ منزلیں اور نماز

موت معنی مرجانا اور منزلیں جمع ہے منزل کی بمعنی درجے دنیا میں جب تک انسان رہتا ہے چلتا پھرتا ہے اس کو زندگی کہتے ہیں بلکہ اس کو دنیا کی زندگی کہتے ہیں اور اس دنیا کی زندگی کے ختم ہونے کے بعد جب اس دنیا سے جاتا ہے اسے مرجانا کہتے ہیں اس مر جانے کے بعد انسان پانچ پریشانیوں سے گزرتا ہے۔

1- موت' 2- قبر' 3- پل صراط' 4- بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال کا ملنا' 5- جنت کا دروازہ بند ہو جانا۔

اللہ ربّ العزت اپنے فضل سے سب پر آسانی فرمائے۔ اللہ ربّ العزت نے ان پانچوں پریشانیوں اور مصیبتوں کے رفع فرمانے کے لیے یہ پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں۔

من حافظ علی الصلٰوۃ اکرمه الله بخمس حصال یرفع عنه ضیق الموت و عذاب القبر و یعطیه الله کتابه بیمینه و یمر علی الصراط کالبرق و یدخل الجنة بغیر حساب

جس نے پانچوں نمازیں ادا کیں اللہ ربّ العزت اس کو پانچ چیزیں عنایت فرمائے گا۔

1- موت کی سختی سے بچائے گا' 2- قبر کی تنگی اور عذاب سے محفوظ رکھے گا' 3- نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دے گا' 4- پل صراط پر سے بجلی کی طرح گزر جائے گا' 5- جنت میں بلا حساب داخل ہو گا۔

نماز کی حقیقت

نماز ربّ کی دعوت ہے جیسا کہ دعوت والا مہمان کے لیے دسترخوان پر طرح طرح

Marfat.com

کے کھانے جمع فرماتا ہے۔ ایسے ہی اللہ رب العزت نے نماز میں مختلف ارکان جمع فرما دیئے۔ جن میں مختلف لذتیں ہیں۔ بعض میں گناہوں کی معافی ہے بعض میں نیکیوں کی زیادتی۔ بعض میں آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور بعض میں اللہ رب العزت سے قرب حاصل ہوتا ہے مگر یہ فوائد نماز کی حفاظت کرنے والا حاصل کر سکتا ہے۔ حفاظت یہ ہے کہ سر تو سوئے حرم جھکے اور دل روئے یار کی طرف سجدہ کرے۔ کسی نے کیا خوب کہا۔

محراب ابروئے تو اگر قبلہ اُم نبود
کے بر فلک برند ملائک نماز من

اس لیے فرمایا گیا کہ حافظو! نماز کی حفاظت کرو' نماز اور خالق نماز تمہاری نگرانی فرمائے گا تاکہ تم نماز میں صدق اخلاص' حضور' خضوع' مناجات' تذلیل' انکسار' استعانت' طلب ہدایت' سکون' وقار' ہیبت' تعظیم کا لحاظ رکھو تو اللہ رب العزت تمہیں توفیق اجابت' قبولیت اثابت' (ثواب) اور انابت (رجوع) عطا فرمائے گا۔

دل کی نماز نمازِ وسطیٰ ہے کیونکہ دل بدن انسان کے بیچ میں ہے نیز دل روح اور جسم کے درمیان واسطہ ہے۔ بدن کی نماز تو سلام پر ختم ہو جاتی ہے مگر دل کی نماز کبھی ختم نہیں ہوتی کیونکہ دل والوں کی یہ شان ہے کہ (اَنَّھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ دَائِمُوْنَ)۔ مہد (گہوارہ) سے لحد تک ہمیشہ نماز ہی میں رہتے ہیں۔ سالکین کو چاہیے کہ قبور میں جانے سے پہلے حرم حضور میں پہنچیں کیونکہ قبور کی نماز اللہ غیور کے ہاں مقبول ہی نہیں۔

نماز کا کمال یہ ہے کہ نمازی کائنات سے بے خبر ہو جائے اللہ رب العزت ایسی ہی نماز نصیب فرمائے' آمین۔

نمازیں پانچ ہیں

1- نمازِ سر' جس میں مشاہدۂ غیب ہے۔

Marfat.com

2- نمازِ نفس، جس میں نفس کی خواہشات بجھ جائیں۔

3- نمازِ قلب، جس میں انوارِ کشف ظاہر ہوں۔

4- نمازِ روح، جس میں وصال ہو۔

5- نمازِ بدن، جس میں حواس کی حفاظت ہو۔

ان پانچوں نمازوں کو قائم رکھو مگر بیچ کی نماز یعنی قلبی نماز کی انتہائی پابندی کرو اس میں ماسویٰ اللہ سے پاکی شرط ہے اور توجہ الی اللہ اس کا رکن ہے یہ نماز خطرات اور کعبۂ ذات سے پھر جانے پر فاسد ہو جاتی ہے اور اللہ ربّ العزت کے سامنے ظاہری، باطنی اطاعت کرتے ہوئے کھڑے ہو جاؤ۔ اگر تمہیں راہِ طریقت میں صدماتِ جلالی سے ڈر لگے تو صدق ویقین کے قدم یا عزم وارادہ کی سواری پر نمازِ قلب ادا کرتے ہوئے جاؤ اور جب مقصود پر پہنچ کر یہ خوف دور ہو جائے تو پھر فنا کی نماز حسبِ ہدایت پڑھو، جس میں تم ہی تم ہو۔

کسی نے مجنوں سے پوچھا کہ لیلیٰ تمہاری ہے؟ بولا! میں خود لیلیٰ ہوں۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ نمازِ بدن کی حالت میں بدن کو دنیاوی مشاغل، کھانے پینے، کلام، سلام سے بچایا جاتا ہے اور نمازِ نفس میں نفس کو دنیاوی خواہشات سے محفوظ رکھا جاتا ہے اور نمازِ دل میں دل کی محبت ماسویٰ اللہ سے اور نمازِ روح میں جان کو ماسویٰ اللہ سے اور نمازِ سر میں اپنی ہستی کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ نمازِ بدن تو تکبیرِ تحریمہ پر شروع ہو کر سلام پر ختم ہو جاتی ہے مگر دوسری نمازیں دل ونفس وغیرہ کی زندگی ختم ہونے پر اور نمازِ روح کبھی ختم نہیں ہوتی، نہ روح کو فنا ہے، نہ اس کی نماز کی انتہا ہے۔

؎ پینا حرام ہے نہ پلانا حرام ہے\
البتہ پی کے ہوش میں آنا حرام ہے\
یہ کوچہ حبیب ہے صحن حرم نہیں\
سجدہ کیا تو سر کا اٹھانا حرام ہے

Marfat.com

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ نمازِ سر ادا کرنے والا اپنی ہستی کو فنا کرکے واصل باللہ ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ بقاباللہ ہوتا ہے۔ قطرہ اپنے کو دریا میں فنا کرکے دریا بن جاتا ہے پھر اس میں روانی، طغیانی، موج، لہر وغیرہ سب کچھ پیدا ہو جاتی ہے۔ بندہ واصل باللہ ہو کر نو (9) کا عدد بن جاتا ہے پھر جسے کبھی فنا نہیں۔

؎ تیری ذات میں جو فنا ہوا وہ فنا سے نو کا عدد بنا
جو اسے مٹائے وہ خود مٹے وہ ہے باقی اس کو فنا نہیں

اوقاتِ نماز

پانچ نمازوں کے لیے علیحدہ علیحدہ یہ خاص اوقاتِ ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر مقرر فرمائے۔

وقتِ ظہر

نمازِ ظہر کے لیے آفتاب کے زوال کے بعد شروع ہوتا ہے۔

ظہر کا وقت اسے لئے مقرر کیا گیا ہے کہ دنیا کے لیے سورج بہت بڑا روشن کرہ ہے اور مشرک سورج پرست اس کو پوجتے ہیں اور سورج طلوع ہونے سے اس کی پوجا شروع ہو جاتی ہے اور یہ سورج دوپہر تک روشن ہوتا ہے۔ چڑھتا اور اس کی تمازت (یعنی تیزی) بڑھتی چلی جاتی ہے لیکن دوپہر کے بعد ڈھلنے لگتا ہے اور اس کا عروج وغرور اور تیزی گھٹنی شروع ہو جاتی ہے اور اس کا گھٹنا اور ڈھلنا ہی اس کے فانی ہونے کی نشانی ہے جب سورج ڈھل گیا تو گویا خدائے برحق نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ اے بندو! صبح سے دوپہر تک باطل خدا یعنی سورج کی مشرکین نے پوجا کی۔ اے ہمارے پوجنے والو! تم کہاں ہو آؤ اور ہمیشہ ہمیشہ ایک حالت پر رہنے والے خدائے واحد کی پوجا کرو اور مشرکین کے مقابلہ میں ظہر کی نماز پڑھو۔ ان مشرکین پر سورج پرستی سے غضب نازل ہوگا اور تم پر نماز کی وجہ سے رحمت نازل ہوگی۔

Marfat.com

ایک دوسری روایت ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے بادشاہِ وقت کے خوف سے آپ علیہ السلام کو پیدائش کے بعد ایک پہاڑ کی غار میں چھپا دیا۔ جب غار سے باہر نکلے تو بچپن میں بھی فطری طور پر حقیقی معبود کی تلاش کی تڑپ دل میں موجود تھی چنانچہ رات کے وقت چمکدار ستارے دیکھ کر بے ساختہ کہنے لگے یہ میرے ربّ ہیں مگر جب وہ چھپ گئے تو فرمایا کہ میں چھپنے والے اور فانی سے محبت نہیں رکھتا۔ اس کے بعد چاند نکلا اور اس کی روشنی ستاروں سے زیادہ تھی اس کو دیکھ کر کہنے لگے یہ میرا خدا ہے مگر صبح کے وقت اس کا نور بھی غائب ہو گیا پھر افسوس کے ساتھ کہنے لگے کہ اگر میرے ربّ نے میری دستگیری نہ فرمائی تو میں یقیناً گمراہ ہو جاؤں گا۔ صبح کے بعد جب سورج نکلا تو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے بس میرا ربّ یہی ہے اور یہ سب سے بڑا بھی ہے لیکن جب وہ بھی ڈھلنے لگا اور اس کی روشنی ہلکی ہونے لگی تو فرمانے لگے کہ میں شرک سے بیزار ہوں اور میں نے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف کر لیا جس نے زمین و آسمان پیدا فرمائے۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّىْ فَلَمَّا اَفَلَ قَالَ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ○ (الانعام:۷۶)

اللہ ربّ العزت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ بات بہت پسند آئی جس طرح ان کی قربانی اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی صفا و مروہ پر پانی کے لیے دوڑ اور انصار و مہاجرین کا سینہ نکال کر ہاتھ ہلاتے ہوئے طواف کرنا پسند آ گیا اسی موحد اعظم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد میں سورج ڈھلنے کے بعد نمازِ ظہر فرض قرار دی گئی تاکہ ظہر پڑھنے والوں کا حشر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہو اور قیامت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہمراہ وہ لوگ ہوں گے جو آپ علیہ السلام کی اتباع اور تابعداری کریں گے۔ اللہ ربّ العزت فرماتا ہے۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ (آل عمران:۶۸)

بعض کی ایک اور روایت ہے کہ حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایک

Marfat.com

روز حضور ﷺ مہاجرین کی ایک جماعت میں جلوہ افروز تھے۔ اتنے میں یہودیوں کی ایک جماعت آپ ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی اے محمد ﷺ! ہم آپ ﷺ کی خدمت میں کچھ ایسی باتیں پوچھنے آئے ہیں جو جلیل القدر پیغمبر کے سوا اور کوئی نہیں بتا سکتا۔ حضور سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا! پوچھو

یہود نے کہا: اے محمد ﷺ! آپ ﷺ کی امت پر رات دن میں پانچ نمازیں کیوں فرض ہوئیں؟ اور ان کے لیے یہی پانچ اوقات کیوں مقرر ہوئے؟

حضور پُر نور ﷺ نے فرمایا کہ اے یہود! ظہر کی نماز میں یہ حکمت ہے کہ اس وقت فرشتے آسمان پر تسبیح کرتے ہیں اور اس وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اس وقت میں دعا قبول کی جاتی ہے۔ اس لئے اللہ ربّ العزت نے اس وقت کی نماز فرض کردی تا کہ ملائکہ کا ساتھ میسر ہو جائے اور ان کی دعائیں قبول ہو جائیں اور ان کے اعمال آسمان پر جلد پہنچ جائیں۔ جو شخص ظہر کی نماز پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو آگ پر حرام کردے گا اور وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔

وقتِ عصر

عصر کے وقت حضرت آدم علیہ السلام نے اس درخت کا پھل کھایا تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ممانعت فرمائی تھی اور اس کے کھانے کے سبب آپ برہنہ (ننگے) ہو گئے اور عتابِ الٰہی میں مبتلا ہو کر جنت سے نکالے گئے یہ جو کچھ ہوا عصر کے وقت ہوا کیونکہ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے درختِ ممنوعہ کا پھل کھا کر اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا اس مقابلہ میں امتِ مصطفیٰ ﷺ کو ہر طرح کے کھانے پینے سے منع کردیا اور تھوڑی دیر کے لیے نماز میں مشغول کر کے روزہ دار کی طرح کردیا تا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کر کے رحمت وانعام کا مستحق ہو جائے۔

Marfat.com

دوسرے حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چار اندھیروں میں رکھا۔

(1) دریا کا اندھیرا۔ (2) مچھلی کے پیٹ کی تاریکی یعنی اس کا اندھیرا۔ (3) اس مچھلی کو اس سے بڑی مچھلی نے ثابت نگل لیا۔ اس کی تاریکی اور اندھیرا۔ (4) رات کا اندھیرا یعنی (ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ)

حضرت یونس علیہ السلام نے ان تاریکیوں سے گھبرا کر مچھلی کے پیٹ میں یہ تسبیح: (لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْـتَ سُبْـحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ) پڑھنی شروع کردی اس آیتِ کریمہ کی برکت سے اللہ ربّ العزت نے مچھلی کو حکم دیا کہ بہت جلد یونس علیہ السلام کو زمین پر چھوڑ آ۔

قرآنِ مجید میں ہے۔ "فَلَوْ لَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ" اگر وہ تسبیح نہ کرتے تو قیامت تک مچھلی ہی کے پیٹ میں رہتے چنانچہ مچھلی نے آپ علیہ السلام کو خشکی پر ڈال دیا اور یہ وقت عصر کا تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان چاروں اندھیروں سے نجات پانے کے شکرانہ میں چار رکعتیں پڑھی تھیں تو اللہ ربّ العزت نے اُمتِ مسلمہ پر بھی اسی وقت کی مناسبت سے چار رکعتیں فرض کردیں تا کہ حضرت یونس علیہ السلام کی پریشانی کو یاد رکھیں اور اللہ ربّ العزت کے نام اور اس کی تسبیح کی قوت کا خیال رکھیں اور نماز کی برکت سے حضرت یونس علیہ السلام کی طرح ہر طرح کی تاریکی اور مصیبت سے محفوظ رہیں۔

دوسرے اللہ ربّ العزت نے ہر آدمی کے لیے مرنے کے بعد قبر اور برزخ کا سوال مقرر فرمایا ہے اور مردہ کے لیے یہ وقت بہت مشکل اور کٹھن ہے۔ (اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں پر اپنے فضل وکرم سے آسانی فرمائے) اور نہایت ہی عاجزی اور بے کسی کا موقع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے یہ مشکل اس طرح دور فرمائی کہ ان پر نمازِ عصر فرض کردی کیونکہ قبر میں جب مردہ کے اندر جان ڈالی جائے گی اور اس کو زندہ کیا جائے گا تو اس کو یہی معلوم ہوگا کہ عصر کا جاتا ہوا وقت ہے اور سورج چھپنے کے قریب ہے ادھر منکر نکیر

Marfat.com

نہایت تیزی سے آکر اس سے سوال کریں گے کہ تیرا ربّ کون ہے؟ اور یہ نمازی شخص نماز کی فکر میں ایسا مستغرق اور مشغول ہوگا اور اس کو نکیرین کے سوال کی کچھ بھی پرواہ نہ ہوگی اور اس کو ان سے کچھ خوف وہراس بھی نہ ہوگا پس اللہ ربّ العزت نے عصر کی نماز اس حکمت سے فرض کی تاکہ مسلمان اس وقت نماز کا عادی رہے اور سوال قبر کے وقت صرف نماز ہی یاد رہے اور اس کا دل نماز ہی کی طرف متوجہ رہے اور نکیرین کی آواز کی طرف چنداں دھیان بھی نہ کرے بلکہ وہ نماز ہی نماز پکارتا رہے۔

وقتِ مغرب

مغرب کے وقت حضرت آدم علیہ السلام کا سجدہ اور آپ علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی تو آپ علیہ السلام نے اس کے شکرانہ میں نماز پڑھی تھی کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی معافی ان پر اور ان کی اولاد پر اللہ ربّ العزت کا بہت بڑا احسان تھا جس کا شکریہ حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ان کی تمام اولاد پر بھی ضروری ہوا اس لئے مغرب کی نماز فرض کردی گئی۔

دوسرے حضرت یعقوب علیہ السلام ایک طویل عرصہ تک فراقِ یوسف علیہ السلام میں بے چین اور بے قرار رہے۔ جب اللہ ربّ العزت نے ان پر اپنا انعام فرمایا اور قاصد حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ لے کر ان کی خدمت میں پہنچا تو آپ علیہ السلام نے اس کرتہ کو از راہِ محبت اپنی آنکھوں سے لگایا اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی آنکھوں کی بینائی واپس فرمادی کیونکہ آپ علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں اس قدر روئے کہ آپ علیہ السلام کی آنکھوں کا نور جاتا رہا۔ اور آپ علیہ السلام نابینا ہوگئے تھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے قاصد سے یہ دریافت کیا کہ یوسف علیہ السلام کی [illegible] بتلانا۔ پہلے یہ بتا کہ تو نے میرے یوسف علیہ السلام کو کس دین پر چھوڑا [illegible] ابراہیمی ہی پر قائم ہیں تب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس [illegible]

Marfat.com

فرمائیں۔

(1) ایک اپنی بینائی واپس آنے کے شکریہ میں۔ (2) حضرت یوسف علیہ السلام کے زندہ رہنے کا شکرانہ۔ (3) حضرت یوسف علیہ السلام کے دینِ ابراہیمی پر قائم رہنے کا شکرانہ۔ پس ان کی اتباع میں اس امت پر بھی نمازِ مغرب فرض کردی گئی۔

کیونکہ مغرب روشن دن ختم ہوا۔ غروب آفتاب کے بعد کالی رات آئی جو ہزاروں موذی جانوروں بلاؤں اور خبیث جنات کے نکلنے کا وقت ہے۔ اسی بنا پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کے وقت بچوں کا باہر نکلنے سے منع فرمایا ہے تاکہ ان کے اثرات سے محفوظ رہیں گویا کہ دن ختم ہوا اور ہزاروں آفتیں آنی شروع ہوئیں ادھر باوجود کہ دونوں آنکھیں موجود ہیں لیکن تاوقتیکہ کوئی اور روشنی نہ ہو۔ دونوں بیکار ہیں اور حفاظت کے تمام تر ذرائع مفقود اور ناپید ہیں۔ ان حالات میں حافظِ حقیقی ہی کی حفاظت کافی ہوسکتی ہے۔ اس لئے اس کی حفاظت حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ نماز ہے۔ "مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ" تاکہ نماز پڑھ کے اس کے نام کی برکت سے تمام رات ہر قسم کی تکلیفوں اور پریشانیوں سے محفوظ رہے۔

دن بھر کی تمام نعمتیں شام کو ختم ہوئیں۔ اس صورت میں لازم تو یہ تھا کہ دن بھر کی ساری نعمتوں کا شکریہ علیحدہ علیحدہ ادا کیا جاتا لیکن باری تعالیٰ کے انعامات اس قدر ان گنت ہیں کہ ان کا شکریہ تو بجائے خود رہا۔ ان کی شمار کرنا ہی انسانی طاقت سے باہر ہے اس لئے جب پورا دن انعامات اور رحمتوں کی بارش برسا کر رخصت ہوگیا اور اعتبار ہر ایک شے کے خاتمہ اور آخر کا ہوتا ہے اگر ان کے ختم ہونے پر نماز پڑھ لی گئی تو تمام دن کی پوری پوری نعمتوں کا شکریہ ادا ہوگیا۔ اس لئے مغرب کی نماز فرض کی گئی ہے۔

نمازِ عشاء

حضرت موسیٰ علیہ السلام سارے دن چار فکروں میں مبتلا رہے۔

Marfat.com

1- اپنا دریائے نیل سے صحیح سالم پار ہونے کا فکر
2- اپنی قوم کا صحیح سالم دریا کو عبور کرنے کا فکر
3- فرعون سے نجات پانے کا فکر
4- دشمن کی تباہی اور اس کے لشکر کے غارت ہونے کا فکر

عشاء کے وقت اللہ ربّ العزت نے ان چاروں فکروں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دے دی اور فرعون مع لشکر کے اسی دریا میں غرق کر دیا گیا۔

"وَاَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ" (البقرۃ:۵۰)

ان چاروں غموں کے دور ہونے کے بعد اللہ ربّ العزت کے شکریہ میں عشاء کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چار رکعتیں ادا کیں اور وہی شکریہ اللہ ربّ العزت نے اُمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی لازمی قرار دے دیا تاکہ باطل کے مقابلہ میں حق کی کامیابی پر یہ لوگ بھی اللہ ربّ العزت کا شکریہ ادا کرتے رہا کریں کیونکہ ہر کامیابی حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور انسان اپنی تدبیر اور قوت سے کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔

دوسری بات حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کا شرف عین عشاء کے وقت حاصل ہوا تھا مگر وہ خاص قسم کی معراج شریف تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھی لیکن اس کی یاد اور روحانی وجسمانی معراج یعنی نماز تمام مسلمانوں کے حصے میں آئی۔ اس لئے اس اصل اور نقل میں مناسبت کے لیے روحانی وجسمانی معراج کے لیے بھی عشاء کا وقت مقرر ہوا کیونکہ اوّل تو مبارک اعمال کے اوقات بھی بابرکت ہوتے ہیں دوسرے وقت کی مطابقت کی وجہ سے پوری یادگار بھی قائم رہتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میں جب معراج شریف پر تشریف لے گئے تو وہ عشاء کا وقت تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روانگی کے وقت سجدۂ شکر ادا کیا۔ اس کی یاد میں عشاء کی نماز فرض ہوئی۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ عشاء کے وقت آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر اللہ ربّ العزت سے ملاقات فرمائی اور آپ ﷺ کی امت مسجدوں میں پہنچ کر اپنے ربّ کی زیارت سے روحانی طور پر شرف اندوز ہوتی ہے۔ "اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔" نماز مومنوں کی معراج ہے۔ (حدیث)

چاروں نمازوں کے اوقات ایسے ہیں کہ ان میں غیر مذاہب کے افراد غیر اللہ کی عبادت بندگی اور پوجا کرتے ہیں اور مسلمانوں کے لیے عشاء کا وقت مخصوص ہے۔ اس وقت میں ہر شخص چاہے وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والا ہو۔ کھانے' پینے' سونے اور تماشا وغیرہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی کوئی نہیں کرتا اور مسلمان اس خاص وقت میں بھی اس فریضہ یعنی نماز کو جس کے لیے وہ پیدا کیے گئے ہیں ادا کرتے ہیں اور خوشی خوشی انجام دیتے ہیں۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ (الذاریات)

"میں نے جن وانسان کو صرف اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔"

مسلم شریف میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے جس کا ماحصل اور مطلب یہ ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کو عشاء کی نماز میں گھر سے آنے میں دیر ہوگئی جو لوگ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے آئے تھے وہ دیر کی وجہ سے اونگھنے لگے کچھ دیر بعد حضور ﷺ تشریف لے آئے اور فرمانے لگے خوش ہو جاؤ تم ایسی نماز کا انتظار کر رہے ہو جس کا اس وقت تمہارے سوا کسی نے بھی انتظار نہ کیا اور یہ وقت یعنی عشاء کا خاص کر تم کو ہی عطا ہوا ہے۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ منافقین پر عشاء اور فجر کی نماز سے زیادہ کوئی نماز بھاری نہیں اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ ان نمازوں کا کتنا بڑا ثواب ہے تو وہ لوگ گھٹنوں کے بل چل کر آئیں۔ (مسلم شریف)

Marfat.com

نمازِ فجر

جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے دنیا میں تشریف لے گئے تو رات کی تاریکی اور اندھیرا دیکھ کر رات بھر ڈرتے رہے اور خوف کی وجہ سے تمام رات روتے رہے کیونکہ وہ جنت کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے رات اور اندھیرا کہاں دیکھا تھا؟ جب صبح ہوئی اور آپ علیہ السلام نے اس کے شکریہ میں دو رکعت ادا فرمائیں۔ اللہ ربّ العزت نے اس امت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے وہی نماز فرض فرمادی تاکہ امت اس کو ادا کرتی رہے اور یہ سمجھا کرے کہ ہمارے دُکھ درد اور خوف و پریشانی کو اللہ تعالیٰ ہی دُور فرمانے والا ہے۔ اس وجہ سے یہ امت قبر اور حشر کی تاریکی کا پہلے ہی فدیہ دیتی ہے۔

واضح ہو کہ شکریہ بعد میں ہوتا ہے اور فدیہ پہلے حضرت آدم علیہ السلام رات کی تکالیف اٹھا چکے تھے اور یہ امت قبر اور حشر کی تاریکی سے فدیہ دے کر پہلے ہی محفوظ ہو جائے گی۔ انشاء اللہ۔

فجر کا وقت غافل دنیا کے آرام کا وقت ہے کیونکہ رات کے وقت وہ کھیل تماشوں میں مصروف رہتے ہیں پھر صبح سویرے کیسے اٹھیں۔ اس لئے صبح کی نماز ایسے غافل لوگوں پر نہایت بھاری اور مشکل ہوتی ہے۔ اللہ ربّ العزت نے اپنے نیک بندوں کو بُروں سے علیحدہ کرنے کے لیے فجر کی نماز فرض فرمادی تاکہ نمازی بندے اس وقت بے نمازی افراد کو سوتا ہوا چھوڑ کر اللہ ربّ العزت کی رحمت اور اس کے خاص فضل کا مستحق ہو جائیں پھر جس طرح آج یہ لوگ حکمِ الٰہی کی وجہ سے بے نمازیوں کو سوتا ہوا چھوڑ کر مسجدوں میں چلے گئے تاکہ وہاں پہنچ کر سب مل کر عبادتِ الٰہی کریں۔ اس طرح قیامت کے روز نمازی لوگ بے نمازیوں کو روتا ہوا چھوڑ کر جنت میں پہنچ کر دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوں گے۔

علی الصبح کا وقت دیدارِ الٰہی کے وقت سے خاص مشابہت رکھتا ہے۔ اس لئے اس

Marfat.com

وقت کی نماز بالخاصہ دیدارِ الٰہی کے باعث ہوئی کیونکہ جب دیدار کا مشابہہ وقت ہم کو مناجات اور دربار کی حاضری کے لیے ملا تو یقیناً اس کے بدلہ میں اصلی دیدار وحاضری بھی نصیب ہوگی۔

"انکم سترون ربکم عیانا فان استطعتم ان لا تغلبوا علی صلوٰۃ قبل طلوع الشمس فافعلوا" (بخاری شریف)

(اے لوگو! قیامت کے دن تم اپنے ربّ کی آمنے سامنے ہوکر زیارت کرو گے لیکن اللہ ربّ العزت کی زیارت کرنے کا مجرب عمل اگر تم سے ہوسکے تو صبح کی نماز ہے اسے کبھی نہ چھوڑنا۔)

اس کی وجہ سے یہ ہے کہ جنت میں دن ہوگا نہ رات اللہ ربّ العزت قرآنِ مجید میں فرماتا ہے کہ "لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِیْرًا" (دہر)

(یعنی جنت میں ایسا نورانی وقت ہوگا جیسا کہ دنیا میں صبح کا وقت ہے۔)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص صبح کو اٹھ کر نماز کی طرف جاتا ہے وہ ایمان کے جھنڈے کے ساتھ چلتا ہے اور جو صبح کو اٹھ کر بازار کو جاتا ہے وہ شیطان کے جھنڈے کے ساتھ چلتا ہے۔ (ابنِ ماجہ)

نماز کے اندر سات فرض

نماز کے معنی پرستش اور فرض کے معنی حکمِ الٰہی جو لازم کیا گیا ہو۔

نماز کے اندر یہ سات فرض ہیں۔ (1) تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہنا۔ (2) قیام یعنی کھڑا ہونا۔ (3) قرأت یعنی قرآنِ مجید کا پڑھنا۔ (4) رکوع یعنی دونوں ہاتھ گھٹنوں کو پکڑ کر اس طرح عاجزی سے جھکنا کہ سر اور کمر ایک ساتھ سیدھے ہو جائیں۔ (5) سجدہ یعنی اپنی پیشانی اللہ ربّ العزت کے سامنے زمین پر رکھ کر نہایت عاجزی اور انکساری کرنا۔ (6) اخیر کا قعدہ یعنی التحیات اور درود ودعا پڑھنے کے لیے بیٹھنا۔ (7) سلام یعنی التحیات

Marfat.com

اور درود و دعا کے بعد پہلے اپنے دائیں طرف پھر بائیں طرف منہ پھیر کر سلام کہنا۔

انسان کے جسم کو بھی اللہ رب العزت نے سات چیزوں سے بنایا ہے۔

(1) گوشت۔ (2) ہڈیاں۔ (3) خون۔ (4) رگیں۔ (5) اعصاب یعنی پٹھے۔ (6) مغز یعنی گودا۔ (7) جلد یعنی کھال۔

ان سات چیزوں کے شکریہ میں اللہ رب العزت نے ہر رکعت میں سات فرض مقرر فرمائے تا کہ جسم کے ہر حصہ کا شکریہ ادا ہو جائے۔ ان اعضائے انسانی میں یہ اتصال و اتحاد (یعنی میل جول اور یگانگت) ہے کہ اگر ایک عضو نہ رہے یا بیمار پڑ جائے تو سارے جسم کی صحت اور تندرستی خراب ہو جاتی ہے۔ اسی طرح نماز میں ان ساتوں فرضوں میں کوئی بھی فرض جان بوجھ کر ادا نہ کیا یا بھول کر اچھی طرح ادا نہ ہو سکا تو ساری نماز بے کار اور ناقص ہو جاتی ہے۔

نماز مجموعہ ہے۔ تمام فرشتوں کی عبادت کا اور فرشتوں میں مختلف گروہ ہیں ہر ایک کی عبادت کا طریقہ مختلف اور جدا ہے۔ ایک جماعت تو صبح و شام تکبیر و تحلیل میں مشغول رہتی ہے اور کوئی جماعت جب سے وہ پیدا ہوئی ہے اللہ رب العزت کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی ہے کوئی جماعت رکوع میں ہے اور کوئی سجدہ میں اور کوئی جماعت التحیات کی صورت میں بیٹھی ہوئی ہے۔

سب اپنی اپنی جگہ پر تسبیح و تقدیس کر رہی ہیں اور قیامت تک اسی طرح کرتی رہیں گی ان میں سے جس کو کہیں جانے کا حکم ہوتا ہے فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر حکم الٰہی بجالاتے ہیں اور پھر اپنی جگہ واپس ہو کر بدستور اپنی تسبیح و تقدیس میں لگ جاتے ہیں اسی طرح ایک نمازی کو نماز کا ہر شرف حاصل ہے اور فرشتوں کو نماز کا جدا جدا رکن حاصل ہے جبکہ پوری نماز کا شرف نمازی کو حاصل ہے۔

Marfat.com

نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنا

نماز میں کعبۃ اللہ کی طرف منہ کرنا یعنی نماز میں قبلہ رو ہونا بہت ضروری ہے یہ حکم اس وجہ سے دیا گیا کہ خانہ کعبہ سلامتی کی تعلیم کا مرجع ہے۔ (یعنی جائے رجوع ہے)

بیت المقدس کو صرف ایک پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا لیکن خانہ کعبہ کو حضرت آدم علیہ السلام اور چار دیگر اور اولو العزم پیغمبروں نے وقتاً فوقتاً تعمیر کیا اور یہ ہمیشہ مرجع ہدایت رہا۔ ایک مرجع کی موجودگی دنیا بھر میں فرزندانِ توحید کے لیے یکسانیت کا ایک موجب ہے۔ اس لئے اس کو ضروری قرار دیا گیا۔ کعبۃ اللہ صرف مرجعِ ہدایت کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ سمجھنا کہ کعبہ کو سجدہ کر رہا ہوں۔ شرک کا درجہ رکھتا ہے کیونکہ سجدہ صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کے لیے ہے۔

بعض غیر مسلم مسلمانوں پر کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی وجہ سے بت پرستی کا اعتراض کرتے ہیں دراصل ان لوگوں کو اسلامی تعلیم سے واقفیت نہیں ہے اس بنا پر بغیر سوچے سمجھے مسلمانوں پر خواہ مخواہ اعتراض جڑ دیتے ہیں حالانکہ ''درِّ مختار'' جو مسلمانوں کی معتبر قانونی اور مذہبی کتاب ہے اس میں لکھا ہے ''جو شخص نماز میں یہ نیت کرے کہ میں کعبہ کو سجدہ کرتا ہوں وہ کافر ہو جاتا ہے اور مسلمان نہیں رہتا۔''

اللہ اکبر سے نماز کی ابتدا

اللہ اکبر معنی اللہ سب سے بڑا ہے اور ابتدا معنی شروع

اللہ اکبر کے معنی یہ ہیں کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔

اور ساری نماز کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے ہر فعل سے اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور اپنی عاجزی اور بے چارگی کا مظاہرہ کرے اس چیز کے لیے اللہ رب العزت نے نماز شروع کرنے سے پہلے ہی بندہ کو بتلا دیا کہ تجھے اپنی ساری نماز اس عنوان کے ماتحت ہی ادا کرنی

Marfat.com

ہوگی گویا کہ اللہ اکبر نماز کا عنوان ہے۔

نماز کے مختلف مدارج ہیں' ہم اللہ ربّ العزت کی حمد وثنا کرتے ہوئے اس کے سامنے عاجزی ظاہر کرتے ہیں اور اس سے استقامت ظاہر کرتے ہیں۔ ان مدارج کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور عظمت کے اعتراف ہی سے ہونی چاہیے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اللہ اکبر سے نماز شروع کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

کانوں کی لو کے برابر ہاتھ اٹھانا

عرب کے لوگ جب کسی چیز سے براءت بے تکلفی اور بیزاری کا اظہار کرتے ہیں تو اسی طرح اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کی لو تک اٹھایا کرتے تھے اسی طرح بندے نے جب اللہ اکبر کا اپنی زبان سے اقرار کرلیا تو ساتھ ہی اپنے ہاتھوں سے اس کے ہر شریک اور برابر سے بیزاری کا اظہار کر دیا تاکہ قول اور فعل یکساں ہو جائے۔

دوسرے یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جب انسان کسی دریا میں ڈوبنے لگتا ہے تو اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھا کر واویلا مچاتا ہے کہ شاید کوئی چیز ہاتھوں میں آجائے اور میری جان بچ جائے۔ اسی طرح جب بندہ زبان سے اللہ اکبر کہتا ہے اور ساتھ ہی اپنی معصیت اور گناہ کے دریا کا خیال کر کے اوپر کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے کہ اے مولا! میں تو ڈوبا لیکن اگر تیری دستگیری ہو جائے اور تو میرا ہاتھ پکڑ لے تو ان گناہوں کے دریا میں ڈوبنے سے بچ جاؤں۔ گویا کہ ہاتھ اٹھا کر بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے بے چارگی اور بے بسی کا اقرار کرتا ہے۔

حضرت امام عبدالوہاب الشعرانی اپنی برکاتِ روحانی میں ایک صوفی بزرگ حضرت ابوالعباس احمد بن محمد بن سہل بن عطاء الادمی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ تحریر فرماتے ہیں۔

آپ سے طہارت کا معنی پوچھا گیا' تو آپ نے فرمایا کہ طہارت نفوس کے ساتھ اور نماز دلوں کے ساتھ متعلق ہے پس آدمی چہرہ دھوکر دنیا سے بے توجہ ہوتا ہے۔ اپنے دونوں ہاتھ دھوکر دائیں بائیں کی مخلوقات سے کفایت کرتا ہے پھر سر کا مسح کر کے اپنے نفس سے

Marfat.com

بری ہوتا ہے اور دونوں پاؤں دھو کر اپنے پروردگار کے حضور مناجات کے لیے کھڑا ہوتا ہے۔ پس جب نماز کے لیے اللہ اکبر کہتا ہے تو اپنے سب کچھ سے نکل جاتا ہے تاکہ پروردگار کے حضور اس کی مناجات درست ہوں۔

نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا

انسان اپنے گناہوں کے سبب اللہ تعالیٰ کا مجرم اور ملزم ہے اور نماز بمنزلہ درخواست کے لیے جو اس ملزم نے اللہ ربّ العزت کے دربارِ عالیہ میں معافی کے لیے پیش کی ہے۔ اگر جماعت کے ساتھ پڑھتا ہے تو یہ درخواست بذریعہ وکیل (پیشِ امام) کے ہے اور اگر تنہا پڑھتا ہے تو یہ درخواست خود ہی عدالتِ عالیہ میں پیش کرتا ہے۔ لہٰذا اس وقت اجلاسِ عالیہ قائم ہے۔ مالک الملک شہنشاہِ اعظم عدالتِ عالیہ میں جلوہ افروز ہیں اور اس ملزم کا مقدمہ بھی پیش ہے۔ ایسی حالت میں ملزم پر فرض ہے کہ وہ ہاتھ باندھے اور نیچے نظر کیے غفور الرحیم کے سامنے باادب کھڑا ہو۔ تاکہ اس کی عاجزانہ صورت کو دیکھ کر ارحم الراحمین کو رحم آجائے اور جہنم کے عذاب سے اس کی جان بخشی ہو جائے۔

نماز میں الحمد شریف کا پڑھنا

الحمد شریف دراصل درخواست کا مضمون ہے جو حاکمِ اعلیٰ ربّ العٰلمین نے خود اپنے بندوں کو سکھلا دیا تاکہ درخواست کے مضمون میں کسی طرح کی کمی نہ رہ جائے اور آپ پہلے ہی معلوم کر چکے ہیں کہ نماز عدالتِ عالیہ الٰہیہ کی حاضری کا نام ہے۔ اب کوئی شخص عدالت میں حاضر تو ہو گیا لیکن حاکم کے سامنے کوئی درخواست اور عرضی پیش نہ کرے تو پھر عدالت سے اس کو کیا خاک ملے گا یا عدالت میں حاضر بھی ہو گیا۔ درخواست بھی دے دی لیکن درخواست کا مضمون یا تو حاکم کی شان کے مناسب نہ ہو یا درخواست دینے والا اپنے پورے مطلب کو اس میں واضح اور ظاہر نہ کر سکے تب بھی عدالت کی حاضری مفید نہ ہو گی۔ اس

Marfat.com

لیے ہر شخص پر اگر درخواست کا مضمون چھوڑ دیا جاتا تو درخواست پیش کرنے والا مالک کی شان کے مناسب درخواست نہ دیتا یا اس کی شان کے مناسب بھی اگر درخواست دے دیتا لیکن اپنے مطلب کو اس میں پوری طرح ظاہر نہ کر سکتا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے خود اپنی طرف سے عرضی کا مضمون بتا دیا تاکہ اس کی شان کے مناسب اور بندہ کے لیے سب سے زیادہ ضروری اور جامع بھی ہو۔

نماز میں رکوع کرنا

رکوع سے پہلے بندہ نے جو درخواست پیش کی تھی رب العلمین نے اس کو قبول فرما لیا چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ بندہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ پڑھ کر (آخر تک) سورہ کو ختم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بندے تیری درخواست قبول ہوئی اور تیرے سوال کو ہم نے پورا کیا اس قبولیت اور جواب کے شکریہ میں پھر بندہ نے رکوع کیا اور فوراً اپنے سر کو جھکایا اور کمر سامنے کر دی کہ اے میرے مالک، تیرے بندے کا یہ ناقص سر اور کمر حاضر ہے میں اس کا شکریہ کیسے ادا کر سکتا ہوں۔ بندہ اس سے بالکل عاجز ہے یہ سر بھی تیرے سامنے حاضر ہے تو اس میں جو چاہے خیال پیدا کر دے اور یہ کمر بھی حاضر ہے تو اس میں جس قدر چاہے عمل کرنے کی قوت دے دے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جس وقت نمازی نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے اس کے تمام گناہ جمع کر کے (گٹھڑی کی شکل میں) اس کے سر پر رکھ دیئے جاتے ہیں اور جب انسان رکوع میں جاتا ہے تو وہ سارے گناہ سر کے اوپر سے گر جاتے ہیں۔ (کنز الاعمال)

رکوع کے بعد نمازی گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔ پھر بندہ خوش ہو کر مقصد پورا کر کے زبان سے "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" (سن لیا اللہ نے جو کچھ اس کی بارگاہ میں درخواست کی گئی) کہتے ہوئے کھڑا ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

نماز میں سجدہ

اللہ ربّ العزت کی حضوری میں کھڑے رہنے اور گناہوں سے پاک صاف ہونے کی وجہ سے ایک خاص حالت طاری ہوئی' قربِ الٰہی کے انوار کا اثر نورانیت اور طمانیت حاصل ہوئی اس لیے فطری اور قدرتی طریقہ پر انسان کو خیال ہوا کہ جب دور سے حاضری میں یہ کیفیت ہوئی تو نزدیک کی حاضری میں نورانی کیفیت میں کس قدر زیادتی اور ترقی حاصل ہوگی۔ اس لیے اس کی فطرت نے تقاضا کیا کہ اب نزدیک کی حاضری دینی چاہیے اور دنیا میں ربّ العٰلمین کی نزدیکی سجدہ کے سوا کسی اور شکل میں ممکن نہ تھی۔ اس لیے انسان نزدیک ترین قرب حاصل کرنے کے لیے سجدہ میں گر گیا کیونکہ سجدہ کرنے والا اللہ ربّ العزت کے قدموں میں سجدہ کرتا ہے۔

''ان الساجد یسجد فی قدمی الرحمٰن'' (جامع صغیر سیوطی)

تسبیح سجدہ

تسبیح سجدہ ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' کہنا

(پاک ہے میرا ربّ جو سب بڑوں سے بڑا ہے)

اعلیٰ اس کو کہتے ہیں جس سے کمال کی ابتداء اور کمال کی انتہا حتٰی بھی اس پر ہو جائے کیونکہ انسان کو اس نے قطرۂ منی کی شکل میں مٹی سے پیدا فرمایا پھر اس گندے اور ناپاک پانی کو کتنا بڑا کمال بخشا کہ اپنے خاص دربار کی حاضری کا موقع عنایت فرمایا۔

''چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک''

اس لیے ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' کہہ کر انسان اقرار کرتا ہے کہ اے اللہ! تو نے ہی ابتداء میں کمال بخشا' کہ قطرۂ پانی سے مجھ جیسے ذلیل اور ناپاک کو اپنے خاص دربار میں حاضری کا شرف بخشا۔

اس اقرار کے بعد خالق نے ارشاد فرمایا اے میرے بندے! اٹھ اور سب کو دکھا کہ

Marfat.com

تیرے ربّ نے کس طرح خاک اور مٹی جیسی ذلیل چیز سے پیدا کر کے کس درجہ پر پہنچایا
پھر بندہ اللہ اکبر کہتا ہوا سر سجدہ سے اٹھاتا ہے۔

تسبیح رکوع

تسبیح رکوع یعنی "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ" کہنا رکوع میں انسان صرف جھک جاتا ہے اور پوری عاجزی وانکساری صرف جھکنے سے ادا نہیں ہوتی اس لیے وہ صرف یہ کہتا ہے کہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ یعنی پاک ہے۔(میرا پروردگار جو بڑا ہے) اور سجدہ میں انسان نہایت عاجزی اور انکساری سے پیش آتا ہے کہ اس سر کو زمین پر رکھ دیتا ہے جو سب اعضا کے برعکس ہمیشہ اونچا ہی رہتا ہے اور باقی اعضا کا رخ ہمیشہ نیچے کو رہتا ہے تو جب انسان نے انتہائی عاجزی پیش کردی اور بندگی کا پورا پورا اقرار کرلیا تو اب یوں کہتا ہے۔"سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" (پاک ہے میرا رب جو بہت زیادہ بڑا ہے)

ہر رکعت میں دو سجدے

ان دو سجدوں میں انسان کی دو حالتیں ظاہر کی گئی ہیں اوّل سجدہ میں اس کی پیدائش معلوم کرائی گئی ہے یعنی جب انسان پہلا سجدہ کرتا ہے تو اُس کو بتایا کہ تو یہ خاک ہے اس کے بعد جب سر زمین سے اٹھاتا ہے تو اسے بتایا جاتا ہے پھر جب دوسرا سجدہ کرتا ہے تو بتایا گیا کہ ہم تجھے موت دے کر اس مٹی میں ملا دیں گے اور جب پھر سجدہ سے سر اٹھاتا ہے تو بتلایا گیا کہ ہم تجھے پھر اسی خاک سے قیامت میں زندہ کر کے اٹھائیں گے۔"وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی" (طٰہٰ:16) اس چیز کی یاد تازہ کرنے کے لیے بندہ اللہ اکبر کہتا ہوا پھر سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔

نماز میں قیام

قیام معنی کھڑا ہونا۔

قیام بظاہر بڑائی کی صورت تھی اس کا علاج رکوع کی صورت میں کیا گیا رکوع کے بعد جب سر اٹھانے کا حکم ہوا کیونکہ جو کوئی بڑائی اختیار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو پست اور

Marfat.com

ذلیل کرتا ہے۔ اس قانون کی رعایت سے اس کو رکوع کا حکم ہوا اور جو کوئی پستی و عاجزی اختیار کرتا ہے اس کو اللہ ربّ العزت بلندی عطا فرما دیتا ہے۔ اس لیے اس کو رکوع سے کھڑے ہونے اور سر کو اونچا کرنے کا حکم دیا گیا اور جب بندہ کو یہ راز معلوم ہوا تو اس نے رکوع سے زیادہ پستی اختیار کی۔ یعنی سجدہ میں گر گیا اس پر تو اس کی عزت اور بھی بڑھا دی گئی کہ اسے حضوری اور دربارِ عالیہ الٰہیہ میں بیٹھنے کی اجازت فرمائی گئی اس کو یعنی جلسہ دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو کہتے ہیں پھر دوسرا سجدہ کیا تو اس سجدہ کے عوض میں زیادہ دیر تک دربارِعالی شان میں آرام سے بیٹھنا نصیب ہوا اوراس کے بعد پھروہی رفعت اور بلندی یعنی قیام و بڑائی اللہ ربّ العزت کی طرف سے عطا فرمائی گئی۔

اللہ ربّ العزت کے دربارِ عالی میں تکبر کرنے والا ہمیشہ کے لیے ذلیل ہوا کرتا ہے اس لیے تکبر کی صورت سے بھی اللہ ربّ العزت بیزار ہے اور جو بندہ جس قدر اللہ ربّ العزت کے سامنے جھکے گا اور اپنی حالت اس کے سامنے گرائے گا اتنا ہی اللہ ربّ العزت اس کو بنائے گا اور اونچا کرے گا۔ ''من تواضع للہ فقد رفعه الله''

چنانچہ بندہ قیام کی حالت سے پھر رکوع میں اللہ ربّ العزت کے حضور جھکا اور اپنی حالت کو پست کیا تو اللہ ربّ العزت نے اسے اونچا کیا اور حالتِ رکوع سے اسے سیدھا کھڑا کر دیا۔ بندہ اس مرتبہ کو دیکھ کر زیادہ مرتبہ حاصل کرنے کے لیے رکوع سے زیادہ پست صورت بنا کر سجدہَ میں گر پڑا۔ پروردگار نے اس کو پھر اور بھی زیادہ مرتبہ سجدے سے اٹھا کر اپنے دربار میں بٹھا دیا۔ بندہ نے اللہ کے سامنے پھر پہلی سی حالت بنائی اور دوبارہ میں سجدہ میں گر گیا تو اللہ ربّ العزت نے اسے پھر اٹھایا اور اٹھا کر اپنے دربار میں بٹھا دیا اوراخیر میں معافی اور جنت کی جاگیر دے کر کچھ دیر کے لیے رخصت کر دیا۔

نماز میں سلام پھیرنا

نماز میں سلام پھیرنا معنی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہ کہنا۔

Marfat.com

یعنی نماز سے فارغ ہونے کے لیے سلام پھیرنا' یہ سلام کا لفظ بتاتا ہے کہ نمازی جہاں نہیں تھا بلکہ کہیں اور گیا ہوا تھا اس لیے مسافروں کی طرح اس پر ضروری ہوا کہ حاضرین مجلس کو سلام کرے چنانچہ فقہ کی کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ امام سلام سے اپنے مقتدیوں اور فرشتوں کی نیت کرے اور مقتدی اپنی اپنی طرف کے مقتدیوں اور امام اور فرشتوں کی نیت کرے۔

آدابِ نماز

آداب جمع ہے ادب کی بمعنی طورِ پسندیدہ

نماز کے لیے پاک وصاف باطہارت باوضو کھڑا ہونا چاہیے۔ جب کوئی شخص نماز کے لیے طہارت اور وضو کرے تو اس کو اپنے دل میں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ صرف باہر کی صفائی اور پاکی کافی نہیں جس طرح اس نے وضو کے ذریعے اپنے ہاتھ پاؤں اور منہ کو پاک و صاف کیا ہے اسی طرح وہ اپنے دل و دماغ کو بھی برے خیالات سے پاک صاف کرے اور ظاہر و باطن کی صفائی کے ساتھ اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں کھڑا ہو اور جب پابندی کے ساتھ روزانہ پانچ مرتبہ کوئی شخص قلیل مدت ہی کے لیے سہی صفائی قلب کی کوشش کرے گا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رفتہ رفتہ اس کا قلب صاف ہوتا جائے گا اور بتدریج اس کو صفائی قلب حاصل ہوتی رہے گی۔

جب نماز کے لیے مصلّٰی پر کھڑا ہو تو دل میں یہ تصور کرے کہ اس کو قیامت کے دن اللہ ربّ العزت کے سامنے کھڑا ہو کر جواب دینا ہوگا اور اس کی وہاں کیا حالت ہوگی۔ اس کو اپنے اوپر وہی احساس طاری کرنے چاہئیں جو کہ حشر کے روز ان پر طاری ہوں گے۔

اور جب قبلہ رو ہونے کا خیال کرے تو یہ سمجھے کہ جس طرح ہم نے ظاہری طور پر اپنا رخ قبلہ کی طرف کیا ہے اس طرح قبلہ سے چمکنے والے نورِ ایمان کی طرف اپنے دل و دماغ

Marfat.com

کو بھی رجوع کرتے ہیں اور اس خیال کو ذہن میں جاگزیں کر کے حسب ذیل الفاظ اپنی زبان سے کہے (ان الفاظ کا زبان سے کہنا ضروری نہیں دل میں ان کا مطلب اگر سمجھ لیا جائے تو بہتر ہے)

"اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ○ قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَ بِذَالِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ" ○

(الانعام:۱۶۲)

میں نے اپنا رخ کامل یکسوئی کے ساتھ اس اللہ کی طرف پھیر دیا جس نے زمین و آسمان پیدا کیے ہیں اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ فرما دیجئے کہ میری نماز اور میری ساری عبادت، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو ربّ العالمین ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اس کا حکم ہے اور میں اس کا حکم ماننے والوں میں سے ہوں۔

اس کے بعد نماز کی نیت کرے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بے پناہ عظمت و کبریائی کا تصور کرتے ہوئے اور اپنی ذات اور بے چارگی اور تمام ماسویٰ اللہ کے بے حقیقی کو پیش نظر رکھتے ہوئے پورے خشوع و خضوع کے ساتھ دل و زبان سے کہے "اللہ اکبر" اس تکبیر تحریمہ کے وقت اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت کا زیادہ سے زیادہ دھیان اور دل میں زیادہ سے زیادہ خشوع اور تذلل (یعنی خوف اور کانپتے تھرتھراتے) کی کیفیت ہونی چاہیے۔ بعض عارفین نے لکھا ہے کہ پوری نماز کی اجمالی حقیقت "اللہ اکبر" میں سمٹی ہوئی ہے اور ساری نماز اسی "اللہ اکبر" کے معنی کی تفصیل اور عملی صورت ہے۔

پھر اللہ ربّ العزت کو حاضر و ناضر یقین کرتے ہوئے اور اپنے آپ کو اس کے حضور میں کھڑا ہوا تصور کر کے اولاً ثنا پڑھے اور اس خیال کے ساتھ پڑھے کہ اللہ ربّ العزت اپنی خاص کریمانہ شان کے ساتھ متوجہ ہے اور سن رہا ہے۔

Marfat.com

صحیح حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان فرمایا کہ بندہ جب نماز میں کہتا ہے کہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" (تمام تر تعریفیں اللہ ربّ العالمین کے لیے ہیں) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ" (میرے بندے نے میری حمد کی) پھر جب کہتا ہے۔ "اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" (جو بڑی رحمت والا نہایت مہربان ہے) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اثنی علی عبدی" (میرے بندے نے میری صفت بیان کی) پھر جب کہتا ہے۔ "مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ" (جو یومِ جزا کا مالک ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا) "مجدنی عبدی" (میرے بندے نے میری بڑائی بیان کی) پھر جب کہتا ہے۔ "اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ" (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "ھذا بینی و بین عبدی و لعبدی ما سال" (اس میں میرے بندے نے میری توحید کا اقرار کیا اور اپنے واسطے مجھ سے مدد مانگی ہے۔ میری بندے کو اس کی مانگ ملے گی) اس کے بعد جب بندہ "اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ" سے آخر تک پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ھذا لعبدی ولعبدی ما سال" میرے بندے نے اپنے لیے مجھ سے ہدایت مانگی اور میرے بندے کی یہ مانگ پوری کی جائے گی۔

Marfat.com

اوقاتِ نماز کی حدود

فجر کی نماز کا وقت

فجر معنی سفیدی صبح کی یعنی صبح کا تڑکا۔پچھلی رات کو صبح ہوتے وقت مشرق کی طرف آسمان پر کچھ سفیدی نمودار ہوتی ہے جو ابتداء میں مشرق سے اوپر کی طرف اور پھر تھوڑی دیر میں افق پر چوڑان میں ظاہر ہوتی ہے جب چوڑان میں یہ سفیدی دکھائی دے اس وقت سے نمازِ فجر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور طلوعِ آفتاب تک باقی رہتا ہے اور جب آفتاب کا ذرا سا کنارہ نکل آئے تو فجر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ فجر کی نماز اوّل وقت میں پڑھنا بہتر ہے۔

ظہر کی نماز کا وقت

ظہر معنی زوال آفتاب کے بعد کا وقت بااعتبار نماز کے۔ دوپہر ڈھل جانے پر ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ ٹھیک دوپہر کے بعد جب سایہ پھر بڑھنا شروع ہو جائے تو وہ دوپہر ڈھلنے اور ظہر کا وقت شروع ہونے کی پہچان ہے اور جب تک سایہ دوپہر کے وقت کے سائے اور اصل چیز کی لمبائی کا دوگناہ نہ ہو جائے اس وقت تک ظہر کا وقت رہے گا اور اگر اس سے بڑھ جائے تو عصر کا وقت شروع ہو جائے گا۔

عصر کی نماز کا وقت

عصر کے وقت کی ابتدائی حد اوپر لکھ دی ہے جبکہ عصر کا وقت سورج ڈوبنے تک باقی

Marfat.com

رہتا ہے لیکن جب سورج کا رنگ بدل جائے اور دھوپ زرد ہو جائے اس وقت عصر کی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

نمازِ مغرب کا وقت

جب آفتاب غروب ہو جائے تو مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور جب تک پچھم کی طرف آسمان کے کنارے پر سرخی باقی ہو۔ اس وقت تک مغرب کا وقت ہے۔

نمازِ عشاء کا وقت

عشا معنی تاریکی رات کی جو وقت نمازِ عشاء کا ہے اور اس نماز کو بھی عشاء کہتے ہیں۔

غروبِ آفتاب کے بعد جب افق مغرب پر سرخی ختم ہو جائے تو عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور صبح ہونے تک باقی رہتا ہے مگر آدھی رات کے بعد عشاء کا وقت مکروہ ہو جاتا ہے اور ثواب کم ملتا ہے۔ بہتر ہے کہ تہائی رات گزرنے سے قبل ہی عشاء کی نماز پڑھ لی جائے۔

نماز کا امتیازی مقام

نماز معنی پرستش نیاز امتیازی معنی فرق کرنا تمیز کرنا مقام معنی جگہ کنایہ مرتبہ یا درجہ

قرآنِ مجید اور حدیث شریف کی روشنی میں ظاہر ہوتا ہے کہ نماز کو اسلام میں ایک بڑا امتیازی مقام حاصل ہے۔ اسلام کی کوئی بھی ایسی عبادت نہیں جس میں کسی نہ کسی خاص موقع پر اور کسی نہ کسی خاص حالت میں کسی نہ کسی حد اور کسی نہ کسی انداز میں چھوٹ نہ ملتی ہو لیکن نماز وہ افضل ترین اور اہم ترین عبادت ہے جس میں کسی حالت اور کسی وقت میں بھی کوئی چھوٹ نہیں دی گئی اور ہر عاقل و بالغ انسان پر ہر حالت میں اور ہر زمانے میں نماز پوری طرح فرض ہے۔

قرآنِ مجید میں ذکر نماز

قرآنِ مجید معنی کلام اللہ یعنی بڑی شان والی کتاب قرآنِ مجید میں نماز کو بڑی اہمیت

Marfat.com

دی گئی ہے اور بار بار نماز کی تاکید اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے۔ قرآنِ مجید میں مختلف مقامات پر مختلف عنوانات سے صراحتاً یا اشارتاً 700 جگہ اللہ تعالیٰ نے نماز کا ذکر فرمایا ہے۔

نماز کے لیے حضور سرکارِ دوعالم ﷺ کی وصیت

رسول معنی پیغام لے جانے والا اور پیغمبر اور صاحبِ کتاب ہو وصیت معنی بوقتِ وصال ہدایت کرنا۔

رسول اللہ ﷺ خاتم النبین تھے ان کے بعد کوئی دوسرا پیغمبر آنے والا نہیں اس لیے حبیبِ خدا ﷺ نے جو ہدایت فرمائی وہ انسانوں کے لیے آخری ہدایت اور مستقل حیثیت رکھتی ہے اور اس ہدایت کے استقلال کے لیے آنحضرت ﷺ کو نماز پر پورا پورا بھروسہ تھا کہ نماز کی پابندی آپ ﷺ کی امت کو آپ کی ہدایت پر قائم اور مستقل رکھے گی چنانچہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زبانِ اقدس سے بوقتِ وصال جو آخری کلمات سنے گئے وہ اسی وصیت کے کلمات تھے۔ آپ ﷺ بار بار فرما رہے تھے دیکھو نماز کو مضبوطی سے تھامے رہنا اور کنیزوں سے حق سلوک کا خیال رکھنا۔

نماز کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کے خیالات

صحابہ جمع ہے صحابی کی بمعنی رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہنے والے یعنی دوست

ترکِ صلوٰۃ کے متعلق صحابہ کرام کی عام رائے یہی تھی کہ یہ عمل اسلام کے منافی اور بالکل کافرانہ ہے۔ عبداللہ بن شفیق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحبت یافتہ اہلِ ایمان کے نماز کے سوا کسی اور دینی عمل کے ترک کرنے کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔

(ترمذی ومشکوٰۃ شریف)

دین میں نماز کا جو خاص درجہ اور امتیازی مقام ہے اس کی وجہ سے نماز اللہ کے احکام

Marfat.com

پر چلانے اور برائیوں سے روکنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور اس طرح اسلامی زندگی کو نکھار دینے کی خاصیت رکھتی ہے۔

نماز ترک کرنے والا خواہشات اور شہوات کا بندہ بن جاتا ہے اور بالآخر تباہی و بربادی کے گہرے غار میں جا گرتا ہے۔

نماز کی برکتیں

برکتیں جمع ہے برکت کی بمعنی زیادتی افزائش نیک بختی، مستند روایات میں ہے کہ جب انسان خشوع و خضوع یعنی عاجزی و گڑگڑانے کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو اس کا دل نور سے بھر جاتا ہے اور اس کے سر سے آسمان تک نور کا ایک سلسلہ قائم ہو جاتا ہے اور مسلسل نماز انسان کے دل میں کشف پیدا کر دیتی ہے (یعنی چھپی ہوئی چیزوں سے پردہ اٹھا دیتی ہے)

یہ بھی روایت ہے کہ جتنی دیر کوئی شخص نماز میں مشغول رہتا ہے اتنی دیر اس کے گرد فرشتے جمع رہتے ہیں اور وہ برائیوں سے محفوظ رہتا ہے۔

جب کوئی مومن نماز پڑھتا ہے تو اس کو پروردگار کا قرب حاصل رہتا ہے وہ قرب جس کا اندازہ انسان نہیں کر سکتا بلکہ فرشتے دیکھتے ہیں چنانچہ روایت ہے کہ جب مومن نماز پڑھتا ہے تو اس کے سر پر ایک فرشتہ منڈلاتا ہے اور کہتا ہے کہ اے شخص اگر تجھ کو یہ علم ہو جائے کہ اس وقت تو کس سراپائے نورِ کامل کی خدمت میں ہے تو تو قیامت تک سلام پھیرنا گوارا نہ کرے گا۔

ایک اور روایت ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے نمازیوں کا گروہ جنت میں داخل ہو گا ایسی حالت میں ان کے چہرے نورِ ایمان سے سورج کی طرح دمک رہے ہوں گے اور ان کے دل باغ باغ اور نورِ الٰہی سے منور ہوں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اجرِ نماز کے ضمن میں فرمایا ہے کہ نماز اللہ تعالیٰ کی رضا [illegible]

Marfat.com

سبب ہے۔ نماز فرشتوں کی محبت کا وسیلہ ہے، نماز انبیاء علیہم السلام کا طریقہ، نماز کشادگی رزق کا سبب، نماز اسلام کی بنیاد اور نماز دعا قبول ہونے کا سبب، نماز نیکیوں کی جڑ، نماز شیطان کے خلاف حربہ موت کے وقت آسانی موجب قبر کی تاریکی میں روشنی اور قیامت میں بخشش کا وسیلہ ہے۔

نماز کے فضائل

فضائل جمع ہے فضیلت کی بمعنی بڑائی اور بزرگی حدیث شریف کی کتابوں میں نماز کے بارے میں بہت ہی تاکید اور ان گنت فضائل وارد ہوئے ہیں ان سب کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ تبرکاً چند احادیث کا صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

1- حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے میری امت پر سب چیزوں سے پہلے نماز فرض کی اور قیامت میں سب سے پہلے نماز کا ہی حساب ہوگا۔
2- نماز کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔
3- آدمی کے اور شرک کے درمیان نماز ہی حائل ہے۔
4- اسلام کی علامت نماز ہے جو شخص دل کو فارغ کرکے اور اقامت اور مستحبات کی رعایت رکھ کر نماز پڑھے وہ مومن ہے۔
5- اللہ ربّ العزت نے کوئی چیز ایمان اور نماز سے افضل فرض نہیں کی اگر اس سے افضل کسی اور چیز کو فرض کرتے تو فرشتوں کو اس کا حکم کرتے۔
فرشتے دن رات کوئی رکوع میں ہے کوئی سجدہ میں۔
6- نماز دین کا ستون ہے۔
7- نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے۔
8- نماز مومن کا نور ہے۔

Marfat.com

9- نماز افضل جہاد ہے۔

10- جب آدمی نماز میں داخل ہوتا ہے تو اللہ ربّ العزت پوری توجہ فرماتا ہے جب وہ نماز سے ہٹ جاتا ہے تو وہ بھی توجہ ہٹا لیتا ہے۔

11- جب کوئی آفت آسمان سے اترتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹ جاتی ہے۔

12- اگر آدمی کسی وجہ سے جہنم میں جاتا ہے تو اس کی آگ سجدہ کی جگہ کو نہیں کھاتی۔

13- اللہ تعالیٰ نے سجدہ کی جگہ کو آگ پر حرام کر دیا ہے۔

14- سب سے زیادہ پسندیدہ عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ نماز ہے جو وقت پر پڑھی جائے۔

15- اللہ ربّ العزت کو آدمی کی ساری حالتوں میں سب سے زیادہ یہ پسند ہے کہ اُس کو سجدہ میں پڑا ہوا دیکھے کہ پیشانی زمین سے رگڑ رہا ہے۔

16- اللہ ربّ العزت کے ساتھ آدمی کو سب سے زیادہ قرب سجدہ میں ہوتا ہے۔

17- جنت کی کنجی نماز ہے۔

18- جب آدمی نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ ربّ العزت کے اور اس نمازی کے درمیان کے پردے ہٹ جاتے ہیں جب تک کہ کھانسی وغیرہ میں مشغول نہ ہو۔

19- نمازی شہنشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو دروازہ کھٹکھٹاتا ہی رہے تو کھلتا بھی ہے۔

20- نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہے جیسے سر کا درجہ ہے بدن میں۔

21- نماز دل کا نور ہے جو اپنے دل کو نورانی بنانا چاہے نماز کے ذریعے بنا لے۔

22- جو شخص اچھی طرح وضو کرے اس کے بعد خشوع وخضوع سے دو یا چار رکعت نماز

Marfat.com

فرض یا نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔

23- زمین کے جس حصے پر نماز کے ذریعے سے اللہ کی یاد کی جاتی ہے۔ وہ زمین کے دوسرے ٹکڑوں پر فخر کرتا ہے۔

24- جو شخص دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگتا ہے تو اللہ ربّ العزت وہ دعا قبول فرما لیتا ہے۔ خواہ فوراً ہو یا کسی مصلحت سے کچھ دیر کے بعد مگر قبول ضرور فرماتا ہے۔

25- جو شخص تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے تو اس کو جہنم کی آگ سے بری ہونے کا پروانہ مل جاتا ہے۔

26- جو شخص ایک فرض نماز ادا کرے اللہ ربّ العزت کے یہاں ایک مقبول دعا اس کی ہو جاتی ہے۔

27- جو پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہے اس کے رکوع و سجود اور وضو وغیرہ کو اہتمام کے ساتھ اچھی طرح سے پورا کرتا رہے۔ جنت اس کے لیے واجب ہو جاتی ہے اور دوزخ اس پر حرام ہو جاتی ہے۔

28- مسلمان جب تک پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہتا ہے شیطان اس سے ڈرتا رہتا ہے اور جب وہ نمازوں میں کوتاہی کرنے لگتا ہے تو شیطان کو اس پر جرأت ہو جاتی ہے اور اس کے بہکانے کی طمع کرنے لگتا ہے۔

29- سب سے افضل عمل اوّل وقت نماز پڑھنا ہے۔

30- نماز ہر متقی کی قربانی ہے۔

31- اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز کو اوّل وقت میں پڑھنا ہے۔

32- صبح کو جو شخص نماز کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں ایمان کا جھنڈا ہوتا ہے اور جو بازار کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں شیطان کا جھنڈا ہوتا ہے۔

Marfat.com

33- ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتوں کا ثواب ایسا ہے جیسا کہ تہجد کی چار رکعتوں کا ہوتا ہے۔

34- ظہر سے پہلے چار رکعتیں تہجد کی چار رکعتوں کے برابر شمار ہوتی ہیں۔

35- جب آدمی نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو رحمتِ الٰہیہ اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔

36- افضل ترین نماز بعد آدھی رات والی ہے مگر اس کے پڑھنے والے کم ہیں۔

37- میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے کہ اے محمد ﷺ! خواہ کتنا ہی آپ زندہ رہیں۔ آخر ایک دن مرنا ہے اور جس سے چاہے محبت کریں آخر ایک دن اس سے جدا ہونا ہے اور آپ ﷺ جس قسم کا بھی عمل کریں (بھلا یا برا) اس کا بدلہ ضرور ملے گا اس میں کوئی تردد نہیں کہ مومن کی شرافت تہجد کی نماز ہے اور مومن کی عزت لوگوں سے استغناء ہے۔

38- اخیر رات کی دو رکعتیں تمام دنیا سے افضل ہیں۔

39- تہجد ضرور پڑھا کرو کہ تہجد صالحین کا طریقہ ہے۔ اور اللہ ربّ العزت کے قرب کا سبب ہے۔ تہجد گناہوں سے روکتی ہے اور خطاؤں کی معافی کا ذریعہ ہے اس سے بدن کی تندرستی بھی ہوتی ہے۔

40- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد تو دن کے شروع میں چار رکعتوں سے عاجز نہ بن میں تمام دن تیرے کاموں کی کفالت کروں گا۔

احادیثِ مبارکہ کی کتابوں میں بہت کثرت سے نماز کے فضائل اور ترغیبات ذکر کی گئی ہیں چالیس کے عدد کی رعایت سے اتنے پر کفایت کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص حفظ یاد کرے تو چالیس حدیثیں یاد کرنے کی فضیلت حاصل کر لے گا۔ حق یہ ہے کہ نماز ایسی بڑی دولت ہے کہ اس کی قدر وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کا مزہ چکھا دیا ہو اسی دولت کی وجہ سے حضور ﷺ نے اپنی آنکھ کی ٹھنڈک اس میں فرمائی ہے اور اسی لذت کی

Marfat.com

وجہ سے حضورِ اقدس ﷺ رات کا اکثر حصہ نماز ہی میں گزار دیتے یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے وصال شریف کے وقت خاص طور سے نماز کی وصیت فرمائی اور اس کے اہتمام کی تاکید بھی فرمائی۔

متعدد احادیث میں ارشادِ نبوی ﷺ نقل کیا گیا ہے کہ" اتقو اللہ فی الصلوٰۃ" نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔

نماز کے فرائض و واجبات

نماز معنی پرستش نیاز اور فرائض جمع ہے فریضہ کی بمعنی فرمودہ خدا کا جس کا بجا لانا واجب ہے۔ مثل نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ کے اور واجبات جمع ہے واجب کی بمعنی لازم اور ہمیشہ ہم نے فصلِ ہذا چونکہ نماز کے متعلق قائم کی ہے اور اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر نماز کے فرائض و واجبات بیان کرنا ضروری بلکہ لازم ہے کیونکہ نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ اس کی ادائیگی میں اگر کوئی فرض یا واجب چھوڑ دیا جائے یا کسی وجہ سے وہ چھوٹ جائے تو نماز نہیں ہوتی اس لیے نماز ادا کرتے وقت فرائض اور واجبات کا نہایت خیال رکھا جائے اور چونکہ اکثر نمازیوں کو نماز کے فرائض و واجبات معلوم نہیں ہوتے اس لیے بھی ان کا ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوا تاکہ ایسے لوگوں کو ان سے واقفیت حاصل ہو سکے اور اس طرح نماز کی احسن اور صحیح طریقہ سے ادائیگی ہو سکے۔

نماز کے فرائض

1-تمام بدن کا پاک ہونا' 2- کپڑے پاک ہونا' 3-نماز کی جگہ پاک ہونا' 4- ستر ڈھانکنا' 5- وقت پر نماز پڑھنا' 6- قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا' 7-نماز کی نیت دل سے کرنا' 8- تکبیرِ تحریمہ' 9-فرضوں اور وتروں کو کھڑے ہو کر پڑھنا' 10-فرضوں کی دو رکعتوں میں اور وتروں اور نوافل کی تمام رکعتوں میں کم از کم ایک آیت پڑھنا' 11- رکوع کرنا' 12-دو سجدے کرنا' 13-آخری تشہد میں بیٹھنا۔

Marfat.com

واجباتِ نماز

1-فاتحہ پڑھنا' 2-ایک سورة یا تین آیت فرض کی پہلی دو رکعتوں میں پڑھنا اور وتر اور نوافل کی سب رکعتوں میں پڑھنا' 3- سورة فاتحہ کو سورة سے پہلے پڑھنا' 4-تعدیل ارکان یعنی ہر رکن کو اچھی طرح ادا کرنا' 5- پہلا قعدہ کرنا' 6-پہلے قعدے میں تشہد پڑھنا' 7-تشہد پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے فوراً کھڑے ہونا' 8-لفظِ سلام کہنا' 9- وتروں میں دعائے قنوت پڑھنا' 10-دونوں عیدوں کے واجب نمازوں میں زائد تکبیریں کہنا' 11-عید کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع کی تکبیر کہنا' 12-امام کو نمازِ فجر نمازِ جمعہ نمازِ عیدین اور نماز مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں میں زور سے قرأت کرنا اور ایسے ہی نمازِ تراویح اور رمضان شریف کے وتر میں امام کا قرأت بلند آواز سے کرنا' 13- ظہر اور عصر کی نماز میں بالکل آہستگی سے پڑھنا۔

سنن نماز

1-تکبیرِ تحریمہ کے لیے دونوں ہاتھ کانوں کی لو تک اٹھانا عورتوں کو کاندھے تک ہاتھ اٹھانا۔

2-انگلیوں کا تکبیر کے وقت کھلا رکھنا' 3-مقتدی کو امام کے ساتھ تکبیرِ تحریمہ کہنا' 4-مردوں کو دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ ناف کے نیچے حلقہ بنا کر رکھنا' 5-عورتوں کو دونوں ہاتھ سینے پر بغیر حلقے کے رکھنا' 6-ثناء پڑھنا' 7-اعوذ باللہ شریف پڑھنا' 8-ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا' 9-آمین کہنا' 10-ربنا لک الحمد کہنا' 11-سبحانك اللهم' اعوذ باالله شریف' بسم الله شریف اور ربنا لك الحمد کو آہستہ کہنا' 12-تکبیر تحریمہ کے وقت سر سیدھا رکھنا' 13- امام کو تکبیر آواز سے کہنا' 14-سمع الله لمن حمده امام کو زور سے کہنا' 15-نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں دونوں قدموں کے درمیان تقریباً چار سے چھے انگل کا فاصلہ رکھنا' 16-مقیم کو فجر اور ظہر میں طوالِ مفصل یعنی سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھنا عصر اور عشاء میں اوساطِ مفصل یعنی بروج

Marfat.com

سے لم یکن تک پڑھنا مغرب میں قصارِ مفصل یعنی لم یکن سے آخیر تک سورتوں میں سے پڑھنا' 17-فجر کی پہلی رکعت کو دوسری کے مقابلہ قدرے طویل کرنا' 18-رکوع کی تکبیر کہنا' 19-رکوع میں **سبحان ربی العظیم** تین مرتبہ کہنا' 20-رکوع میں دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑنا' 21-مردوں کو انگلیوں کا کشادہ کرنا' اور عورتوں کو انگلیاں کشادہ نہ کرنا' 22-دونوں پنڈلیوں کو کھڑا کرنا' 23-رکوع کی حالت میں پشت کو بچھا دینا' عورتوں کو رکوع میں زیادہ نہ جھکنا' 24-سر کو سرین کے برابر کرنا' 25-رکوع سے سر اٹھانا' 26-رکوع کے بعد اطمینان سے کھڑا ہونا' 27-سجدہ کے لیے پہلے گھٹنے رکھنا پھر دونوں ہاتھ پھر چہرہ رکھنا (ایسے کہ ناک پہلے پھر پیشانی)' 28-سجدہ سے اٹھتے وقت پہلے چہرہ اٹھانا (ایسے کہ پہلے پیشانی پھر ناک) پھر ہاتھ پھر گھٹنے اٹھانا' 29-سجدہ میں جاتے وقت تکبیر کہنا' 30-سجدہ سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہنا' 31-سجدہ میں سر دونوں ہاتھوں کے برابر رکھنا (یعنی ایسے کہ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے دونوں کانوں کی لو کے برابر ہوں' 32 سجدہ میں تین دفعہ سبحان ربی الاعلیٰ کہنا' 33-مرد کو اپنا پیٹ رانوں سے دور رکھنا اور دونوں کہنیوں کو پہلوؤں سے علیحدہ رکھنا اور دونوں کلائیوں کو زمین پر نہ رکھنا' 34-عورت کو پست ہو کر سجدہ کرنا اور پیٹ کو رانوں سے ملا دینا' 35-قومہ یعنی رکوع سے سیدھا کھڑے ہونا' 36-جلسہ یعنی دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا' 37-جلسہ میں دونوں ہاتھ رانوں پر رکھنا' 38-قعدہ میں داہنے پاؤں کو کھڑا کرنا اور بائیں کو بچھانا' 39-عورت کو قعدہ میں رک کر یعنی سرین پر بیٹھ کر پاؤں دائیں جانب کو نکال دینا' 40-التحیات پڑھتے ہوئے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ کے لا پر دائیں ہاتھ کی کلمہ کی انگلی کو اٹھانا' 48-(اخیر کی دونوں فرض رکعتوں میں فاتحہ پڑھنا) اس کے ساتھ کوئی سورۃ نہیں ملائیں گے جبکہ فرض نماز چار رکعتوں کی ہو اور اگر فرض نماز دو رکعتوں والی ہو تو اس کی دونوں رکعتوں میں سورۃ فاتحہ بھی اور اس کے ساتھ کوئی دوسری سورۃ بھی پڑھیں گے جبکہ مغرب کی تیسری اور آخری رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھیں

Marfat.com

گے اور سنت اور نفل کی چاروں رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ بھی پڑھیں گے 42- آخیر قعدہ میں درود شریف پڑھنا' 43 درود شریف کے بعد ایسی دعا پڑھنا جس کے الفاظ قرآن وسنت کے الفاظ کے مشابہ ہوں' 44- دائیں بائیں سلام پھیرنا' 45- سلام میں امام کو مقتدی اور فرشتوں اور نیک جنوں کی نیت کرنا' 46- مقتدی سلام کرتے وقت اپنے امام کی (جس جانب میں ہو اور اگر بالکل اپنے سامنے ہو تو دونوں جانب میں) اور تمام مقتدیوں کی خواہ وہ جنات ہوں یا انسان اور کراماً کاتبین کی نیت کرنا' 47- تنہا نماز پڑھنے والے کو صرف فرشتوں کی نیت کرنا' 48- دوسرے سلام کو پہلے سے ذرا آہستہ کہنا' 49 مقتدی کو امام کے سلام کے ساتھ سلام پھیرنا' 50- دائیں جانب پہلے سلام پھیرنا' 51- مسبوق کو امام کے دونوں سلاموں کے بعد کھڑا ہونا۔

مستحباتِ نماز

مستحبات جمع ہے مستحب کی بمعنی دوست رکھنا۔ فقہاء حضرات کی اصطلاح میں وہ فعل جس کا ثواب حضور سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا ہو یا کبھی خود بھی کیا ہو۔ 1- مرد کو دونوں ہتھیلیوں کو دونوں آستینوں سے تکبیر تحریمہ کے وقت باہر نکالنا' 2- نمازی کو قیام کے وقت سجدہ والی جگہ پر نظر رکھنا اور رکوع میں قدم کی پشت پر اور سجدہ میں ناک کے نتھنوں کی طرف اور بیٹھنے کے وقت گود کی طرف (بعض کی روایت ہے کہ اپنے ہاتھوں کی طرف) اور سلام پھیرنے کے وقت دونوں کندھوں کی طرف نظر رکھنا' 3- کھانسی کو جہاں تک ہو سکے ضبط کرنا' 4- جماہی کے وقت منہ بند رکھنا۔

نماز میں بارہ ہزار چیزیں

نماز معنی پرستش نیاز اور چیزوں سے یہاں مراد ہے علم' عمل' وضو' نیت' قبلہ کی طرف رخ وغیرہ کرنا۔ صوفیاءِ کرام کہتے ہیں کہ نماز میں بارہ ہزار چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

صرف بارہ چیزوں میں منضم فرمایا ان بارہ کی رعایت ضروری ہے تا کہ نماز مکمل ہو جائے اور اس کا پورا فائدہ حاصل ہو۔

اول علم

حضور سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ علم کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی جہل کی حالت کے بہت سے عمل سے افضل ہے۔

دوسرے وضو تیسرے لباس چوتھے وقت پانچویں قبلہ کی طرف منہ کرنا' چھٹے نیت' ساتویں تکبیرِ تحریمہ' آٹھویں نماز میں کھڑا ہونا' نویں قرآنِ مجید پڑھنا' دسویں رکوع' گیارہویں سجدہ' بارہویں التحیات میں بیٹھنا اور ان سب کی تکمیل اخلاص کے ساتھ ہے۔

پھر ان بارہ کے تین تین جزو ہیں۔

علم

علم کے تین جزو ہیں اور وہ یہ ہیں کہ فرضوں اور سنتوں کو علیحدہ علیحدہ معلوم کرے۔ دوسرے یہ معلوم کرے کہ وضو اور نماز میں کتنی چیزیں فرض ہیں اور کتنی سنت ہیں۔ تیسرے یہ معلوم کرے کہ شیطان کس کس مکر سے نماز میں رخنہ ڈالتا ہے۔

وضو

وضو کے بھی تین جزو ہیں۔

اوّل یہ کہ دل کو کینہ اور حسد سے پاک کر لے جیسا کہ ظاہری اعضاء کو پاک کر رہا ہے۔ دوسرے ظاہری اعضاء کو گناہوں سے بھی پاک رکھے۔ تیسرے وضو کرنے میں اسراف کرے اور نہ کوتاہی۔

لباس

لباس کے بھی تین جزو ہیں اوّل یہ کہ حلال کمائی سے' دوسرے نیت کے موافق ہو کہ

Marfat.com

ٹخنے وغیرہ ڈھکے ہوئے نہ ہوں، تکبر اور بڑائی کے طور پر نہ پہنا ہو۔

وقت

وقت میں بھی تین چیزوں کی رعایت ضروری ہے۔

اوّل یہ کہ دھوپ ستاروں وغیرہ کی خبر گیری رکھے تاکہ اوقات صحیح معلوم ہو سکیں (اور ہمارے زمانے میں اس کے قائم مقام گھڑی اور گھنٹے ہو گئے ہیں) دوسرے اذان کی خبر رکھے، تیسرے دل میں ہر وقت نماز کے وقت کا خیال رکھے، کبھی ایسا نہ ہو کہ وقت گزر جائے اور پتہ بھی نہ چلے۔

قبلہ کی طرف رخ کرنا

اس میں بھی تین چیزوں کی رعایت ہے۔ اوّل یہ کہ ظاہری بدن سے ادھر متوجہ ہوں۔ دوسرے یہ کہ دل سے اللہ کی طرف توجہ رکھیں کہ دل کا کعبہ وہی ہے تیسرے مالک کے سامنے ہمہ تن متوجہ ہونا چاہیے اس طرح متوجہ ہو۔

نیت

نیت میں بھی تین چیزوں کا محتاج ہے۔ اوّلی یہ کہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ کے سامنے کھڑا ہے اور وہ دیکھتا ہے تیسرے یہ کہ وہ دل کی حالت کو بھی دیکھتا ہے۔

تکبیرِ تحریمہ

تکبیرِ تحریمہ کے وقت بھی تین چیزوں کی رعایت کرنا ہے۔ اوّل یہ کہ نگاہ سجدے کی جگہ ہو۔ دوسرے دل میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے کا خیال کرے۔ تیسرے کسی دوسرے طرف متوجہ نہ ہو کہتے ہیں کہ جو شخص نماز میں ادھر ادھر متوجہ ہو اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص بڑی مشکل سے دربانوں کی منت سماجت کر کے [illegible] اور جب رسائی ہو اور بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہو تو وہ ادھر ادھر [illegible] طرف کیا توجہ کرے گا۔

قرآنِ مجید پڑھنا

قرأت میں تین چیزوں کی رعایت ہے اوّل صحیح ترتیل سے پڑھے' دوسرے اس کے معنی پر غور کرے' تیسرے جو پڑھے اس پر عمل کرے۔

رکوع

اس میں بھی تین چیزیں ہیں اوّل یہ کہ کمر کو رکوع میں بالکل سیدھا رکھے نہ نیچا کرے نہ اونچا (علماء نے لکھا ہے کہ سر کمر اور سرین تینوں چیزیں برابر رہیں) دوسرے ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر قدرے چوڑی کر کے گھٹنوں پر رکھے۔ تیسرے تسبیحات کو عظمت اور وقار سے پڑھے۔

سجدہ

سجدہ میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے اوّل یہ کہ دونوں ہاتھ سجدہ میں کانوں کے برابر رہیں دوسرے ہاتھوں کی کہنیاں کھڑی رہیں۔ تیسرے تسبیحات کو عظمت سے پڑھے۔

التحیات میں بیٹھنا

بیٹھنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے اوّل یہ کہ دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بائیں پاؤں پر بیٹھے۔ دوسرے یہ کہ عظمت کے ساتھ معنی کی رعایت کر کے تشہد پڑھے کیونکہ اس میں حضور سرکارِ دوعالم ﷺ پر سلام ہے اور مؤمنین کے لیے دعا ہے پھر فرشتوں پر اور دائیں بائیں جانب جو لوگ ہیں ان پر سلام کی نیت کرے۔

اخلاص

اخلاص کے بھی تین جزو ہیں اوّل یہ کہ اس کی نماز میں اللہ ربّ العزت کی خوشنودی مقصود ہو۔ دوسرے یہ سمجھے کہ اللہ ربّ العزت ہی کی توفیق سے یہ نماز ادا ہوئی' تیسرے اس پر ثواب کی امید رکھے۔

Marfat.com

نماز میں خیر اور برکت

خیر معنی نیکی، بھلائی، برکت معنی زیادتی، افزائش و نیک بختی یہ حقیقت ہے کہ نماز میں بڑی خیر اور بڑی برکت ہے اس کا ہر ذکر بہت سی خوبیوں کو اور اللہ تعالیٰ کی بڑائیوں کو لیے ہوئے ہیں ایک سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ ہی کو لے لیجئے جو سب سے پہلی دعا ہے کہ کتنے فضائل پر حاوی ہے (یا اللہ تیری پاکی بیان کرتا ہوں کہ تو ہر عیب سے پاک ہے ہر برائی سے دور ہے) وَبِحَمْدِكَ جتنی تعریف کی باتیں ہیں اور جتنے بھی قابلِ مدح امور ہیں وہ سب تیرے لیے ثابت ہیں اور تجھے زیبا ہیں وَتَبَارَكَ اسْمُكَ تیرا نام بابرکت ہے۔ اور ایسا بابرکت ہے کہ جس پر تیرا نام لیا جائے وہ بھی بابرکت ہو جاتا ہے وَتَعَالٰى جَدُّكَ تیری شان بہت بلند ہے، تیری عظمت سب سے بالا تر ہے۔ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں نہ کوئی ذات پرستش کے لائق کبھی ہوئی نہ ہوگی اسی طرح رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ میرا عظمت اور بڑائی والا ربّ ہر عیب سے بالکل پاک ہے اس کی بڑائی کے سامنے اپنی عاجزی اور بے چارگی کا اظہار ہے کہ گردن کا بلند کرنا غرور اور تکبر کی علامت ہے اور اس کا جھکا دینا نیاز مندی اور فرمانبرداری کا اقرار ہے تو رکوع میں گویا اس کا اقرار ہے کہ تیرے احکام کے سامنے اپنے آپ کو جھکاتا ہوں اور تیری اطاعت اور بندگی کو اپنے سر پر رکھتا ہوں۔ میرا یہ گنہگار جسم تیرے سامنے حاضر ہے اور تیری بارگاہ میں جھکا ہوا ہے تو بے شک بڑائی والا ہے اور تیری بڑائی کے سامنے میں سرنگوں ہوں۔

اسی طرح سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى میں بھی اللہ تعالیٰ کی بے حد رفعت و بلندی کا اقرار ہے اور اس بلندی کے ساتھ ہر برائی اور عیب سے پاکی کا اقرار ہے اپنے اس سر کو اس کے سامنے ڈال دینا ہے جو سارے جسمانی اعضاء میں اشرف شمار کیا جاتا ہے اور اس میں محبوب ترین چیزیں آنکھ کان ناک اور زبان ہیں گویا اس کا اقرار ہے کہ میری [illegible]

Marfat.com

اشرف اور محبوب چیزیں تیرے حضور میں حاضر اور تیرے سامنے زمین پر پڑی ہوئی ہیں اس امید پر کہ تو مجھ پر فضل فرمائے اور رحم کرے اور اس عاجزی کا پہلا ظہور اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر مؤدب کھڑے ہونے میں تھا اس پر ترقی اس کے سامنے سر جھکا دینے میں تھی اور اس پر بھی ترقی اس کے سامنے زمین پر ناک رگڑنے اور سر رکھ دینے میں ہے اسی طرح پوری نماز کی حالت میں اور حق یہ ہے کہ پہلی اصلی ہیئت نماز کی ہے۔ اور یہی ہے وہ نماز جو دین و دنیا کی فلاح و بہبود کا زینہ ہے اللہ ربّ العزت اپنے لطف و کرم سے مجھے اور سب مسلمانوں کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

نمازِ باجماعت کا فائدے

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں بہت سے فائدے ہیں۔

1- ایک نماز پر ستائیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔

2- پانچوں وقت مسلمانوں کا آپس میں ملنا ہوتا ہے۔

3- اس کی وجہ سے آپس میں اتفاق ومحبت ہوتا ہے۔

4- دوسروں کو نماز پڑھتے دیکھ کر عبادت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

5- بزرگوں کی برکت سے نمازِ گنہگاران کا قبول ہونا۔

6- بیماروں اور غریبوں کا حال معلوم ہوتا رہتا ہے۔

7- ملکر نماز پڑھنے سے ایک خاص شان کا ظاہر ہونا۔

جماعت میں نہ شریک کن کے لیے جائز ہے

شریعت نے کچھ لوگوں کو نمازِ باجماعت میں شریک نہ ہونے کی اجازت دی ہے' دینِ اسلام دینِ فطرت ہے۔ اسلام نے کوئی بھی ایسا حکم نہیں فرمایا جو انسان نہ کرسکتا ہو۔ تاہم اگر یہ لوگ جن کو جماعت میں نہ شریک ہونا جائز ہے اگر کوئی مجبوری اور عذر ایسا ہو جس کو وہ آسانی سے دور کرسکتا ہو تو بہتر ہے مگر عذر کا بہانہ بنانا بہتر نہیں ہے۔

Marfat.com

1- عورتوں کو مسجد میں آنا اور جماعت سے نماز پڑھنا منع ہے 2- نابالغ بچے 3- بیمار 4- بیمار کی خدمت کرنے والا 5- وہ اولاً لنگڑا اور اپاہج جس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں 6- بہت ضعیف العمر 7- اندھا

کونسی نمازوں میں جماعت سنتِ مؤکدہ ہے

جماعت سنتِ مؤکدہ ہے بعض علماء تو جماعت کو فرض اور واجب قرار دیتے ہیں لیکن اتفاق اسی بات پر ہے کہ جماعت سنتِ مؤکدہ ہے اور سنتِ مؤکدہ وہ سنت ہے جس کا ترک کرنے والا گنہگار ہوتا ہے اس لیے جماعت سے نماز پڑھنے کی تاکید ہے تمام فرض نمازوں میں جماعت سنتِ مؤکدہ ہے۔ نمازِ تراویح میں سنتِ کفایہ ہے جبکہ رمضان شریف میں نمازِ وتر کی جماعت مستحب ہے۔

امام

امام بمعنی پیشوا سب نمازیوں سے آگے ایک شخص کھڑا ہو کر نماز پڑھاتا ہے اس کو پیش امام کہتے ہیں۔ اور جو لوگ امام کے پیچھے جماعت میں نماز پڑھتے ہیں ان کو مقتدی کہتے ہیں اور جو شخص تنہا نماز پڑھتا ہے اس کو منفرد کہتے ہیں جو شخص عاقل بالغ ہو۔ اور نماز کے مسائل سے واقف ہو۔ قرآنِ مجید اچھا پڑھتا ہو اور صالح ہو اس کو امام مقرر کرنا چاہیے۔

نابالغ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی بدعتی فاسق فاجر جاہل گنوار اور جو آدھا احتیاط نہ کرتا ہو ادھر ادھر پھرتا ہو اور حرامی کو امام بنانا مکروہ ہے عورت کے پیچھے مرد کی نماز نہیں ہوتی۔

نمازِ وتر

نمازِ وتر واجب ہے اس کے پڑھنے کی تاکید فرض نمازوں کی طرح آئی ہے اگر چھوٹ جائے تو اس کی قضا واجب ہے اور بلا عذر قصداً چھوڑنا بڑا گناہ ہے۔ نمازِ وتر کی تین رکعتیں ہیں دو رکعت پڑھ کر قعدہ کیا جاتا ہے اور التحیات پڑھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں

کر بسم اللہ شریف سورۃ فاتحہ اور دیگر کوئی سورۃ پڑھتے ہیں اس کے بعد کانوں تک دونوں ہاتھ اٹھاتے ہیں اور اللہ اکبر کہہ کر پھر دونوں ہاتھ باندھ کر دعائے قنوت پڑھتے ہیں۔ پھر دعائے قنوت پڑھ کر رکوع کر کے باقی نماز حسب قاعدہ پوری کر دیتے ہیں دعائے قنوت پڑھنی واجب ہے اور اگر وہ یاد نہ ہو تو تین مرتبہ سبحان اللہ سبحان اللہ یا پھر ربّ اغفرلی تین مرتبہ پڑھ لے مگر دعائے قنوت یاد ضرور کرے اور اگر دعائے قنوت پڑھے بغیر بھول کر رکوع میں چلا جائے تو پھر کھڑا ہو کر نہ پڑھے سہو کا سجدہ کرے۔

سنت اور نفل نماز

سنت دو قسم کی ہے ایک وہ جن کی بہت تاکید ہے اور ان کو چھوڑنا گناہ ہے ایسی سنت کو سنتِ مؤکدہ کہتے ہیں اور دوسری وہ جن کا پڑھنا ثواب ہے لیکن اگر نہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔ نوافل کی کثرت سے آدمی اللہ ربّ العزت کا مقبول بندہ اور مقرب بن جاتا ہے اس لیے جتنی نفل نماز دن رات میں پڑھ سکو پڑھ لیا کرو بشرطیکہ نماز نفل کا ممنوعہ وقت نہ ہو۔

سنتِ مؤکدہ کون کونسی ہیں

1- نمازِ فجر سے پہلے دو رکعت' 2- ظہر کے فرضوں سے پہلے چار رکعت ایک سلام کے ساتھ اور بعد فرضوں کے دو رکعت' 3- جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعت اور بعد میں چار رکعت اور بعد میں دو رکعت' 4- مغرب کے فرضوں کے بعد دو رکعت' 5- عشاء کے فرضوں کے بعد دو رکعت' 6- رمضان شریف میں بیس رکعت تراویح دس سلام کے ساتھ۔

سنتِ غیر مؤکدہ کون سی ہیں

نمازِ عصر سے پہلے چار رکعت اور عشاء کے فرضوں سے پہلے چار رکعت یہ سنتیں غیر مؤکدہ ہیں' تحیۃ الوضو دو رکعت' تحیۃ المسجد دو رکعت' تہجد کی چار' چھ یا آٹھ رکعت نمازِ استخارہ' نماز توبہ' نماز حاجت' نمازِ اشراق اور نمازِ چاشت۔

Marfat.com

نمازِ استخارہ

نمازِ استخارہ جب کسی کام کرنے کا ارادہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے خاص طور پر اس میں خیر اور بھلائی کا طلب کرنا استخارہ کہلاتا ہے۔ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ربّ العزت سے صلاح نہ لینا بدنصیبی کی بات ہے جب کوئی کام کرو' شادی' سفر' تجارت وغیرہ تو استخارہ کرلو' انشاء اللہ اس کی برکت سے وہ کام اچھا ہوگا۔ اور کبھی پشیمانی نہ ہو' استخارہ کرنے کے بعد اگر ایک مرتبہ ہی میں اطمینان ہو جائے اور تردد رفع ہو جائے تو خیر ورنہ سات مرتبہ تک کرو۔ انشاء اللہ تردد جاتا رہے گا۔ استخارہ میں کسی چیز کا نظر آنا یا خواب میں کسی کا کچھ کہنا ضروری نہیں ہے اگرچہ ایسا بھی ہوتا ہے استخارہ کی حقیقت صرف یہ ہے کہ دل کو اطمینان ہو جائے اور دل میں ایک بات مضبوطی سے آجائے بس وہی کی جائے اس میں برکت ہوگی۔

نمازِ تہجد

تہجد کی نماز کی احادیث میں بہت خوبیاں بیان کی گئی ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی بہت ترغیب دی ہے۔ بعض علماء نے نمازِ تہجد سنتِ مؤکدہ کہا ہے اس لیے خود بھی تہجد کا حتیٰ الوسع اہتمام کرنا چاہیے اور اپنے گھر والوں کو بھی اس کی ترغیب دینی چاہیے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے گا جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھتا ہے اور اپنی بیوی کو اٹھاتا ہے کہ وہ نماز پڑھے اگر وہ نہیں اٹھتی تو اس کے منہ پر پانی کا چھینٹا دیتا اور اللہ تعالیٰ ایسی عورت پر رحم فرماتا ہے جو رات کو اُٹھ کر نماز پڑھتی ہے اگر خاوند نہیں اٹھتا تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مار کر جگاتی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ رات کے اٹھنے کا اہتمام کرو یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور تمہارے رب کی طرف قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہے اور آئندہ گناہوں سے

Marfat.com

روکنے والا ہے۔ نمازِ تہجد دو رکعت سے آٹھ رکعت تک پڑھنا مسنون ہے۔

نمازِ تسبیح

حدیث شریف میں اس نماز کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اس نماز کو روزانہ پڑھیں اگر روزانہ نہ پڑھ سکیں تو ہفتہ میں ایک بار اگر ہفتہ میں بھی نہ پڑھ سکیں تو ہر ماہ میں ایک بار اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیں ورنہ اپنی زندگی میں تو ایک دفعہ ضرور پڑھنا چاہیے اگر سال میں ایک دفعہ پڑھے تو ماہِ رمضان المبارک بروزِ جمعہ نمازِ جمعہ سے قبل پڑھنی افضل ہے اس کے پڑھنے والے کو بہت ثواب ملتا ہے۔ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ نماز خاص اہتمام سے سکھائی تھی اور یہ فرمایا تھا کہ اس سے تمہارے چھوٹے بڑے گناہ سب معاف ہو جائیں گے۔ اوقاتِ مکروہ کے علاوہ دن رات میں یہ نماز ہر وقت پڑھنی جائز ہے البتہ زوال کے بعد پڑھنا افضل ہے۔

نمازِ اشراق

اشراق معنی وقتِ صبح کا بعد طلوعِ آفتاب کے ہونا بمعنی جب سورج ایک نیزہ اونچا ہو جائے یعنی سورج نکلنے کے تقریباً 20 منٹ بعد کے وقت کو اشراق کہتے ہیں۔ اشراق کا وقت تہائی دن تک رہتا ہے۔ اس وقت دو رکعت نفل پڑھنے سے ایک حج اور عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ (ترمذی شریف) حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ بلا شبہ اللہ ربّ العزت فرماتا ہے کہ اے انسان تو دن کے اوّل حصہ میں میرے لیے چار رکعتیں پڑھ میں تیرے لیے اس دن کے آخر تک کفایت کروں گا۔ اشراق کی نماز کی دو رکعت بھی آئی ہیں اور چار رکعت بھی۔

نمازِ چاشت

چاشت معنی پہر دن چڑھا ہوا دن کا تہائی حصہ گزرنے کے بعد چاشت کا وقت شروع

Marfat.com

ہو جاتا ہے اور زوال تک رہتا ہے۔ یعنی گرمیوں میں نو بجے اور سردیوں میں دس بجے شروع ہو جاتا ہے۔ کتب احادیث میں اس کی دو رکعت بھی آئی ہیں اور بارہ رکعت تک بھی روایت ہے۔

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آٹھ رکعت پڑھا کرتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ اگر میرے ماں باپ بھی قبروں سے اٹھ کر چلے آئیں تو اس نماز کو نہ چھوڑوں۔ (مشکوٰۃ شریف)

حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر آدمی پر روزانہ صبح کو ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کرنا ضروری ہوتا ہے سو ہر سبحان اللہ صدقہ ہے ہر الحمدللہ صدقہ ہے ہر اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے۔ ہر لا الہ صدقہ ہے۔ ہر بھلائی کا حکم کرنا صدقہ ہے۔ ہر برائی سے روکنا صدقہ ہے اور چاشت کی دو رکعتیں پڑھ لینا ان سب کی طرف سے کافی ہے۔

نمازِ استسقاء

استسقاء معنی طلبِ سیرابی کے لیے پانی طلب کرنا ہے اور شریعت میں خاص طریق سے بارانِ رحمت کی دعا مانگنا ہے جب بارش بند ہو جائے یا نہ ہو رہی ہو اور لوگ پانی کی کمی کی وجہ سے تنگ ہو جائیں اور نہریں، نالے، کنویں نہ ہوں اور اگر ہوں بھی لیکن انسانوں، جانوروں اور کھیتوں کے لیے ان کا پانی کافی نہ ہو تو نماز استسقاء پڑھی جاتی ہے لیکن پانی ان کا کافی ہے تو بلاضرورت نمازِ استسقاء نہ پڑھی جائے۔ استسقاء کی حقیقت دعا اور استغفار ہے۔

لہٰذا جب بارش نہ ہو تو لوگوں کو استغفار اور توبہ کرنی چاہیے، زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے چاہئیں اور دل سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے۔ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ دعا قبول فرمائے گا اور رحمت کی بارش برسائے گا۔ مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے تین روزے رکھیں، صدقہ کریں چوتھے روز تمام مسلمان مع بچوں اور بوڑھوں اور جانوروں

Marfat.com

کے پا پیادہ نہایت خشوع اور عاجزی کے معمولی لباس میں جنگل میں جائیں اور توبہ کریں اپنے ساتھ کسی کافر کو نہ لے جائیں پھر دو رکعت نفل بغیر آذان و تکبیر کے باجماعت پڑھیں۔ امام آواز سے قرأت کرے نماز کے بعد دو خطبے پڑھے جس طرح عیدین میں پڑھتا ہے۔ پھر امام قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جائے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ ربّ العزت سے بارش کی دعا کرے اور امام کی دعا پر آمین کہیں۔ تین روز متواتر ایسا ہی کریں تین روز سے زیادہ نہ کریں اگر نماز استسقاء کے لیے نکلنے سے پہلے بارش ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے نکلیں۔

استسقاء کی دعا

اللهم اسقنا غيثا مغيثا هنيئاً هريئاً غدقا مجللا سحا طبقا دائما

سورج گرہن کی نماز

جب سورج گرہن ہو تو دو رکعت نماز نفل پڑھنا اور صدقہ کرنا مسنون ہے یہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ اذان و تکبیر کچھ نہ کہی جائے ویسے ہی لوگوں کو اطلاع کر دی جائے۔ اس نماز میں بڑی بڑی سورتیں (جیسے سورۃ بقرہ اور آلِ عمران)۔

پڑھنا مسنون ہے اس نماز کے رکوع اور سجود لمبے لمبے کرنے چاہیں قرأت اس نماز میں آہستہ پڑھی جائے نماز کے بعد امام دعا مانگے اور سب مقتدی آمین کہیں۔ جب تک گرہن ختم نہ ہو دعا مانگتے رہیں ہاں اگر ایسی حالت میں غروب ہو جائے یا کسی نماز کا وقت آجائے تو دعا موقوف کر کے فرض نماز ادا کریں۔ یہ نماز مکروہ وقت میں نہ پڑھی جائے صرف دعا مانگ دی جائے۔ اس کو نمازِ کسوف بھی کہتے ہیں۔

چاند گرہن کی نماز

چاند گرہن کے وقت بھی دو رکعت مسنون ہے مگر اس میں جماعت مسنون نہیں ہے۔

Marfat.com

سب لوگ علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے گھروں میں پڑھیں' مساجد میں جمع نہ ہوں اس [illegible]
خسوف بھی کہتے ہیں۔ چاند گرہن کے وقت بھی چاند صاف ہونے تک نماز پڑھتے رہیں۔
پہلے زمانہ کے لوگوں کا خیال تھا کہ چاند اور سورج کسی بڑے آدمی کے پیدا ہونے یا مرنے کی وجہ سے گرہن ہوتے ہیں اس کی حضور سرکارِ دو عالم ﷺ نے تردید فرمائی۔

بخاری شریف میں ہے کہ حبیب خدا ﷺ نے چاند و سورج کے گرہن کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ دو نشانیاں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے یہ کسی کے مرنے یا پیدا ہونے کی وجہ سے نہیں ہوتی ہیں بلکہ ان کے ذریعہ سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔

جب تم ان میں سے کسی کو دیکھو تو گھبرا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور اس کی بڑائی بیان کرو۔ نماز پڑھو اور صدقہ کرو یہ صدقہ گناہوں کی معافی کے لیے ہے۔ چاند اور سورج کا قرض اتارنے کے لیے نہیں ہے جیسا کہ کافروں میں مشہور ہے کہ چاند اور سورج پر بھنگیوں کا قرض واجب ہے لہٰذا اس کو ادا کر کے ان کی جان چھڑاؤ یہ سراسر غلط ہے۔

نمازِ حاجت

جب کوئی مصیبت آئے آندھی آئے کوئی خوف ہو زلزلہ آئے یا بارش زیادہ ہو اور نقصان کا ڈر ہو تو علیحدہ علیحدہ نماز پڑھ کر دعا کریں۔ نماز پڑھنے سے سب مصیبتیں دور ہو جاتی ہیں اور ضرورتیں پوری ہوتی ہیں جب کوئی ایسی بات پیش آتی تھی تو رسول اللہ ﷺ جلدی سے نماز کی طرف توجہ فرماتے۔

نمازِ تراویح

تراویح جمع ہے ترویحہ کی معنی راحت اور آرام حاصل کرنا ہے چونکہ چار رکعت پڑھ کر تھوڑی دیر آرام لیتے ہیں اس وجہ سے اس کو تراویح اور ہر چار رکعت کو ترویحہ کہتے ہیں۔

Marfat.com

نمازِ تراویح رمضان المبارک میں عشاء کے فرض پڑھنے کے بعد مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے سنتِ مؤکدہ ہے اور جماعت سے پڑھنا سنتِ کفایہ ہے۔ یعنی اگر محلّہ کی مسجد میں تراویح کی جماعت ہوتی ہے تو پھر اگر کوئی گھر پر پڑھ لے تو گنہگار نہ ہوگا لیکن جماعت کے ثواب سے محروم رہے گا اگر مسجد میں تراویح کی جماعت نہ ہوتی ہو تو سب گناہگار ہوں گے۔ نمازِ تراویح کا وقت نمازِ عشاء کے بعد سے فجر تک ہے۔ نمازِ وتر سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی تراویح کا وقت ہے۔ یعنی اگر کسی کی کچھ تراویح رہ گئیں اور وتر کی جماعت ہونے لگی تو وتر میں شریک ہو جائے اور وتر کے بعد تراویح پوری کر لے۔ نمازِ تراویح کی بیس رکعتیں دس سلاموں کے ساتھ مسنون ہیں یعنی دو دو رکعتوں کی نیت کرے اور ہر ترویحہ یعنی چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر آرام لینا مستحب ہے جب درمیان میں آرام کے لیے بیٹھے تو اختیار ہے کہ خاموش رہے یا قرآنِ مجید آہستہ پڑھے یا تسبیح پڑھے یا اکیلا نفل پڑھ لے۔

قضائے نماز

اگر نماز وقتِ مقررہ پر پڑھے تو اس کو ادا کہتے ہیں اگر وقت گزر گیا اور پھر پڑھی تو اس کو قضاء کہتے ہیں تمام فرض نمازوں کی قضاء فرض اور واجب کی واجب اور بعض سنتوں کی قضاء سنت ہے قصداً بلا عذر نماز فرض یا واجب کو اس کے وقت پر ادا نہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور سنتِ مؤکدہ وقت پر ادا نہ کرنے کا گناہ اس سے ذرا کم ہے اگر کبھی بلا ارادہ نماز قضاء ہو جائے یا بھول جائے یا سوتے میں رہ جائے تو یاد آنے پر یا موقع ملنے پر فوراً ادا کرنی چاہیے۔ البتہ وقتِ مکروہ میں نہ پڑھی جائے۔ قضاء نماز کی نیت اس طرح کرنی چاہیے کہ میں فلاں روز کی فجر کی یا ظہر کی نماز قضاء پڑھتا ہوں صرف یہ نیت کافی نہ ہوگی کہ فجر یا ظہر کی قضاء پڑھتا ہوں۔

Marfat.com

صاحب ترتیب

جس شخص کی کوئی نماز قضاء نہیں ہوئی یا ہوئی تھی مگر ادا کر لی یا چھ نمازوں سے کم ایک یا دو یا تین یا چار یا پانچ نمازیں قضاء اس کے ذمہ ہیں۔ تو ایسے شخص کو صاحب ترتیب کہتے ہیں یعنی جب تک وہ قضاء نماز ترتیب وار نہ پڑھ لے اس وقت تک اس کی دوسری نماز نہ ہوگی۔ البتہ اگر قضاء پڑھنی بھول جائے یا اس وقت اتنا تنگ وقت ہے کہ قضاء نماز پڑھے گا تو اس وقت ادا نماز قضاء ہو جائے گی تو اس صورت میں پہلے ادا پڑھے اس کے بعد پھر قضاء پڑھے اور جس کے ذمہ چھ نمازیں قضاء ہوں اس کے لیے ترتیب ضروری نہیں ہے وہ جس طرح چاہے پڑھے جس کے وتر قضاء ہو جائیں وہ بغیر وتر ادا کیے فجر کی نماز نہ پڑھے کیونکہ اس میں بھی ترتیب ضروری ہے۔

کسوف اور خسوف

فقہاء سورج گرہن کو کسوف اور چاند گرہن کو خسوف کہتے ہیں۔ امام زہری ابنِ شہاب نے لکھا ہے کہ یہی فصیح ہے جبکہ امام بخاری کا یہی مقصود ہے کہ شرعاً کوئی ممانعت نہیں جس کو چاہے کسوف کہے اور جس کو چاہے خسوف کہے یا دونوں کے لیے کسوف اور خسوف میں سے جس لفظ کو چاہیے استعمال کیجئے۔ (صحیح بخاری) سورج گرہن کی نماز جماعت کے ساتھ اس میں اختلاف ہے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک سورج گرہن اور چاند گرہن دونوں کی نمازوں میں جماعت مسنون نہیں اور امام مالک کے نزدیک سورج گرہن میں جماعت مسنون ہے۔ چاند گرہن میں مسنون نہیں۔ (صحیح بخاری اردو حاشیہ)

کون سی نمازوں کی قضاء پڑھی جائے

قضاء صرف فرض نمازوں اور وتر کی پڑھی جاتی ہے۔ سنتوں کی قضاء نہیں ہے۔ البتہ اگر فجر کی نماز قضا ہو جائے تو اگر دوپہر سے پہلے پہلے قضاء پڑھے تو سنت و فرض دونوں کی

Marfat.com

قضاء پڑھے اور اگر دوپہر کے بعد قضاء پڑھے تو فقط دو رکعت فرض قضاء پڑھے اگر فجر کی سنتیں وقت کے تنگ ہونے کی وجہ سے رہ گئی تھیں تو سورج اونچا ہونے کے بعد دوپہر سے پہلے پہلے پڑھ لے۔

سجدۂ سہو کن چیزوں سے واجب ہوتا ہے

کسی واجب کے چھوٹ جانے سے یا واجب میں دیر کرنے سے یا کسی فرض میں دیر کرنے سے یا کسی فرض اپنی جگہ بدل دینے میں سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے یہ چیزیں اگر بھول کر کرے تو سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اگر قصداً کرے تو سجدۂ سہو سے وہ نقصان دور نہیں ہوتا اور قصداً کرنے کی حالت میں سجدۂ سہو نہیں ہوتا اگر کئی چیزیں ایسی ہوگئیں جن سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے تو سب کے لیے ایک ہی مرتبہ دو سجدے سہو کے کافی ہیں۔

سجدۂ سہو کرنے والی چیزیں

سجدۂ سہو کی بہت سی چیزیں ہیں جن کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یہاں پر وہ چند چیزیں بیان کی جاتی ہیں جو اکثر ہوتی رہتی ہیں۔

1- فرض نماز کی پہلی رکعت یا دوسری رکعت یا دونوں میں اور واجب یا سنت یا نفل نمازوں میں کسی ایک یا زیادہ رکعتوں میں سورۃ فاتحہ چھوٹ جائے۔

2- ان ہی رکعت میں سورۃ فاتحہ کو یا اس کے اکثر حصہ کو پے درپے مقرر پڑھنا۔

3- سورۃ فاتحہ سے پہلے کوئی اور سورت پڑھنا۔

4- تعدیلِ ارکان بھول جانا۔

5- پہلا قعدہ بھول جانا۔

6- دو رکوع کر دینا

7- سجدے کرنا دو سے زیادہ

Marfat.com

8- قعدۂ اولیٰ (یعنی اوّل) یا قعدۂ اخیرہ میں التحیات چھوٹ جانا

9- قعدۂ اولیٰ میں التحیات کے بعد درود شریف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ تک پڑھ جانا یا اتنی دیر خاموش بیٹھا رہنا۔

10- جہری نماز میں امام کا آہستہ قرأت کرنا

11- سری نماز میں امام کا جہر کرنا

12- التحیات کی جگہ الحمد یا کوئی چیز پڑھ جانا وغیرہ۔

بیمار کی نماز

صحت ہو یا بیماری نماز کو کسی حالت میں چھوڑنا جائز نہیں جب تک کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا ہو کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور جب کھڑا ہو کر نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھے۔ بیٹھے بیٹھے رکوع کر کے دونوں سجدے کرے رکوع کے لیے اتنا جھکے کہ پیشانی گھٹنوں کے برابر ہو جائے اگر رکوع وسجدہ کرنے کی بھی قدرت نہ ہو تو لیٹ کر نماز پڑھے اور سجدہ رکوع سر کے اشارہ سے ادا کرے اور سجدہ کے لیے رکوع سے زیادہ سر جھکائے۔ اگر سر سے بھی اشارہ نہ کر سکتا ہو۔ تو اگر ایک دن رات سے زیادہ یہی حالت رہے تو نماز معاف ہے۔ اچھا ہونے کے بعد اس کی قضاء واجب نہیں اور اگر ایک دن رات یا اس سے کم ایسی حالت رہی تو اس کی قضا واجب ہے۔

لیٹ کر نماز پڑھنے کا طریقہ

لیٹ کر نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ چت لیٹے اور پاؤں قبلہ کی طرف کر لے اور پاؤں پھیلائے نہیں بلکہ گھٹنے کھڑے کرے اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر سر کو ذرا اونچا کرے اور رکوع وسجدہ کے لیے اشارہ کرے یہی صورت افضل ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ دائیں کروٹ یا بائیں کروٹ پر لیٹ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے اشارہ سے نماز پڑھے۔

Marfat.com

مسافر کی نماز

مسافر شریعت میں اس شخص کو کہتے ہیں جو تین منزل کے سفر کا ارادہ کر کے چلے اس سے کم سفر والے کو شرعاً مسافر نہ کہیں گے اور اس کی نماز وغیرہ کے لیے مسافر کا حکم نہ ہو گا۔ تین منزل کا مطلب یہ ہے کہ اکثر پیدل چلنے والے درمیانی چال سے اپنی منزل پر تین روز میں پہنچتے ہوں اگر کوئی شخص ریل گاڑی جہاز' موٹر سائیکل اور گھوڑے سے جلدی پہنچ جائے تو وہ بھی مسافر ہی ہو گا۔ تین منزل کا اندازہ میلوں کے اعتبار سے اڑتالیس میل انگریزی ہے جب کوئی شخص تین منزل یا اس سے زیادہ کا ارادہ کر کے چلا اور شہر کی آبادی سے باہر ہو گیا تو شرعاً مسافر بن گیا جب تک شہر کی آبادی میں ہے۔ مسافر نہ ہوگا۔ اسٹیشن وغیرہ اگر آبادی میں ہے تو وہ آبادی کے حکم میں ہے اگر آبادی سے باہر ہے تو وہاں پہنچ کر مسافر ہو جائے گا۔

قصرِ نماز

مسافر کے لیے حکم ہے کہ ظہر' عصر اور عشاء کی نماز کے فرض بجائے چار رکعت کے دو رکعت پڑھے ان دو رکعت پڑھنے کو قصر کہتے ہیں۔ مغرب کے تین فرض اور وتر کی سفر میں بھی تین ہی رکعت پڑھی جاتی ہیں اور سنتِ مؤکدہ اگر اطمینان کی حالت میں ہو اور جلدی بھی نہ ہو تو پڑھ لے ورنہ چھوڑ سکتا ہے۔ جب تک سفر کرتا رہے اور کسی شہر یا قصبہ اور گاؤں وغیرہ میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت نہ ہو تو اس وقت تک نماز قصر کرتا رہے اور جب کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لی تو نیت کرتے ہی مقیم ہو جائے گا اور سب نمازیں پوری پڑھنی ہوں گی اگر کسی جگہ مسافر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کرتا ہے تو وہ مسافر ہی رہے گا ایسے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت تو نہیں کی مگر آج کل کرتے کرتے پندرہ دن یا زیادہ ہو گئے تو نماز قصر ہی پڑھنا ہو گی خواہ کتنے ہی دن گزر جائیں مسافر جب اپنے

Marfat.com

وطن کی آبادی میں داخل ہو جائے تو پھر پوری نماز پڑھے۔

نمازِ فرض میں دو رکعت کا اضافہ

ابتدائے اسلام میں نمازِ فرض میں دو ہی رکعت تھیں لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے دو رکعت کا اور اضافہ فرما دیا ایک حدیث شریف میں ہے۔ اُمّ المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ ربّ العزت نے جب نماز فرض کی تھی تو دو رکعتیں فرض کی تھیں (حضر میں بھی اور سفر میں (بھی) تو سفر کی نماز (اپنی اصلی حالت پر) قائم رکھی گئی اور حضر کی نماز میں زیادتی کر دی گئی (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ)

ایامِ قیامِ مکہ میں دو ہی رکعتوں کا حکم رہا ہے سنہ اوّل میں دو رکعتوں کا اضافہ ہوا

ستر چھپانا

ستر معنی پوشیدی چیز مرد کو ناف سے گھٹنے تک اپنا بدن چھپانا فرض ہے۔ نماز میں بھی فرض ہے اور نماز کے علاوہ بھی فرض ہے جبکہ عورت کو دونوں ہتھیلیوں اور دونوں پاؤں اور چہرہ کے سوا تمام بدن چھپانا فرض ہے۔ لیکن عورت کو نمازِ میں منہ چھپانا فرض نہیں بلکہ غیر مردوں کے سامنے چہرے کا آنا ناجائز ہے۔ اگر کسی کے پاس کپڑا بالکل نہ ہو تو وہ کسی چیز سے بدن کو چھپائے مثلاً ٹاٹ یا درختوں کے پتے وغیرہ اور جب کچھ بھی نہ ملے تو ننگا بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع وسجود اشارہ سے کرے۔

سترہ

نمازی جب کسی ایسے مقام پر نماز پڑھے جہاں سامنے سے کسی آدمی کا گزر جانا بھی ممکن ہو تو اسے اپنے سامنے کوئی لکڑی یا نیزہ گاڑ لینا چاہیے اسے سترہ کہتے ہیں تاکہ نماز کی حالت میں اگر کوئی شخص اس کے سامنے سے گزر جائے تو وہ گنہگار نہ ہوگا نماز پڑھنے والے اور سترہ کے درمیان کس قدر فاصلہ ہونا چاہیے۔

Marfat.com

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز پڑھنے کی جگہ اور دیوار کے درمیان ایک بکری کے نکل جانے کے بقدر فاصلہ ہوتا تھا۔ (صحیح بخاری)

ایک حدیث ہے حضرت عون ابی جحیفہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطحا میں لوگوں کو نماز پڑھائی ظہر کی دو اور عصر کی دو رکعت اس حالت میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک نیزہ گڑا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے عورت اور گدھے نکل رہے تھے۔ (صحیح بخاری جلد اوّل)

گھر میں نفل نماز

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ نمازیں اپنے گھروں میں پڑھا کرو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ۔ (صحیح بخاری)

یعنی نفل نمازیں اپنے اپنے گھروں میں ہی پڑھنی چاہئیں اس سے یہ فائدہ بھی ہے کہ گھر کے بچے اور خواتین جب آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھیں گے تو ان کو بھی نماز پڑھنے کا شوق پیدا ہوگا۔

ایک وقت میں دو نمازیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی آفتاب ڈھلنے سے پہلے سفر کرتے تو ظہر کی نمازِ عصر کے وقت تک ہٹا دیتے پھر دونوں کو ایک ساتھ پڑھ لیتے اور (جب سفر کرنے سے پہلے) آفتاب ڈھل جاتا تو ظہر کی نماز پڑھ لیتے اس کے بعد سواری فرماتے۔ (صحیح بخاری)

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک دو نمازوں کا ایک ساتھ پڑھنا کسی وقت اور کسی حالت میں درست نہیں ہے۔ سوائے دو مقامات کے ایام حج میں مزدلفہ اور عرفات میں ان کا کہنا یہ ہے کہ دو نمازیں ایک ہی وقت میں نہیں پڑھی گئیں بلکہ ایک نماز اپنے ہی وقت

Marfat.com

کے آخری حصے میں اور دوسری اپنے ہی وقت کے اوّل حصے میں اس طرح دے دونمازیں ایک ساتھ جمع ہو گئیں اور یہی عمل جائز ہے۔ (صحیح بخاری اردو حاشیہ جلد اوّل)

نمازِ سری

نمازِ سری وہ فرض نمازیں ہیں جن میں امام نماز پڑھاتے وقت قرأتِ قرآن مجید خاموشی کے ساتھ ادا کرتا ہے یعنی قرأت خود بخود آہستہ پڑھتا ہے اور پیچھے تمام مقتدی بھی خاموش کھڑے رہتے ہیں مثلاً نمازِ ظہر اور نمازِ عصر۔

نمازِ جہری

نمازِ جہری وہ فرض نمازیں ہیں جن میں نماز پڑھتے وقت قرأتِ قرآنِ مجید امام بلند آواز سے پڑھتا ہے اور پیچھے تمام مقتدی خاموشی کے ساتھ اپنے امام کے پیچھے جماعت میں کھڑے رہتے ہیں جیسے فجر' مغرب اور عشاء ان کے علاوہ نمازِ جمعہ' عیدین کی نمازیں اور رمضان المبارک میں تراویح اور نمازِ وتر لیکن ان جہری نمازوں میں نماز کی پہلی دو رکعتوں میں صرف امام پہلے سورت فاتحہ اور اس کے ساتھ قرآنِ مجید کی دیگر کوئی سورت بلند آواز سے ادا کرتا ہے آخیر کی باقی دو یا ایک رکعت میں امام صرف سورت فاتحہ پڑھتا ہے اور وہ بھی بلند آواز سے رمضان المبارک میں بعدِ تراویح۔

نمازی کے آگے سے گزرنا

اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے آگے سے نہیں گزرنا چاہیے کیونکہ نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو بہت بڑا گناہ ہوتا ہے۔

حضرت بشر بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت زید بن خالد نے ان کو ابوجہیم کے پاس بھیجا تا کہ ان سے پوچھیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے والے

Marfat.com

کے آگے سے نکل جانے والے کے بارے میں کیا سنا ہے تو ابو جہیم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر نماز پڑھنے والے کے آگے سے نکلنے والا یہ جان لیتا کہ اس پر کس قدر گناہ ہے تو بے شک اسے چالیس دن تک کھڑا رہنا بھلا معلوم ہوتا اس بات سے کہ اس کے سامنے سے نکل جائے۔

حضرت ابو نضر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ چالیس دن کہا یا چالیس مہینے یا چالیس برس۔

نمازِ عیدین

دونوں عیدوں کی نماز واجب ہے اور جن لوگوں پر جمعہ کی نماز فرض ہے ان ہی پر عید کی نماز واجب ہے اور جو شرائط جمعہ کی نماز کی ہیں وہی عید کی نماز کی ہیں مگر عید کی نماز کے لیے خطبہ شرط نہیں ہے اور نہ نماز سے پہلے ہوتا ہے بلکہ عید کی نماز کے بعد خطبہ پڑھنا سنت ہے۔ عیدین کی نماز دو رکعت ہے ان دونوں نمازوں کے لیے اذان و تکبیر نہیں کہی جاتی۔ جب نماز پڑھو تو اوّل نیت کرو کہ میں عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کی دو رکعت واجب نماز مع چھے زائد تکبیروں کے اس امام کے پیچھے پڑھتا ہوں واسطے اللہ تعالیٰ کے منہ طرف کعبہ شریف تکبیرِ تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے پھر سبحانك اللّٰھ پڑھو پھر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہوئے اللہ اکبر کہو اور دونوں ہاتھ چھوڑ دیں پھر تیسری بار اسی طرح ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہو اور پھر ہاتھ باندھ لو اس کے بعد امام تعوّذ پھر تسمیہ (یعنی اعوذ باللہ اور بسم اللہ شریف پڑھے' سورت فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت پڑھ کر رکوع کرے پھر دو سجدے کرے اور دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے اب امام پہلے قرأت کرے اس کے بعد تین تکبیریں کانوں تک دونوں ہاتھ اٹھا کر کہو اور ہاتھ چھوڑ دو تیسری تکبیر کے بعد بغیر ہاتھ اٹھائے چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے جاؤ اور باقی نماز قاعدہ کے مطابق پوری کر لو اور سلام پھیر کر دعا

Marfat.com

مانگیں۔

نماز کی عظمت

نماز میں خشوع وخضوع یکسوئی وانہماک اور بارگاہِ خداوندِ دوعالم میں حضوری کا تصور نماز کو خالق ومخلوق کے درمیان ایک اعلیٰ ربط اور عبودیت کا درجہ دیتا ہے اور انسان کے لیے کتنی بڑی عظمت کی بات ہے کہ وہ روزانہ پانچ بار ربّ العٰلمین کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کرتا ہے اور انسان کو یہ شرف صرف نماز سے حاصل ہوتا جس سے نماز کی عظمت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ٹھیک طور پر نماز کے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نمازِ غوثیہ

امام ابوالحسن نور الدین علی بن جریر لخمی شطنوفی بہجۃ الاسرار میں اور ملا علی قاری اور شیخ محدث عبدالحق دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اس کی ترکیب یہ ہے کہ بعد نمازِ مغرب سنتیں پڑھ کر دو رکعت نفل پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ الحمد کے بعد ہر رکعت میں گیارہ گیارہ بار قل ھو اللہ پڑھ کر سلام کے بعد اللہ عزوجل کی حمد وثناء کرے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں گیارہ بار درود وسلام عرض کرے اور گیارہ بار کہے

یارسول اللہ یانبی اللہ اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات

پھر عراق کی جانب گیارہ قدم چلے ہر قدم پر یہ کہے یا غوث الثقلین ویا کریم الطرفین اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے دعا کرے۔

اسرارِ نماز

بعض لوگوں کے دلوں میں شیطان نے دین کی نسبت عجیب قسم کی بدگمانیاں اور شکوک

Marfat.com

پیدا کر دیئے ہیں ان کا خیال ہے کہ اہلِ مغرب کو بے دینی لامذہبیت الحاد اور اللہ تعالیٰ کے عقیدے سے انحراف نے آسودہ حال اور مالا مال کر دیا جبکہ اہلِ مشرق کو مذہب دین داری اللہ ربّ العزت کے عقیدے اور ایسے ہی خیالات میں مفلس محکوم اور کنگال بنا دیا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ نا بے دینی الحاد اور بد اخلاقی کسی شخص کو فرداً فرداً یا کسی قوم کو مجموعی طور پر آسودہ حال اور صاحبِ اقبال بنا سکتی ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ اس کی یاد اطاعت اور خوش خلقی کسی کو مفلس اور کنگال کر سکتی ہے بلکہ دنیا و آخرت کی آسودگی آسائش ہمیشہ سے دین داری نیک اطوار اور حسنِ اخلاق کے ساتھ مربوط اور وابستہ ہے جس شخص یا قوم کو بھی دیکھو کہ اس نے دنیا میں ترقی کر کے اچھی پوزیشن حاصل کر لی ہے آسودہ حال اور مالا مال ہوگئی ہے تو اس شخص یا اس قوم کے اندر ابتداء میں راست بازی دیانتداری رحم دلی اتفاق حسنِ اخلاق اور اچھی عادات وصفات میں سے کوئی نہ کوئی ضرور پائی جاتی ہوگی جس کی بدولت اگر انہیں بسببِ کفر وشرک دولت آخرت نہ سہی تو دنیا کی راحت آسائش بخت اور اقبال بطور نعم البدل حاصل ہو جاتے ہیں اور یہ چیز انہیں دنیا میں مرفتہ الحال اور مالا مال بنا دیتی ہے اور یہ تو ممکن ہی نہیں کہ بے دینی اور بد اخلاقی کسی شخص یا کسی قوم کی آسودگی آسائش اور بخت واقبال کا موجب اور باعث بن جائے جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝

(الاعراف: ۱۸۱-۱۸۳)

ترجمہ: اور ان لوگوں میں سے کہ پیدا کیا ہے ہم نے واسطے بہشت کے ایک گروہ ہے کہ راہ دکھاتا ہے خلق کو حق کے ساتھ اور عدل وانصاف کرتے ہیں اور جنہوں نے باوجود عدل اور انصاف کے نشانیوں کو۔ یعنی ہمارے پیغمبر ﷺ اس کی کتاب اور دعوتِ حق کو جھٹلایا تو ہم دنیا میں انہیں اس طرح درجے اور ترقی عطا کریں گے کہ وہ

Marfat.com

اسے سمجھ نہیں سکیں گے۔

حالانکہ یہ دنیاوی ترقی انہیں زیادہ غافل کرنے کے لیے ایک ڈھیل اور مہلت ہے اور یہ بات ان کے ساتھ ہماری آزمائش کی ایک زبردست چال ہے۔ لہٰذا اگر تم کسی شخص یا قوم کو دیکھو کہ باوجود کفر اور شرک یا بے دینی اور الحاد دنیا میں آسودہ خوشحال اور صاحب اقبال ہے تو اس کا موجب اور باعث یا تو اس کی کوئی اپنی پوشیدہ خصلت اور عمدہ عادت ہوگی یا اس کے آباؤ اجداد کی دینداری اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں سعی اور قربانی ہوگی جس کا معاوضہ اس طرح اسے دنیا میں مل رہا ہے کیونکہ وہ بے چارہ آخرت کا اہل اور حقدار نہیں ہے۔ اس کا معاوضہ اسے چند روزہ فانی دنیا میں مل رہا ہے سو یہ بات بالکل محال اور ناممکن ہے کہ کوئی شخص یا قوم صدقِ دل سے اللہ جل شانہ پر ایمان رکھے اور عمل صالح کرے اور دنیا و آخرت میں کسی کا محتاج دستِ نگر اور محکوم ہو جائے یہ بات اللہ تعالیٰ کے شایان شان بھی نہیں کہ وہ اپنے خالص مخلص اور فرمانبردار بندوں کو کافروں مشرکوں نافرمان ظالم اور بے دین لوگوں کا محتاج اور محکوم کرے بے دینی و بداخلاقی اور ظلم و ستم کا انجام اور نتیجہ ہمیشہ اور ہر جگہ برا رہتا ہے اور یہ جو بعض لوگ بعض دفعہ نیک دیندار اور خوش اخلاق نظر آتے ہیں لیکن پھر بھی ان کی نیکی اور خوش اخلاقی یا تو محض، رسمی رواجی، نمائشی، ریا اور دکھلاوے کی صورت میں ہوتی ہے یا ان کی نیت میں فساد اور بگاڑ ہوتا ہے اس واسطے ایسی نیکی اور خوش خلقی کا کچھ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ

یعنی اعمال کا حسن اور قبح نیت پر موقوف ہے

اور دوسری حدیث شریف میں آیا ہے:

ان اللہ لاینظر الی صورکم ولا الی اعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم و نیاتکم۔

Marfat.com

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں اور صورتوں کو نہیں دیکھتا لیکن وہ تو تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔

ورنہ اگر نیت خالص سے کوئی بھی عمل کیا جائے اس پر اسی وقت فوری نتیجہ مرتب ہوتا ہے سو اعمال میں سے چند اعمال کا یہاں تھوڑا سا ذکر کیا جاتا ہے جس سے اس کی کیفیت اور نیت کے سبب اس کے حسن وقبح پر روشنی پڑتی ہے اس میں سے ایک نماز ہے جو روزانہ پانچ وقت ادا کی جاتی ہے جس کی نسبت حدیث شریف میں آیا ہے کہ الصلوٰۃ معراج المؤمنین یعنی نماز مومن کے لیے معراج کا درجہ رکھتی ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ

اللہ ربّ العزت حیّ وقیوم ونحن اقرب الیه من حبل الورید

ترجمہ: اور ہم بندے کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

وہ کوئی جامد پتھر کا بت نہیں ہے بلکہ سمیع وبصیر اور کلیم ہے کہ بندہ اسے پکارے اور وہ جواب نہ دے۔

اللہ تعالیٰ کے ایسے خاص بندے بھی ہیں کہ جس وقت وہ نماز کے اندر سجدے میں اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں کہ سبحان ربی الاعلیٰ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر دفعہ خطاب ہوتا ہے لبیك یا عبدی یعنی اے میرے بندے میں حاضر ہوں مانگ جو کچھ مانگتا ہے اور دو سجدوں کے درمیان قعدہ میں اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں داخل ہوتا ہے پھر اس پر خاص تجلی ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ یعنی سجدہ کر اور میرے قریب ہو۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے خاص الخاص چیدہ اور برگزیدہ محبوب بندوں کی نماز کا معاملہ ہے لیکن متوسط مومن متقی بھی اگر نماز کو اخلاص نیک نیتی اور اچھی طرح سے ادا کرے تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نماز کے اندر کچھ اشارتیں اور بشارتیں ملتی ہیں چنانچہ بعض کو نماز کے اندر لذت حلاوت اور فرحت محسوس ہوتی ہے بعض کو رقت اور گریہ جاری ہو جاتا ہے کسی کی زبان ایسی میٹھی ہو جاتی ہے کہ گویا کسی نے منہ میں شہد گھول دیا ہے کسی کو

Marfat.com

نماز کے وقت ایک خاص قسم کی ریح اور خوشبو آنے لگتی ہے کسی کو رات کو نمازِ تہجد پڑھنے کے بعد اچھے خواب نظر آتے ہیں اور خواب میں نیک بشارتیں ملتی ہیں سب سے کمتر تاثیر نماز کی یہ ہے کہ نماز پڑھنے سے وجود سے ایک گونہ بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے جسم ہلکا پھلکا اور دل بے وجہ خوشی اور اطمینان حاصل کرتا ہے اور اگر رات کو نماز رہ جائے اور نہ پڑھی جائے تو دل پریشان اور ملول رہتا ہے نیند اچھی نہیں آتی اور ڈراؤنے خواب آتے ہیں اگر ان مذکورہ باتوں میں سے نمازی کو کچھ بھی محسوس اور معلوم نہ ہو تو جان لے کہ نماز صحیح اور درست ادا نہ ہوئی اور درجہ قبولیت کو نہ پہنچی ورنہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ بندہ اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں پیش ہو اور سوال والتجا کرے اور وہ حی قیوم اور قریب مجیب جواب نہ دے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے وعدے بے شک سچے ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَاذْكُرُونِيْٓ اَذْكُرْكُمْ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المؤمن:۶۰)

تم مجھ سے دعا مانگو اور مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا اور جواب دوں گا۔

پس نمازی کو چاہیے کہ نماز کو صحیح اور درست کر کے پڑھے اور اپنی نیت کو خالص کرے اور نماز میں دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف لگائے اور اس طرح حضورِ دل سے نماز ادا کرے کہ گویا اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہے اور اسے دیکھ رہا ہے یا کم از کم اتنا خیال رکھے کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں اور وہ عظیم الشان سرکار مجھے دیکھ رہی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝

ترجمہ: یعنی وہ مومن ضرور چھٹکارا پاگئے جن کے دل پر نماز کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی ہیبت چھا جاتی ہے۔

نماز کی صحت کی چار شرائط ہیں۔

Marfat.com

1-دل کا حضور، 2- خدا کے آگے عقل وشعور، 3- دل میں اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان ذات کی عظمت اور ہیبت، 4-نماز کے ارکان کی حسن ادائیگی اور اس میں عاجزی اور فروتنی۔ بغیر حضور نماز لاہی اور رواہی ہے اور بلاشعور عقل نماز دل کی سیاہی ہے بغیر خشوع نمازی کا دل خاطی یعنی گمراہ ہے اور بغیر خطوع اور فروتنی نمازی جانی یعنی جفا کار ہے یعنی نماز اور اپنے نفس پر ظلم کر رہا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے:

ان العبد اذا قام الی الصلوٰۃ رفع اللّٰہ الحجاب بینہ وبینہ ووجھہ لوجہ الکریم وقامت الملئکۃ من لدن۔ الخ

ترجمہ: جب بندہ نماز میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے اور اپنے درمیان حجاب اور پردے اٹھا دیتا ہے اور اپنی ذات مقدس سے اس بندے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور نمازی کے دونوں کندھوں سے لے کر آسمان تک فرشتوں کے پرے اور صفیں قائم ہو جاتی ہیں جو بطورِ اعزاز وتکریم اس کے ارکان نماز میں اس کا تتبع اور موافقت کرتے ہیں اور اس کی دعا کے ساتھ آمین پکارتے ہیں اور عنانِ آسمان سے اس کے سر پر جواہرِ انوار رحمت کے طشت نثار اور نچھاور کرتے ہیں حضورِ دل سے نماز پڑھنے والے کی بعینہٖ یہی حالت ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت جلال احدیت جل جلالہ فرماتا ہے کہ جب بندہ نماز کے لیے تکبیرِ تحریمہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہِ قدس کے فرشتوں کو حکم فرماتا ہے کہ اے ملائکہ یہ بندہ میری بارگاہ میں آیا ہے اور کچھ راز و نیاز اور آرزو والتجا کے اظہار کا ارادہ رکھتا ہے۔ اے ملائکہ اس بندے اور میرے درمیان ذرا پردے اٹھا دو۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب پردے اور حجاب اٹھا دیتے ہیں لیکن جس وقت بندہ نماز میں خطراتِ غیر اور خیالاتِ دنیاوی کی طرف ملتفت اور متوجہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے خیال اور تصور سے اس

Marfat.com

کا دل خالی ہوتا ہے تو بارگاہِ الٰہی سے حکم ہوتا ہے کہ اے ملائکہ پردے واپس ڈال دو اس کا دل میری طرف پیٹھ کیے ہوئے دنیا کی طرف رخ کیے ہوئے ہے۔ یہ بندہ میری بارگاہ میں کوئی نماز پڑھنے اور دعا والتجا کرنے نہیں آیا ہے بلکہ میری ساتھ ٹھٹھا اور مذاق کرنے آیا ہے۔ اس وقت ایک فرشتہ منادی کے طور پر پکارتا ہے کہ کاش یہ نماز میں غیر طرف توجہ اور التفات کرنے والا بندہ اس بات کو جانتا کہ یہ کس مقدس اور عظیم الشان سرکار کے حضور میں کھڑا ہے تو اس عالیشان شہنشاہ سے منہ موڑ کر اِدھر اُدھر کی حقیر اور ناچیز مخلوق کی طرف ہرگز ملتفت اور متوجہ نہ ہوتا۔

کتاب العوارف میں شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نمازی جب نماز میں کھڑے ہو کر تکبیرِ تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہتا ہے تو شیاطین جو اس کے ساتھ لگے ہوئے ہوتے ہیں تکبیرِ تحریمہ یعنی اللہ اکبر کی آواز سن کر مارے خوف کے اطرافِ عالم میں اِدھر اُدھر بھاگ جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس وقت بندے کے دل کی طرف تجلی فرماتا ہے اور اس کے دل کی طرف نگاہ کرتا ہے جب اس دل میں بغیر اپنی عظمت اور جلال کے کچھ نہیں پاتا تو اللہ تعالیٰ خطاب فرماتا ہے

یا عبدی صدقت اللہ اکبر کما قلت

یعنی اے بندے تو اللہ اکبر کہنے میں سچا ہے جس طرح تو نے زبان سے ادا کیا ہے کیونکہ اس وقت تیرے دل میں سواء میری عظمت اور جلال کے اور کچھ نہیں ہے لیکن جب بندہ تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت غیر اور ماسوا اللہ کی طرف متوجہ اور ملتفت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف سے اس بندے کی طرف خطاب پر عتاب ہوتا ہے کہ پرے دور ہو جا کہ تو اللہ اکبر کہنے میں سراسر جھوٹا اور منافق ہے اس وقت شیاطین اطرافِ عالم سے واپس ہو کر اس کے دل پر دوبارہ اس طرح حملہ اور ہجوم کر کے آن پڑتے ہیں جس طرح مکھیاں گندگی پر گرتی ہیں اس وقت شیاطین اس کے قلب کو نوچ نوچ کر کھاتے ہیں اور اپنا لقمہ بنا لیتے ہیں

Marfat.com

سونماز کی ادائیگی کے مختلف مراتب اور درجات ہیں اور نماز کی قبولیت اجابت اور منظوری میں نیتِ اخلاص اور حضورِ دل کو خاص دخل ہے اور ہر عمل کا دارو مدار انسان کی نیت پر ہے۔

الحدیث القدسی ہے حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ کثرتِ نوافل سے میری طرف قریب ہوجاتا ہے یہاں تک کہ میں اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں وہ مجھ سے دیکھتا ہے اور میں اس کے کان بن جاتا ہوں وہ مجھ سے سنتا ہے اور اس کی زبان بن جاتا ہوں وہ میرے ساتھ بولتا ہے اور اس کے ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں وہ مجھ سے چلتا اور پکڑتا ہے۔

مقامِ عشق میں حق وباطل سے نہ ملاؤ اور تم پر جو کچھ انوار اور تجلیات نازل ہوں جو شریعت کی تصدیق کرتی ہوں اس کو فوراً قبول کرنا اور منزلِ عشق کی تکلیفوں کو برداشت کرو کیونکہ یہ راستہ خار دار ہے اور تھوڑے آرام اور دنیاوی راحتوں کے عوض ان فیوض وبرکات کو فروخت نہ کر ڈالو اور نمازِ عشق شروع کرنے سے پیشتر ہر حالت میں اپنی بندگی ظاہر کرو نفی اور اثبات کے شغل میں عملاً مشغول رہو۔

اہلِ شریعت پڑھتے ہیں **لا معبود الا اللہ** اور اہلِ طریقت کے ہاں **لاموجود الا اللہ** یعنی ماسوااللہ کے نفی کر کے بحرِ توحید میں غوطہ لگاتے ہیں اور جب نمازِ عشق شروع کرو تو سب سے پہلے اس پر عمل کرو کہ **لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکریٰ** جب تم کو محبتِ دنیا کثرتِ رنج وغم ماسوا اللہ پر نظر کا نشہ چڑھا ہو تو نمازِ عشق کے قریب مت آؤ اور یہ سب نشے عشق کی ترشی سے اتار دو پھر نماز شروع کرو تو **اقیموا الصلوٰۃ** پر عمل کرو یعنی نماز سیدھی ہو ٹیڑھی نہ ہو قلب وقالب ایک ہی طرف متوجہ ہوں یہ نہ ہو کہ قالب اور جگہ اور قلب اور جگہ قالب کے ٹیڑھا ہونے سے ہر چیز ٹیڑھی ہوگی۔

خشت اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا ے رود دیوار کج

Marfat.com

نماز کی پہلی اینٹ سیدھی رکھو واتوالزکوۃ

نفس کو حرص وہوس برے اخلاق سے پاک کرو دل کو ماسوا اللہ کے حساب سے پاک رکھو کیونکہ ماسوا اللہ حق پر زیادتی ہے اور کمال پر زیادتی نقصان ہے لہٰذا یہ زیادتی دور کرو اور واتوالزکوۃ پر اس طرح عمل کرو اور انکساری اور اپنی ہستی مٹانے میں اس جماعتِ اولیاء کے ساتھ شامل ہو جاؤ جنہوں نے موجودِ حقیقی کی طلب میں اپنے وجود کو فانی کر دیا اس راستے میں اکیلے مت جاؤ ورنہ مارے جاؤ گے۔

پیر رابگریں کہ بے پیرایں سفر
ہست بس پر آفت وخوف وخطر

حکایت: امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے ولی کامل تھے یہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے نماز نہ پڑھتے تھے انہوں نے والدہ سے شکایت کی کہ احمد بھائی مجھ میں کیا خرابی دیکھتے ہیں کہ میرے پیچھے نماز نہیں پڑھتے والدہ نے امام احمد سے پوچھا تو امام احمد نے عرض کیا کہ ان کا قالب نماز میں رہتا ہے اور قلب کتابوں میں یعنی نماز میں قرأت کے وقت فقہی الجھنوں میں الجھے رہتے ہیں والدہ نے فرمایا بیٹا یہ مرض تو تم میں ہے کہ وہ تو نماز میں مسائل ڈھونڈتا ہے اور تم اس کی عیب جوئی کرتے ہو لہٰذا وہ تم سے بہتر ہے کہ ان کا قلب کتابوں میں رہتا ہے اور تمہارا قلب عیب جوئی میں اور نماز کامل وہ ہے کہ تم کو ماسوا اللہ کے خبر نہ رہتی اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی ایسی نماز نصیب فرمائے۔ (آمین) (تفسیر نعیمی)

نمازِ حقیقی کے متعلق حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اے عمر رضی اللہ عنہ! لاصلوۃ الا بحضور القلب یعنی نمازِ حقیقی سے مومنِ کامل اور عارفِ الٰہی کو حضوری دائمی حاصل ہوتی ہے نیز حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ نماز دو قسم کی ہوتی ہے ایک نماز علماء وفقہائے ظاہری اور زاہدان خشک کی۔ جو صرف قول وفعل تک ہی محدود ہوتی ہے اور اس سے وصال

Marfat.com

الٰہی حاصل نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی رسائی بھی عالمِ ملکوتِ نفسانی تک محدود رہتی ہے دوسری نماز انبیاءٔ اولیاء اور خلفاء کی جو حضورِ قلب سے ادا کی جاتی ہے اس کا ثمرہ وصالِ الٰہی ہے۔

اے عمر رضی اللہ عنہ نمازِ حقیقی دراصل رحمانی نماز ہے ورنہ نماز جو عوام الناس ظاہری طور پر بلاحضور قلب ادا کرتے ہیں یہ نماز نفسانی ہے رحمانی نہیں ہے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ من صَلّٰی صلوٰۃً طویلۃً فی المسجد وزین البدن باالعمامۃ فی ناظر الخلائق وما کان فی قلبہ مَن عجز فھو محجوب ولا صلوٰۃ ولا وصال جس کا مطلب یہ ہے کہ علمائے ظاہر پرست اور صوفیانِ ریا کار خوب جبہ و دستار باندھ کر ظاہری شان و شوکت اور ٹھاٹھ بنا کر محض ریا کاری کی نماز پڑھتے ہیں ان کے نفس مغروری اور خود پسندی کی قعرِ مذلت میں گرے ہوئے ہوتے ہیں ان کی نماز کیا حقیقت رکھتی ہے کیونکہ یہ لوگ نفس کے بندے ہوتے ہیں اور نفسانی آدمی دراصل شیطان بقالبِ انسان ہوتا ہے اور شیطان بالاتفاق کافر اور گمراہ ہے پس نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ایسے لوگ درحقیقت کافر اور گمراہ ہیں انہیں چاہیے کہ کسی مرشدِ کامل کی صحبت میں رہ کر اپنے دل کو غرورِ نفسانیت کے خس و خاشاک سے پاک و صاف کریں اور معرفتِ الٰہی سے معمور اور آباد بنائیں تاکہ وہ صحیح معنوں میں انسان بن جائیں اور گمراہی سے نکل کر راہ راست پر آجائیں۔ جب ہی ان کی نمازِ حقیقی نماز ہوگی اور یہی نماز بارگاہِ الٰہی میں قبولیت کے قابل ہوگی اور خوش قسمتی سے ایسا حقیقی نمازی ہزاروں لاکھوں میں سے ایک آدھ بھی مل جائے تو اس کی خدمت و صحبت اکسیرِ احمر سے بدر جہا بہتر ہے (مترجم)

یہ گمراہ دراصل بت پرست ہیں اور پھر تعجب یہ ہے کہ یہ اپنی بت پرستی پر نازاں بھی ہیں اور وہ لوگ بھی عجیب کور باطن اور نادان ہیں جو ایسے ریا کاروں کو نمازی شمار کرتے ہیں ایسی بے حقیقت نماز سے کیا فائدہ؟

Marfat.com

حدیثِ قدسی

الانبیاء والاولیآء یصلون فی قلوبھم دائمون

یعنی انبیاء اور اولیاء ہمیشہ حضورِ قلب سے نماز پڑھتے ہیں (یعنی نمازِ حقیقی)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

صلٰوۃ الانبیاء والاولیاء حبس الحواس وعدد الانفاس

یعنی انبیاء اور اولیاء کی نماز درحقیقت وہ نماز ہوتی ہے کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں بلکہ ہر وقت ہی ان کے حواس غیر اللہ سے بند ہو جاتے ہیں اور ان کا ایک ایک سانس یادِ الٰہی میں گزرتا ہے وہ اپنے ایک ایک سانس کا خیال وشمار رکھتے ہیں کہ کہیں غفلت میں نہ گزر جائے یہی لوگ دراصل نمازی ہیں۔

اے عمر رضی اللہ عنہ نمازِ حقیقی رحمانی ہے اس نماز سے پروردگارِ عالم کا وصال ہوتا ہے۔

اے عمر رضی اللہ عنہ انبیاء اور اولیاء ہمیشہ ذکرِ خفی میں رہتے ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ **ذکر اللسان لقلقة وذکر القلب وسوسة وذکر الروح مشاهدة وذکر الخفی دائماً** یعنی زبانی ذکر گویا لقلقہ ہے اور دلی ذکر ایک قسم کا وسوسہ ہے اور روحانی ذکر مشاہدۂ الٰہی کا موجب ہے اور ذکرِ خفی ہمیشہ ہوا کرتا ہے اے عمر رضی اللہ عنہ! ذکرِ خفی اور نمازِ حقیقی ترکِ وجود ہے (عابدوں کی نماز سجدہ اور سجود پر مبنی ہے)

نمازِ زاہداں سجدہ سجود است

نمازِ عاشقاں ترکِ وجود است

یعنی اللہ عزوجل کے سوا کسی کو موجود [illegible]

غیر اللہ کا خیال دل سے بالکل نکال دینا [illegible]

اشعار

مومنوں کو عیش اس دنیا کا ربّ

دے چکا لطف وکرم سے اپنے سب

کھانا پینا پہننا عیش و سرور　　سب حلال ان پر ہوئے اے ذی شعور

بیویاں بھی چار رکھ سکتے ہیں وہ　　مال وزر بسیار رکھ سکتے ہیں وہ

ہر طرح سے عیش وراحت ہے روا　　شرعاً ان کے واسطے اے خوش ادا

فرق لیکن کیا ہے اتنا فرق ہے　　یعنی جو دنیا میں بالکل غرق ہے

وہ بظاہر گو کرے روزہ نماز　　پر نہ باطن میں کچھ سوز و گداز

اس کا دین بھی محوِ دنیا ہو گیا　　خوابِ غفلت میں وہ بالکل سو گیا

بے دلی سے گر کرے طالب ذرا　　پرنہیں ہے دل میں نورِ کبریا

اہلِ دیں کا کارِ دنیا بھی ہے دیں　　وہ کریں گے کارِ دنیا بہرِ دیں

اس کی کیا ہے انتہائے آرزو　　یعنی دنیا حاصل ہووے زشت روٗ

ان کا کیا مقصود ہے کیا منتہا　　یعنی حاصل ہو لقائے کبریا

مال ہو اولاد ہو اسباب ہو　　سونے چاندی بی بی سے دل شاد ہو

پر ہو دل میں ہر گھڑی حبِ خدا

جام دِل ہو نورِ وحدت سے بھرا

فرائض کے ساتھ نوافل کی حکمت

جب پانچ نمازیں اپنے مابین کفارہ ہیں بشرطیکہ کبائر سے پرہیز کیا ہے تو ہمیں نوافل کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: ہمیں نوافل کا حکم اس خلل اور نقصان کو پورا کرنے کے لیے دیا گیا ہے جو کہ ہمارے فرائض میں واقع ہوتا ہے کیونکہ خلل اور نقصان کے بغیر فرائض کی ادائیگی ہمارے

Marfat.com

نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے خصائص میں سے ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (بنی اسرائیل:۷۹)

یعنی اور رات کے بعض حصے میں اس قرآن کی تلاوت کے ساتھ تہجد ادا کریں

یہ خاص آپ ﷺ کے لیے خاص ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کے قول لك پر غور کر تو تجھے ہمارے قول پر اطلاع ہو جائے گی اور کمال فرض کے بعد ہی نفل ہوتا ہے اور اس سے سجدۂ سہو بھی کیونکہ یہ بعض اجزاء کے ترک کی بنا پر واقع ہونے والے نقصان کو پورا کرتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ نوافل کے ساتھ فرائض کے تکمیل کی کیا کیفیت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ خلل جو کہ فرائض کے ارکان میں ہے نوافل کے ارکان کے ساتھ پورا ہو جائے اور وہ خلل جو فرائض میں ہے جیسے اذکارِ مستحبہ جو کہ ان سنتوں کے ساتھ ہیں جو نوافل میں ہیں تو واجب' سنت کے ساتھ پورا نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کے برعکس۔ شیخ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات میں یونہی فرمایا ہے

(واللہ تعالیٰ اعلم)

اگر کہا جائے کہ شارع نے بعض نوافل کی تاکید فرمائی ہے اور بعض کی نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے حضور ﷺ نے ایسا امت پر گنجائش رکھنے کے لیے فرمایا ہے کیونکہ اگر سب کی تاکید فرما دیتے تو بسا اوقات یہ ان پر گراں ہوتا جب کہ حضور سرکارِ دو عالم ﷺ اپنی امت پر تخفیف پسند فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے چھوڑے رکھو جب تک میں تمہیں چھوڑے رہوں ایک دفعہ آپ ﷺ نے بیت اللہ شریف کے اندر دو رکعت پڑھی پھر باہر تشریف لائے اور فرمایا شاید میری امت کو مشقت ہو۔ انتہی۔ یعنی جب وہ اس عمل میں میری پیروی کریں کیونکہ بیت اللہ شریف کی طرف چڑھنے میں ہجوم کی وجہ سے اکثر مشقت ہوتی ہے اور آپ ﷺ نے [illegible] رکعت پڑھی اور فرمایا اس لئے جو چاہے۔ انتہی۔ یعنی [illegible]

آپ ﷺ کا کوئی امتی اس پر ہمیشہ کر کے اپنے پر شدت اختیار کرے (حوالہ الیواقیت والجواہر)

صوفیائے کرام نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ ربّ العزت کے ساتھ مناجات ہونا اور ہمکلام ہو کر مرتبہ معراج پانا ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا نماز کے علاوہ اور عبادتیں غفلت کے باعث ہو سکتی ہیں مثلاً زکوٰۃ ہے کہ مال خرچ کرنا ہے۔ یہ خود ہی اتنا شاق ہے کہ اگر غفلت کے باعث ہو تب بھی نفس کو انتہائی شاق گزرے گا اور اسی طرح روزہ یعنی دن بھر بھوکا اور پیاسا رہنا اور صحبت کی لذت سے رکنا کہ یہ سب چیزیں نفس کو مغلوب کرنے والی ہیں اگر غفلت سے بھی متحقق ہوں تو نفس کی تیزی اور شدت پر اثر پڑے گا لیکن یاد رہے کہ نماز کا معظم ذکر قرأتِ قرآنِ مجید ہے لہٰذا یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہے بلکہ ایسے ہی ہے جیسے بخار کی حالت میں ہذیان اور بکواس ہوتی ہے کہ جو چیز دل میں ہوتی ہے۔ وہ زبان پر ایسے اوقات میں ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس میں نہ مشقت ہوئی ہے اور نہ کوئی نفع اسی طرح چونکہ نماز کی عادت پڑ گئی ہے اس لئے اگر توجہ نہ ہو تو عادت کے موافق بلا سوچے سمجھے زبان سے الفاظ نکلتے رہیں گے جیسا کہ رات سونے کی حالت میں بعض افراد کی باتیں زبان سے نکلتی ہیں کہ سننے والا اس کو اپنے کلام سے سمجھتا ہے نہ کوئی اس کا فائدہ ہوتا ہے اسی طرح اللہ ربّ العزت بھی ایسی نماز کی طرح التفات اور توجہ نہیں فرماتا جو کہ بغیر کسی ارادہ اور ذوق شوق کے ہو اس لئے انتہائی ضروری ہے کہ اگر حالات و کیفیات اور خیالات جو کہ پچھلوں کے معلوم ہوئے ہیں حاصل نہ بھی ہوں تب بھی نماز جس حال سے بھی ممکن ہو ضرور پڑھنی چاہیے یہ بھی شیطان کا سخت ترین مکر ہوتا ہے وہ یہ سمجھائے کہ بری طرح نماز پڑھنے سے تو نہ پڑھنا ہی اچھا ہے یہ بالکل غلط ہے البتہ نہ پڑھنے سے بری طرح کا پڑھنا ہی بہتر ہے اس لئے کہ نہ پڑھنے کا جو عذاب ہے وہ نہایت ہی سخت ہے حتیٰ کہ علماء کی ایک جماعت نے اس کے کفر کا فتویٰ دیا ہے جو جان بوجھ کر نماز کو چھوڑ دے البتہ نماز کو پڑھنے کی کوشش ضرور کرنی چاہیے کہ نماز کا

Marfat.com

جو حق ہے اور اکابرین اس کے مطابق پڑھ کر دکھا گئے ہیں۔ اللہ رب العزت اپنی رحمت سے اس کی توفیق عطا فرمائے اور عمر بھر میں کم از کم ایک نماز ایسی ہو جائے جو کہ بارگاہ میں پیش کرنے کے قابل ہو جائے۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ (طٰہٰ:۱۴)

اور نماز پڑھ میری یاد کے لیے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہت سے نمازی ایسے ہیں کہ جن کو نماز میں رنج اور تھکاوٹ کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ فقط بدن سے نماز پڑھتے ہیں اور ان کے دل غافل ہوتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بہت سے نمازی ایسے ہیں کہ جن کی نماز کا فقط چھٹا حصہ یا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے یعنی اس قدر نماز لکھی جاتی ہے جس قدر نماز میں حضورِ قلب موجود ہو پھر فرمایا کہ نماز کا اس طرح پڑھنا جس طرح کوئی شخص کسی کو رخصت کرتا ہے یعنی نماز میں اپنی خودی اور خواہش بلکہ ماسوا اللہ کو دل سے رخصت کردے اور اپنے آپ کو نماز میں بالکل مصروف کردے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ محو گفتگو ہوتے تھے اس دوران جب نماز کا وقت ہو جاتا تو آپ ﷺ مجھے نہ پہچانتے تھے نہ میں آپ ﷺ کو یعنی نماز کا وقت آتے ہی معبودِ برحق کی عظمت و ہیبت ہمارے ظاہر و باطن پر طاری ہو جاتی تھی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نماز میں دل حاضر نہ ہو اللہ رب العزت اس [illegible] کی طرف دیکھتا بھی نہیں۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز پڑھتے تھے تو [illegible] سے ان کے دل کا جوش سنائی دیتا تھا اور جب سلطان الانبیاء [illegible]

Marfat.com

آپ کا دلِ حق منزل اس طرح جوش کھاتا جس طرح پانی سے بھری دیگ آگ پر جوش کھاتی اور آواز دیتی ہے۔ شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب نماز کا قصد فرماتے کہ وہ امانت اٹھانے کا وقت آیا ہے کہ جسے ساتوں زمین و آسمان نہ اٹھا سکے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جسے نماز میں خشوع حاصل نہ ہو اس کی نماز درست نہیں ہوتی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو نماز حضورِ قلب کے ساتھ نہ ہو وہ عذاب کے زیادہ نزدیک ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز میں قصداً دیکھے کہ اس کے دائیں بائیں کون کھڑا ہے اس کی نماز نہ ہوگی حضرت سیّدنا علی بن عثمان جلابی المعروف حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شریعت کے مطابق نماز ایسی عبادت ہے جس کی ابتداء وانتہا میں مریدین راہِ حق پاتے ہیں ان کے مقامات کا کشف ہوتا ہے چنانچہ مریدوں کے لیے طہارتِ توبہ کا قائم مقام، پیروی کا تعلق قبلہ شناسی کا قائم مقام، مجاہدۂ نفس پر قیام، قیام کا قائم مقام، ذکر الٰہی کی مداومت قراءتِ قرآنِ مجید کا قائم مقام، تواضع رکوع کا قائم مقام، معرفتِ نفس سجود کا قائم مقام، مقام امن تشہد کا قائم مقام، دنیا سے علیحدگی سلام کا قائم مقام اور نماز سے باہر آنا مقامات کی قید سے خلاصی کا قائم مقام ہے۔

حضورِ اکرم جب اکل و شرب سے فارغ ہوتے اور یکسو ہو کر خاص مشرب سے انہماک فرماتے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے!

ارحنا یا بلال باالصلوٰۃ!

اے بلال! نماز کی اذان دے کر ہمیں خوش کرو۔

اس بارے میں صوفیائے کرام کے بکثرت ارشادات ہیں اور ہر ایک کا خاص مقام اور درجہ ہے چنانچہ ایک جماعت کہتی ہے کہ نماز حضورِ الٰہی کا ذریعہ ہے اور ایک جماعت کہتی ہے کہ نماز غیبتِ نفس کا ذریعہ ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ جو غائب رہتا ہے وہ نماز میں حاضر ہوتا ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ جو حاضر رہتا ہے نماز میں غائب ہوتا ہے وغیرہ

Marfat.com

وغیرہ حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز خدا تعالیٰ کا حکم ہے وہ ذریعہ حضور یا ذریعہ غیبت نہیں ہے کیونکہ حکمِ الٰہی کسی چیز کا ذریعہ نہیں ہوتا اس لئے حضور کی علت عین حضور کی علت اور غیبت کی علت بھی غیبت ہے اور حکمِ الٰہی کو کسی چیز سے سببی تعلق نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ نماز اگر حضور کی علت ہوتی تو چاہیے تھا کہ نماز کے سوا حاضر نہ ہوتا اور اگر غیبت کی علت ہوتی تو غائب نماز کے ترک سے حاضر ہوتا حالانکہ غیب وحضور کے لیے نماز کی ادا یا اس کا ترک وسیلہ اور سبب نہیں ہے نماز فی نفسہٖ غلبہ ہے جو کہ غیبت یا حضور پر موقوف نہیں ہے لہٰذا صاحبانِ مجاہدہ اور اہلِ استقامت بکثرت نمازیں پڑھتے اور اس کا سختی کے ساتھ حکم دیتے ہیں چنانچہ بعض بزرگوں نے اپنے مریدین کو رات دن میں چار سو رکعت تک کا حکم دیا ہے تاکہ ان کا جسم عبادت کا عادی بن سکے اور اہلِ استقامت بھی قبولیتِ حضور کے شکرانے میں بکثرت نمازیں پڑھتے ہیں۔

صاحبانِ احوال کی بھی دو اقسام ہیں کچھ وہ ہیں جن کی نمازیں کمالِ مشرب جمع میں جمع کے قائم مقام ہیں اور اس سے وہ منزلِ جمع پاتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جن کی نمازیں انقطاعِ مشرب میں تفرقہ کے قائم مقام ہیں وہ اس سے منزلِ تفرقہ حاصل کرتے ہیں جو حضرات نماز میں منزلِ جمع پاتے ہیں وہ فرائض وسنن کے علاوہ ہمہ وقت نماز میں مشغول رہتے ہیں اور اس کی کثرت کرتے ہیں اور جو صاحبانِ تفرقہ ہیں وہ فرائض وسنن کے علاوہ نوافل میں کم مشغول ہوتے ہیں۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے

جعلت قرة عيني في الصلوٰة

یعنی نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھی گئی ہے

مطلب یہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تمام راحتیں نماز میں ہیں اس لئے اہلِ استقامت کا مشرب نمازیں ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کو جب معراج کے لیے لے جایا گیا اور مقامِ قرب سے سرفراز فرمایا گیا اور آپ ﷺ کے نفس کو قیدِ دنیا سے آزاد کرایا گیا اور اس درجہ پر فائز کیا گیا کہ آپ ﷺ کا نفس دل کے درجہ میں اور دل روح کے درجہ روح سر کے مقام میں اور سر مقاماتِ فانی اور مقامات کو محو کر کے نشانات کے بے نشان اور مجاہدہ سے مشاہدہ میں غائب کر کے معائنہ سے معائنہ میں اس طرح فائز ہوئے کہ آپ ﷺ کی بشری صفات ختم ہو گئیں اور نفسانی مادہ فنا ہو کر طبعی قوت بھی باقی نہ رہی اور شواہدِ ربانی آپ ﷺ کے اختیار میں رونما ہوئے اور آپ خود سے نکل کر معانی کی پہنائیوں میں پہنچے اور پھر دائمی مشاہدے میں مستغرق ہو گئے اور اسرارِ شوق سے بے اختیاری کو اختیار کر کے اللہ ربّ العزت سے مناجات کی کہ اے میرے ربّ مجھے بلاؤں کی جگہ واپس نہ کر اور طبع اور ہوا کی جگہ میں قید نہ کر تو فرمانِ الٰہی ہوا کہ اے محبوب ﷺ ہمارا حکم ایسا ہی ہے کہ ہم تمہیں دنیا میں دوبارہ بھیجیں تاکہ تمہارے ذریعے شریعت کا قیام ہو اور جو کچھ ہم نے تمہیں یہاں عطا فرمایا ہے وہاں بھی مرحمت فرمائیں گے چنانچہ جب آپ ﷺ دنیا میں واپس تشریف لائے تو جب بھی آپ ﷺ کا دل اس مقامِ معلٰی کا مشاق ہوتا تو فرماتے

ارحنا یا بلال بالصلوٰۃ

اے بلال رضی اللہ عنہ نماز کی اذان دے کر ہمیں آرام پہنچاؤ۔

لہٰذا آپ ﷺ کی ہر نمازِ معراج وقرب ہوئی اور حق تعالیٰ کی مہربانیوں کو نماز میں دیکھتے آپ ﷺ کی روح تو نماز میں ہوتی مگر آپ ﷺ کا دل نیاز میں باطن راز میں اور جسمِ اطہر گزار میں ہوتا۔ یہاں تک آپ ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز بن گئی آپ ﷺ کا جسم مبارک ملکِ دنیا میں ہوتا اور روح ملکوت میں آپ ﷺ کا جسمِ اطہر انسانی ہوتا اور آپ ﷺ کی جان انس ومحبت کے مقام میں صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محبِ صادق کی پہچان یہ ہے کہ اللہ

Marfat.com

ربّ العزت کی طرف سے اس پر ایک فرستادہ مقرر ہوتا کہ جب نماز کا وقت آئے کہ وہ بندہ کو اس کی ادائیگی پر ابھارے۔ اگر بندہ سوتا ہوتو اسے بیدار کرے۔ یہ کیفیت حضرت سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ عنہ میں موجود تھی کیونکہ اپنے عہد کے بہت بڑے شیخ تھے جب نماز کا وقت آتا وہ صحت مند ہو جاتے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ نماز پڑھنے والا چار چیزوں کا محتاج ہوتا ہے۔

1-نفس کی فنا 2-طبع کا خاتمہ 3-باطن کی صفائی 4-مشاہدہ کا کمال۔

کیونکہ معلیٰ کے لیے فنائے نفس کے بغیر چارہ نہیں اور وہ بجز جمع کے ہمت نہیں کرتا اور جب ہمت مجتمع ہو جاتی ہے تو نفس کا اختیار جاتا رہتا ہے کیونکہ اس کا وجود تفرقہ سے ہے جو بیانِ جمع کے تحت نہیں اور طبع کا خاتمہ اثباتِ جلالِ الٰہی کے بغیر نہیں ہوتا کیونکہ جلالِ حق غیر کو زائل کر دیتا ہے اور باطن کی صفائی محبت کے تحت ممکن ہی نہیں اور کمالِ مشاہدہ باطن کے صفائی کے بغیر متصور نہیں۔

حضرت حسین بن منصور حلاج رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر چار سو رکعت فرض کر رکھی تھیں اور اس قدر درجہ کمال رکھتے ہوئے اتنی مشقت کس لئے؟

انہوں نے فرمایا یہ تمام رنج وراحت تمہاری حالت کا پتہ دیتا ہے اور حق تعالیٰ کے کچھ دوست ایسے ہوتے ہیں جن کی صفات فنا ہو چکی ہوتی ہیں ان پر نہ رنج اثر کرتا ہے اور نہ راحت۔ کاہلی کو رسیدگی کا نام نہ دو اور نہ حرص کا نام طلب رکھو۔

حضرت جنید بغدادی جب بوڑھے ہو گئے تو اس بڑھاپے میں بھی جوانی کے کسی ورد کو نہ چھوڑا۔ لوگوں نے عرض کیا اے شیخ! اب آپ بوڑھے ہو گئے ہیں کمزور ہو گئے ہیں ان میں سے کچھ نوافل چھوڑ دیجئے تو انہوں نے فرمایا کہ یہی تو وہ چیزیں ہیں جن کو ابتداء میں کر کے اس مرتبہ کو پایا اور اب یہ ناممکن ہے کہ انتہا تک پہنچ کر ان سے دستبردار ہو جاؤں [illegible] ہے کہ فرشتے ہمیشہ عبادت میں رہتے ہیں۔ ان کا مشرب طاعت اور ان کی غذا [illegible]

Marfat.com

ہے۔ اس لئے کہ وہ روحانی ہیں اور ان میں نفس نہیں ہے بندہ کے لیے طاعت سے روکنے والی چیز صرف نفس ہے بندہ جتنا بھی نفس کو مغلوب کرے گا اتنی ہی عبادت کی راہ آسان ہو جائے گی اور جب نفس فنا ہو جائے گا تو بندہ کی بھی غذا و مشرب عبادت بن جائے گی جس طرح کہ فرشتوں کے لیے ہے بشرطیکہ نفس فنا ہو چکا ہو۔

روایت ہے کہ ایک دن حضرت شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ قاضی دیوان نجم الدین ثنائی کے ہاں گئے اور پوچھا کہ قاضی صاحب کیا کر رہے ہیں بتایا گیا کہ نماز پڑھ رہے ہیں تو حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا قاضی صاحب کو نماز پڑھنی آتی ہے۔

قاضی صاحب نے ان کی بات سن لی اور فوراً ان کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ جناب آپ نے یہ کیا فرمایا تو شیخ صاحب نے فرمایا کہ یہ بات میں نے اس لئے کہی ہے کہ امراء کی نماز اور ہے اور فقراء کی نماز اور ہے اور وہ یوں کہ علماء اس وقت تک نماز نہیں پڑھتے جب تک کہ اپنا رخ قبلہ کی طرف نہ کر لیں اور اگر سمتِ قبلہ نہ ہو تو (تحرّی) غور و فکر کرتے ہیں پھر جدھر دل گواہی دیتا ہے اس طرف رخ کر کے نماز پڑھ لیتے ہیں لیکن فقراء اس وقت تک نماز نہیں پڑھتے جب تک کہ عرش ان کی نگاہ کے سامنے نہ ہو۔ الغرض! قاضی صاحب گھر واپس آ گئے اور رات کو خواب میں دیکھا کہ شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ عرش پر مصلیٰ بچھائے نماز پڑھ رہے ہیں یہ پرہیبت منظر دیکھ کر وہ بیدار ہو گئے اور فوراً شیخ صاحب کی خدمت میں آن حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضرت میں معذرت خواہ ہوں مجھے معاف فرما دیں شیخ صاحب نے فرمایا کہ اے نجم الدین! یہ جو تو نے مجھے عرش پر مصلیٰ بچھائے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے یہ تو درویشوں کا کم ترین درجہ ہے ان کا اصل مقام تو اس سے بہت آگے ہے اور اگر میں وہ مقام تجھ پر ظاہر کر دوں تو تم خود کو سنبھال نہ سکو گے اور کثرتِ نور کی وجہ سے ہلاک ہو جاؤ گے درویش تو اس سے آگے ستر ہزار مقامات تک پہنچتے ہیں اور ہر روز پانچوں وقت عرش پر پہنچ کر ساکنانِ عرش کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں

Marfat.com

پھر وہاں سے واپس لوٹ کر خانہ کعبہ میں آجاتے ہیں اور جملۂ عالم کا نظارہ اپنی دو انگلیوں کے درمیان سے کرتے ہیں۔

پس اے نمازی! تجھ پہ لازم ہے کہ تو بھی سجود کے ذریعے اس مقام تک پہنچ۔ جہاں تیرے مراتب کو اللہ رب العزت کے سوا کوئی نہ جانے۔

نقل ہے کہ ایک روز خواجہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ دونوں حضرات شہر سے نکل کر صحرا کی طرف چلے گئے جب نماز کا وقت شروع ہوا تو انہوں نے وضو کر کے نماز پڑھنے کا ارادہ فرمایا تو اسی دوران ایک لکڑہارا بھی آن پہنچا اس نے سر سے لکڑیوں کا گٹھا اتارا اور تازہ وضو کیا اور ان کی جماعت میں شامل ہو گیا۔ حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے باطنی فراست سے جان لیا کہ یہ ایک ولی اللہ ہے اور اس وجہ سے اس نماز میں پیش امام بنالیا انہوں نے نماز میں رکوع و سجود کو بہت طویل کر دیا اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس لکڑ ہارے سے پوچھا گیا کہ یا حضرت کیا وجہ تھی؟ کہ رکوع و سجود کو اس قدر طویل کر دیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں تسبیح پڑھتا تھا تو جب تک بارگاہِ حق سے لبیک عبدی (اے بندے) (میں حاضر ہوں) کا جواب نہیں آتا تھا میں سجدے سے سر نہیں اٹھاتا تھا اس لئے دیر ہو جاتی تھی جس نماز میں جواب باالصواب نہیں ملتا وہ نماز نہیں ہوتی محض پریشانی دل ہے کہ خدائے عزوجل حی قیوم ذات ہے (وہ کوئی بت یا مردہ نہیں ہے کہ جواب نہ دے سکے) اور نماز محض بت پرستی نہیں کہ جیسے کافر بت پرست مردہ بتوں کو سجدہ کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ حضوری قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو۔

1- نماز جب اس کا وقت ہو جائے۔

2- جنازہ جب تیار ہو جائے۔

Marfat.com

3- بے نکاحی عورت جب اس کا رشتہ مل جائے۔

ایک مرتبہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرے تو نماز اس شخص کے لیے قیامت کے دن نور ہوگی اور حساب پیش ہونے وقت حجت ہوگی اور نجات کا سبب بنے گی اور جو شخص نماز کا اہتمام نہ کرے تو اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا اور نہ ہی اس کے پاس حجت ہوگی نہ نجات کا کوئی ذریعہ ہوگا اور اس کا حشر فرعون ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

یہاں ایک بات واضح رہے کہ فرعون ملعون کو تو ہر شخص جانتا ہوگا کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور ہامان اس کے وزیر کا نام ہے اور ابی بن خلف مشرکینِ مکہ میں سے بہت بڑا سخت دشمنِ اسلام تھا ہجرت سے پہلے نبی اکرم ﷺ سے کہا کرتا تھا کہ میں نے ایک گھوڑا پالا ہے اس کو بہت کچھ کھلاتا ہوں اس پر سوار ہو کر (نعوذ باللہ) تم کو قتل کروں گا حضور ﷺ نے ایک مرتبہ اس سے فرمایا تھا کہ انشاء اللہ میں ہی تجھ (ابی بن خلف) کو قتل کروں گا۔ غزوہ احد میں وہ بدبخت ہمارے آقا ﷺ کو تلاش کرتا رہا اور کہتا رہا کہ اگر وہ بچ گیا تو میری خیر نہیں چنانچہ حملہ کرنے کے ارادہ سے وہ حضورِ اکرم ﷺ کے قریب پہنچ گیا صحابہ کرام نے ارادہ بھی فرمایا کہ اس کو دور ہی سے مٹا دیں مگر حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس بدبخت کو آنے دو اور جب وہ قریب آیا تو حضور ﷺ نے ایک صحابی سے برچھا لے کر اس کو دے مارا جو کہ اس کی گردن پر لگا اور معمولی سا زخم آ گیا اور اس معمولی سے زخم کی وجہ سے وہ گھوڑے سے لڑکھڑاتا ہوا گرا اور کئی مرتبہ گرا اور پھر بھاگ کر اپنے لشکر میں پہنچ گیا اور زور زور سے چلانے لگا کہ خدا کی قسم مجھے محمد ﷺ نے قتل کر دیا۔ کفار نے اسے اطمینان دلایا کہ معمولی خراش ہے اور کوئی فکر والی بات نہیں مگر وہ کہتا ہی جا رہا تھا کہ محمد ﷺ نے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھے قتل کر دوں گا خدا کی قسم! اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں مر جاتا۔ کہتے ہیں کہ اس کی چلانے کی آواز ایسے ہو گئی جیسے کسی بیل کی ہوتی

Marfat.com

ہے۔

ابوسفیان نے جو اس لڑائی پر بڑے زوروں پر تھا نے اس کو شرم دلائی کہ ابی ذرا سی خراش پر اتنا چلاتا ہے تو اس نے کہا کہ تجھے خبر بھی ہے کہ یہ کس کی مار ہے یہ محمد ﷺ کی مار ہے مجھے اس سے جس قدر تکلیف ہو رہی ہے لات وعزیٰ کی قسم! اگر یہ تکلیف سارے حجاز والوں کو برابر تقسیم کردی جائے تو وہ سب ہلاک ہو جائیں گے محمد ﷺ نے مجھے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھے قتل کردوں گا تو میں نے اس وقت سمجھ لیا کہ میں ان کے ہاتھ سے ضرور قتل کیا جاؤں گا اب مین ان سے چھوٹ نہیں سکتا اگر وہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر صرف تھوک بھی دیتے تو میں اس سے مرجاتا چنانچہ مکہ مکرمہ پہنچنے سے ایک دن قبل وہ بدبخت راستہ میں ہی مر گیا۔

یہ واقعہ ہی مسلمانوں کے لیے انتہائی عبرت اور غیرت کا مقام ہے کہ ایک پکے اور سخت ترین کافر کو تو حضور ﷺ کے فرمان کے سچے ہونے کا اس قدر یقین ہوا کہ اس کو اپنے مارے جانے کا ذرا بھی تردد اور شک نہیں ہوا اور مسلمان لوگ حضور نبی کریم ﷺ کو نبی اور سچا ماننے کے باوجود اور حضور ﷺ کے ارشادات کو یقینی کہنے کے باوجود اور سچی محبت کرنے کے دعوے کے باوجود اور حضور ﷺ کی امت میں فخر کرنے کے باوجود کتنے ارشادات پر عمل کرتے ہیں اور جن چیزوں سے متعلق حضور ﷺ نے عذاب بتائے ہیں ان سے کتنا ڈرتے ہیں اور کتنا کانپتے ہیں اور ہر شخص کے اپنے ہی گریبان میں منہ ڈال کر بات کرنے کی نوبت ہے کوئی دوسرا کسی کے متعلق کیا کہہ سکتا ہے ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الزواجر میں قارون وغیرہ کا بھی فرعون کے ساتھ ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کے ساتھ حشر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر انہی وجہ سے نماز میں سستی ہوتی ہے جو ان لوگوں میں پائی جاتی تھیں۔ پس اگر اس کی وجہ مال ودولت کی کثرت ہے تو قارون کے ساتھ حشر ہوگا اور اگر حکومت اور سلطنت ہے تو فرعون کے ساتھ اور اگر وزارت وغیرہ ہے تو ہامان کے

Marfat.com

ساتھ اور اگر تجارت ہے تو ابی بن خلف کے ساتھ اور جب ان ملعون افراد کے ساتھ حشر ہوگا تو جس قسم کے عذاب حدیثِ پاک میں وارد ہوتے ہیں تو ان میں اشکال نہیں رہا ہے کہ دوزخ کے عذاب سخت سے سخت ترین ہیں البتہ یہ ضرور ہیں کہ مسلمان کو اپنے ایمان کی بدولت ایک نہ ایک دن دوزخ سے خلاصی ضرور مل جائے گی۔

ہر مشکل کا حل اور ایمان کی سلامتی کی ضمانت نماز ہے

نقل ہے کہ حضور ﷺ کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ اس قدر مفلس تھے کہ ان کے گھر میں صرف ایک ہی چادر تھی جس سے وہ دونوں میاں بیوی ستر ڈھانپتے تھے حضور ﷺ نے حکم دیا کہ ہم سے گھر کے خرچ کے لیے چار سو درہم لے جاؤ اس نے بیوی سے مشورہ کیا تو بیوی نے درہمِ دنیا جیسے دشمن خدا کو گھر میں لانا مناسب نہ سمجھا۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں وہ درہم نہیں لیتا تو اللہ ربّ العزت کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہوتی ہے بتاؤ میں کیا کروں بیوی نے کہا آؤ دو رکعت نفل پڑھ کر دعا کرتے ہیں کہ یا الٰہی ہمیں دنیا سے اٹھالے تاکہ گھر میں تیرے دشمن کو نہ لاسکیں انہوں نے ایسا ہی کیا اور اپنی جان اللہ ربّ العزت کے حوالے کردی مگر افسوس کہ اب ایسا دور آگیا ہے کہ لوگ صرف درہم دنیا ہی کی خاطر نوافل پڑھتے ہیں اللہ ربّ العزت اپنی پناہ میں رکھے (آمین)

بے نماز کی حیثیت

حضورِ اکرم ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے کہ ایک مرتبہ جبریل امین علیہ السلام میرے پاس آئے اور خبر دی کہ مسلمان کہتا ہے کہ اللہ ربّ العزت کا شکر ہے کہ اس نے مجھے مسلمان پیدا کیا یہودی پیدا نہیں کیا۔ یہودی کہتا ہے کہ اللہ ربّ العزت کا شکر ہے کہ اس نے مجھے یہودی پیدا کیا نصرانی پیدا نہیں کیا۔ نصرانی کہتا ہے کہ اللہ ربّ العزت کا شکر ہے کہ مجھے نصرانی پیدا کیا مجوسی پیدا نہیں کیا۔ مجوسی کہتا ہے کہ اللہ ربّ العزت کا شکر ہے کہ

Marfat.com

مجھے مجوسی پیدا کیا منافق پیدا نہیں کیا۔ اور منافق کہتا ہے کہ اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ مجھے منافق پیدا کیا مشرک پیدا نہیں کیا اور مشرک کہتا ہے اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ مجھے مشرک پیدا کیا بے دین پیدا نہ کیا اور بے دین کہتا ہے اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ مجھے بے دین پیدا کیا کافر پیدا نہ کیا اور کافر کہتا ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے مجھے کافر پیدا کیا کتا پیدا نہیں کیا اور کتا کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مجھے کتا پیدا کیا خنزیر پیدا نہیں کیا اور خنزیر کہتا ہے اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ مجھے خنزیر پیدا کیا تارک نماز پیدا نہیں کیا۔

اللہ رب العزت اپنے خاص فضل وکرم اور اپنے حبیب ﷺ کے وسیلے سے ہمیں اپنے دین کی سمجھ اور ہدایت نصیب فرمائے۔

کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا

کعبہ نام ہے بیت اللہ یعنی خدا کے گھر کا جس کی طرف منہ کر کے نماز میں سجدہ کرتے ہیں۔ اصل معنی اس کے بلند کے ہیں چونکہ کعبہ زمین بلند پر ہے یا از روئے مراتب بلند ہے۔ اس لیے اس کا یہ نام رکھا گیا۔ اصل میں عبادت کی خوبصورتی اور اس کا حسن اتفاق اور اتحاد کی صورت کے بغیر ایک ہی طرف متوجہ اور منہ کرنے کے حاصل نہیں ہو سکتی اس لیے عبادت کو اتفاق و یگانگت کی صورت میں لانے کے لیے نماز کے اندر کعبہ کی طرف منہ کرنے کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس سے پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کیا جاتا تھا جو اہلِ کتاب کا پہلے سے قبلہ تھا۔

سرکارِ دو عالم ﷺ جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو بعد از ہجرت بھی تقریباً سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی لیکن آپ ﷺ کو یہ اچھا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ کا قبلہ مکہ معظمہ ہو جائے چنانچہ وہ ہو گیا اور ہجرت سے پہلی نماز جو حبیبِ خدا ﷺ نے مکہ معظمہ کی طرف منہ کر کے پڑھی [illegible]

Marfat.com

بیت المقدس حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا جبکہ مکہ معظّمہ پانچ پیغمبروں کا بنایا ہوا تھا۔ اوّل اس کی بنیاد حضرت آدم علیہ السلام نے ڈالی جب طوفانِ نوح میں اس کی تعمیر کو نقصان پہنچا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے از سرِ نو اس کی تعمیر اپنے ہاتھوں سے فرمائی اس کے بعد حضور سرورِ کائنات نے قریش کے ساتھ مل کر اس کی تعمیر فرمائی۔ مذہبِ اسلام چونکہ تمام پیغمبروں کی شریعت اور ان کے مذاہب کا جامع ہے۔ اس لیے ابتداء میں بیت المقدس ہی ہمارے لیے قبلہ رہا تاکہ عیسیٰ و موسیٰ اور سلیمان علیہم السلام وغیرہ کی شریعت پر عمل ہو جائے لیکن اس کے بعد ابراہیم و آدم اور نوح علیہ السلام کے قبلہ کو قبلہ بنا دیا گیا تاکہ ان سب پیغمبروں کے قبلہ کے بھی ہم وارث ہو جائیں۔

کعبہ کے اندر نماز پڑھنا

بعض آئمہ کے نزدیک کعبہ کے اندر نماز پڑھنا درست نہیں اور بعض کے نزدیک صرف فرض نماز درست ہے اور نفل درست نہیں جبکہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک فرض اور نفل دونوں درست ہیں۔

حدیث شریف میں ہے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ جب کعبہ میں جاتے تو اس میں داخل ہوتے وقت اپنے منہ کے سامنے چلتے اور دروازہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے کر کے چلتے یہاں تک کہ ان کے اور اس دیوار کے درمیان میں جو ان کے سامنے ہوتی تھی تین گز کا فاصلہ رہ جاتا تھا پھر اس مقام کو تلاش کر کے جس کی نسبت حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ خبر دی تھی کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نماز پڑھی وہیں نماز پڑھتے تھے اور کسی شخص کے لیے کچھ حرج نہیں ہے کعبہ کے جس گوشہ میں چاہے نماز پڑھے۔ (بخاری شریف)

دوسری روایت ہے کہ جس طرح کعبہ سے باہر اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا

Marfat.com

جائز ہے ایسا ہی کعبے کے اندر بھی جائز ہے۔ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کی صورت میں چاروں طرف قبلہ ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام کی امامت

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے دو مرتبہ خانہ کعبہ کے قریب میری امامت کی۔ انہوں نے مجھے ظہر کی نماز پڑھائی جب سورج ڈھل گیا تھا اور سایہ تسمہ کی مانند رہ گیا تھا اور مجھے عصر کی نماز پڑھائی جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا تھا اور مجھے مغرب کی نماز پڑھائی جس وقت کہ روزہ دار افطار کرتا ہے اور عشاء کی نماز پڑھائی جبکہ شفق غائب ہو گئی فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جس میں روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے کہ جب دوسرا دن ہوا مجھے ظہر کی نماز پڑھائی اس وقت ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا تھا اور عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جس وقت روزہ دار افطار کرتا ہے اور عشاء کی نماز پڑھائی تہائی رات تک اور فجر کی نماز پڑھائی جبکہ صبح خوب روشن ہوئی اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ وقت تو تجھ سے پہلے انبیاء کا ہے اور تیری نماز کا وقت ان وقتوں کے درمیان ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حائضہ عورت کی نماز

حائضہ عورت نماز کی قضاء نہ پڑھے کیونکہ زمانہ حیض کی نمازوں کی قضا نہیں حدیث شریف میں ہے۔ حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک عورت نے حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کیا ہم میں سے کسی کو اس کی نماز (صرف اسی قدر زمانے میں) جبکہ وہ طاہر رہے کافی ہے؟ تو حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کیا تو حروریہ ہے۔ (حروریہ یہ ایک فرقہ ہے)

یقیناً ہم جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (رہتے میں) حائضہ ہوتے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز (کی قضاء پڑھنے) کا حکم نہ دیتے تھے (یا حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

نے یہ کہا کہ ہم قضا نہ پڑھتے تھے)

مستحاضہ کی نماز

معنی وہ عورت جس کو معمولِ ایامِ حیض سے زیادہ خون آئے حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے کہ فاطمہ بنتِ ابی جیش رضی اللہ عنہا مستحاضہ ہوئی تھی تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (اس کا مسئلہ پوچھا) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو ایک رگ (کا خون) ہے اور حیض نہیں ہے پس جب حیض (کا زمانہ) آگے آئے تو نماز چھوڑ دو اور جب گزر جائے تو غسل کرو اور نماز پڑھو۔

ایک دوسری حدیث شریف میں حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سات برس مستحاضہ رہی تو انہوں نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں غسل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا یہ ایک رگ (کا خون) ہے پس وہ ہر نماز کے لیے غسل کرلیا کرے۔ (صحیح بخاری)

Marfat.com

رمضان المبارک

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (البقرۃ:۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزے رکھنا فرض کیا گیا تھا تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرۃ:184)

معدودہ چند دنوں میں سو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا مسافر ہو (اور روزہ نہ رکھے) تو دوسرے دنوں میں عدد (پورا کرنا لازم ہے) اور جن لوگوں پر روزہ رکھنا دشوار ہو (ان پر ایک روزہ کا) فدیہ یعنی ایک مسکین کا کھانا ہے۔ پھر جو خوشی سے فدیہ کی مقدار بڑھا کر زیادہ نیکی کرے تو یہ اس کے لیے زیادہ بہتر ہے اور اگر تمہیں علم ہو تو روزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔

روزہ

خزائن العرفان، درمختار اور خازن میں ہے کہ روزہ بعثت کے ...

شوال 2 ہجری میں فرض ہوا۔ پہلے صرف ایک روزہ یعنی عاشورہ کے دن کا فرض ہوا تھا۔ پھر یہ منسوخ ہو کر ہر ماہ چاند کی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے فرض ہوئے۔

پھر یہ منسوخ ہو کر ماہِ رمضان شریف کے روزے فرض ہوئے مگر لوگوں کو اختیار تھا چاہے روزہ رکھیں یا فدیہ ادا کریں' یعنی ہر روزہ کے عوض آدھا صاع (175 روپیہ اٹھنی بھر) گندم کا ایک صاع جو (351 روپیہ بھر) صدقہ کریں۔

پھر یہ اختیار منسوخ ہو کر روزے لازم ہوئے مگر یہ پابندی رہی کہ رات کو سونے سے پیشتر جو چاہو کھاؤ۔

پھر حضرت صرمہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش آنے پر صبح تک کھانے اور پینے کا اختیار دیا گیا مگر جماع پھر بھی حرام رہا۔

پھر حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش آنے پر رات میں یہ بھی حلال کر دیا گیا۔

-لہٰذا یوں سمجھو کہ اوّل کلمہ طیبہ پڑھنا فرض ہوا۔ دوم نماز' سوم روزہ' چہارم زکوٰۃ' پنجم جہاد' ششم حج۔ (روح البیان)

صاحبِ درِّ منثور نے فرمایا کہ نماز میں بھی تبدیلیاں ہوئیں اور روزہ میں بھی۔

معراج شریف میں نماز پچاس وقت فرض ہو کر پانچ پانچ کم ہو کر بالآخر پانچ رہ گئیں پھر ہر وقت میں دو دو رکعتیں فرض تھیں بعد ازاں سفر میں دو رہیں اور اقامت میں بعض چار اور تین کر دی گئیں۔ کچھ روز بیت المقدس کی طرف پھر کعبہ معظمہ کی طرف ادا ہوئیں اور روزہ میں مذکورہ چھ تبدیلیاں فرض ہوئیں۔ حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی صاحب اپنی تفسیرِ نعیمی کی جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ درج بالا رمضان شریف سے متعلق آیات قرآنِ مجید کا اس سے پچھلی آیاتِ قرآنِ مجید جو کہ وصیت سے متعلق ہیں سے چند طرح سے تعلق ہے۔

پہلا تعلق: پچھلی آیات میں قصاص اور وصیت کا ذکر تھا جس کا تعلق جسمانی موت سے

Marfat.com

ہے اور اب موجودہ درج بالا آیت میں روزہ کا ذکر ہے جس کا تعلق نفسِ امارہ کی موت سے ہے کیونکہ روزہ سے نفسِ امارہ مرتا ہے۔

دوسرا تعلق: دوسرا تعلق پچھلی آیت سے معلوم ہوا کہ موذی کو مارنا اور بے گناہ کی زندگی میں کوشش کرنا ثواب ہے اسی لیے وصیت کا جاری کرنا فرض ہے کیونکہ اس میں میت کے حکم کا زندہ کرنا ہے اور اب بتایا جا رہا ہے کہ زوح کو زندہ رکھو اور نفس کو مارو یعنی روزہ رکھو۔

تیسرا تعلق: پچھلی آیتوں میں معلوم ہوا کہ جان کا قصاص لینا ضروری ہے اور اب فرمایا جا رہا ہے کہ اعمال کا قصاص یعنی بدلہ بھی ضروری ہے کہ اگر کسی کے روزے قضا ہو جائیں تو وہ اس کے عوض دوسرے روزے رکھے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: چونکہ روزہ کا حکم دیا جا رہا ہے جو نفس پر بھاری ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو پیارے خطاب سے نواز کر ان کی عزت افزائی فرمائی اور ہمت بڑھائی یا چونکہ روزے کا عبادت ہونا انسانی عقل سے وراء ہے۔ سمجھ نہیں آتا کہ بھوکا پیاسا رہنا عبادت کیوں ہو گیا۔ اسی لیے اس طرح خطاب کیا گیا۔ یعنی تم ہو مؤمن اور بندہ وفادار اور تمہاری شان یہ ہے کہ ہمارا ہر حکم مانو۔ خواہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ کالج کے طلبہ ہر بات عقل سے سمجھتے ہیں مگر فوج اور پولیس کے ملازم اور ہسپتال کے مریض بغیر سوچے سمجھے اطاعت کرتے ہیں۔ لہٰذا تم روزہ پر عمل کرو جہاں سلطان عشق ہے۔ وہاں عقل کی گنجائش نہیں ہوتی۔ چنانچہ ''یا'' کہہ کر پیاروں کو پکارا اور ''ایھا'' کی تنبیہ سے ان کی غفلت دور کی اور ''امنو'' فرما کر ان کے محبوب ہونے کی گواہی دی کہ اے وہ لوگو جو ایمان لا کر ہمارے ہو چکے۔ ہماری ہر سخت اور نرم بات بھی قبول کرو۔ اگر آگ میں گرنے کو فرمائیں تو کود جاؤ۔ اگر تمہیں کسی مرغوب چیز سے ہٹائیں تو ہٹ جاؤ کیونکہ یہ محبت کا تقاضا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ تم سے فرماتا ہے کہ ''کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ'' کتب کے معنی ہیں۔ لکھے گئے یا لازم کیے گئے یعنی زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے لوحِ محفوظ میں یہ روزے تمہارے نام [illegible]

Marfat.com

یہ فرضیت محض اتفاقی طور پر نہیں بلکہ طے شدہ پروگرام کے تحت ہے لہٰذا تم اس پر ضرور عمل کرو اور توریت و انجیل میں لکھا جا چکا تھا کہ اُمتِ محمدیہ ﷺ پر یہ روزے فرض ہوں گے اور ان کتبِ آسمانی میں بھی تمہاری نیک نامی درج ہو چکی ہے۔ لہٰذا اب روزہ چور یا روزہ چھوڑ یا روزہ توڑ ہو کر اپنے نام کو بٹہ نہ لگانا اور اب تک تو تم پر روزہ اختیاری عبادت تھی کہ تمہیں فدیہ کا بھی حق تھا۔ مگر اب روزے لازم کر دیئے گئے لہٰذا وہ پہلا اختیار ختم ہوا اور یہ آیت محکم ہے اور اختیار والی آیت منسوخ ہو گئی۔

صیام کا مادہ صوم ہے۔ جس کے لغوی معنی ہیں باز رہنا' چھوڑ دینا اور سیدھا ہونا (تفسیرِ کبیر) اسی لیے خاموشی کو صوم کہتے ہیں (اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُکَلِّمَ) کیونکہ اس میں کلام سے باز رہنا ہے اور دوپہر کو صوم النہار کہتے ہیں کہ یہ وقت سورج کے قیام کا ہے' کہتے ہیں ''صامت الریح'' ہوا درست ہو گئی اور ''صام الفرس'' گھوڑا کھڑا ہو گیا۔ (تفسیرِ کبیر)

شریعت میں مسلمان کا صبحِ صادق سے آفتاب ڈوبنے تک بہ نیت عبادت کھانے پینے اور حالتِ روزہ میں جماع وغیرہ سے بچنے کا نام روزہ ہے۔ یعنی صوم کیونکہ اس میں کھانا پینا چھوڑنا اور نفس کی درستی ہے اور صیام اس کا مصدر ہے یعنی روزہ رکھنا۔ جیسے قیام اور صوم و صائم کی جمع بھی صیام ہی آتی ہے یعنی فرض کیا گیا تم پر روزہ رکھنا اور ممکن ہے کہ صیام صوم کی جمع ہو۔ یعنی فرض کیے گئے تم پر روزے۔ خیال رہے یہاں صیام سے مراد رمضان کے روزے ہیں نا کہ عاشورہ یا ہر ماہ کی درمیان تاریخوں کے روزے لہٰذا یہ آیت ان احادیث کی ناسخ ہے جن سے عاشورہ یا ہر ماہ کے تین روزوں کی فرضیت ثابت ہے اور نسخِ حدیث بالقرآن درست ہے۔

''کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ'' چونکہ روزہ نفس پر دشوار تھا اسے آسان کرنے کے لیے فرمایا گیا کہ یہ تم پر ہی فرض نہیں کیا گیا بلکہ اگلی امتوں پر بھی تھا۔ لہٰذا ذرا

Marfat.com

ہمت سے کام لینا اور پچھلی امتوں کے مقابلہ میں فیل نہ ہو جانا۔
تفسیر کبیر اور احمدی میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہر امت پر روزے فرض رہے۔ چنانچہ آدم علیہ السلام پر قمری ماہ کی تیرہ چودہ اور پندرہ کے روزے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر عاشورہ کا روزہ فرض تھا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ سب سے زیادہ حضرت نوح علیہ السلام نے روزے رکھے۔ (درمنثور) جبکہ صاحبِ تفسیر کبیر نے فرمایا کہ عیسائیوں پر ماہِ رمضان کے روزے فرض تھے چونکہ قمری مہینے موسموں میں گھومتے رہتے ہیں اور گرمی کے روزوں میں انہیں تکلیف ہوتی تھی اس لیے انہوں نے شمسی مہینے سے موسم بہار کے روزے لازم کیے تاکہ گرمی سے بچے رہیں اور بدلنے کے عوض بڑھا کر بجائے تیس کے پچاس بنا لیے۔

ایسے ہی یہودیوں پر بھی رمضان ہی کے روزے فرض تھے جنہوں نے یہ چھوڑ کر صرف ایک عاشورہ کا روزہ فرض کر لیا کیونکہ اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون ملعون سے نجات ملی۔ اور ''اَلَّذِیْنَ'' سے یا تو ساری اگلی امتیں مراد ہیں یا اہلِ کتاب ''لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ'' اس کا تعلق کتب سے ہے اور اس میں روزہ کی حکمت کا ذکر ہے۔ یعنی تم پر روزے اس لیے فرض کیے گئے تاکہ تم جہنم کی آگ سے بچ جاؤ اور پرہیزگار بن جاؤ۔ کیونکہ گناہ کرانے والا نفس ہے اور یہ خوب کھانے پینے سے قوی ہوتا ہے اور جب روزہ سے اس کی قوت ٹوٹے گی تو تمہیں گناہ کی طرف رغبت بھی کم ہو گی اور پرہیزگاری حاصل ہو گی۔

بہر حال اس آیت کا اصل مقصد یہ ہے کہ اے مسلمانو! تمہیں ایک ایسا عمل بتاتے ہیں جو کہ تقویٰ کی اصل ہے وہ یہ کہ تم پر روزے فرض کیے جاتے ہیں مگر یہ تمہارے واسطے نئی بات نہیں تم سے پہلے اوروں پر بھی فرض رہ چکے ہیں لہٰذا تم اس پر کاربند ہو تاکہ تمہیں تقویٰ اور پرہیزگاری حاصل ہو۔

خلاصہ مختصر یہ ہے کہ اے وہ لوگو! جو انوارِ حضوری کا مشاہدہ کرنے کے اسرار سے محروم ہو

Marfat.com

میں آ چکے تم پر جسمانی قلبی، سری، روحانی روزہ فرض کیا گیا۔

جسمانی روزہ یہ ہے کہ روزہ دار کا ہر عضو گناہوں سے محفوظ رہے۔ آنکھ حرام چیز نہ دیکھے اور کان جھوٹ، موسیقی، غیبت، بدکلامی وغیرہ کی آوازیں نہ سنے۔ زبان بری باتوں سے بچے، قلبی روزہ یہ ہے کہ وہ برے خیالات سے محفوظ رہے۔

روحی روزہ یہ ہے کہ وہ عالم روحانیات میں ربّ کے سوا کسی کو نہ دیکھے۔

سری روزہ یہ ہے کہ اپنے کو غیر اللہ سے بچائے۔

اور جو ان مفطرات سے بچا رہا وہ حقیقی روزہ دار ہے۔ شرعی روزہ تجلی آفتاب دیکھ کر شروع ہوتا ہے اور تاریکی دیکھ کر ختم ہو جاتا ہے۔ مگر طریقت کے روزہ کی ابتداء تجلی جلال پر اور انتہاء مشاہدۂ جمال پر ہے شریعت میں رمضان شریف کا چاند دیکھ کر روزہ شروع کرو اور عید کا چاند دیکھ کر ختم کرو۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے "صوموا لرؤیتہ وافطرو لرؤیتہ" اہلِ طریقت فرماتے ہیں کہ ربّ کا جمال دیکھ کر روزہ شروع کرو اور جمال ہی دیکھ کر افطار کرو۔ عوام کے روزے حلق کے ہیں اور خواص کے دل کے ہوتے ہیں۔ اور خاص الخواص کے روزے قلب و قالب دونوں کے ہوتے ہیں کیونکہ "علیکم" میں دونوں ہی سے خطاب ہوا ہے یہ روزے تم پر ہی فرض نہیں ہیں بلکہ تم سے پہلے روح اور جسم دونوں روزہ دار تھے لہٰذا تم اس پر عمل کرو تاکہ اغیار سے بچ کر دربارِ یار کی حاضری کے قابل ہو جاؤ۔

روزہ چونکہ نفس پر گراں ہے لہٰذا پچھلی آیت میں بھی مسلمانوں کو تسکین دی گئی اور اب اور طرح تسلی دی جا رہی ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 184 میں اللہ ربّ العزت مسلمانوں کو خطاب فرما رہا ہے کہ اے مسلمانو! گھبرانا مت، بھلا یہ مشکل کیا ہے نہ تو ساری عمر کے روزے واجب ہیں اور نہ اکثر کے لہٰذا چند گنتی کے دن ہیں یعنی گیارہ ماہ خوب کھاؤ اور پیو صرف ایک ماہ کے روزے رکھ لو اور اس میں بھی تمہیں اتنی آسانی دی جا رہی ہے کہ جو کوئی

Marfat.com

تم میں بیمار ہو یا پھر بیماری کا صحیح اندیشہ کرتا ہو۔ مگر بیماری بھی ایسی ہو جس کے لیے بظاہر روزہ مضر ہو یا جو سفر میں ہو تو اسے اختیار ہے کہ رمضان شریف میں روزہ نہ رکھے۔ آئندہ قضا کر لے اور جو بوڑھے یا مریض جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں تو ان پر ہر روزہ کے عوض ایک مسکین کی خوراک بدلہ دے دینا واجب ہے اور اگر کوئی ہمت کر کے زیادہ کرے تو اس کے لیے اور بھی اچھا ہے۔

ہاں اے مسافرو اور بیمارو اگرچہ تمہیں روزہ قضا کرنے کی اجازت تو ہے مگر بہتر یہ ہے کہ ہمت کر کے روزے رکھ ہی لو۔ کیونکہ کوئی خبر نہیں کہ آئندہ کیا ہو کیونکہ عبادت اور نیک کام میں جلدی بہتر ہوتی ہے اگر تم اس کے فائدے جانتے ہو تو پھر کر گزرو۔

یاد رکھو! اعمال درخت ہیں اور پھل اس کی جزا ہوتے ہیں۔ دنیاوی درخت عام طور پر بڑے ہوتے ہیں اور پھل چھوٹے مگر دینی درخت یعنی اعمال تھوڑے مگر ان کے پھل بہت بڑے ہوتے ہیں۔

اس لیے فرمایا گیا ہے کہ تم پر تھوڑی سی مدت (29 تا 30 دن) کے روزے فرض ہیں۔ مگر ان کے پھل دائمی ہوتے ہیں لہٰذا ان درختوں کو تمام آفات سے بچاؤ تاکہ پھل اچھا پاؤ اور ایسے ہی اپنے روزوں کو تمام بری حرکات سے پاک رکھو اور جسمانی و روحانی کھاد اور پانی انہیں دیتے رہو مگر جو تم میں سے مرضِ نفسانی میں مبتلا ہو یا پھر سرائے دنیا میں مسافرانہ زندگی گزارنے کی وجہ سے اس کا کبھی پورا اہتمام نہ کر سکے تو مایوس ہو کر چھوڑ نہ دے بلکہ جہاں تک ممکن ہو ادا کرے اور آئندہ بھی اس کے بدلے کی کوشش کرے اور جو ایسے روزہ کی طاقت نہ رکھیں وہ کچھ فدیہ بھی ادا کر دیا کریں مگر صحیح روزہ رکھنا ہی بہتر ہے۔

روزہ سے متعلق احادیثِ مبارکہ

1- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب

رمضان شریف آتا ہے آسمان کے دروازے کھول دیتے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں سے جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری ومسلم شریف)

2- جب ماہِ رمضان شریف کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات قید کر دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور منادی پکارتا ہے۔ اے خیریت طلب کرنے والے! متوجہ ہو: اور اے شر کے چاہنے والے باز رہ اور کچھ لوگ جہنم سے آزاد ہوتے اور یہ ہر رات میں ہوتا ہے (ترمذی، ابنِ ماجہ، امام احمد)

3- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رمضان شریف آیا تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ مہینہ آیا اس میں ایک رات ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ جو اس سے محروم رہا اور اس کی خیر سے وہی محروم ہوگا جو پورا محروم ہے۔ (ابنِ ماجہ)

4- حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رمضان شریف کا مہینہ آتا تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب قیدیوں کو رہا فرما دیتے اور ہر سائل کو عطا فرماتے۔ (بیہقی)

5- حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت ابتدائے سال سے آئندہ سال رمضان شریف کے لیے آراستہ کی جاتی ہے۔ جب رمضان شریف کا پہلا دن آتا ہے تو جنت کے پتوں سے عرش کے نیچے ایک ہوا حورِعین پر چلتی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ اے ربّ تو بندوں سے ہمارے لیے ان کو شوہر بنا جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی ہوں۔ (بیہقی شعب الایمان)

6- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان

Marfat.com

شریف کی آخری شب میں اس امت کی مغفرت ہوتی ہے عرض کی گئی کیا وہ شب قدر ہے؟ فرمایا نہیں۔ لیکن کام کرنے والے کو اس وقت مزدوری دی جاتی ہے جب کام پورا کرے۔ (امام احمد)

7- حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت میں آٹھ دروازے ہیں ان میں سے ایک دروازہ ریان ہے۔ اس دروازہ سے وہی جائیں گے جو روزہ رکھتے ہیں۔ (صحیحین سنن ترمذی نسائی صحیح ابن خزیمہ)

8- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ اور قرآنِ مجید بندے کے لیے شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا اے رب! میں نے کھانے اور خواہشوں سے دن میں اسے روک دیا۔ میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما اور قرآنِ مجید کہے گا۔ اے رب! میں نے اسے رات میں سونے سے باز رکھا۔ میری شفاعت اس کے بارے میں قبول فرما اور دونوں کی شفاعتیں قبول ہوں گی۔ (امام احمد و حاکم طبرانی کبیر میں ابن ابی الدنیا بیہقی شعب الایمان)

9- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں آدمی کے ہر نیک کام کا بدلہ دس سے سات سو تک دیا جاتا ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا مگر روزہ کہ وہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا میں دوں گا۔ بندہ اپنی خواہش اور کھانے کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور ایک اپنے رب سے ملنے کے وقت اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ رب العزت کے نزدیک مشک سے زیادہ پاکیزہ ہے اور روزہ سپر ہے۔ اور جب کسی کے روزہ کا دن ہو تو نہ بیہودہ بکواس کرے اور نہ چیخے۔ پھر اگر کوئی اس سے گالی گلوچ کرے یا لڑنے پر آمادہ ہو تو یہ کہہ دے میں روزہ دار ہوں۔ (امام مالک ابوداؤد ترمذی نسائی ابن خزیمہ)

10- حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب

Marfat.com

العزت کے نزدیک اعمال سات قسم کے ہیں۔ دو عمل واجب کرنے والے اور دو کا ان کے برابر ہے اور ایک عمل کا بدلہ دس گنا اور ایک عمل کا بدلہ سات سو ہے اور ایک وہ عمل ہے جس کا بدلہ اللہ ربّ العزت ہی جانے وہ دو عمل جو واجب کرنے والے ہیں ان میں سے ایک یہ کہ خدا تعالیٰ سے اس حال میں ملے کہ خالص اس کی عبادت کرتا تھا کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کرتا تھا۔ اس کے لیے جنت واجب ہے۔ دوسرا یہ کہ جو اللہ ربّ العزت سے ملا۔ اس حال میں کہ اس نے شریک کیا ہے تو اس کے لیے دوزخ واجب ہے اور جس نے برائی کی اس کو اس قدر سزا دی جائے گی اور جس نے نیکی کا ارادہ کیا مگر عمل نہ کیا تو اس کو ایک نیکی کا بدلہ ملے گا اور جس نے نیکی کی اس کو دس گناہ اجر ملے گا اور جس نے اللہ ربّ العزت کی راہ میں خرچ کیا اس کو سات سو کا ثواب ملے گا۔ یعنی ایک درہم کا سات سو درہم اور ایک دینار کا سات سو دینار اور روزہ اللہ ربّ العزت کے لیے ہے اور اس کا ثواب اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (طبرانی اوسط' بیہقی)

11- ابو یعلیٰ' بیہقی سلمہ بن قیس' احمد بزار میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' جس نے اللہ ربّ العزت کی رضا کے لیے ایک دن کا روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے اتنا دور کر دے گا جیسا کہ کوا کا بچہ تھا۔ اس وقت سے اڑتا رہا' یہاں تک کہ وہ بوڑھا ہو کر مرا۔

12- ابو یعلیٰ وطبرانی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی نے ایک نفلی روزہ رکھا اور زمین بھرا سے سونا دیا جائے۔ جب بھی اس کا ثواب پورا نہ ہو گا اور اس کا ثواب تو قیامت ہی کے دن ملے گا۔

13- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شے کے لیے زکوٰۃ ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے اور روزہ نصف صبر ہے۔ (ابنِ ماجہ)

Marfat.com

14-حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ روزہ دار کی دعا افطار کے وقت رد نہیں کی جاتی۔ (بیہقی)

15-بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ اللہ ربّ العزت کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے۔ اللہ تعالیٰ اس کے منہ کو دوزخ سے ستر برس کی راہ دور فرما دے گا اور اسی کے مثل نسائی، ابنِ ماجہ، ترمذی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں جبکہ طبرانی، ابوداؤد اور ترمذی حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ دوزخ کے اور اس کے درمیان اللہ تعالیٰ اتنی بڑی خندق کر دے گا جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے اور طبرانی کی روایت عمرو بن عبد رضی اللہ عنہ سے ہے کہ جس نے غیر رمضان میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں روزہ رکھا تو تیز گھوڑے کی رفتار سے سو برس کی مسافت پر دوزخ سے دور ہوگا۔

16-امام احمد، ترمذی، ابنِ ماجہ ابنِ خزیمہ اور ابنِ حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین اشخاص کی دعا رد نہیں کی جاتی، 1- روزہ دار جب وہ افطار کرتا ہے، 2-عادل بادشاہ کی، 3-مظلوم کی۔ اس کو اللہ ربّ العزت ابر سے اوپر بلند کرتا ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اللہ ربّ العزت فرماتا ہے۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ضرور تیری مدد کروں گا۔ اگرچہ تھوڑے زمانے بعد۔

17-ابنِ حبان و بیہقی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے رمضان شریف کا روزہ رکھا اور اس کی حدود کو پہچانا اور جس چیز سے بچنا چاہیے اس سے بچا تو جو پہلے کر چکا ہے اس کا کفارہ ہو گیا۔

18-ابنِ ماجہ حضرت ابنِ عباس سے راوی ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے مکہ معظمہ میں رمضان شریف پایا اور روزہ رکھا اور رات میں جتنا میسر آیا قیام کیا

Marfat.com

تو اللہ ربّ العزت اس کے لیے اور جگہ کے ایک لاکھ رمضان شریف کا ثواب لکھے گا اور ہر روز جہاد میں گھوڑے پر سوار کر دینے کا ثواب اور ہر دن میں حسنہ اور ہر رات میں حسنہ لکھے گا۔

19-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ میری امت کو ماہِ رمضان شریف میں پانچ باتیں دی گئی ہیں جو کہ مجھ سے پہلے کسی اور نبی کو نہ ملیں۔ اوّل یہ کہ جب رمضان شریف کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ ربّ العزت ان کی طرف نظر فرماتا ہے اور جن کی طرف نظر فرمائے گا۔ اسے کبھی عذاب نہ دے گا' دوم یہ کہ شام کے وقت ان کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے اچھی ہے۔ تیسری یہ کہ ہر دن اور رات میں فرشتے ان کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ اللہ ربّ العزت جنت کو حکم دیتا ہے۔ کہتا ہے کہ مستعد ہو جا اور میرے بندوں کے لیے مزین ہو جا' قریب ہے کہ دنیا کی تعب سے یہاں آ کر آرام کریں۔ پانچواں یہ کہ جب آخر رات ہوتی ہے ان سب کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ کسی نے عرض کی کہ کیا وہ شبِ قدر ہے؟ فرمایا کہ نہیں' کیا تو نہیں دیکھتا کہ کام کرنے والے کام کرتے ہیں اور جب کام سے فارغ ہوتے ہیں اس وقت مزدوری پاتے ہیں۔

20-حاکم نے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سب لوگ منبر کے پاس حاضر ہوں ہم حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف کے پہلے درجہ پر چڑھے۔ فرمایا: آمین اور جب منبر شریف سے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا کہ آج ہم نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی بات سنی ہے جو کہ کبھی نہ سنتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر عرض کی کہ وہ شخص دور ہو جس نے رمضان شریف پایا اور اپنی مغفرت نہ کرائی تو میں نے کہا کہ آمین۔ جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا۔ تو کہا کہ وہ شخص دور ہو کہ جس کے پاس

Marfat.com

میرا ذکر ہو اور مجھ پر درود نہ بھیجے۔ میں نے کہا کہ آمین اور جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ وہ شخص دور ہو جس کے ماں باپ دونوں یا ایک کو بڑھاپا آجائے اور ان کی خدمت کر کے جنت میں نہ جائے میں نے کہا کہ آمین اور اسی کے مثل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ و حضرت حسن بن مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے ابنِ حبان نے روایت کیا۔

ماہِ رمضان المبارک

رمضان شریف انتہائی مبارک مہینہ ہے بعض نے فرمایا کہ جیسے ہفتے بھر کے دنوں میں جمعہ مبارک ہوتا ہے ایسے ہی سال کے مہینوں میں رمضان شریف مبارک اور افضل ماہ ہے۔
اس کے کل چار نام ہیں' 1- ماہِ رمضان' 2- ماہِ صبر' 3- ماہِ مواسات' 4- ماہِ وسعتِ رزق' (مشکوٰۃ کتاب الصوم) روزہ صبر ہے جس کی جزا اللہ ربّ العزت ہے اور وہ اسی ماہ میں رکھا جاتا ہے۔ اس لیے اسے ماہِ صبر کہتے ہیں۔

مواسات کے معنی ہیں بھلائی کرنا چونکہ اس ماہ میں ہمارے مسلمانوں سے خاص کر اہلِ قرابت سے بھلائی کرنا زیادہ ثواب ہے۔ اس لیے اسے مواسات کا مہینہ کہتے ہیں۔

اس میں رزق کی فراخی بھی ہوتی ہے اور غریب بھی طرح طرح کی نعمتیں کھاتے ہیں اس لیے اس کا نام وسعتِ رزق بھی ہے۔

فضائل

اس کے بے شمار فضائل میں جن میں سے چند ایک یہاں درج کر رہا ہوں۔

1- کعبہ معظمہ مسلمانوں کو اپنے پاس بلا کر دیتا ہے اور ماہِ رمضان شریف خود آکر رحمتیں بانٹتا ہے۔ گویا وہ کنواں ہے اور یہ دریا' یا وہ دریا ہے اور یہ بارش۔

2- ہر ماہ میں خاص تاریخیں اور تاریخوں میں بھی خاص اوقات میں عبادت ہوتی ہے

Marfat.com

مثلاً بقرعید کی چند تاریخوں میں حج، محرم کی دس تاریخ افضل مگر ماہِ رمضان شریف میں ہر دن اور ہر وقت عبادت ہوتی ہے۔ یعنی روزہ عبادت ہے افطار کرنا عبادت ہے۔ تراویح پڑھنا عبادت ہے۔ سحری کرنا عبادت ہے۔ فطرانہ ادا کرنا عبادت ہے، وغیرہ وغیرہ۔ غرض کہ ہر آن میں اللہ ربّ العزت کی شان نظر آتی ہے۔

3- رمضان شریف ایک بھٹی ہے جبکہ بھٹی گندے لوہے کو صاف اور صاف کو کسی قیمتی پرزے میں ڈھال کر قابلِ استعمال کر دیتی ہے۔ اور زرگر سونے کو بھٹی میں گال کو تیار کر کے محبوب کے استعمال کے قابل بنا دیتا ہے۔ ایسے ہی ماہِ رمضان شریف گنہگاروں کو پاک وصاف کرتا ہے اور نیکو کاموں کے درجات بلند کرتا ہے۔

4- رمضان شریف میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر گنا ملے گا۔

5- بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جو رمضان شریف میں مرجائے اس سے سوالاتِ قبر بھی نہیں ہوتے۔

6- رمضان شریف میں شبِ قدر ہے کیونکہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید کا نزول رمضان شریف میں ہوا اور ایک دوسری جگہ فرمایا "اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ" یعنی ہم نے قرآن شبِ قدر میں اتارا اور دونوں آیتوں کو ملانے سے معلوم ہوا کہ شبِ قدر رمضان شریف میں ہی ہے اور وہ غالباً ستائیسویں شب ہے کیونکہ لیلۃ القدر میں نو حروف ہیں اور یہ لفظ سورۂ قدر میں تین بار آیا ہے جس سے ستائیس حاصل ہوئے۔ معلوم ہوا کہ وہ ستائیسویں شب ہے۔ (روح البیان، سورۃ قدر)

7- رمضان شریف میں شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ جنت آراستہ کی جاتی ہے اور اس کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اس لیے اس زمانہ میں نیکیوں کی زیادتی اور گناہوں میں کمی ہوتی ہے اور جو لوگ گناہ کرتے بھی ہیں وہ نفسِ امارہ اور اپنے ساتھی شیطان (قرین) کے بہکانے سے۔

8- رمضان شریف میں کھانے پینے کا کوئی حساب نہیں ہے۔

Marfat.com

9- قرآنِ مجید میں صرف ماہِ رمضان کا ذکر ہے اور اسی کے فضائل بیان ہوئے اور کسی دوسرے ماہ کا نام صراحۃً ہے اور نہ ایسے فضائل' مہینوں میں صرف ماہِ رمضان شریف کا نام قرآنِ مجید میں لیا گیا ہے۔ عورتوں میں صرف حضرت بی بی مریم کا نام قرآنِ مجید میں ہے اور صحابہ کرام میں صرف حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نام قرآنِ مجید میں ہے جس سے ان تینوں کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔

چاند دیکھنے کا بیان

اللہ ربّ العزت فرماتا ہے کہ

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۝ (البقرۃ:۱۸۹)

یعنی اے محبوب! تم سے ہلال کے بارے میں سوال کرتے ہیں تم فرما دو وہ لوگوں کے کاموں اور حج کے لیے اوقات ہیں۔

چاند کے بارے میں مختلف احادیث

1- حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں روزہ نہ رکھو جب تک کہ چاند نہ دیکھ لو اور افطار نہ کرو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور اگر ابر ہو تو مقدار پوری کرلو۔ (بخاری ومسلم)

2- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں چاند دیکھ کر روزہ رکھنا شروع کرو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اور اگر ابر ہو تو شعبان کی گنتی تیس پوری کرلو۔

3- ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابنِ ماجہ' دارمی' حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔ فرمایا کہ تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں عرض کی ہاں فرمایا کہ تو گواہی دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اس نے

Marfat.com

کہاہاں ارشادفرمایا کہ اے بلال رضی اللہ عنہ! لوگوں میں اعلان کردو کہ کل روزہ رکھیں۔

4- حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگوں نے باہم چاند دیکھنا شروع کیا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوخبردی کہ میں نے چاند دیکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی روزہ رکھا اور دوسرے لوگوں کو بھی رکھوایا۔ (ابوداؤد، دارمی)

5- حضرت ابی البختری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم عمرے کے لیے گئے جب بطنِ نخلہ میں پہنچے تو چاند دیکھ کر کسی نے کہا کہ یہ تو تین رات کا ہے اور کسی نے کہا کہ دو رات کا ہے ہم حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے ملے۔ ان سے واقعہ بیان کیا۔ فرمایا کہ تم نے دیکھا بس رات میں ہم نے کہا کہ فلاں رات میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی مدت دیکھنے سے مقرر فرمائی لہٰذا اس رات کا اقرار دیا جائے گا جس رات کا تم نے دیکھا۔

نفلی روزوں کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبداللہ رضی اللہ عنہ! کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا کیوں نہیں؟ یارسول اللہ! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہ کرو۔ روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو (بغیر روزہ کے رہو) قیام بھی کرو اور سو بھی جایا کرو کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم ہر ماہ کے تین دن روزہ رکھا کرو اور تمہیں ہر نیکی کا دس گنا اجر ملا کرے گا اور یہ تمہارے لیے پورے دہر کے روزے ہو جایا کریں گے۔ میں نے شدت کی اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں قوت پاتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ربّ العزت کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے رکھا کرو

Marfat.com

اور اس پر زیادتی نہ کرو۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے کس طرح تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نصف دہر ایک دن روزہ اور ایک دن افطار۔ (بخاری شریف)

2- ابن ملحان قیسی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں ایام ابیض کے روزے رکھنے کا حکم دیتے تھے یعنی تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے کا اور فرماتے کہ ان روزوں سے پورے دہر کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ (سنن ابوداؤد)

3- تین روزوں کا دس گناہ اجر ملے گا جیسا کہ صحیح بخاری شریف کی روایت میں ہے تو ہر ماہ تین روزے رکھنے سے پورے ماہ کے روزوں کا اجر ملے گا اور جو شخص ہمیشہ یہ تین روزے رکھے گا اس کو تمام دہر کے روزوں کا ثواب ملے گا۔

4- حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے۔ پھر اس نے شوال کے چھ روزے رکھے تو اس کو تمام دہر کے روزوں کا اجر ملے گا۔ (مسلم شریف)

5- ہر نیکی کا دس گنا اجر ہوتا ہے تو چھتیس روزوں کا اجر 360 روزوں کے برابر ہوا۔ گویا وہ پورا سال روزہ دار رہا۔ (مسلم شریف)

6- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ رب العزت اس سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ مٹا دے گا اور دس محرم کا روزہ رکھنے سے مجھے امید ہے اللہ رب العزت اس سے ایک سال پہلے کے گناہ مٹا دے گا۔ (مسلم شریف)

7- حضرت قدامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ وادی القریٰ میں اپنے مال کی طلب میں گئے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے۔ قدامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ بوڑھے آدمی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ پیر اور جمعرات کا روزہ کیوں رکھتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ حضور ﷺ پیر کا روزہ رکھتے اور ... پیر اور

Marfat.com

جمعرات کا روزہ رکھتے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ پیر اور جمعرات کو بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ (سننِ ابوداؤد)

8- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ماہِ رمضان شریف کے بعد سب سے افضل روزے ماہِ محرم الحرام کے روزے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔ (سننِ ابوداؤد)

9- حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مسلسل روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم کہتے کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افطار (روزہ ترک کرنا) نہیں کریں گے؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزے نہ رکھتے۔ حتیٰ کہ ہم کہتے کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزے نہ رکھیں گے؟ اور میں نے رمضان شریف کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی بھی ماہ کے مسلسل روزے رکھتے ہوئے نہ دیکھا اور نہ شعبان کے مہینہ سے زیادہ کسی اور مہینہ میں روزے رکھتے ہوئے دیکھا۔ (سننِ ابوداؤد)

اللہ جل شانہ نے ارواح کو پیدا فرما کر ان پر اپنے نور کی تجلی ڈالی۔ اس تجلی کا وقت گویا رمضان شریف ہے۔ اس وقت میں ان ارواح کو قرآن یعنی علمِ اجمالی حاصل ہوا جس کو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں عقل قرآنی کہتے ہیں۔ اس علم میں علومِ تفصلیہ کے دلائل و مسائل ہیں جس کا نام عقلِ فرقانی ہے۔ جو شخص اس وقت میں حاضر ہو یعنی اسے حضورِ ذات حاصل ہو تو اسے چاہیے کہ روزہ رکھے اور اپنے آپ کو قول و فعل اور حرکت سے باز رکھے اور جو کوئی قلبی بیماریوں میں مبتلا ہو اور نفسانی حجاب اسے اس حضور سے روکیں یا جو سفر میں ہو۔ یعنی ابھی راہِ سلوک (محبت) طے کر رہا ہو اور ابھی اس منزلِ حضور تک نہ پہنچا ہو تو اس پر واجب ہے کہ دوسرے مراتب حاصل کرے کہ انہیں طے کر کے اس مقام پر پہنچے کیونکہ اللہ ربّ العزت چاہتا ہے کہ مقامِ توحید تک پہنچانے پر تم پر آسانی کرے۔ وہ یہ نہیں چاہتا کہ عاجز نفسوں پر بھاری بوجھ اور تکلیفیں ڈال کر انہیں مصیبت دے اور تمہیں

Marfat.com

چاہیے کہ ان مراتب و حالات اور مقامات کے سارے درجات پورے کرلو اور اللہ تعالیٰ کی تکبیر کرتے ہوئے اور نعمتِ ہدایت کا شکر ادا کرتے ہوئے اس راستہ کو طے کرتے ہوئے چلے آؤ۔

بعض ایام میں روزہ رکھنے کی ممانعت

1- حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ عیدالاضحیٰ کے دن کیونکہ اس دن تم اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو اور عیدالفطر کے دن کیونکہ اس دن تم اپنے روزوں سے افطار کرتے ہو۔ (سنن ابوداؤد)

2- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یومِ عرفہ، یومِ نحر اور ایامِ تشریق ہم اہلِ اسلام کی عید ہیں اور یہ کھانے پینے کے ایام ہیں۔

(سنن ابوداؤد)

نوٹ:- میدانِ عرفات میں یومِ عرفہ کا روزہ رکھنا منع ہے اور دوسری جگہوں میں اس دن روزہ رکھنا ثواب ہے اور عیدین میں روزہ رکھنا ممنوع ہے۔

3- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص (صرف) جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے الّا یہ کہ اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد بھی روزہ رکھے۔ (ابوداؤد)

روزے کے اسرار و حکمتیں

روزہ میں صدہا حکمتیں ہیں اس لیے ہر قوم اسے عبادت جانتی ہے۔ اگرچہ طریقوں میں قدرے اختلاف ہو۔ روحِ عالم اجسام میں آنے سے پہلے کھانے پینے وغیرہ سے پاک اور صاف تھی۔ اسی لیے گناہوں سے بھی محفوظ رہی اور اجزائے جسم کا بھی یہی حال ہے مگر جب یہ دونوں ملے تو جسم روح کی وجہ سے غذاؤں کے حاجتمند ہوئے جس کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہوئے۔ ضرورت تھی کہ اب بھی کچھ روز ان کو مرغوب غذاؤں سے باز رکھا

Marfat.com

جائے تاکہ انہیں اپنی پہلی حالت یاد رہے اور پہلے کی طرح اب بھی گناہوں سے بچتے رہیں۔

2- نفس اور روح دو دشمن ہیں جن کا مقام انسان کا جسم ہے اور ان میں سے ایک کی قوت دوسرے کے ضعف کا سبب ہے۔ نفس جسمانی غذاؤں اور لذتوں سے قوی ہوتا ہے اور روح نیک اعمال سے قوی ہوتی ہے۔ ضرورت تھی کہ کچھ روز بھوکا رکھا جائے تاکہ نفس کمزور ہو جائے۔

3- روزہ میں بھوک اور پیاس کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے جس کی وجہ سے غذا اور پانی یعنی رزق کی قدر ہوتی ہے اور انسان اپنے پروردگار کا شکر ادا کرتا ہے۔

4- روزہ سے بھوکوں اور پیاسوں پر مہربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ غنی اپنی بھوک یاد کر کے غریبوں اور مسکینوں کی بھوک کا احساس کرتا ہے۔ یہاں روح البیان میں ہے کہ انسانوں کے تیسرے بادشاہ طھمورث کے زمانہ میں سخت قحط سالی ہوئی تو مالداروں کو روزہ کا حکم دیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ تم دوپہر کا کھانا غریبوں اور مسکینوں کو دو تاکہ شام کو وہ اور تم دونوں کھائیں۔

5- روزے سے بھوک کے برداشت کرنے کی عادت بنتی ہے اور اگر کبھی کھانا میسر نہ ہو تو انسان گھبراتا نہیں۔

6- بھوک بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔ اب بھی ڈاکٹر اور طبیب کہتے ہیں کہ فاقہ بہت سی بیماریوں کا علاج ہے کیونکہ اس سے معدہ کی اصلاح ہوتی ہے۔

7- نفس دن میں تو کھانے پینے اور رات کو سونے کی رغبت کرتا ہے۔ شریعت نے اس کی مخالفت یوں کروائی کہ کبھی دن میں روزوں کا اور رات میں نمازوں کا حکم دیا کہ ماہِ رمضان شریف میں دن میں کھانے سے باز رہو اور رات کو تراویح اور تہجد پڑھو۔

خیال رہے کہ نماز سجدہ وغیرہ فرشتے اور دیگر مخلوقات بھی ادا کرتی ہیں مگر روزہ صرف

Marfat.com

انسان ہی کی عبادت ہے۔ فرشتے اور دیگر مخلوقات غالباً جنات پر بھی روزے فرض نہیں۔ یہ انسانی خصوصیات سے ہے اسی لیے "علیکم" میں انسانوں سے خطاب ہوا جیسا کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے:

"وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا" (آل عمران: ۹۷)

حج صرف انسانوں پر ہی فرض ہے۔

بھوکا رہنے سے ذہن تیز ہوتا ہے اور بصیرت کام کرتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے جس کا پیٹ بھوکا ہو اس کی فکر تیز ہوتی ہے۔ (احیاء العلوم)

پیٹ بھر کر کھانا بیماری کی جڑ ہے اور پرہیز علاج کی بنیاد ہے۔ (احیاء العلوم)

لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اے بیٹے! جب معدہ بھر جاتا ہے تو فکر سو جاتی ہے اور حکمت گونگی ہو جاتی ہے اور عبادت کرنے کے لیے اعضا سست پڑ جاتے ہیں۔ دل کی صفائی میں کمی آجاتی ہے اور مناجات کی لذت اور ذکر میں رقت نہیں رہتی۔

شیطان انسان کی رگوں میں دوڑتا ہے اور بھوک پیاس سے شیطان کے راستے تنگ ہو جاتے ہیں اس طرح روزہ سے شیطان پر ضرب پڑتی ہے۔

روزہ کے فضائل

1- روزہ کے فضائل بے شمار ہیں۔ حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے۔

"اَلصَّوْمُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ لَهٗ" روزہ میرا ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا یا میں ہی اس کی جزا ہوں۔

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ساری عبادت میں ریا ہو سکتی ہے مگر روزہ میں ریا نہیں ہو سکتی کیونکہ سب میں کرنا ہے اور اس میں چھوڑنا ہے۔ لہذا اس کی جزا بھی اس کی [illegible] نہیں ہے۔ ربّ دینے والا اور بندہ لینے والا ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ [illegible] کے دن قرض خواہ اور دوسرے اہلِ حقوق چھین سکتے ہیں مگر روزہ [illegible]

سے فرمایا جائے گا کہ روزہ تو ہمارا ہے' کسی کو نہ ملے گا۔

2- ایک روایت میں ہے "وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ" میں اس کا بدلہ ہوں (تفسیر عزیزی) یعنی تمام عبادات کا بدلہ جنت اور روزہ کا بدلہ خالقِ جنت ہے اور تمام عبادات میں اطاعت کا غلبہ ہے اور روزہ میں عشق کا غلبہ ہے کیونکہ اس میں ربّ کے لیے دنیاوی چیزوں کا چھوڑنا ہے۔

عاشقاں راشش نشان است اے پسر
آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر!
گرترا پرسند سہ دیگر کدام
کم خور و کم گفتن و خفتن حرام

3- یہ سب باتیں روزہ میں ہیں اور مطیع کا بدلہ تو انعام ہے مگر عاشق کا بدلہ لقائے حبیب ہے۔ روزہ میں انسان ہر وقت عابد رہتا ہے۔ سونا' بولنا' چلنا' پھرنا سب عبادت کیونکہ بہر حال روزہ منہ میں ہے۔

4- وضو غسل وغیرہ گندگی جسم کو دور کر کے انسان کو عبادت تلاوت اور مسجد کے اندر آنے کے قابل بنا دیتا ہے۔ ایسے ہی روزہ روح کو پاک کر کے دربارِ یار کے لائق بناتا ہے۔ اور مشاہدۂ جمال اور ہمکلامی ربّ ذوالجلال کی قابلیت پیدا کرتا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر جاتے تو روزہ رکھ کر جاتے اور تورات لینے کے لیے انہوں نے چالیس روزے رکھے۔

5- روزہ سے شہوت ٹوٹتی ہے اور غفلت دور ہوتی ہے۔ اگر کسی کی غفلت اس سے بھی نہ جائے تو چاہیے کہ اپنے آپ کو رنج وغم اور فکرِ آخرت میں مبتلا رکھے کیونکہ یہ نفس کا آخری علاج ہے۔

6- حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن ماہِ رمضان شریف اور قرآنِ مجید روزہ دار

Marfat.com

کی شفاعت کریں گے۔

7- تین شخص انتہائی بدنصیب ہیں ایک وہ جو حضور ﷺ کا نامِ نامی اسمِ گرامی سنے اور درود نہ بھیجے۔ دوسرے جو ماں باپ کا بڑھاپا پاکر جنت حاصل نہ کر لے۔ تیسرے وہ جو ماہِ رمضان شریف پا کر دوزخ سے آزاد نہ ہو جاوے۔

8- جب ماہِ رمضان شریف اس لیے باقی تمام مہینوں پر افضل ہوا کہ اس میں نزولِ قرآن ہوا اور شبِ قدر ہزار مہینوں سے اس لیے بہتر ہوئی کہ اس میں نزولِ قرآن ہوا تو جس ذاتِ پاک پر قرآن اترا یعنی وہ محبوب ﷺ تمام خلق سے افضل ہیں اگر کوئی مہینہ رمضان شریف کی طرح نہیں تو پھر کوئی فرشتہ یا انسان یا کوئی بھی مخلوق حضور ﷺ کی مثل نہیں۔

رمضان شریف میں قرآنِ مجید کے الفاظ کا نزول ہوا اور حضور ﷺ کے کانِ مبارک پر الفاظِ قرآن کا نزول ہوا اور دلِ مبارک پر اسرارِ قرآنِ مجید کا نزول ہوا۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ "نزلہ علی قلبك"۔

نقشِ قرآن کی جگہ کاغذ ہے۔ الفاظ کی جگہ کان اور زبان' لہٰذا جب اوراقِ قرآنِ مجید کو ناپاک ہاتھ نہیں لگایا جا سکتا۔ جہاں نقوشِ قرآن رہتے ہیں تو پھر دل پاک مصطفےٰ ﷺ تک ناپاک اور گندے خیالات کیسے پہنچ سکتے ہیں جو کہ اسرارِ قرآنِ مجید کی منزل ہے:

"لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" (الواقعہ:۷۹)

فقیر کی درخواست

حاضری بارگاہ کا زمانہ گویا ماہِ رمضان شریف ہے اور نفس بی بی ہے اور حقوقِ نفس کا ادا کرنا گویا مجامعت ہے۔ لہٰذا فرمایا گیا کہ زمانۂ حضور میں غفلت کے اوقات میں اپنے نفس

Marfat.com

کے حصے ان کو دے سکتے ہو کیونکہ اس کو روح کے ساتھ وہ تعلق ہے جو کہ لباس کو جسم کے ساتھ ہوتا ہے جیسے جسم کی حفاظت کے لیے کپڑے کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ یونہی روحانی نگرانی کے لیے اپنے نفس کا بھی خیال رکھو۔ اللہ ربّ العزت جانتا ہے کہ راہِ طریقت طے کرنے کی حالت میں تم سے کبھی خطا بھی ہو جاتی ہے۔ اس کی معافی دی گئی اور آئندہ کے لیے تمہیں اجازت ہے کہ بقا بعد فنا کی حالت میں کبھی دنیاوی حقوق بھی ادا کرو۔ مگر اس کو ذریعہ تقویٰ سمجھ کر اور یہ جان کر کہ معبود نے اپنے بندوں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ اس کی رضا کا ذریعہ ہے۔ بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ ترکِ دنیا کمال نہیں' کمال تو یہ ہے کہ دنیا کو دین میں بدل دیا جائے۔ لہٰذا چاہیے کہ کبھی تو تارکِ دنیا ہو کر ملائکہ مقربین کی طرح عبادت میں مشغول رہے۔ یہ ہے روزہ اور کبھی دنیا میں مشغول ہو کہ ملائکہ مدبرین کی طرح دنیاوی انتظام کرے۔ یہ ہیں رمضان شریف کی راتیں اس صورت میں بندہ ہر وقت عابد رہے گا۔

لہٰذا اے راہِ محبت طے کرنے والو! تم اس وادی کو طے کرتے ہوئے دنیا کے حقوق بھی ادا کرتے جاؤ اور نعمت سمجھ کر کھاتے پیتے بھی جاؤ۔ یہاں تک کہ شبِ فراق کی ظلمت ختم ہو اور صبحِ وصال طلوع ہو اور مشرقِ حضور سے شعاعِ نور کا ظہور ہو۔ اس وقت تم سارے دنیاوی کام ترک کر کے راغب الی اللہ ہو جاؤ۔ پھر جب اس میں فتور واقع ہو اور کبھی غفلت کی رات آجائے پھر دنیا کے حقوق ادا کر لو اور اپنی زندگی یونہی گزار دو کہ پھر بوقتِ ظہور ترک کر دینا اور بوقتِ غفلت ادائے حقوق تا کہ تمہارا دین بھی قائم رہے اور ساتھ ساتھ دنیا بھی اور یہ بھی خیال رکھنا کہ جب تم مساجدِ قلب میں اعتکاف سے ہو تو اس وقت نفوس سے تعلق بالکل ترک کر دو۔ ورنہ تمہارا وقتِ عزیز ضائع ہو گا اور قلبی اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ میں نے تقریباً تمام احکام کھول کر سمجھا دیئے تا کہ تمہیں ذات تک پہنچنے میں آسانی ہو جائے اور تم کو پہلے تو شرک سے پھر گناہوں سے پھر شہوات سے امن حاصل ہو جائے۔ پھر فضول

Marfat.com

باتوں اور افعال کو چھوڑ کر حقیقی طور پر متقی بن جاؤ۔

چوں پاک آفریدت بہش باش و پاک — کہ ننگ است ناپاک رفتن بہ خاک
مر وزیر بارِگناہ اے پسر! — کہ محال عاجز بود در سفر
مکن عمر ضائع بافسوس و حیف — کہ فرصت عزیز است والوقت سیف

(شیخ سعدی)

یعنی جب اللہ ربّ العزت کے ہاں سے پاک صاف آئے ہو تو پاک صاف ہی جاؤ اور پاک خاک میں اپنا جسم ناپاک کر کے نہ لے جاؤ اور جہاں تک ہو سکے۔ گناہوں کا بوجھ زیادہ نہ بڑھاؤ کیونکہ مسافر کے پاس جتنا سامان اتنی ہی مصیبت ہوتی ہے۔

(ابن عربی، روح البیان)

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر انسان اپنی حد میں رہے تو انسان ہے اگر حد سے بڑھے تو حیوان بن جاتا ہے اگر اس سے بھی آگے بڑھے تو ابلیس بن جاتا ہے۔ اگر دریا کا پانی اپنی حد میں ہے تو آبِ رواں ہے۔ اگر حد سے آگے بڑھے تو طغیان ہے۔ اسی طرح سلطنت کی بھی حدیں ہوتی ہیں اور کھیتوں و باغوں کی بھی حدیں ہوتی ہیں اور مکانات کی بھی حدیں ہوتی ہیں۔ اگر کوئی اپنی حد سے نکل کر دوسرے کی حد میں داخل ہو گا تو وہ مجرم بن جائے گا اور ایسے ہی انسان کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے حدود مقرر فرمائی ہیں اور روحانی و نفسانی اور شیطانی حدود جدا جدا ہیں۔ ہماری آنکھ، کان، ناک، ہاتھ اور پاؤں کی حدیں مقرر ہیں۔ لہٰذا سچ بولتے رہے تو ایمانی حد میں رہے۔ اگر جھوٹ بولا تو نفسانی حد میں چلے گئے اور اگر کفر بکا تو شیطانی حد میں چلے گئے۔ لہٰذا قرآن کعبہ اور مدینۃ المنورہ کو دیکھا تو روحانی حد میں رہے لیکن اگر اسی آنکھ سے حرام چیزوں کو دیکھا تو نفسانی یا شیطانی حد میں چلے جائیں گے۔ اس لیے ارشاد ہوا کہ ''تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ''

جو جانور مالک کے قائم کردہ باڑہ میں رہتا ہے۔ وہ شیر بھیڑیا یا دیگر خونخوار جانوروں

Marfat.com

سے محفوظ رہتا ہے اور جو جانور باڑہ کی حد کو توڑتا ہے وہ درج بالا جانوروں کا شکار بن جاتا ہے۔ لہٰذا دنیا میں نفسِ امارہ اور شیطان خونخوار جانوروں کی مانند ہیں اور مذہب اسلام اللہ ربّ العزت کا باڑہ ہے اور شریعت اس باڑہ کی حدود ہیں لہٰذا جو کوئی ان حدود میں ہے وہ اپنے نفس اور شیطان کی فریب کاریوں اور گمراہی سے محفوظ ہے اور جس نے انہیں توڑا تو وہ شیطان اور نفس کا شکار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور خاص رحمت سے ہمیں بھی شریعت کی حدود میں رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

روزہ توڑنے والی چیزیں

1- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جس نے رمضان شریف کے ایک دن کا روزہ بغیر رخصت (شرعی) بغیر مرض افطار کیا۔ تو زمانہ بھر کا روزہ اس کی قضا نہیں ہو سکتا۔ اگر چہ رکھ بھی لے۔ یعنی وہ فضیلت جو رمضان کے روزے کی تھی کسی طرح حاصل نہیں کر سکتا اور جب روزہ نہ رکھنے میں اتنی سخت وعید ہے اور رکھ کر توڑ دینا تو اس سے بھی سخت تر ہے۔

(بخاری، احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابنِ ماجہ، دارمی)

2- ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ میں سو رہا تھا کہ دو شخص حاضر ہوئے اور میرے بازو کو پکڑ کر ایک پہاڑ کے پاس لے گئے اور مجھ سے کہا کہ چڑھیے میں نے کہا کہ مجھ میں اس کی طاقت نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم سہل کر دیں گے۔ میں چڑھ گیا جب بیچ پہاڑ پہنچا تو سخت آوازیں سنائی دیں۔ میں نے کہا کہ یہ کیسی آوازیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ دوزخیوں کی آوازیں ہیں پھر مجھے آگے لے گئے۔ میں نے ایک قوم کو دیکھا کہ وہ لوگ الٹے لٹکائے گئے ہیں اور ان کی باچھیں چیری جا رہی ہیں۔ جن سے خون بہتا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ لوگ ہیں کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ وقت سے پہلے روزہ افطار کر لیتے تھے۔ (ابنِ خزیمہ، ابنِ حبان)

Marfat.com

فقہی مسائل

1- کھانے پینے اور جماع کرنے سے روزہ جاتا رہتا ہے جبکہ روزہ دار ہونا یاد ہو۔

2- حقہ، سگار، سگریٹ اور چرٹ وغیرہ پینے سے روزہ جاتا رہتا ہے۔ اگرچہ اپنے خیال میں حلق تک دھواں پہنچاتا ہو بلکہ پانی یا تمباکو کھانے سے بھی روزہ جاتا رہے گا۔ اگرچہ پیک تھوک دی ہو کہ اس کے باریک اجزا ضرور حلق تک پہنچتے ہیں۔

3- شکر وغیرہ ایسی چیز جو منہ میں رکھنے سے گھل جاتی ہے۔ منہ میں رکھی اور تھوک نگل گیا۔ روزہ جاتا رہا، یونہی دانتوں کے درمیان کوئی چیز چنے کے برابر یا زیادہ تھی اسے کھا گیا یا کم ہی تھی مگر منہ سے نکال کر پھر کھالی یا دانتوں سے خون نکل کر حلق سے نیچے اترا اور خون تھوک سے زیادہ یا برابر یا کم تھا۔ مگر اس کا مزا حلق میں محسوس ہوا تو ان سب صورتوں میں روزہ جاتا رہا۔ اگر کم تھا اور ذائقہ بھی محسوس نہ ہوا تو روزہ قائم ہے۔

4- روزہ میں دانت اکھڑوایا اور خون نکل کر حلق سے نیچے اترا، اگرچہ سوتے میں ایسے ہوا تو روزہ کی قضا واجب ہے۔

5- کوئی چیز پاخانہ کے مقام میں رکھی۔ اگر اس کا دوسرا سرا باہر رہا تو روزہ نہ ٹوٹا ورنہ جاتا رہا۔ لیکن اگر وہ تر ہے۔ اور اس کی رطوبت اندر پہنچی تو مطلقاً جاتا رہا یہی حکم شرمگاہِ زن کے لیے ہے۔ شرمگاہ سے مراد یہاں فرج داخل ہے۔ یونہی اگر ڈورے میں بوٹی باندھ کر نگل لی اور ڈورے کا دوسرا سرا باہر رہا اور جلد نکال لی کہ گلنے نہ پائی تو روزہ نہ گیا اور اگر دوسرا سرا بھی اندر چلا گیا یا بوٹی کا کچھ حصہ اندر رہ گیا تو روزہ جاتا رہا۔

6- مبالغہ کے ساتھ استنجا کیا کہ یہاں تک کہ حقنہ رکھنے کی جگہ تک پانی پہنچ گیا۔ روزہ

Marfat.com

جاتا رہا اور اتنا مبالغہ چاہیے بھی نہیں کہ اس سے سخت بیماری کا اندیشہ ہے۔

7- مرد نے پیشاب کے سوراخ میں پانی یا تیل ڈالا تو روزہ نہ گیا۔ اگرچہ مثانہ تک پہنچ گیا ہو اور عورت نے شرمگاہ میں ٹپکایا تو روزہ جاتا رہا۔

8- دماغ یا شکم کی جھلی تک زخم ہے۔ اس میں دوا ڈالی' اگر دماغ یا شکم تک پہنچ گئی تو روزہ جاتا رہا۔ خواہ وہ دوائی تر ہو یا خشک۔ اگر معلوم نہ ہو کہ دماغ یا شکم تک پہنچی یا نہیں اور دوا ترتھی۔ جب بھی جاتا رہا۔ اگر خشک تھی تو نہیں۔

9- حقنہ لیا یا نتھنوں میں دوا چڑھائی یا کان میں تیل ڈالا یا تیل چلا گیا روزہ جاتا رہا اور پانی کان میں چلا گیا یا ڈالا تو نہیں۔

10- کلی کر رہا تھا۔ بلا قصد پانی حلق سے اتر گیا یا ناک میں پانی چڑھایا اور دماغ کو چڑھ گیا۔ روزہ جاتا رہا مگر جب کہ روزہ ہونا بھول گیا ہو تو نہ ٹوٹے گا۔ اگرچہ قصداً ہو ایسے ہی اگر کسی نے روزہ دار کی طرف کوئی چیز پھینکی وہ اس کے حلق میں چلے گئی روزہ جاتا رہا۔

11- سوتے میں پانی پی لیا یا کچھ کھا لیا یا منہ کھولا تھا اور پانی کا قطرہ یا اولا حلق میں چلا گیا' روزہ جاتا رہا۔

12- منہ میں رنگین ڈورا رکھا جس سے تھوک رنگین ہو گیا پھر تھوک نگل لیا تو روزہ جاتا رہا۔

13- آنسو منہ میں چلا گیا اور نگل لیا۔ اگر قطرہ یا دو قطرہ تھا تو روزہ نہ گیا اگر زیادہ تھا کہ اس کی نمکینی پورے منہ میں محسوس ہوئی تو روزہ جاتا رہا' پسینہ کا بھی یہی حکم ہے۔

14- پاخانے کے مقام سے باہر نکل آیا تو حکم ہے کپڑے سے خوب پونجھ کر اٹھے کہ تری بالکل باقی نہ رہے۔ اگر کچھ پانی اس پر تھا اور کھڑا ہو گیا کہ پانی اندر چلا گیا تو روزہ فاسد ہو گیا۔ اسی وجہ سے فقہا حضرات فرماتے ہیں کہ روزے دار استنجا کرنے میں سانس نہ لے۔

15- عورت کا بوسہ لیا' یا چھوا یا مباشرت کی یا گلے لگایا اور انزال ہو گیا تو روزہ جاتا رہا۔ اگر

Marfat.com

عورت نے مرد کو چھوا اور مرد کو انزال ہو گیا تو روزہ نہ گیا۔ عورت کو کپڑے کے اوپر سے چھوا اور کپڑا اتنا دبیز ہے کہ بدن کی گرمی محسوس نہیں ہوتی تو فاسد نہ ہوا اگرچہ انزال ہو گیا۔

16-قصداً منہ بھر قے کی اور روزے دار ہونا یاد ہے تو مطلقاً روزہ جاتا رہا۔ اگر اس سے کم کی تو نہیں اگر بلا اختیار قے آئی تو منہ بھر ہے یا نہیں اور بہر تقدیر وہ لوٹ کر حلق میں چلی گئی یا اس نے خود لوٹائی یا نہ لوٹائی تو اگر منہ بھر نہ ہو تو روزہ نہ گیا۔ اگرچہ لوٹ گئی یا اس نے خود لوٹائی اور منہ بھر ہے اور اس نے لوٹائی اگرچہ اس میں سے صرف چنے برابر حلق سے اتری تو روزہ جاتا رہا ورنہ نہیں۔

17-قے کے متعلق درج بالا احکامات اس وقت ہیں کہ قے میں کھانا آئے یا صفرا خون اور بلغم آیا تو روزہ نہ ٹوٹا۔

18-رمضان شریف میں بلا عذر جو شخص علانیہ قصداً کھائے پیئے تو حکم ہے کہ اسے قتل کیا جائے۔

اے مسلمانوں! تمہارے لیے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں سے جماع کرنا حلال کیا گیا کیونکہ وہ تمہارا پردہ ہیں اور تم ان کا یا وہ تمہارے دل کا چین ہیں اور تم ان کے دل کی راحت ہو اور تم ایک دوسرے کے بغیر گزر نہیں سکتے۔ اللہ رب العزت جانتا ہے کہ تم اپنی جانوں کو خیانت میں ڈال لیتے ہو۔ یعنی غلبۂ شہوت سے جماع کر بیٹھتے تھے اور پھر شرمندہ ہو کر توبہ کرتے تھے اس نے تمہاری توبہ قبول فرما لی اور گزشتہ خطاؤں کو معاف کر دیا اور آئندہ کے لیے رمضان شریف کی راتوں میں جماع حلال کر دیا۔ اب تم کو اجازت ہے کہ روزوں کی راتوں میں جماع کرو۔ مگر جانوروں کی طرح صرف شہوت پوری کرنے کے لیے نہ کرنا مگر صرف اُمتِ مصطفیٰ ﷺ میں اضافہ اور حصولِ اولاد کے لیے کرنا یا نیت کرنا کہ دلی فراغت حاصل ہو تا کہ رمضان شریف کی عبادتیں اطمینان سے ہو سکیں۔

Marfat.com

اس نیت سے تمہارا جماع بھی عبادت اور باعثِ ثواب ہو گا ورنہ گنہگار تو نہ ہو گے مگر ثواب سے محروم رہو گے۔

اعتکاف

اعتکاف بہت پرانی عبادت ہے اور گزشتہ پیغمبروں کے دین میں بھی جاری تھی۔ اللہ ربّ العزت نے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام کو حکم دیا تھا کہ "اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ" یعنی میرے گھر کعبہ معظّمہ کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ دینِ ابراہیمی علیہ السلام میں بھی اعتکاف تھا۔ اعتکاف کے معنی ہیں کہ گوشہ نشین ہو جانا اور اپنے کو باز رکھنا اور رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا مسنون ہے اور اعتکاف سب مساجد میں ہو سکتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِى الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ...... تا آخر یعنی تم لوگ جس وقت مسجدوں میں معتکف ہوا کرو اس وقت اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کیا کرو یہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدیں ہیں ان کے قریب نہ جاؤ۔

کتبِ فقہ میں ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ اور امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک صرف رات کا اعتکاف درست نہیں کیونکہ ان کے نزدیک رات کے اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے مگر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ میں لکھتے ہیں کہ امام محمد رضی اللہ عنہ کے نزدیک اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

عورت کا اعتکاف کرنا

اُم المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان شریف کے آخری عشرہ میں برابر اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اعتکاف

Marfat.com

کیا۔ (بخاری شریف)

اعتکاف میں عورت کا اپنے شوہر کو دیکھنے آنا

عورت کا اپنے شوہر کو دیکھنے کے لیے اس کے پاس اعتکاف میں جانا (درست ہے) ایک حدیث میں ہے کہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ (امام زین العابدین) سے روایت ہے کہ اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں جبکہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم معتکف تھے۔ پھر جب وہ واپس ہونے لگیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ (پہنچانے کے لیے) چلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار میں سے کسی شخص نے دیکھ لیا تو جب اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا اور فرمایا ادھر آؤ (کچھ اور گمان نہ کرنا) یہ صفیہ رضی اللہ عنہا بنتِ حیی تھیں (اور سفیان کبھی اس طرح روایت کرتے تھے کہ یہ صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں یہ میں نے اس لیے کہا کہ) شیطان ابنِ آدم کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے۔ حضرت علی بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (راوی) کہتے ہیں کہ میں نے سفیان سے کہا کہ کیا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تھیں؟ سفیان نے جواب دیا کہ وہ رات ہی کا وقت تو تھا۔ (بخاری شریف)

بیس دن کا اعتکاف

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان شریف میں دس دن کا اعتکاف فرماتے تھے۔ پھر جب وہ سال آیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پاک ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا' (بخاری شریف)

اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ رمضان شریف کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کرنا (یعنی منقول ہے) ویسے رمضان شریف کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا (مسنون ہے)

Marfat.com

اعتکاف کی مدت

اعتکافِ سنت کی مدت نو یا دس دن ہیں اور اس میں روزہ بھی شرط ہے۔ اعتکافِ فرض نذر کا اعتکاف ہے اس کی مدت کم از کم ایک دن اور رات ہے اس میں بھی روزہ شرط ہے۔ مگر اعتکافِ نفل جسے حکمی اعتکاف بھی کہتے ہیں اس کے لیے نہ کوئی مدت مقرر ہے نہ روزہ شرط ہے۔ انسان جب بھی مسجد میں آئے تو دائیں پاؤں سے اس میں داخل ہو اور یہ کہہ لے کہ میں نے اعتکاف کی نیت کی اس سے چار فائدے حاصل ہوں گے۔

ایک تو جب تک مسجد میں رہے گا اعتکاف کا ثواب پائے گا' دوسرے مسجد میں کھانا پینا بھی جائز ہو جائے گا۔ تیسرے مسجد میں آرام کے لیے سو بھی سکے گا۔ چوتھے مسجد میں دنیاوی جائز بات بھی کر سکے گا۔ درج بالا آیت سے چند فوائد حاصل ہوئے ہیں۔

اعتکاف کے فقہی مسائل

الحدیث: اُم المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان شریف کا آخری عشرہ اعتکاف فرماتے تھے۔

الحدیث: ابوداؤد انہیں سے راوی ہیں کہ معتکف پر سنت (یعنی حدیث سے ثابت) یہ ہے کہ نہ مریض کی عیادت کو جائے نہ جنازہ میں حاضر ہو۔ نہ عورت کو ہاتھ لگائے۔ نہ اس سے مباشرت کرے' نہ حاجت کے لیے جائے مگر صرف اس حاجت کے لیے جا سکتا ہے جو ضروری ہے اور اعتکاف بغیر روزہ کے نہیں اور اعتکاف جماعت والی مسجد میں کرے۔

الحدیث: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان شریف میں دس دنوں کا اعتکاف کیا تو ایسا ہے جیسے دو حج اور دو عمرے کیے۔

مسائل

1- مسجد میں اللہ کے لیے نیت سے ٹھہرنا اعتکاف ہے اور اس میں مسلمانوں عاقل'

Marfat.com

جنابت اور حیض وغیرہ سے پاک صاف ہونا شرط ہے۔ بلوغ شرط نہیں۔ بلکہ نابالغ جو تمیز رکھتا ہو اگر بہ نیت مسجد میں ٹھہرے تو یہ اعتکاف صحیح ہے۔ آزاد ہونا بھی شرط نہیں ہے لہٰذا غلام بھی اعتکاف کرسکتا ہے مگر اسے مولیٰ سے اجازت لینا ہوگی اور مولیٰ کو بہرحال منع کرنے کا حق حاصل ہے۔

2- جامع مسجد کا ہونا اعتکاف کے لیے شرط نہیں ہے بلکہ مسجدِ جماعت میں بھی ہوسکتا ہے۔ مسجدِ جماعت وہ ہے جس میں امام اور مؤذن مقرر ہوں اگرچہ اس میں نماز پنجگانہ نہ ہوتی ہو اور آسانی اس میں ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف صحیح ہے اگرچہ وہ مسجد جماعت نہ ہو۔

3- سب سے افضل مسجد حرم شریف پھر مسجدِ نبوی میں پھر مسجدِ اقصیٰ پھر اس مسجد میں جہاں بڑی جماعت ہوتی ہو۔

4- عورت کو مسجد میں اعتکاف مکروہ ہے بلکہ وہ گھر میں ہی اعتکاف کرے بلکہ گھر میں اس جگہ اعتکاف کرے جو جگہ اس نے نماز پڑھنے کے لیے مخصوص کر رکھی ہے جسے مسجد بیت کہتے ہیں اور عورت کے لیے یہ مستحب بھی ہے کہ گھر میں نماز پڑھنے کے لیے کوئی جگہ مخصوص کرے۔

5- اگر عورت نے گھر میں کوئی جگہ نماز کے لیے مخصوص نہیں کی ہے تو گھر میں اعتکاف نہیں کرسکتی۔ البتہ اگر اس وقت یعنی اعتکاف کا ارادہ کیا اور کسی جگہ کو نماز کے لیے خاص کرلیا تو اس جگہ اعتکاف کرسکتی ہے۔

6- خنثیٰ مسجدِ بیت میں اعتکاف نہیں کرسکتا۔

7- اعتکاف تین قسم کا ہے۔

(i) واجب: کہ منت مانی' یعنی زبان سے کہا اور محض دل میں ارادہ [illegible]

(ii) سنتِ مؤکدہ: کہ رمضان کے پورے عشرہ اخیرہ یعنی آخر [illegible]

جائے۔ یعنی بیسویں رمضان شریف کو سورج ڈوبتے وقت بانیت اعتکاف مسجد میں داخل ہوا اور 29 ویں یا 30 ویں کے غروب کے بعد چاند ہونے کے بعد نکلے۔ اگر 20 ویں کو بعد نمازِ مغرب نیت اعتکاف کی تو سنتِ مؤکدہ ادا نہ ہوئی اور یہ اعتکاف سنت کفایہ ہے۔ کہ اگر سب ترک کریں تو سب سے مطالبہ ہوگا۔ اگر شہر یا گاؤں میں کسی ایک نے کرلیا تو باقی سب بری الذمہ ہو گئے۔ ان کے علاوہ اور جو اعتکاف کیا جائے وہ مستحب اور سنتِ غیر مؤکدہ ہے۔

8- اعتکافِ مستحب کے لیے روزہ شرط ہے نہ اس کے لیے کوئی خاص وقت مقرر بلکہ جب مسجد میں اعتکاف کی نیت کی اور جب تک مسجد میں ہے معتکف ہے چلا آیا تو اعتکاف ختم ہو گیا۔

9- اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جہاں جماعت نہیں ہوتی تو جماعت پانے کے لیے جانے کی اجازت ہے۔

10- اگر مسجد شہید ہو گئی یا کسی نے مجبور کر کے نکال دیا اور فوراً دوسری مسجد میں چلا گیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔

11- اگر عورت مسجد میں معتکف تھی اور اسے طلاق ہو گئی تو فوراً گھر چلی جائے اور اسی اعتکاف کو پورا کرے۔

12- پاخانہ یا پیشاب وغیرہ کے لیے گیا تھا مگر کسی قرض خواہ نے روک لیا تو اعتکاف فاسد ہو گیا۔

13- معتکف کو وطی کرنا، عورت کا بوسہ لینا یا گلے لگانا یا چھونا حرام ہے۔ جماع سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ انزال ہو یا نہ ہو احتلام ہونے یا خیال جمانے یا نظر کرنے سے انزال ہو گیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوا۔

14- معتکف نے دن میں بھول کر کھالیا یا گالی گلوچ یا جھگڑا کرنے سے اعتکاف فاسد نہیں

Marfat.com

ہوتا مگر بے نور و برکت ہوتا ہے۔

طریقت کا روزہ

حضرت سید علی بن عثمان جلابی المعروف حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ العزیز اپنی کتاب کشف المحجوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی کہ اللہ ربّ العزت فرماتا ہے۔

اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ

روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا یا میں ہی اس کی جزا ہوں گا

اس لیے روزہ باطنی عبادت ہے جس کا ظاہر سے کوئی تعلق نہیں ہے اور کسی دوسرے کو یہ معلوم ہی نہیں ہوسکتا یہ روزہ دار ہے اس لیے اس کی جزا بھی بے حد و حساب ہے۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ دخولِ جنت تو رحمت کے طفیل میں ہوگا اور وہاں درجات عبادت کے صدقہ میں اور ہمیشہ رہنا روزہ دار کے لیے ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ہی اس کی جزا دوں گا۔

حضرت خواجہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اَلصَّوْمُ نِصْفُ الطَّرِیْقَۃ'' روزہ آدھی طریقت ہے۔

بکثرت مشائخ کو دیکھا ہے کہ وہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور بعض مشائخ کو دیکھا کہ وہ صرف ماہِ رمضان شریف کے روزے رکھتے تھے۔ ان کا یہ عمل اس لیے تھا کہ رمضان شریف کے روزے سے ثواب حاصل ہو اور ماسویٰ کے دنوں میں روزہ نہ رکھ کر ریاکاری سے محفوظ رہیں۔ میں نے ایسے مشائخ کو بھی دیکھا ہے کہ جن کو [illegible] کوئی نہ جانتا تھا کہ وہ روزہ سے ہیں اگر کوئی کھانا سامنے لے آتا [illegible] روزہ افطار کر لیتے تا کہ روزہ دار ہونا معلوم نہ ہو [illegible]

Marfat.com

کیونکہ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن ان کے یہاں تشریف لائے تو دونوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے گوشت پکایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے تو آج روزے کا ارادہ کیا تھا لیکن لاؤ میں اس کے بدلے کل روزہ رکھ لوں گا۔

میں نے احادیث میں دیکھا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایامِ بیض یعنی چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخوں کو اور محرم الحرام کے دس دنوں میں روزے رکھا کرتے اور ماہِ رمضان شریف کے علاوہ ماہِ شعبان میں بھی اکثر روزہ رکھا کرتے۔ حدیث شریف میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داؤدی روزے رکھا کرتے۔ داؤدی روزہ یہ ہے کہ ایک دن روزہ رکھے اور دوسرے دن افطار کرے۔

حضور داتا صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں شیخ احمد بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا تو ایک طباق حلوے کا ان کے پاس رکھا ہوا تھا اور وہ اس سے تناول کر رہے تھے۔ مجھے اشارہ کرکے فرمایا کھاؤ میں نے بچپن کی عادت کے مطابق کہہ دیا کہ میں روزے سے ہوں۔ فرمایا کیوں روزہ رکھتے ہو؟ میں نے کہا فلاں بزرگ کی موافقت میں روزے رکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ یہ بات دُرست نہیں ہے کہ کسی مخلوق کی کوئی مخلوق متابعت کرے۔ میں نے ارادہ کیا کہ روزہ افطار کرلوں۔ انہوں نے فرمایا جب تم نے فلاں بزرگ کی متابعت کا ارادہ فرمایا ہے تو اب میری بھی موافقت نہ کرو کیونکہ میں بھی ایک مخلوق ہوں۔

روزے کی اصل حقیقت

روزے کی حقیقت رکنا ہے اور پوری طریقت اس میں پنہاں ہے۔ روزہ میں ادنیٰ درجہ بھوکے رکھنا ہے۔ کیونکہ ''الجوع طعام اللہ فی الارض'' بھوکا رہنا زمین پر اللہ تعالیٰ کا طعام ہے کیونکہ بھوکے رہنے کو شریعت اور طریقت دونوں پسند کرتے ہیں۔

Marfat.com

ہر مسلمان عاقل' بالغ' تندرست' مقیم پر صرف ایک ماہِ رمضان کے روزے فرض ہیں جو کہ رمضان شریف کا چاند دیکھنے سے شوال کا چاند دیکھنے تک میں اور ہر روزہ کے لیے نیت درست اور ادائیگی میں صدق واخلاص ہونا چاہیے۔

رکنا کی شرائط ان گنت ہیں مثلاً معدہ کو کھانے پینے سے روکنا' آنکھ کو شہوانی نظر کان کو غیبت' زبان کو بیہودہ اور فتنہ انگیز باتیں کرنے اور جسم کو دنیاوی اور مخالفتِ حکمِ الٰہی سے روکے رکھنا' روزہ کہلاتا ہے۔ جب بندہ ان تمام شرائط کی پیروی کرے گا تب وہ حقیقتاً روزے دار ہوگا۔

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب کوئی بندہ روزہ رکھے تو اپنے کان' آنکھ' زبان' ہاتھ اور جسم کے ہر عضو کا روزہ رکھے۔ بہت سے روزہ دار ایسے" ہیں جن کا روزہ کچھ فائدہ مند نہیں ہوتا بجز اس کے وہ بھوکے اور پیاسے رہتے ہیں۔

حضور داتا صاحب قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ میں نے حضورِ اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا! ''احبس حواسک'' اپنے حواس کو قابو میں رکھو۔ یہ مکمل مجاہدہ ہے۔ اس لئے کہ تمام علوم کا حصول انہی پانچ دروازوں سے ہوتا ہے۔

1- دیکھنے سے' 2- سونگھنے سے' 3- چکھنے سے' 4- سننے سے' 5- چھونے سے۔

یہ پانچوں حواس علم و عقل کے سپہ سالار ہیں۔ اوّل چار کے لیے تو ایک مخصوص جگہ ہے لیکن پانچواں تمام بدن کے حصہ پر پھیلا ہوا ہے۔

آنکھ جو دیکھنے کی جگہ ہے۔ وہ رنگ و بشر کو دیکھتی ہے اور کان جو سننے کی جگہ ہے وہ خبروں اور آوازوں کو سنتے ہیں اور زبان ذائقہ اور چکھنے کا مقام ہے وہ مزہ اور [illegible] ہے۔ ناک سونگھنے کا مقام ہے جو کہ خوشبو اور بدبو کا ادراک کرتی ہے اور [illegible] کے لیے کوئی مقام خاص نہیں بلکہ تمام جسم میں اس کا ادراک پھیلا ہوا ہے [illegible]

Marfat.com

اجزاء میں نرمی وگرمی، سختی وسردی کا احساس ہوتا ہے۔ کوئی علم ایسا نہیں جسے انسان معلوم کرنا چاہے مگر وہ ان پانچ دروازوں سے ہی حاصل کرنے کا پابند ہے۔ بجز بدیہی باتوں اور حق تعالیٰ کے الہام کے کیونکہ نہ ان میں آفت جائز ہے نہ ان کے لیے پانچوں حواسوں کی ضرورت ہے۔ ان پانچوں حواس کے لیے صفائی اور کدورت دونوں صفتیں ہیں جس طرح علم وعقل اور روح کے لیے قدرت اور دخل ہے اسی طرح نفس وہوا کے لیے بھی ہے کیونکہ یہ طاعت ومعصیت اور سعادت وشقاوت کے درمیان سببِ آلہ مشترک ہے چنانچہ حق تعالیٰ کی ولایت واختیار سمع وبصر میں یہ ہے کہ وہ سچی بات سنے اور دیکھے اسی طرح نفس وہوا کی ولایت واختیار یہ ہے کہ وہ جھوٹی بات سننے اور شہوانی نظر سے دیکھنے کی خواستگار ہے اور ذائقہ شامہ میں ولایت حق یہ ہے کہ وہ حکمِ الٰہی کی موافقت اور سنتِ مصطفوی ﷺ کی مطابعت میں کارفرما ہو۔ اسی طرح نفس فرمانِ حق کی مخالفت اور شریعت سے منافرت کا طلب گار رہے۔ اس لئے روزے دار کو لازم ہے کہ اپنے حواسوں کو قابو میں رکھے تاکہ مخالفت کے مقابلہ میں موافقت کا ظہور ہو اور وہ صحیح معنی میں روزے دار ہو ورنہ کھانے پینے کا روزہ تو بچے بھی رکھ لیتے ہیں اور بوڑھی عورتیں بھی رکھتی ہیں حالانکہ روزہ کا حقیقی مقصد نفسانی خواہش اور دنیاوی کھیل کود سے بچنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”وَمَا جَعَلْنَا هُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ“ کہا ہم نے پیغمبروں کے جسموں کو ایسا نہیں بنایا کہ وہ کھانا نہ کھائیں۔ اور فرمایا! ”اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا“ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ہر طبیعت کو کھانے کا حاجت مند بنایا اور ہر مخلوق کے لیے اس کی خاطر حیلہ بہانا پیدا فرمایا لہٰذا رکنا تو کھیل کود اور حرام چیزوں سے چاہیے نہ کہ حلال چیزوں کے کھانے سے مجھے حیرت تو اس شخص پر ہوتی ہے جو کہتا ہے کہ میں نفلی روزہ رکھتا ہوں حالانکہ وہ فرائض کی ادائیگی سے غافل ہے چونکہ معصیت نہ کرنا فرض ہے اور نفلی روزہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ساتھ متصل اور ملحق ہے۔ ”فنعوذ باللہ

Marfat.com

من قسوة القلب" لہٰذا جو شخص معصیت سے بچتا ہے وہ ہر حالت میں روزے دار ہے۔

ارباب علم بیان کرتے ہیں کہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ جس روز پیدا ہوئے تو وہ روزے سے تھے اور جس دن دنیا سے وصال فرمایا اس دن بھی روزے دار تھے کسی نے پوچھا! یہ کس طرح؟ بیان کیا کہ ان کی پیدائش کے وقت صبحِ صادق تھا اور شام تک انہوں نے دودھ نہ پیا اور جب وہ دنیا سے رخصت ہوئے تو وہ روزے کی حالت میں تھے یہ بات ابوطلحہ مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی۔

حضرت سید معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے خلیفۂ خاص حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط میں روزہ کی حقیقت کے بارے میں لکھتے ہیں وہ کچھ یوں ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! روزہ کی حقیقی تعریف یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو تمام دنیاوی ودینی خواہشات سے بند رکھے کیونکہ خواہشات دینی (جنت حور وغیرہ) عبد اور معبود کے درمیان حجاب ہے ان کے ہوتے ہوئے بندہ اپنے معبودِ حقیقی کا وصال حاصل نہیں کرسکتا اور خواہشات دنیاوی (جاہ وجلال اور مال ودولت اور فکر وخیال اور خواہشِ نفسانی وغیرہ) تو سراسر شرک ہے۔

غیر اللہ تعالیٰ کی طرف فکر وخیال کرنا قیامت کا خوف بہشت کی ہوس اور آخرت کی فکر یہ سب حقیقی روزہ کو توڑنے والی چیزیں ہیں اور روزہ حقیقی تب درست رہ سکتا ہے جبکہ انسان اللہ ربّ العزت کے سوا ہر چیز کو اپنے دل سے فراموش کردے یعنی غیر اللہ تعالیٰ کا اسے مطلق علم نہ رہے اور ہر قسم کی امیدیں اور ہر طرح کا خوف اپنے دل سے نکال دے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! "رغبت عما دون اللہ" یعنی اللہ ربّ العزت کے علاوہ کسی بھی چیز کا دیدار مجھے مطلوب نہیں لہٰذا روزہ حقیقی کا افطار صرف دیدارِ الٰہی ہے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کہ "صوموا برؤيته وافطروا برؤيته" یعنی حقیقی روزہ کی ابتداء بھی دیدارِ الٰہی سے ہوتی ہے اور انتہا بھی دیدارِ الٰہی [illegible]

Marfat.com

اے عمر رضی اللہ عنہ! روزہ حقیقی کی ابتداء اور انتہا بخوبی ذہن نشین کر لینی چاہیے یعنی جاننا چاہیے کہ روزہ کس چیز سے رکھا جاتا ہے اور کس چیز پر افطار کیا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ روزہ حقیقی کی ابتداء یہ ہے کہ انسان بتدریج معرفتِ الٰہی حاصل کرے اور اس کی انتہا یعنی افطار یہ ہے کہ قیامت میں اسے دیدارِ الٰہی حاصل ہو۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ لصائم فرحتان فرحة عند الافطار وفرحة عند لقاء ربه" ایک افطار کے وقت اور دوسری دیدارِ الٰہی کے وقت۔

اے عمر رضی اللہ عنہ! عوام کے روزہ میں پہلے روزہ ہے آخر میں افطار مگر حقیقی روزہ میں پہلے افطار ہے اور آخر میں روزہ دیکھو! مجذوب سالک جو کہ خدا رسیدہ ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ صائم رہتے ہیں کسی وقت بھی ان کا افطار نہیں ہوتا کیونکہ روزہ حقیقی کے لیے افطار شرط نہیں ہوتی مگر افطار کے لیے روزہ شرط ہے یعنی واصلانِ الٰہی کے لیے یہ شرط نہیں کہ کبھی روزہ رکھو اور کبھی افطار کرو۔ وہ ہمیشہ ہی روزہ دار ہوتے ہیں۔

اے عمر رضی اللہ عنہ! تمام لوگ روزہ رکھتے ہیں جن میں کھانے پینے اور جماع وغیرہ سے اجتناب کرنا پڑتا ہے۔ یہ حقیقی روزہ نہیں ہوتا بلکہ یہ روزہ مجازی ہے اور اس کے یہ معنی ہیں کہ اسرارِ الٰہی ان کو حاصل نہیں ہوتے وہ زینتِ ظاہری میں مبتلا ہیں اور حقیقت سے بے بہرہ ہیں لیکن اس مجازی روزے میں غیر اللہ کا ترک نہیں ہوتا اور تمام خطراتِ نفسانی وانسانی اس میں حائل ہوتے رہتے ہیں ایسے روزہ داروں کے قول وفعل سب غیر اللہ ہوتے ہیں اور ایسا روزہ یعنی مجازی ہرگز ہرگز حقیقی اور رحمانی نہیں ہوسکتا اس ظاہری اور مجازی روزہ سے بجز اس کے اور کیا فائدہ ہوسکتا ہے کہ انسان روزہ رکھ کر ناداروں اور مفلسوں کی بھوک اور پیاس کا احساس کر سکے اور غریبوں اور مسکینوں کی امداد کر سکے لہٰذا اس کے علاوہ اس ظاہری روزہ سے اور کیا حاصل ہوسکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "من لا شیخ لہ لا دین لہ ومن لادین لہ لا

Marfat.com

عرفان له لاحزب له ومن لاحزب له لاانس له لامولیٰ له" یعنی بے مرشد بے دین ہوتا ہے اور بے دین معرفتِ الٰہی سے بے بہرہ ہوتا ہے اور جو معرفتِ الٰہی سے کورا ہو اس کا کسی صحیح جماعت سے تعلق نہ ہو اور اس کا کوئی مونس اور غم خوار نہیں ہوتا اور جس کا کوئی مونس وغم خوار نہ ہو اس کا کوئی دوست یار نہیں ہوتا۔

حدیث شریف: ان اولیآئی تحت قبائیؑ لایعرفهم غیری ۔

یعنی میرے اولیاء میرے قبا کے نیچے ہیں اور ان کے مرتبہ کو میں ہی جانتا ہوں اور کوئی نہیں جان سکتا۔

اے عمر رضی اللہ عنہ! سالکان غیر مجذوب بجز صحبتِ مرشد کامل کے معرفتِ الٰہی حاصل نہیں کر سکتے اور نہ ہی اصلاحِ باطنی کے بغیر عالمِ جبروت تک ان کی رسائی ہو سکتی ہے اور وہ عالمِ ناسوت وملکوت میں ہی بھٹکتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ شہوت پرست طالبِ شہرت ہوتے ہیں۔

اے عمر رضی اللہ عنہ! جو علماء فقہاء اور سالکین غیر مجذوب ہیں اور وہ کسی مرشدِ کامل کے فیضِ صحبت سے مستفیض نہیں ہوئے وہ جذبہ اسرارِ الٰہی سے بالکل بے خبر ہیں۔ یہ لوگ دنیاوی زیب وزینت اور شہوتِ نفسانی کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں گو وہ جبہ دستار اور صوفیائے کرام کے جامہ میں ملبوس ہوتے ہیں لیکن درحقیقت ان کی اندرونی حالت یہ ہوتی ہے کہ

قم باذن الله جو کہتے تھے دنیا سے رخصت ہو گئے
خانقاہوں میں رہ گئے مجاور یا گورکن
مرید کو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
پیر کا گھر ہے کہ قمقموں سے روشن

(اقبال ...)

وہ حرص وہوا دنیاوی اور خواہشاتِ نفسانی میں اچھی طرح گرفتار ہوتے ہیں۔ ان کا مقصود اس جامہ فقیری سے خدا پرستی نہیں ہوتا بلکہ وہ سراسر طالب جاہ ومال ہوتے ہیں۔ ان

Marfat.com

کا کلمہ، نماز، روزہ کیا حقیقت رکھتا ہے۔

اللہ ربّ العزت نے اپنے ارشاد میں اس حقیقت کا اظہار فرمایا!

" وَالْعَصْرِ o اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ "o (العصر:۲،۱)

یعنی قسم ہے زمانہ کی، بلاشبہ انسان یقینی گھاٹے میں ہے۔

اور مزید ارشاد ہوا!

"اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا" (سبا:۷۲)

بے شک انسان ظالم اور نادان ہے۔

اللہ ربّ العزت نے مخلوق کو تاریکی میں پیدا فرمایا پھر اس پر روشنی ڈالی تو یہ حجاب اس جہاں میں اس کے لیے اختیارِ طبع بن گئی کیونکہ اس نے اپنی طبیعت اور اپنی عقل سے اس میں تصرف کیا حتیٰ کہ اس نے صرف جہل ونادانی کو پسند کیا بلکہ ان حجابات کا وہ دل وجان سے خریدار اور متوالا بن گیا یہی وجہ ہے کہ وہ جمالِ کشف سے بے خبر اور اسرارِ الٰہی کی تحقیق سے بے پرواہ بن گیا اس طرح وہ توحید باری تعالیٰ سے بے علم اور جمالِ احدیت سے بے خبر اور ذائقہ توحید سے ناآشنا ہو گیا پھر جسم اور روح کے ترکب سے مشاہدۂ حق کی تحقیق سے محروم ہے اور دنیاوی حرص وطمع میں مبتلا ہو کر حق کی طرف رجوعِ اور انابت سے بے بہرہ ہو گیا اور نفسِ حیوانی نے جو حیاتِ حقیقی کے سوا ہے اس کے ناطقہ کو مجبور کر دیا یہاں تک کہ تمام حرکات وسکنات اور خواہشاتِ نفسِ حیوانی کی تابع ہو کر رہ گئیں پھر یہ حالت ہو گئی کہ سوائے کھانے پینے سونے اور شہوانی خواہشات کے کسی چیز کا بھی ہوش نہ رہا۔ اللہ ربّ العزت نے اپنے محبوب اولیائے کرام کو ان باتوں سے بچنے کا حکم دیا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

"ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ" (الحجر:۳)

یعنی اہلِ دنیا کو چھوڑ دو تا کہ وہ کھائیں اور نفع اٹھائیں اور تمناؤں میں مگن رہیں

Marfat.com

عنقریب پتہ چل جائے گا۔

اس لئے ان کی خوبو اور عادت وطینت ہی یہ ہے کہ ان پر اسرارِ الٰہی مخفی رہیں اور اللہ تعالیٰ کی توفیق وعنایت سے محروم رہ کر ہمیشہ ذلیل وخوار رہیں یہاں تک کہ وہ اس نفسِ امارہ کے جو ہمیشہ برائی کا حکم دیتا ہے۔ مطیع وطالب بن جائیں۔ یاد رکھو! یہ بہت ہی بڑا حجاب ہے اور یہی ہر برائی اور شر کا سرچشمہ ہے۔

جو شخص محقق سالکوں کے زمرے میں داخل ہو جائے اور معرفتِ الٰہی میں پایہ کمال تک پہنچ جائے اس پر فرض اور لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی ہستی اور خودی کو یکسر مٹا دے جو لوگ اپنی خودی کو نہیں مٹاتے خواہ وہ صوفیانہ جامہ میں ملبوس ہوں مگر وہ منزل تک اسی صورت پہنچ سکتا ہے جب تک کہ وہ اپنی خودی اور ہستی یکسر فراموش نہ کردے اور محض ذاتِ باری تعالیٰ ہی اس کا ہر دم مطلوب ہو۔

صوم وصال

صومِ وصال یعنی مسلسل پے در پے روزے رکھنے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے ممانعت مروی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے جب صومِ وصال رکھا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے بھی آپ ﷺ کی موافقت میں روزے رکھنا شروع کردیئے۔ حضورِ اقدس ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم صومِ وصال نہ رکھو کیونکہ "انی لست کاحدکم انی ابیت عند ربکم یطعمنی ویسقینی" میں تم میں سے کسی کی مانند نہیں ہوں کیونکہ میں تمہارے ربّ کے حضور رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

اربابِ مجاہدہ فرماتے ہیں کہ آپ کی یہ ممانعت شفقت ومہربانی کے لیے ہے نہ کہ نہی ممانعت یا حرام بنانے کے لیے ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ صومِ وصال سنتِ قولی کے خلاف ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وصال بذاتِ خود ناممکن اور محال ہے اس لئے کہ دن گزر جائے تو رات میں روزہ نہیں ہوتا اور رات کو روزہ سے ملائے تو بھی وصال نہیں ہوتا۔

Marfat.com

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کی بابت منقول ہے کہ وہ ہر پندرہ دن کے بعد ایک مرتبہ کھانا کھاتے اور جب ماہِ رمضان شریف آتا تو عید الفطر تک کچھ بھی نہ کھاتے۔ اس کے باوجود روزانہ رات میں چارسو 400 نوافل ادا فرماتے یہ حال کسی انسان کی امکانی طاقت سے باہر ہے بجز مشربِ الٰہی کے ایسا ہو نہیں سکتا اور یہ سب کچھ اسی کی تائید سے ممکن ہے اور وہی تائید الٰہی اس کی غذا بن جاتی ہے کسی کے لیے دنیاوی نعمت غذا ہوتی ہے اور کسی کے لیے تائیدِ الٰہی غذا ہوتی ہے۔

حضرت شیخ ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ جن کو ''طاؤس الفقراء'' اور ''صاحبِ لمع'' کہا جاتا ہے جب ماہِ رمضان شریف آیا تو بغداد پہنچے اور مسجد شونیزیہ میں اقامت فرمائی تو ان کو علیحدہ حجرہ دے دیا گیا اور درویشوں کی امامت ان کے سپرد کردی گئی چنانچہ عید تک انہوں نے اُن درویشوں کی امامت فرمائی اور تراویح میں پانچ ختمِ قرآن فرمائے۔ ہر رات خادم ان کو ان کے حجرے میں آکر ایک روٹی دے جاتا۔ جب عید کا دن آیا اور وہ نماز پڑھ کر چلے گئے تو خادم نے حجرے میں نظر ڈالی تو تیسوں 30 روٹیاں یونہی اپنی جگہ پر موجود تھیں۔

حضرت علی بن بکار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت حفص مصیصی کو میں نے دیکھا کہ وہ ماہِ رمضان شریف میں پندرہ دن تک کچھ نہ کھاتے تھے۔

حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی بابت مروی ہے کہ وہ ماہِ رمضان شریف میں اوّل سے آخر تک کچھ نہ کھاتے تھے حالانکہ شدید گرمی کا موسم تھا اور روزانہ گندم کی مزدوری کو جایا کرتے تھے۔ جتنی مزدوری ملتی تھی وہ سب درویشوں میں تقسیم فرمادیا کرتے تھے اور رات بھر عبادت کرتے تھے نمازیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ دن نکل آتا تھا۔ وہ لوگوں کے ساتھ ان کی نظروں کے سامنے رہتے تھے۔ لوگ دیکھا کرتے تھے کہ وہ نہ کچھ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں اور رات کو سوتے بھی نہیں۔

حضرت ابوعبداللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ کی بابت منقول ہے کہ جب وہ دنیا سے رخصت ہوئے

Marfat.com

تو انہوں نے مسلسل چالیس 40 چلے کاٹے تھے۔

حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے جنگل میں ایک بوڑھے کو دیکھا جو ہمیشہ ہر سال دو چلے کاٹتا تھا اور جب حضرت ابو محمد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے رخصت ہوئے تو میں ان کے پاس موجود تھا انہوں نے اسی دن تک کچھ نہ کھایا تھا اور کوئی نماز بغیر جماعت کے نہ پڑھی تھی متاخرین کے ایک درویش نے اسی دن رات کچھ نہ کھایا اور نہ کوئی نماز بغیر جماعت کے پڑھی۔

مرو کی بستی میں دو بزرگ تھے ایک کا نام مسعود اور دوسرے کا نام شیخ بوعلی سیاہ تھا۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ شیخ مسعود نے دوسرے بزرگ کے پاس کہلا بھیجا کہ یہ دعوے کب تک رہیں گے۔

آؤ ہم چالیس 40 دن ایک جگہ بیٹھیں اور کچھ نہ کھائیں اور چالیس دن تک ایک وضو سے رہیں۔

یہ مسئلہ اپنی جگہ بہت دشوار ہے اور جاہل لوگ اس سے تعلق رکھ کر کہتے ہیں کہ صومِ وصال جائز ہے اور اطباء اس کا سرے سے انکار کرتے ہیں اب میں اس کی مکمل وضاحت کرتا ہوں تاکہ یہ شبہات رفع ہو جائیں اور اس کی حقیت واضح ہو جائے۔

صوم وصال کی وضاحت

صومِ وصال رکھنا بغیر اس کے کہ کسی فرمانِ الٰہی میں خلل واقع ہو کرامت ہے اور کرامت کا محل خاص ہوتا ہے نہ کہ عام پھر جس کا حکم عام نہ ہو وہ معاملہ ہر جگہ درست نہیں ہوتا کیونکہ کرامت کا اظہار عام ہوتا تو ایمان جبری ہوتا اور عارفین کے لیے معرفت میں ثواب نہ ہوتا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ صاحب معجزہ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صوم وصال (بطورِ معجزہ) ظاہر ہوا اور اہلِ کرامت کے لیے کرامت کا اظہار ولی کی نشانی ہے اور کرامت میں اخفا شرط ہے جس طرح معجزے کے لیے اظہار شرط ہے یہ فرق معجزہ اور کرامت کے

Marfat.com

درمیان واضح ہے لہٰذا ہدایت یافتہ کے لیے اتنی ہی وضاحت کافی ہے۔

نمازِ تراویح

نمازِ تراویح سنت ہے حضورِ اقدس ﷺ نے ایک رات یا دو راتیں اور ایک قول کے مطابق تین راتیں یہ نماز پڑھی ہے پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم انتظار کرتے رہے لیکن آپ ﷺ باہر تشریف نہ لائے اور فرمایا کہ اگر میں نمازِ تراویح کے لیے باہر آجاتا تو تم پر یہ نماز فرض ہو جاتی۔ پھر حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اس نماز کو دائمی حیثیت حاصل ہوئی۔ اس لیے اس نماز کی نسبت آپ رضی اللہ عنہ کی طرف کی جاتی ہے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی ابتداء فرمائی۔

اس سلسلہ میں حضرت سیّدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ایک رات کے درمیانے حصہ میں مسجد میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے نماز پڑھی اور لوگوں نے بھی آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ جب دوسری رات ہوئی تو لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی حتیٰ کہ مسجد میں نہ سما سکے۔ اس رات آپ ﷺ باہر تشریف نہ لائے اور پھر نمازِ فجر کے لیے تشریف لائے اور نمازِ فجر پڑھانے کے بعد آپ ﷺ لوگوں سے متوجہ ہوئے کہ مجھ پر تمہاری آج رات کی حالت پوشیدہ نہ تھی لیکن مجھے ڈر ہوا کہ کہیں تم پر نمازِ تراویح فرض نہ ہو جائے اور تم اس سے عاجز رہو۔ اُم المؤمنین حضرت سیّدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ کا مقصد ان کو حکم دیئے بغیر رمضان المبارک کو (عبادت کے ساتھ) زندہ رکھنے کی ترغیب دینا تھا۔ اس کے بعد حضورِ اقدس ﷺ کا وصال شریف ہو گیا اور یہ معاملہ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت اور پھر حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی خلافت میں اسی طرح رہا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نمازِ تراویح کو

Marfat.com

ایک حدیث کی بنیاد پر شروع فرمایا جو انہوں نے مجھ سے سنی تھی صحابہ کرام نے پوچھا امیر المؤمنین وہ کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ ربّ العزت کے ہاں عرش کے گرد ایک جگہ ہے جس کو "حظیرۃ القدس" کہتے ہیں اور وہ نور سے ہے۔ اس میں اتنے فرشتے ہیں کہ جن کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اس میں سے ایک گھڑی بھی کمی نہیں کرتے۔ جب رمضان شریف کی راتیں ہوتی ہیں تو وہ اللہ ربّ العزت سے زمین پر اترنے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ پھر وہ انسانوں کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں۔ پس حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جو امتی ان سے چھو جائے یا وہ اس کو چھو جائیں وہ نیک بخت ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد کبھی بھی بد بخت نہیں ہوتا۔ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو پھر ہم اس بات کے زیادہ مستحق ہیں چنانچہ آپ نے صحابہ کرام کو تراویح کے لیے جمع فرمایا اور اسے جاری کیا۔

حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے آپ رمضان شریف کی پہلی رات باہر تشریف لائے تو آپ نے مساجد میں قرآنِ مجید کی تلاوت سنی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبرِ انور کو نور سے بھر دے۔ جس طرح انہوں نے مساجد کو قرآن پاک (کے نور) سے روشن کر دیا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ مساجد کے قریب سے گزرے اور دیکھا کہ وہ چراغوں سے روشن ہیں اور لوگ تراویح کی نماز ادا فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبرِ انور کو روشن فرمائے جس طرح انہوں نے ہماری مساجد کو روشن کر دیا۔

حضورِ اقدس سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر (مسجد) میں چراغ روشن کرتا ہے تو فرشتے مسلسل اس کے لیے

Marfat.com

بخشش اور رحمت کی دعا مانگتے ہیں۔ وہ ستر ہزار فرشتے ہیں۔ اس چراغ کے بجھنے تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب تیسویں 30 ویں رات شروع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ یہاں تک کہ رات کا تہائی حصہ گزر گیا جب چوبیسویں رات آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف نہ لائے۔ پچیسویں رات تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔ حتیٰ کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا ہم نے عرض کیا اگر ہم آج رات نوافل پڑھیں تو اچھا ہے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص امام کے ساتھ کھڑا ہو کر نماز پڑھے یہاں تک کہ وہ واپس پھر آئے تو اس کے لیے رات بھر کے قیام کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں چھبیسویں رات نماز نہ پڑھائی جب ستائیسویں رات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں کھڑا کیا اور گھر والوں کو بھی جمع کیا اور ہمیں نماز پڑھائی یہاں تک کہ ہمیں ڈر ہوا کہ کہیں فلاں نہ نکل جائے۔ پوچھا گیا کہ فلاں کیا ہے؟ فرمایا ''سحری کھانا''

وتروں کی تاخیر اور قرأت

تراویح کے اختتام تک وتروں میں تاخیر کرنا نیز پہلی رکعت میں ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی'' دوسری میں ''سورۂ کافرون'' اور تیسری میں ''سورۂ اخلاص پڑھنا مستحب ہے کیونکہ حضورِ اقدس کا یہی معمول تھا۔

تراویح کی جماعت اور جہری قرأت

تراویح کی جماعت اور اس میں آواز سے قرأت کرنا سنت ہے کیوں کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ان راتوں میں نماز پڑھی ہے اور اس کی ابتداء اس رات سے ہو جس میں رمضان شریف کا چاند نظر آئے کیونکہ یہی رات رمضان شریف کی رات ہوتی ہے۔ نیز حضورِ

Marfat.com

اقدس ﷺ نے اسی طرح نماز ادا فرمائی۔ عشاء کے فرض اور سنتیں پڑھنے کے بعد اور وتر سے پہلے تراویح شروع کی جائیں کیونکہ حضورِ اقدس ﷺ نے یہ نماز اسی طرح پڑھی ہے۔ یہ بیس رکعتیں ہیں ہر دو رکعتوں کے بعد قعدہ کرے اور سلام پھیرے۔

صدقۂ فطر

رمضان شریف کے ختم ہو جانے کے بعد بروزِ عید الفطر قبل از نمازِ عید صدقۂ فطر دینا واجب ہے۔ صدقۂ فطر غلام اور آزاد غرض تمام مسلمانوں پر واجب ہے جو صاحبِ استطاعت ہوں اگر کوئی بچہ عید کی نماز سے قبل پیدا ہوا تو اس پر بھی صدقۂ فطر واجب ہوگا۔

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زکوٰۃِ فطر ایک صاع خرما یا جو۔ غلام و آزاد مرد و عورت چھوٹے اور بڑے سب مسلمانوں پر مقرر کی اور یہ حکم فرمایا کہ نمازِ عید کو جانے سے پیشتر ادا کریں۔

(بخاری و مسلم شریف)

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آخرِ رمضان شریف میں اپنے روزے کا صدقہ ادا کرو۔ اس صدقہ کو رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا۔ ایک صاع خرما یا جو یا نصف صاع گندم۔

حدیث شریف: دیلمی و خطیب و ابنِ عساکر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا بندے کا روزہ آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتا ہے جب تک کہ صدقۂ فطر ادا نہ کرے۔

جس شخص کے پاس اپنی اور بال بچوں کی روزی سے زیادہ مال ہو وہ عید کے دن اپنی طرف سے اپنی بیوی، غلام، اولاد، ماں باپ، بہن بھائیوں، پھوپھیوں، چچوں اور چچازاد بہن بھائیوں کی طرف سے حسبِ قرابت صدقۂ فطر ادا کرے لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ ان کی

Marfat.com

بالا افراد کی کفالت اور خرچ اس کے ذمہ ہے۔

صدقۂ فطر کی مقدار

صدقۂ فطر کی مقدار پاکستان میں رائج پیمانے کے لحاظ سے دو کلو ایک سو چھہتر گرام گندم یا اس کی قیمت بنتی ہے۔(2 کلوگرام 176 گرام)

Marfat.com

شبِ قدر

اس رات کو لیلۃ القدر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ رات تعظیم اور قدر والی ہے بہر حال اس کتاب کے شروع میں اس موضوع پر کافی کچھ لکھ دیا ہے مگر پھر بھی مناسب سمجھا کہ رمضان شریف کے حوالہ سے اس پر تھوڑا اور بھی لکھ دیا جائے تا کہ پڑھنے والا اس موضوع کو اچھی طرح سمجھ سکے۔

اللہ ربّ العزت قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے قرآنِ مجید کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے۔ یہی وہ مبارک رات ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

"اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ" (الدخان:٣)

(بے شک ہم نے اتارا ہے اسے ایک بابرکت رات میں)

اس سے مراد لیلۃ القدر ہے جو کہ رمضان شریف کے آخری عشرہ میں سے ایک طاق رات ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ" (البقرة:185)

ماہِ رمضان المبارک جس میں اتارا گیا قرآن۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پورا قرآنِ مجید یکبارگی لوحِ محفوظ سے پہلے آسمان پر بیت العزت میں نازل ہوا۔ پھر حالات و واقعات کے مطابق [illegible] تیئیس سالوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ مبارک پر نازل ہوتا رہا۔

Marfat.com

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک ہزار ماہ تک جہاد کیا جب یہ سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بہت متعجب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورۂ مبارکہ نازل فرمائی۔ لیلۃ القدر اس ہزار ماہ سے افضل ہے جس میں اس شخص نے جہاد کیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص پوری رات قیام میں گزارتا ہے اور دن دشمن کے خلاف جہاد کرنے میں گزارتا۔ اس نے ایک ہزار ماہ تک یہ عمل جاری رکھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی اس رات کا قیام اس آدمی کے عمل سے بہتر ہے۔

حضرت علی بن عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار عابدوں کا ذکر کیا۔ جنہوں نے اَسّی (۸۰) سال اللہ ربّ العزت کی عبادت کی اور پلک جھپکنے کی دیر بھی نافرمانی نہ کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ایوب علیہ السلام حضرت زکریا علیہ السلام' حضرت حزقیل بن العجوز علیہ السلام اور حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا ذکر کیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس پر بہت متعجب ہوئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی' یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ان لوگوں کی اسی سالہ عبادت پر تعجب کیوں کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس سے بہتر چیز نازل فرمائی ہے۔ پھر انہوں نے اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت کی۔ یعنی اس ایک رات کی عبادت اس عمل سے افضل ہے۔ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت نے تعجب فرمایا' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بہت خوش ہوئے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس رات کا عمل یعنی روزہ اور قیام ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ لیلۃ القدر ان ہزار مہینوں سے بہتر ہے جن میں کوئی

Marfat.com

لیلۃ القدر نہ ہو۔

اکثر مفسرین کا یہی قول ہے اس رات کا نیک عمل ہزار مہینہ کی عبادت سے بہتر ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک رات پہرہ دینا اس کے علاوہ ہزار راتوں سے افضل ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اچھی نیت اور اچھی حالت میں جمعہ کی نماز میں جائے اس کے لیے ایک سال کے اعمال' سال بھر کے روزوں اور سال بھر کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رمضان شریف کا مہینہ آتا تو حضورِ اقدس ﷺ ارشاد فرماتے اے لوگو! تمہارے پاس مبارک مہینہ آگیا ہے اس کے روزے اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کیے ہیں اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔ اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو اس رات بھی بھلائی سے محروم رہا وہ بدبخت ہے۔ چونکہ لیلۃ القدر کی عبادت ایک ہزار ماہ کی عبادت سے افضل ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ایمانداری اور نیک نیتی سے اس رات قیام کرے گا اس کے گزشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے فرمایا کہ اترتے ہیں فرشتے اور روح القدس اپنے ربّ کے حکم سے ہر امرِ خیر کے لیے اس رات کی برکت کی وجہ سے ملائکہ کثرت سے نازل ہوتے ہیں اور یہ فرشتے برکت اور رحمت کا پیام لے کر نازل ہوتے ہیں جیسا کہ قرآنِ مجید کی تلاوت کے وقت نازل ہوتے ہیں اور مجلسِ ذکر کو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں اور علمِ دین کی تحصیل کرنیوالوں کی تعظیم کے لیے اپنے پر نیچے بچھا دیتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ یہ سراسر امن و سلامتی والی ہے۔ یہ رہتی ہے طلوعِ فجر تک یہ سلامتی والی رات ہے اس میں شیطان نہ تو کوئی برا عمل کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو اذیت پہنچا سکتا ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس رات میں تمام امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ عمر اور رزق کو مقدر کیا

جاتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ" (دخان:4)

اسی رات میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔

ہر اہم کام کا۔ شعبی فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر میں فرشتے سلامتی بھیجتے ہیں یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ آیت کو اس طرح پڑھتے تھے۔

"مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ" وقف هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ (القدر:۴،۵)

بیہقی نے اپنی کتاب فضائلِ اوقات میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک غریب قول نقل فرمایا ہے کہ اس رات فرشتے نازل ہوتے ہیں اور وہ اس رات نماز پڑھنے والوں کے قریب سے گزرتے ہیں تو ان فرشتوں کا گزرنا نمازیوں کے لیے بابرکت ہوتا ہے۔

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے ایک عجیب وغریب اور طویل قول نقل کیا ہے۔ جس میں یہ بھی ذکر ہے کہ ملائکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ سے زمین پر نازل ہوتے ہیں اور اہلِ ایمان مرد اور عوتوں کے لیے دعا کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا یہ رمضان شریف کی ستائیسویں یا انتیسویں رات ہے اور اس رات میں بے شمار ملائکہ زمین پر اترتے ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ رات رمضان شریف کی آخری دس راتوں میں ہوتی ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے اس میں قیام کرتا ہے اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ یہ طاق رات ہے۔ 29 ویں، 27 ویں، 25 ویں، 23 ویں یا 21 ویں رات ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس رات کی نشانی یہ ہے کہ یہ رات بالکل صاف اور

Marfat.com

روشن ہوتی ہے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں چاند چمک رہا ہو۔ اس میں سردی ہوتی ہے نہ گرمی صبح تک اس رات کو کوئی نہیں لوٹتا اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ جب صبح سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی شعائیں تیز نہیں ہوتیں۔ بلکہ چودھویں رات کے چاند کی مثل ہوتا ہے۔ اس دن سورج کے ساتھ شیطان نہیں نکلتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلۃ القدر پرسکون اور صاف ہوتی ہے۔ ٹھنڈی ہوتی ہے نہ گرم اور صبح سورج کی روشنی بہت زیادہ سرخ نہیں ہوتی۔

لیلۃ القدر کے بارے میں خاص روایت

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر ہے۔ اس کے ساتھ متصل جنت ہے اور یہ دنیا و آخرت کے درمیان حدِ فاصل ہے۔ اس کے اوپر جنت ہے اس کی شاخیں کرسی کے نیچے ہیں اس میں بے شمار فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کی تعداد کو اللہ ربّ العزت کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اس کی شاخوں پر بے شمار فرشتے ہیں اس کے وسط میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیتا ہے کہ وہ ہر لیلۃ القدر کو ان فرشتوں کے ساتھ زمین پر اترے۔ جو سدرۃ المنتہیٰ میں سکونت پذیر ہیں۔ ان فرشتوں کو اہلِ ایمان کے لیے رافت و رحمت عطا کی جاتی ہے۔ یہ تمام فرشتے جبرائیل علیہ السلام کیساتھ سورج کے غروب ہونے کے وقت زمین پر اترتے ہیں۔ اس رات زمین کے ہر گوشہ میں کوئی نہ کوئی فرشتہ ہوتا ہے وہ یا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتا ہے یا اہلِ ایمان کے لیے دعا میں مشغول ہوتا ہے سوائے گرجا گھر، یہودیوں کی عبادت گاہیں، آتش کدے، بت خانے اور جہاں گندگی [illegible] یا جس گھر میں کوئی نشئی ہو یا نشہ آور چیز ہو اور جس گھر میں بت نصب کیا گیا ہو [illegible] گھنٹی رکھی ہوئی ہو یا کوئی اور مجسمہ ہو۔ یا وہ کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ [illegible]

اور برائی کے دیگر مراکز ہوں وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ یہ فرشتے تمام رات اہلِ ایمان مرد اور عورتوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی تمام مؤمنین سے مصافحہ کرتے ہیں اس کی علامت یا نشانی یہ ہے کہ جس مومن سے آپ مصافحہ کرتے ہیں اس کے جسم کی روئیں کھڑی ہو جاتی ہیں اس کا دل نرم ہو جاتا ہے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص لیلۃ القدر میں تین دفعہ ''لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہ'' پڑھتا ہے۔ پہلی دفعہ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اس کے پہلے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ دوسری دفعہ پڑھنے سے اسے نارِ جہنم سے آزادی کا پروانہ مل جاتا ہے۔ اور تیسری دفعہ پڑھنے سے اسے جنت میں داخل فرما دیتا ہے۔ راوی نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے پوچھا' اے ابو اسحاق! جو شخص سچے دل سے کلمہ پڑھے گا اسے یہ انعام ملے گا۔ انہوں نے فرمایا! کہ لیلۃ القدر میں اس کلمہ کو وہی پڑھتا ہے جس کا دل سچا ہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! یہ کلمہ اس رات کافر اور منافق پر بہت بھاری ہوتا ہے۔ اس طرح کہ جس طرح اس کی کمر پر کسی نے پہاڑ رکھ دیا ہو۔ فجر کے طلوع ہونے تک فرشتے اسی طرح زمین پر رہتے ہیں پھر طلوعِ فجر کے بعد سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان کی جانب چڑھتے ہیں اور سورج کے قریب جا کر اپنے پروں کو پھیلا لیتے ہیں۔ خصوصاً اپنے ان دو پروں کو جو سبز ہیں جو وہ صرف اسی وقت پھیلاتے ہیں اسی وجہ سے اس دن سورج کی چمک ماند پڑھ جاتی ہے۔ پھر وہ ایک ایک فرشتہ کو بلاتے ہیں اور وہ سب کے سب فرشتے اوپر کو چڑھتے ہیں۔ ان فرشتوں کے نور اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے دونوں پروں کے نور سے سورج کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور ان کے تمام فرشتے اس دن زمین و آسمان کے درمیان اہلِ ایمان کے لیے رحمت کی دعا فرماتے ہیں۔ یہ ان کے لیے بھی دعا کرتے ہیں جنہوں نے رمضان شریف کے روزے ایمانداری

Marfat.com

اور نیک نیت سے رکھے اور یہ اس شخص کی درازی عمر کے لیے بھی دعا کرتے ہیں جس شخص کے دل میں یہ خیال بھی آئے کہ اگر وہ آئندہ سال تک زندہ رہا تو وہ رمضان کے روزے رکھے گا۔ شام کے وقت یہ پہلے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں اور حلقے بنا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ پہلے آسمان کے فرشتے ان کے پاس آتے ہیں اور وہ ان سے ہر مرد اور ہر عورت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ یہ فرشتے انہیں بتاتے ہیں وہاں سے پوچھتے ہیں کہ فلاں شخص کو اس سال کیسا پایا۔ وہ اسے بتاتے ہیں کہ گزشتہ سال تو ہم نے اسے عبادت میں مشغول پایا تھا اور اس سال اسے بدعتوں میں مشغول پایا اور فلاح کو پچھلے سال بدعتوں میں مشغول پایا اور اس سال عبادت میں مشغول پایا۔ پس یہ سن کر وہ فرشتے اس (بدعتی) شخص کے لیے استغفار بند کر دیتے ہیں۔ اور اس (عابد) شخص کے لیے دعا میں مصروف ہو جاتے ہیں وہ فرشتے بتاتے ہیں کہ ہم نے فلاں فلاں کو اللہ ربّ العزت کا ذکر کرتے ہوئے پایا لہٰذا یہ فرشتے ایک دن اور ایک رات یہاں گزار کر دوسرے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں اور اسی طرح ہر آسمان پر دن رات گزارتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ جاتے ہیں۔ پھر سدرۃ المنتہیٰ ان ملائکہ سے پوچھتا ہے کہ اے مجھ پر سکونت پذیر ہونے والو! میرا بھی تم پر حق ہے مجھے بھی لوگوں کے بارے میں بتاؤ میں اس سے محبت رکھتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتا ہے۔ پھر وہ فرشتے ہر مرد اور ہر عورت کے بارے میں اسے بتاتے ہیں ان کے نام اور ان کے آباء کے نام ذکر کرتے ہیں پھر جنت سدرۃ المنتہیٰ کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ تیرے رہائشی ملائکہ نے جو تمہیں خبریں دی ہیں وہ مجھے بھی بتاؤ۔ سدرۃ المنتہیٰ جنت کو تمام واقعات سے آگاہ کرتا ہے۔ جنت کہتی ہے فلاں مرد اور فلاں عورت پر اللہ ربّ العزت کی خاص رحمت ہو۔ اے اللہ! انہیں میرے پاس جلد لے آ۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنے مقام پر پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے الہام کرتا ہے وہ عرض کرتے ہیں: اے باری تعالیٰ! میں نے فلاں شخص کو تیری بارگاہ میں سجدہ ریز پایا تو اس کے گناہ معاف فرما دے۔ اور اللہ تعالیٰ اس

Marfat.com

شخص کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ حضرت جبرائیل امین یہ بات حاملینِ عرش کو بتاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ فلاں مرد و عورت پر اللہ ربّ العزت کی رحمت ہو اور مغفرت ہو پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام عرض کرتے ہیں اے باری تعالیٰ فلاں شخص جس کو میں نے سنت اور عبادت کا پابند پایا تھا اس سال وہ بدعت کا شکار اور تیرے احکام سے روگرداں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے جبرائیل علیہ السلام! اگر اس نے اپنی موت سے تین گھڑی پہلے توبہ کر لی تو میں اس کے گناہ معاف کر دوں گا۔ عرض کی، الٰہی! تمام تعریفیں صرف تیرے لیے ہیں تو اپنی مخلوق پر بہت زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ بلکہ تو تو اپنے بندوں پر ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ اس وقت عرش اور اس کے اردگرد کی چیزیں پردے اور آسمان حرکت کرنے لگتا ہے اور وہ پکارتے ہیں: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الرَّحِیْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الرَّحِیْمِ۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے رمضان شریف کے روزے رکھے اور اس کی یہ نیت ہو کہ رمضان شریف کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے گا تو اللہ ربّ العزت اسے بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل فرمائے گا۔

Marfat.com

باب الزکوٰۃ

یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ بمعنی چالیسواں حصہ مال کا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں سالانہ دیا جائے۔ اسلام کی بنیادی تعلیمات میں ایمان اور نماز کے بعد زکوٰۃ کا درجہ ہے گویا یہ اسلام کا تیسرا بنیادی رکن ہے زکوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ جس مسلمان کے پاس مقررہ مقدار میں مال و دولت ہو وہ ہر سال حساب لگا کر اپنی دولت کا چالیسواں حصہ غریبوں، مسکینوں یا نیکی کی ان دوسری مدوں میں خرچ کر دیا کرے جو کہ زکوٰۃ کے خرچ کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ نے مقرر فرما دی ہیں۔

علمِ اقتصاد یا تمدن یا پولیٹیکل اکانومی کا سب سے مشکل مسئلہ یہ ہے کہ افرادِ قوم میں سے بلحاظِ فقر و دولت کیونکر ایک تناسب قائم کیا جائے حکیم سولون کے عہد سے لے کر آج تک کوئی انسانی دماغ اس عقدہ کی گرہ کشائی نہ کر سکا۔ املاک پر سے حقِ ملکیتِ مالکان کا اٹھا دیا جانا اس قدر عملاً محال ہے کہ دنیا میں کبھی بھی اس کا رواج نہ ہوگا لیکن اسلام نے جو مسلمانوں کو دنیا کی بہترین متمدن قوم بنانا چاہتا ہے اس مسئلہ پر توجہ کی اور اسے ہمیشہ کے لیے طے کر دیا اور اسی کا نام فرضیتِ زکوٰۃ ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ"o (البقرۃ:۳)

Marfat.com

اور متقی وہ ہیں کہ ہم نے جو انہیں دیا ہے۔ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا (التوبۃ:۱۰۳)

ان کے مالوں میں صرف کریں اور اس کی وجہ سے انہیں پاک اور ستھرا بنالو۔

مزید ارشادِ باری تعالیٰ ہوا کہ

"وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوۡنَ" ۝ (المومنون:۴)

اور فلاح پاتے ہیں جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں

اور فرمایا کہ

"وَمَا اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ فَهُوَ يُخۡلِفُهٗ وَهُوَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ" ۝ (سبا:۳۹)

اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ ربّ العزت اس کی جگہ اور دے گا اور وہ بہتر روزی دینے والا ہے۔

اور ارشادِ باری ہوا!

"مَثَلُ الَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِىۡ كُلِّ سُنۡۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ۝ اَلَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتۡبِعُوۡنَ مَآ اَنۡفَقُوۡا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۝ قَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ وَّمَغۡفِرَةٌ خَيۡرٌ مِّنۡ صَدَقَةٍ يَّتۡبَعُهَآ اَذًى وَاللّٰهُ غَنِىٌّ حَلِيۡمٌ ۝ (البقرۃ:۲۶۲،۲۶۳)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی کہاوت اس دانہ کی ہے جن سے سات بالیں نکلیں ہر بال میں سو (100) دانے اور اللہ جسے چاہتا ہے زیادہ دیتا ہے اور اللہ وسعت والا اور بڑا علم والا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتاتے نہ اذیت دیتے ہیں۔ ان کے لیے

Marfat.com

ان کا ثواب ان کے ربّ کے حضور ہے اور نہ ان پر کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اچھی بات اور مغفرت اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد اذیت دینا ہو اور اللہ بے پرواہ اور حلم والا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۚ وَمَا تُنفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ○ (آل عمران:۹۲)

ہرگز نیکی حاصل نہ کرو گے جب اس میں خرچ کرو جسے محبوب رکھتے ہو اور جو کچھ خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے اور فرماتا ہے!

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ (البقرۃ:۱۷۷)

نیک اس کا نام نہیں کہ مشرق و مغرب کی طرف منہ کر دو نیکی تو اس کی ہے جو اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن اور ملائکہ اور کتاب (قرآنِ مجید) اور انبیاء پر ایمان لایا اور مال کو اس کی محبت پر رشتہ داروں، اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر اور سائلین کو گردن چھڑانے میں دیا اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب کوئی عہد کریں تو اپنے عہد کو پورا کریں اور تکلیف اور مصیبت اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے وہ لوگ سچے ہیں اور وہی لوگ متقی ہیں۔ پھر فرمایا:

کہ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے اور اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے

Marfat.com

انہیں دردناک عذاب کی خبر سنا دو جس طرح آتشِ جہنم میں وہ تپائے جائیں گے اور ان سے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں داغی جائیں گی۔ (اور ان سے کہا جائیگا) یہ وہ ہے جسے تم نے اپنے نفسوں کے لیے جمع کیا تھا تو اب چکھو جو جمع کرتے تھے۔

نیز زکوٰۃ کے بیان میں بکثرت آیات وارد ہیں جن جن سے اس کا مہتم بالشان ہونا ظاہر ہے۔

زکوٰۃ سے متعلق احادیثِ مبارکہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن وہ مال گنجے سانپ کی طرح کر دیا جائے گا۔ جس کے سر پر دو چتیاں (سانپ جب ہزار برس کا ہوتا ہے تو اس کے اوپر بال پیدا ہوتے ہیں اور جب دو ہزار برس کا ہوتا ہے تو بال گر جاتے ہیں یہ معنی ہیں گنجے سانپ کے کہ اتنا پرانا ہوگا) ہونگی۔ وہ سانپ اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائیگا۔ پھر اس کی بانچھیں پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں۔ میں تیرا خزانہ ہوں اس کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ الآیہ (بخاری شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ نہیں دی گئی قیامت کے دن وہ گنجا سانپ ہوگا مالک کو دوڑائے گا وہ بھاگے گا یہاں تک کہ اپنی انگلیاں اس کے منہ میں ڈالے گا۔ (امام احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے۔ اس وقت عرب میں کچھ لوگ کافر ہو گئے۔ (کہ زکوٰۃ کی فرضیت سے انکار کر بیٹھے) تو حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان پر جہاد کا حکم دیا۔ امیر

Marfat.com

المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا ان سے آپ کیونکر قتال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہیں اور جس نے "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہہ لیا اس نے اپنی جان اور مال بچالیا مگر حقِ اسلام میں اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ (یعنی یہ لوگ تو لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے والے ہیں ان پر کیسے جہاد کیا جائیگا) تو حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم میں اس سے جہاد کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرے۔ (کہ زکوٰۃ کی فرضیت سے انکار کرے اور نماز کو فرض جانے) زکوٰۃ حق مال کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم بکری کا بچہ جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر کیا کرتے تھے اگر مجھے دینے سے انکار کریں گے تو اس پر ان سے جہاد کروں گا۔ حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ واللہ! میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے صدیق رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے۔ اس وقت میں نے بھی پہچان لیا کہ وہی حق ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں یہ آیت "وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ" نازل ہوئی تو مسلمانوں پر بہت شاق ہوئی۔ (سمجھے کہ سونا چاندی جمع کرنا حرام ہے تو دقت کا سامنا ہوگا) تو حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تم سے مصیبت دور کر دوں گا۔ حاضرِ خدمتِ اقدس ہوئے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آیت حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر گراں معلوم ہوئی ہے تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ تو اس لیے فرض کی ہے کہ تمہارے باقی مال کو پاک کر دے اور مواریث اس لیے فرض کیے کہ تمہارے بعد والوں کے لیے ہو (یعنی مطلقاً مال جمع حرام ہوتا تو زکوٰۃ سے مال کی طہارت نہ ہوئی بلکہ زکوٰۃ کس چیز پر واجب ہوئی اور میراث کیوں جاری ہوئی۔ بلکہ جمع کرنا حرام وہ ہے کہ زکوٰۃ نہ دے) اس پر حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہیں۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کسی مال میں نہ ملے گی مگر اسے ہلاک کر دے گی (بیہقی)

Marfat.com

آئمہ کرام نے اس حدیث شریف کے یہ معنی بیان کیے کہ زکوٰۃ واجب ہوئی اور ادا نہ کی اور اپنے مال میں ملاتے رہے۔ تو یہ حرام اس حلال کو ہلاک کر دے گا اور امام احمد نے فرمایا کہ معنی یہ ہیں کہ مال دار شخص مالِ زکوٰۃ لے تو یہ مالِ زکوٰۃ اس کے مال کو ہلاک کر دے گی کہ زکوٰۃ تو فقیروں کے لیے ہے۔ (روایتِ عائشہ رضی اللہ عنہا) (بخاری، امام شافعی، بزار، بیہقی)

صحیحین میں احنف بن قیس سے مروی ہے کہ حضرت سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان کے سرِ پستان پر جہنم کا گرم پتھر رکھیں گے کہ سینہ ٹوٹ کر شانہ سے نکل جائے گا اور شانہ کی ہڈی پر رکھیں گے کہ ہڈیاں توڑتا سینہ سے نکلے گا اور صحیح مسلم میں بھی یہ روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ پیٹھ کو توڑ کر کروٹ سے نکلے گا اور گدی توڑ کر پیشانی سے۔

حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فقیر ہرگز ننگے اور بھوکے ہونے کی تکلیف نہ اٹھائیں گے۔ مگر مالداروں کے ہاتھوں سن لو! ایسے تونگروں سے اللہ تعالیٰ سخت حساب لے گا اور انہیں دردناک عذاب دے گا۔

فرضیتِ زکوٰۃ

زکوٰۃ 2 ہجری میں مسلمانوں پر فرض ہوئی حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نیک اور رحیم دل پہلے ہی مسکینوں کا ہمدرد، غریبوں پر رحم فرمانے والا، دردمندوں کا غم گسار، بالخصوص اسلام میں شروع ہی سے مسکینوں و غریبوں کی دستگیری پر مسلمانوں کو خصوصیت سے توجہ دلائی جاتی تھی ان کی ہمدردی کو غرباء کا رفیق بنایا جاتا تھا اور مسلمان اس پاک تعلیم کی بدولت غرباء و مساکین کے لیے بہت کچھ کیا بھی کرتے تھے تاہم کوئی ایسا قاعدہ مقرر نہ تھا جس پر بطورِ آئین و ضابطہ کے عمل کیا جاتا اس لیے دولت مند جو کچھ بھی خرچ کرتے تھے اپنی فیاضی، نیک دلی سے خرچ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو فرض اور اسلام کا تیسرا رکن قرار دیا۔

Marfat.com

زکوۃ دراصل اس صفت ہمدردی ورحم کے باقاعدہ استعمال کا نام ہے جو انسان کے دل میں اپنے ابنائے جنس کے ساتھ قدرتاً وفطرتاً موجود ہے۔

زکوۃ کی اہمیت

قرآنِ مجید میں جگہ جگہ پر نماز کے ساتھ ساتھ زکوۃ کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ : یعنی نماز قائم کرو اور زکوۃ دیا کرو اور کئی جگہ مسلمانوں کی لازمی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ ''وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں''۔ اس لیے معلوم ہوا کہ جو لوگ نماز نہیں پڑھتے اور زکوۃ نہیں دیتے۔ وہ اصلی مسلمان نہیں ہیں کیونکہ اسلام کی جو باتیں اور صفتیں حقیقی مسلمانوں میں ہونی چاہیں۔ وہ ان میں نہیں ہیں۔ بہر حال نماز نہ پڑھنا اور زکوۃ نہ دینا۔ قرآنِ مجید کے مطابق مسلمانوں کی صفت نہیں ہے بلکہ کافروں اور مشرکوں کی صفت ہے۔

صفتِ زکوۃ

اللہ ربّ العزت نے نماز پڑھنا اور زکوۃ دینا مسلمانوں کی صفت بتایا ہے۔ اس لیے صاحبِ استطاعت مسلمانوں کو زکوۃ ادا کرنی چاہیے۔ نماز کے متعلق تو سورۂ روم کی ایک آیت میں فرمایا گیا کہ

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (الروم:۳۱)

نماز قائم کرو (اور نماز چھوڑ کر) مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

اور زکوۃ نہ دینے کو مشرکوں اور کافروں کی صفت بتلایا گیا۔

''وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ ○ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کَافِرُوْنَ'' (حم السجدہ:۶،۷)

Marfat.com

ان مشرکوں کے لیے بڑی خرابی ہے اور ان کا انجام بہت برا ہونے والا ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے وہ آخرت کے منکر اور کافر ہیں۔

جو لوگ اس پر عمل کرتے ہیں یعنی زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ادا کرتے ہیں ان کے لیے خوشخبری ہے ایک حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اے فرزندِ آدم! تو (میرے غریب اور حاجت مندوں پر اور نیکی کے دوسرے کاموں پر) میرا دیا ہوا مال خرچ کیے جا' میں تجھ کو برابر دیتا رہوں گا۔

ایک دوسری حدیث شریف میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس پر قسم کھا سکتا ہوں کہ صدقہ کرنے کی وجہ سے کوئی شخص غریب اور مفلس نہ ہوگا۔

ایک حقیقت

جیسے اکسیر جمادات کی حقیقت بدل دیتی ہے تانبا کو سونا رانگ کو چاندی بنا دیتی ہے۔ ایسے ہی بخل شقاوت اور بدنصیبی کی اکسیر ہے اور سخاوت سعادت و خوش نصیبی کی اکسیر ہے۔ اللہ تعالیٰ مال کو اپنا فضل فرماتا ہے۔ مگر بخل کے اکسیر ہونے کی وجہ سے وہ فضل قہر کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہی مال بخیلوں کے لیے خیر نہیں بلکہ شر ہے۔ بدبخت کے لیے دنیا اور مال مثلِ طوق کے لازم ہو جاتا ہے کہ جیسے طوق گلے کو ہر طرح سے گھیر لیتا ہے۔ ایسے ہی دنیا غافل کے دل پر چھا جاتی ہے' کہ اس کا دل کبھی نجات پاتا ہی نہیں پھر اس مال کی وجہ سے حرص' حسد' تکبر' عداوت' غصہ وغیرہ پیدا ہوتے ہیں اسی لیے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ محبتِ دنیا تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ زکوٰۃ نہ دینے سے نورانی روح ظلمانی بن جاتی ہے۔ خسیس روح خبیث مال سے شریف نہیں بن جاتی' گدھے کو ریشم پہنا دو وہ گدھا ہی رہتا ہے۔ زکوٰۃ صدقات دنیا میں مال کے لیے مضبوط قلعہ ہیں اور بلاؤں کا بہترین دفع ہوتے ہیں۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ بیماروں کا

Marfat.com

علاج صدقہ وخیرات سے کرو۔ بلاؤں کو دعاؤں سے ٹالو۔ وہ شخص اچھا نہیں ہے جو ایک ماہ کے اندر کوئی خیرات نہ کرے اور چالیس دن میں کوئی تکلیف نہ دیکھے۔

وہ شخص انتہائی بیوقوف ہے جو اپنے پسماندگان کے ایصالِ ثواب پر بھروسہ کرکے خود نیکیاں نہ کرے۔ عقلمند وہ شخص ہے جو اپنا توشہ خود ساتھ لے جائے۔ بغل میں توشہ منزل کا بھروسہ۔

حضرت سیّدنا علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ: صدقہ فقیر کے ہاتھ میں پہنچ کر سخی سے کہتا ہے اب تک تو میرا محافظ تھا اور اب میں تیرا محافظ ہوں۔ اب تک میں (مال) تیرا دشمن تھا۔ اب سے تیرا دوست ہوں۔ مکحول شامی فرماتے ہیں کہ صدقہ کرتے وقت دوزخ ربّ سے درخواست کرتی ہے کہ مولا! مجھے سجدۂ شکر کی اجازت دے کہ اُمتِ محمدیہ ﷺ میں سے ایک شخص آزاد ہوا کیونکہ مجھے محمد ﷺ سے حیا آتی ہے کہ ان کے اُمتی کو عذاب دوں مگر تیری اطاعت ضروری ہے۔

زکوٰۃ شریعت میں اللہ تعالیٰ کے لیے مال کا ایک حصہ جو کہ شرع نے مقرر فرمایا ہے مقصد مسلمان فقیر کو مالک کر دینا ہے اور وہ فقیر نہ ہاشمی ہو اور نہ ہاشمی کا آزاد کردہ غلام اور اپنا نفع اس سے بالکل جدا کرے۔

زکوٰۃ فرض ہے اس کا منکر کافر ہے اور نہ دینے والا فاسق اور قتل کا مستحق اور زکوٰۃ کی ادا میں تاخیر کرنے والا سخت گنہگار مردود الشہادۃ ہے۔

زکوٰۃ کے فقہی مسائل

1- مباح کر دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ مثلاً فقیر کو بہ نیتِ زکوٰۃ کھانا کھلا دیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوئی کہ اس میں مالک کر دینا نہ پایا گیا۔ ہاں کھانا دیدیا جائے کہ کھائے یا لے جائے تو ادا ہوگئی ایسے ہی بہ نیتِ زکوٰۃ فقیر کو کپڑا دے دیا یا پہنا دیا تو زکوٰۃ ادا ہوگئی

Marfat.com

2- فقیر کو بہ نیتِ زکوٰۃ مکان رہنے کو دیدیا' زکوٰۃ ادا نہ ہوئی کہ مال کا کوئی حصہ اسے نہ دیا بلکہ منفعت کا مالک کیا۔

3- مالک کرنے میں ضروری ہے کہ ایسے شخص کو دے جو قبضہ کرنا جانتا ہو یعنی ایسا نہ ہو کہ پھینک دے یا دھوکہ کھائے ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوئی۔ مثلاً نہایت چھوٹے بچے یا پاگل کو دینا اگر بچہ کو اتنی عقل نہ ہو تو اس کی طرف سے اس کا باپ جو فقیر ہو یا وصی یا جس کی نگرانی میں ہے قبضہ کریں۔

4- زکوٰۃ کے واجب ہونے کے لیے چند شرائط ہیں۔

1-مسلمان ہو' 2-کافر پر زکوٰۃ واجب نہیں' 3-اگر کوئی کافر مسلمان ہو تو اسے یہ حکم نہ دیا جائے گا کہ زمانہ کفر کی زکوٰۃ ادا کرے' 4-اگر کوئی مرتد ہو گیا تو زمانہ اسلام میں جو زکوٰۃ ادا نہیں کی تھی وہ ساقط ہو گئی' 5-نابالغ پر زکوٰۃ واجب نہیں' 6-اگر انسان کو جنون پورے سال کو گھیرے تو زکوٰۃ واجب نہیں' 7-اگر سال کے آخر میں بھی افاقہ ہوتا ہے تو زکوٰۃ واجب ہو گئی' 8-غلام پر زکوٰۃ واجب نہیں اگرچہ اس کے مالک نے تجارت کی اجازت بھی دی ہو۔

5- جو مال گم گیا' یا دریا میں گر گیا یا کسی نے غصب کر لیا اور اس کے پاس غصب کے گواہ نہ ہوں یا کہیں چھپا دیا تھا اور یہ یاد نہ ہو کہ کہاں چھپایا تھا یا انجان کے پاس امانت رکھی تھی اور یہ یاد نہ رہا کہ وہ کون ہے۔ جب تک مذکورہ بالا مال نہ ملا' زکوٰۃ نہ ہوگی۔

6- چرائی کا مال کسی نے غصب کر لیا اگرچہ وہ اقرار کرتا ہو تو ملنے کے بعد بھی اس زمانہ کی زکوٰۃ واجب نہیں۔

7- شے مرہون کی زکوٰۃ نہ مرتہن پر ہے' نہ راہن پر کیونکہ مرتہن تو مالک ہی نہیں اور راہن کی ملکِ تام نہیں کہ اس کے قبضہ میں نہیں اور بعد رہن چھڑانے کے بھی ان برسوں کی زکوٰۃ واجب نہیں۔

Marfat.com

8- جو مالِ تجارت کے لیے خریدا اور سال بھر تک اس پر قبضہ نہ کیا تو قبضہ سے قبل مشتری پر زکوٰۃ واجب نہیں اور قبضہ کے بعد اس سال کی بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

9- جس دین کا مطالبہ بندوں کی طرف سے نہ ہو اور اس کا اس جگہ اعتبار نہیں یعنی وہ مانع زکوٰۃ نہیں۔ مثلاً نذر و کفارہ، صدقۂ فطر و حج و قربانی کہ اگر ان کے مصارف نصاب سے نکالیں تو اگرچہ نصاب باقی نہ رہے۔ زکوٰۃ واجب ہے۔ عشر و خراج واجب ہونے کے لیے دین مانع نہیں یعنی اگرچہ مدیون ہو یہ چیزیں اس پر واجب ہو جائیں گی۔

10- حاجتِ اصلیہ یعنی جس کی طرف زندگی بسر کرنے میں آدمی کو ضرورت ہے اس میں زکوٰۃ واجب نہیں جیسے رہنے کا مکان، جاڑے، گرمیوں میں پہننے میں کپڑے، خانہ داری کا سامان، سواری کے جانور، خدمت کے لیے لونڈی و غلام، آلاتِ حرب، اہلِ علم کے لیے حاجت کی کتابیں، کھانے کے لیے غلہ۔

11- ایسی چیز خریدی کہ جس سے کوئی کام کرے گا اور کام میں اس کا اثر باقی رہے گا جیسے چمڑا پکانے کے لیے مازو، تیل وغیرہ، اگر اس پر سال گزر گیا تو زکوٰۃ واجب ہے۔

12- عطر فروش نے عطر بیچنے کے لیے شیشیاں خریدیں، ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔

13- کرنسی لی یا کرنسی کے بدلے کرنسی لی تو یہ بھی حاجتِ اصلیہ میں ہیں۔ حاجتِ اصلیہ میں خرچ کرنے کے واسطے کرنسی رکھی تھی تو سال میں جو کچھ خرچ کیا اور جو باقی رہے گا اگر بقایا بقدرِ نصاب ہیں تو ان پر زکوٰۃ واجب ہے اگرچہ ان نیت سے رکھے ہیں کہ آئندہ حاجتِ اصلیہ میں خرچ ہوں گے اور اگر سالِ تمام کے وقت حاجتِ اصلیہ میں خرچ کرنے کی واقعی ضرورت ہے تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

14- حافظ کے لیے قرآنِ مجید حاجتِ اصلیہ سے نہیں اور غیر حافظ کے لیے ایک سے زیادہ حاجتِ اصلیہ سے زیادہ ہیں۔

15- طبیب کے لیے طب کی کتابیں حاجتِ اصلیہ میں ہیں جن کا [illegible] دیکھنے کی ضرورت پڑے۔ نحو، صرف و نجوم، دیوان اور قصہ [illegible]

Marfat.com

اصلیہ میں نہیں ہیں۔ اصولِ فقہ و علم الکلام و اخلاق جیسے احیاء العلوم و کیمیائے سعادت وغیرہ حاجتِ اصلیہ سے ہیں۔

16- نیتِ تجارت کبھی صراحتہً ہوتی ہے کبھی دلالتہً

صراحتہً یہ کہ عقد کے وقت ہی نیتِ تجارت کر لی۔ خریداری ہو یا اجارہ ثمن، روقیہ اشرفی ہو یا اسباب میں سے کوئی شے۔

دلالتہً کی صورت یہ ہے کہ مالِ تجارت کے بدلے میں کوئی شے خریدی یا مکان جو تجارت کے لیے ہے اس کو کسی اسباب کے بدلے کرایہ پر دیا تو یہ اسباب اور وہ خریدی ہوئی چیز تجارت کے لیے ہیں اگرچہ صراحتہً تجارت کی نیت نہ کی یونہی اگر کسی سے کوئی تجارت قرض لی تو یہ بھی تجارت کے لیے ہے۔ مثلاً اگر 200 سو درہم کا مالک ہے اور من بھر گندم قرض لی تو اگر تجارت کے لیے گندم نہ لی تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی کیونکہ گندم کے دام انہی 200 سے مجرا کیے جائیں گے تو نصاب باقی نہ رہا۔ اگر تجارت کے لیے ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگی کہ ان گیہوں کی قیمت دوسو پر اضافہ کریں اور مجموعہ سے قرض مجرا کریں تو دو سو سالم رہے۔ لہٰذا زکوٰۃ واجب ہوئی۔

نوٹ: جنس یا نقدی دونوں صورتوں میں علاقہ اور سکہ رائج الوقت اور وقتِ حاضر کے مطابق قیمت نکالی جائے گی پھر نصاب نکالا جائے گا۔

17- جس عقد میں تبادلہ نہ ہو (غیر منقولہ) جیسے ہبہ، وصیت، صدقہ یا تبادلہ ہو مگر متعلقہ حال سے تبادلہ نہ ہو جیسے مہر، بدلِ خلع، بدلِ عتق اور ان دونوں قسم کے عقد کے ذریعہ سے اگر کسی چیز کا مالک ہو تو نیتِ تجارت صحیح نہیں یعنی اگرچہ تجارت کی نیت کرے زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر ایسی چیز میراث میں ملی تو اس میں بھی نیتِ تجارت صحیح نہیں۔

18- مورث کے پاس تجارت کا مال تھا اس کے مرنے کے بعد وارثوں نے تجارت کی نیت کی تو زکوٰۃ واجب ہے اگر چرائی کے جانور وراثت میں ملے۔ زکوٰۃ واجب ہے چرائی

Marfat.com

پر رکھنا چاہتے ہیں یا نہیں۔

19-نیتِ تجارت کے لیے شرط یہ ہے کہ وقتِ عقد نیت ہو اگرچہ دلالۃً تو اگر عقد کے بعد نیت کی، زکوٰۃ واجب نہ ہوئی یونہی اگر رکھنے کے لیے کوئی چیز لی اور یہ نیت کی کہ نفع ملے گا تو بیچ ڈالوں گا تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

20-تجارت کے لیے غلام خریدا تھا پھر خدمت لینے کی نیت کر لی پھر تجارت کی نیت کی تو تجارت کا نہ ہو گا جب تک ایسی چیز کے بدلے نہ بیچے جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہو۔

21-موتی اور جواہرات پر زکوٰۃ واجب نہیں، اگرچہ ہزاروں لاکھوں کے ہوں ہاں اگر تجارت کی نیت سے لیے تو زکوٰۃ واجب ہو گئی۔

22-زمین سے جو پیداوار ہوئی اس میں نیتِ تجارت سے زکوٰۃ واجب نہیں، زمین عشری ہو یا خراجی اس کی ملکیت ہو یا کرایہ پر ہو البتہ اگر زمین خراجی یا کرایہ پر لی ہے اور بیج وہ ڈالے جو تجارت کا تھا تو پیداوار میں تجارت کی نیت صحیح ہے۔

23-مضارب، مالِ مضاربت سے جو کچھ خریدے اگرچہ تجارت کی نیت نہ ہو۔ اگرچہ اپنے خرچ کرنے کے لیے خریدے اس پر زکوٰۃ واجب ہے یہاں تک کہ اگر مالِ مضاربت سے غلام خریدے پھر ان کے پہننے کو کپڑا اور کھانے کے لیے غلہ خریدا تو یہ سب کچھ تجارت ہی کے لیے ہیں اور سب کی زکوٰۃ واجب ہے۔

24-سال گزرنا سے مراد قمری سال ہے یعنی چاند کے مہینوں سے 12 ماہ شروع سال اور آخر سال میں نصاب کامل ہے مگر درمیان میں نصاب کی کمی ہو گئی تو یہ کمی کچھ اثر نہیں رکھتی یعنی زکوٰۃ واجب ہے۔

25-مالِ تجارت یا سونے چاندی کو درمیانِ سال میں اپنی جنس یا غیر جنس سے بدل لیا تو اس کی وجہ سے سال گزرنے میں نقصان نہ آیا۔ اگر چرائی کے جانور بدل لیے سال کٹ گیا یعنی اب سال اس دن سے شروع کریں گے جس دن بدلے

Marfat.com

26-جو شخص مالکِ نصاب ہے اگر درمیانِ سال میں اس نے کچھ اور مال اس جنس کا حاصل کیا تو اس نئے مال کا جدا سال نہیں بلکہ پہلے مال کا ختمِ سال ہی اس نئے مال کا بھی ختمِ سال شمار ہوگا اگرچہ سالِ تمام سے ایک منٹ قبل حاصل کیا ہو۔ خواہ وہ مال اس کے پہلے مال سے حاصل ہوا ہو یا میراث' ہبہ یا کسی اور جائز ذریعہ سے ملا ہو اور اگر دوسری جنس کا ہے۔ مثال کے طور پر پہلے اس کے پاس اونٹ تھے اور اب بکریاں ملیں تو اس کے لیے جدید سال شمار ہوگا۔

27-صاحبِ نصاب کو درمیانِ سال میں کچھ مال حاصل ہوا اور اس کے پاس دو نصاب ہیں اور دونوں کا جدا جدا سال ہے تو جو مال درمیانِ سال میں حاصل ہوا اور اسے اس مال کے ساتھ ملائے کہ جس کی زکوٰۃ پہلے ہی واجب ہو۔ مثال کے طور پر اس کے پاس ایک ہزار روپیہ ہے اور سائمہ کی قیمت جس کی زکوٰۃ دے چکا تھا کہ دونوں ملائے نہیں جائیں گے اب درمیانِ سال میں ایک ہزار روپیہ اور حاصل کیا تو ان کا سالِ تمام (مکمل) اس وقت سے ہے جب ان دونوں میں پہلے کا ہو۔

28-اونٹ' گائے' بکری' میں ایک کو دوسرے کے بدلے میں سال مکمل ہونے سے پہلے بیچا تو اب ان کے لیے نیا سال شروع ہوگا۔ یونہی اگر کسی اور چیز کے بدلے بہ نیتِ تجارت بیچا تو اب سے ایک سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر اپنی جنس کے بدلے بیچا یعنی اونٹ کو اونٹ اور گائے کو گائے کے بدلے بیچا جب بھی یہی حکم ہے اور اگر بعد سالِ تمام بیچا تو زکوٰۃ واجب ہوگی' وہ اس کے ذمہ ہے۔

29-درمیانِ سال میں سائمہ کو بیچا تھا اور سالِ تمام ہونے سے پہلے عیب کی وجہ سے خریدار نے واپس کر دیا تو اگر قاضی کے حکم سے واپس ہوئی تو نیا سال شروع نہ ہوگا ورنہ اب سے نیا سال شروع کیا جائے گا اور اگر ہبہ کر دیا تھا پھر سالِ تمام سے پہلے واپس کرلیا تو نیا سال لیا جائیگا۔ قاضی کے فیصلہ سے واپسی ہو یا بطورِ خود ہو۔

30-اس کے پاس خراجی زمین تھی۔ خراج ادا کرنے کے بعد بیچ ڈالی تو ثمن کو اصل نصاب

Marfat.com

کے ساتھ ملا دیں گے

31-اس کے پاس روپے ہیں جن کی زکوٰۃ دے چکا ہے پھر اس سے چرائی کے جانور خریدے اور اس کے پاس اس جنس کے جانور پہلے سے بھی موجود ہیں تو ان کو ان کے ساتھ نہ ملائیں گے۔

32-کسی نے ایک ہزار روپیہ بطورِ ہبہ دیا اور سال پورا ہونے سے پہلے ایک ہزار روپیہ اور حاصل کیا پھر ہبہ کرنے والے نے اپنے دیئے ہوئے روپے حکمِ قاضی سے واپس لے لیے تو ان جدید روپوں کی بھی اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی جب تک اُن پر سال مکمل نہ ہو جائے۔

33-کسی کے پاس تجارت کی بکریاں ہیں جنکی قیمت 200 درہم ہے اور سال مکمل ہونے سے پہلے ایک بکری مرگئی۔ سال پورا ہونے سے قبل اس نے اس کی کھال نکال کر پکا لی تو زکوٰۃ واجب ہے۔

34-زکوٰۃ دیتے وقت یا زکوٰۃ کے لیے مال علیحدہ کرتے وقت نیتِ زکوٰۃ شرط ہے۔ نیت کے یہ معنی ہیں کہ اگر پوچھا جائے تو بلا تامل بتا سکے کہ زکوٰۃ ہے۔

35-سال بھر تک خیرات کرتا رہا اب نیت کی کہ جو کچھ دیا ہے زکوٰۃ ہے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوئی۔

36-ایک شخص کو وکیل بنایا ہے اسے دیتے وقت نیتِ زکوٰۃ نہ کی۔ مگر جب وکیل نے فقیر کو دیا اس وقت مؤکل نے نیت کر لی۔ زکوٰۃ ادا ہوگئی۔

37-دیتے وقت نیت نہ کی تھی بعد میں کر لی تو اگر وہ مال فقیر کے پاس موجود ہے یعنی اس کی ملکیت میں ہے تو یہ نیت کافی ہے ورنہ نہیں۔

38-زکوٰۃ دینے کے لیے وکیل بنایا اور وکیل کو بہ نیتِ زکوٰۃ مال دیا مگر وکیل نے فقیر کو دیتے وقت نیت نہ کی۔ زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ یونہی زکوٰۃ کا مال ذمی کو دیا کہ وہ فقیر کو دے دے اور ذمی کو دیتے وقت نیت کر لی تھی تو یہ نیت کافی ہے۔

Marfat.com

39-وکیل کو دیتے وقت کہا کہ یہ صدقہ نفل یا کفارہ ہے مگر قبل اس کے کہ وکیل فقیروں کو دے دے اس نے زکوٰۃ کی نیت کر لی تو زکوٰۃ ہی ہے اگر چہ وکیل نے نفل، صدقہ یا کفارہ کی نیت سے ادا کیے ہوں۔

40-ایک شخص چند زکوٰۃ دینے والوں کا وکیل ہے اور سب کی زکوٰۃ ایک جگہ اکٹھی کو دی تو اسے تاوان دینا ہوگا اور جو کچھ فقیروں کو دے چکا ہے وہ تبرع ہے یعنی مالکوں سے اس کا معاوضہ پائے گا نہ فقیروں سے البتہ اگر فقیروں کو دینے سے پہلے مالکوں نے اکٹھی کرنے کی اجازت دے دی تو تاوان اس کے ذمہ نہیں یونہی اگر فقیروں نے بھی اسے زکوٰۃ لینے کا وکیل کیا اور اس نے ملا دیا تو تاوان اس پر نہیں مگر اس وقت یہ ضرور ہے کہ اگر ایک فقیر کا وکیل ہے اور چند جگہ سے اسے اتنی زکوٰۃ ملی کہ مجموعہ بقدرِ نصاب ہے تو اب جو جان کر زکوٰۃ دے۔ اس کی زکوٰۃ ادا نہ ہوئی یا چند فقیروں کا وکیل ہے اور زکوٰۃ اتنی ملی کہ ایک کا حصہ نصاب کی قدر ہے تو اب اس وکیل کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ مثلاً تین فقیروں کا وکیل ہے اور 600 سو درہم ملے کہ یہ ایک فقیر کا حصہ 200 سو درہم ہوا۔ جو کہ فرض کیا کہ نصاب ہے اگر چھ سو درہم سے کم ملا تو کسی کو نصاب کی قدر نہ ملا اور اگر ہر ایک فقیر نے اسے علیحدہ علیحدہ وکیل بنایا تو مجموعہ نہ دیکھا جائیگا بلکہ ہر ایک کو جو ملا ہے وہ دیکھا جائیگا اور اس صورت میں بغیر فقیروں کی اجازت کے ملانا جائز نہیں اور اگر ملا دے گا جب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور فقیروں کو تاوان دے گا اگر فقیروں کا وکیل نہ ہو تو اسے دے سکتے ہیں۔ اگر چہ کتنی ہی نصابیں اس کے پاس جمع ہو گئیں۔

41-چند اوقاف کے متولی کو ایک کی آمدنی کو دوسرے میں ملانا جائز نہیں ہے یونہی دلال کو زرِ ثمن یا مبیع کا خلط جائز نہیں۔ یونہی اگر چند فقیروں کے لیے سوال کیا تو جو ملا بغیر ان کی اجازت کے خلط کرنا جائز نہیں۔ یونہی آٹا پیسنے والے کو یہ جائز نہیں کہ لوگوں کی گندم آپس میں ملا دے لیکن جہاں ملا دینے پر عرف جاری ہو تو ملا دینا جائز ہے

Marfat.com

اور ان سب صورتوں میں تاوان دے گا۔

42-اگر مؤکلوں نے صراحۃً ملانے کی اجازت نہ دی مگر عرف ایسا جاری ہو گیا کہ وکیل ملا دیا کرتے ہیں تو یہ بھی اجازت سمجھی جائے گی جب کہ مؤکل اس عرف سے واقف ہو مگر دلال کو خلط کی اجازت نہیں کہ اس میں عرف نہیں۔

43-وکیل کو اختیار ہے کہ مالِ زکوٰۃ اپنے لڑکے یا بی بی کو دے دے جب کہ یہ فقیر ہوں اور لڑکا اگر نابالغ ہے تو اسے دینے کے لیے خود اس وکیل کا فقیر ہونا بھی ضروری ہے مگر اپنی اولاد یا بی بی کو اس وقت دے سکتا ہے جب مؤکل نے ان کے سوا کسی خاص شخص کو دینے کے لیے نہ کہہ دیا ہو ورنہ انہیں نہیں دے سکتا۔

44-وکیل کو یہ اختیار نہیں کہ خود لے لے ہاں زکوٰۃ دینے والے نے یہ کہہ دیا ہو کہ جہاں چاہو صرف کرلو تو لے سکتا ہے۔

45-اگر زکوٰۃ دینے والے نے اسے حکم نہ دیا خود ہی اس کی طرف سے زکوٰۃ دے دی تو ادا نہ ہوئی اگرچہ اب اس نے جائز کر دیا ہو۔

46-زکوٰۃ دینے والے نے وکیل کو زکوٰۃ کی رقم دی وکیل نے اسے رکھ لیا اور اپنے پاس والی رقم سے زکوٰۃ ادا کر دی تو جائز ہے اگر یہ نیت ہو کہ اس کے عوض مؤکل کا روپیہ لے لے گا اور اگر وکیل نے پہلے اس رقم کو خود خرچ کر ڈالا اور بعد میں اپنا روپیہ زکوٰۃ میں دے دیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوئی بلکہ یہ تبرّع ہے اور مؤکل کو تاوان دے گا۔

47-زکوٰۃ کے وکیل کو یہ اختیار ہے کہ بغیر اجازتِ مالک دوسرے کو وکیل بنا دے۔

48-کسی نے یہ کہا کہ اگر میں اس گھر میں جاؤں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کے لیے ان 100 روپوں کا خیرات کر دینا ہے اور پھر گیا اور جاتے وقت یہ نیت کی کہ زکوٰۃ میں دے دوں گا تو زکوٰۃ میں نہیں دے سکتا۔

49-زکوٰۃ کا مال ہاتھ پر رکھا تھا فقراء لوٹ لے گئے ادا ہو گئی اور اگر زکوٰۃ والی رقم ہاتھ سے گر گئی اور فقیر نے اٹھا لی اگر یہ اسے پہچانتا ہے اور راضی ہو گیا اور مال ضائع نہ ہوا

Marfat.com

توزکوٰۃ ہوگئی۔

50-امین کے پاس سے امانت ضائع ہوگئی اس نے مالک کو دفعِ خصومت کے لیے کچھ روپے دے دیئے اور دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کر لی اور مالک فقیر بھی ہے' زکوٰۃ ادا نہ ہوئی۔

51-مال کو بہ نیتِ زکوٰۃ علیحدہ کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوئی جب تک فقیروں کو نہ دیدے۔ یہاں تک کہ اگر جاتا رہا تو زکوٰۃ ساقط نہ ہوئی اور اگر مر گیا تو اس میں وراثت جاری ہوگی۔

52-سال پورا ہونے پر کل نصاب خیرات کر دی اگرچہ زکوٰۃ کی نیت نہ کی بلکہ نفل کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی۔ زکوٰۃ ادا ہوگئی اور اگر کل فقیروں کو دے دیا اور منت یا کسی اورواجب کی نیت کی تو دینا صحیح ہے مگر زکوٰۃ اس کے ذمہ ہے۔ ساقط نہ ہوئی اور اگر مال کا کچھ حصہ خیرات کیا تو اس حصہ کی زکوٰۃ بھی ساقط نہ ہوگی بلکہ اس کے ذمہ ہے اگر سارا مالِ ہلاک ہوگیا تو ساری زکوٰۃ ساقط ہوگئی اگر کچھ ہلاک ہوا تو جتنا ہلاک ہوا اس کی ساقط اور جو باقی بچا اس کی زکوٰۃ واجب ہے اگر وہ بقدرِ نصاب نہ ہو ہلاک کا یہ مطلب ہے کہ بغیر اس کے فعل کے ضائع ہوگیا مثلاً چوری ہوگیا یا کسی کو قرض یا رعایت دیا اور لینے والے نے واپسی کا انکار کر دیا اور کوئی گواہ بھی نہیں یا وہ مر گیا اور کچھ ترکہ میں نہ چھوڑا اگر اپنے فعل سے ہلاک کیا۔ مثلاً خرچ کر ڈالا یا پھینک دیا یا غنی کو ہبہ کر دیا تو زکوٰۃ بدستور واجب الادا ہے ایک پیسہ بھی ساقط نہ ہوگا۔ اگرچہ بالکل نادار ہو۔

53-فقیہ پر اس کا قرض تھا اور سارا معاف کر دیا تو زکوٰۃ ساقط ہوگئی اگر جز معاف کیا تو اس جز کی ساقط ہوگئی اگر اس صورت میں یہ نیت کی کہ پورا زکوٰۃ میں ہو جائے تو نہ ہوگی اور اگر مالدار پر قرض تھا اور سارا معاف کر دیا تو زکوٰۃ ساقط نہ ہوئی بلکہ اس کے ذمہ ہے۔ اگر فقیر پر قرض تھا اسے معاف کر دیا اور یہ نیت کی کہ فلاں پر جو دین ہے

Marfat.com

یہ اس کی زکوٰۃ ہے ادا نہ ہوئی۔

54- زکوٰۃ کا روپیہ مردے کی تجہیز و تکفین یا مسجد کی تعمیر میں نہیں خرچ کر سکتے کہ تملیک فقیر نہ پائی گئی اور ان امور میں خرچ کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ فقیر کو مالک کر دیں اور وہ اپنی مرضی سے صرف کرے اور ثواب دونوں کو ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے کہ اگر 100 ہاتھوں میں صدقہ گزرا تو سب کو ویسا ہی ثواب ملے گا کہ جیسا دینے والے کے لیے اور اس کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

55- زکوٰۃ اعلانیہ اور ظاہرہ طور پر دینا افضل ہے اور نفل صدقہ چھپا کر دینا افضل ہے۔ زکوٰۃ میں اعلان اس وجہ سے ہے کہ چھپا کر دینے میں لوگوں کو تہمت اور بدگمانی کا موقع ملے گا نیز اعلان دوسروں کے لیے باعثِ ترغیب بھی ہے کہ اس کو دیکھ کر اور لوگ بھی دیں گے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ ریاکاری کا عنصر پیدا نہ ہونے پائے کہ ثواب جاتا رہے بلکہ الٹا گنہگار و استحقاقِ عذاب ہے۔

56- زکوٰۃ دینے میں اس بات کی ضرورت نہیں کہ فقیر کو زکوٰۃ کہہ کر دے بلکہ صرف نیتِ زکوٰۃ کافی ہے یہاں تک کہ اگر ہبہ یا قرض کہہ کر دے اور نیتِ زکوٰۃ کی رکھے ادا ہوگئی یونہی نذر یا ہدیہ پان کھانے یا بچوں کی مٹھائی وغیرہ اور عیدی کے نام پر دی ادا ہوگئی بعض محتاج ضرورت مند زکوٰۃ کا پیسہ نہیں لینا چاہتے اور اگر انہیں زکوٰۃ کا کہہ دیا جائے گا تو نہ لینے کا اندیشہ ہوگا لہٰذا زکوٰۃ کا لفظ نہ کہے۔

57- زکوٰۃ ادا نہ کی تھی اور اب بیمار ہے تو وارثوں سے چھپا کر دے اور اگر نہ دی تھی اور اب دینا چاہتا ہے مگر مال نہیں جس سے ادا کرے اور یہ چاہتا ہے کہ قرض لے کر ادا کرے تو اگر غالب گمان قرض ادا ہو جانے کا ہے تو بہتر یہ ہے کہ قرض لے کر ادا کرے ورنہ نہیں کہ حق العبد حق اللہ سے سخت تر ہے۔

58- مالکِ نصاب مال پورا ہونے سے پیشتر بھی زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ سال پورا ہونے پر بھی اس نصاب کا مالک رہے اور اگر ختمِ سال پر نصاب کا مالک نہ رہا تو

Marfat.com

اثنائے سال میں وہ نصاب مال بالکل ختم یا ہلاک ہو گیا تو جو کچھ دیا وہ نفل ہے اور جو شخص نصاب کا مالک نہیں ہے وہ زکوٰۃ نہیں دے سکتا یعنی آئندہ اگر نصاب کا مالک ہو گیا تو جو کچھ پہلے دیا تھا وہ اس کی زکوٰۃ میں محسوب نہ ہو گا۔

59- مالکِ نصاب اگر پیشتر سے چند نصابوں کی زکوٰۃ دینا چاہے تو دے سکتا ہے یعنی شروع سال میں ایک نصاب کا مالک ہے اور دو یا تین نصابوں کی زکوٰۃ دے دی اور سال پورا ہونے پر جتنے نصابوں کی زکوٰۃ دے دی اتنے نصابوں کا مالک ہو گیا تو سب کی ادا ہو گئی اور سال پورا ہونے تک ایک ہی نصاب کا مالک رہا اور سال کے بعد اور حاصل کیا تو وہ زکوٰۃ اس میں محسوب نہ ہو گی۔

60- مالکِ نصاب پیشتر سے چند سال کی بھی زکوٰۃ دے سکتا ہے لہٰذا مناسب ہے کہ تھوڑا تھوڑا زکوٰۃ میں دیتا رہے اور ختمِ سال پر حساب کرے۔ اگر زکوٰۃ پوری ہو گئی تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر لے اگر کچھ کمی رہ گئی تو اسے اب فوراً دے دے۔ تاخیر جائز نہیں نہ اس کی اجازت ہے کہ اب تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرے۔ بلکہ جو کچھ باقی ہے اسے فوراً ادا کر دے اور اگر زیادہ دے دیا ہے تو سال آئندہ کے لیے مجرد کر دے۔

61- اگر ایک ہزار روپیہ کا مالک ہے اور دو ہزار کی زکوٰۃ دی اور نیت یہ ہے کہ سال پورا ہونے تک ایک ہزار اور ہو گئے تو یہ اس کی ہے ورنہ سال آئندہ میں محسوب ہو گی یہ جائز ہے۔

62- یہ گمان کر کے کہ 500 روپے ہیں پانچ سو کی زکوٰۃ دی پھر معلوم ہوا کہ چار سو ہی تھے تو جو زیادہ دیا ہے وہ آئندہ سال میں محسوب کر سکتا ہے۔

63- کسی کے پاس سونا چاندی دونوں ہیں اور سال پوا ہونے سے پہلے ایک کی زکوٰۃ دی تو وہ دونوں کی زکوٰۃ ہے۔ یعنی درمیانِ سال میں ان میں سے ایک ہلاک ہو گیا۔ اگرچہ وہی جس کی نیت سے زکوٰۃ دی تھی تو جو رہ گیا ہے اس کی زکوٰۃ یہ ہو گئی اگر اس کے پاس گائے، بکری، اونٹ سب بقدرِ نصاب ہیں اور پیشتر سے ان میں ایک کی زکوٰۃ

Marfat.com

دی تو جس کی زکوٰۃ دی اسی کی ہوگی دوسرے کی نہیں یعنی جس کی زکوٰۃ دی ہے اگر اثنائے سال میں اس کا نصاب جاتا رہا تو وہ باقیوں کی زکوٰۃ نہیں قرار دی جائے گی۔

64-اثنائے سال میں جس فقیر کو زکوٰۃ دی تھی ختم سال پر وہ مالدار ہوگیا یا مرگیا یا معاذ اللہ مرتد ہوگیا تو زکوٰۃ پر اس کا کوئی اثر نہیں وہ ادا ہوگئی اور جس شخص پر زکوٰۃ واجب ہے اگر وہ مرگیا تو ساقط ہوگئی یعنی اس کے مال سے زکوٰۃ دینا ضروری نہیں ہے البتہ اگر وصیت کر گیا تو تہائی مال تک وصیت نافذ ہے اور اگر عاقل بالغ ورثاء اجازت دے دیں تو کل مال سے زکوٰۃ دی جائے۔

65-اگر شک ہے کہ زکوٰۃ دی یا نہیں تو اب دے۔

سائمہ کی زکوٰۃ

وہ جانور ہے جو کہ سال کے اکثر حصے میں چر کر گزر کرتا ہو اس سے مقصود صرف دودھ، بچے لینا یا فربہ کرنا ہے۔ اگر گھر میں گھاس لا کر کھلاتے ہوں یا مقصود بوجھ لادنا یا ہل وغیرہ کسی کام میں لانا یا سواری لینا ہے تو اگرچہ چر کر گزر کرتا ہو وہ سائمہ نہیں اور اس کی زکوٰۃ واجب نہیں البتہ اگر گوشت کھانے کے لیے ہے تو بھی سائمہ نہیں ہے۔ اگرچہ جنگل میں چرتا ہو اگر تجارت کا جانور چرائی پر ہے تو یہ بھی سائمہ نہیں بلکہ اس کی زکوٰۃ قیمت لگا کر ادا کی جائے گی۔

فقہی مسائل

1- چھ ماہ چرائی پر رہتا ہے اور چھ ماہ چارہ پاتا ہے تو سائمہ نہیں اور اگر یہ ارادہ تھا کہ اسے چارہ دیں گے یا اس سے کام لیں گے مگر کیا نہیں یہاں تک کہ سال ختم ہوگیا تو زکوٰۃ واجب ہے اور اگر تجارت کے لیے تھا اور چھ ماہ یا زیادہ غرضہ چرائی پر رکھا تو جب تک یہ نیت نہ کرے کہ یہ سائمہ صرف چرانے سے سائمہ نہ ہوگا۔

2- تجارت کے لیے رکھا تھا پھر سائمہ کر دیا تو زکوٰۃ کے لیے ابتدائی سال اس وقت سے

Marfat.com

ہے۔خریدنے کے وقت سے نہیں۔

3- سال پورا ہونے سے پہلے سائمہ کو کسی چیز کے بدلے بیچ ڈالا اگر یہ چیز اس قسم کی ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور پہلے سے اس کا نصاب اس کے پاس موجود نہیں تو اب اس کے لیے اس وقت سے سال شمار کیا جائے گا۔

4- وقف کے جانور اور جہاد کے گھوڑوں پر زکوٰۃ نہیں ہوئی یونہی اندھے یا ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے جانور کی زکوٰۃ نہیں البتہ اندھا اگر چرائی پر رہتا ہے تو واجب ہے ہاں اگر نصاب میں کمی ہے اور اس کے پاس اندھا جانور ہے اور اس کے ملانے سے نصاب پورا ہو جاتا ہے تو زکوٰۃ واجب ہے تین قسم کے جانوروں کی زکوٰۃ واجب ہے'

1-اونٹ'2-گائے'3-بکری

لہٰذا ان کے نصاب کی تفصیل لکھنے کے بعد دیگر احکام بیان کیے جائیں گے۔

اونٹ کی زکوٰۃ

صحیحین میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ اونٹ سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہوتی اور اس کی زکوٰۃ میں تفصیل صحیح بخاری شریف کی اس حدیث شریف میں ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

فقہی مسائل

1- پانچ اونٹ سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے اور جب پانچ یا پانچ سے زیادہ ہوں مگر پچیس 25 سے کم ہوں تو ہر پانچ میں ایک بکری یا بکرا واجب ہے۔یعنی پانچ ہوں تو ایک بکری یا بکرا۔اگر دس ہوں تو دو عَلٰی ھٰذَا الْقِیَاسُ

2- زکوٰۃ میں جو بکری یا بکرا دیا جائے وہ سال بھر سے کم کا نہ ہو۔

3- دو نصابوں کے درمیان میں جو ہوں وہ عفو ہیں یعنی ان کی کچھ زکوٰۃ نہیں مثلاً سات یا آٹھ ہوں جب بھی زکوٰۃ میں ایک بکری یا بکرا ہوگا۔

Marfat.com

4- اگر چھبیس اونٹ ہوں تو ایک اونٹ کا بچہ مادہ جو ایک سال کا ہو چکا اور دوسرے برس میں ہو اور پینتیس (۳۵) تک یہی حکم ہے یعنی وہی مادہ دیں گے اور چھتیس (۳۶) سے پینتالیس (۴۵) تک ایک مادہ بچہ جو دو سال کا ہو چکا ہو اور تیسرے سال میں ہو اور چھیالیس (۴۶) سے ساٹھ (۶۰) تک اونٹ ہوں تو زکوٰۃ میں ایک مادہ اونٹ جو تین سال کی ہو چکی ہو اور چوتھے سال میں داخل ہو اور اکسٹھ (۶۱) سے پچھتر (۷۵) تک کی زکوٰۃ ایک مادہ اونٹ جو چار سال کی ہو کر پانچویں سال میں داخل ہو پھر پچھتر (۷۵) سے نوے (۹۰) تک کی زکوٰۃ میں دو مادہ اونٹ' اکانوے (۹۱) سے ایک سو بیس (۱۲۰) تک میں دو حقہ۔

اس کے بعد ایک سو پینتالیس تک دو حقہ اور ہر پانچ میں ایک بکری یا بکرا سال بھر کا مثلاً ایک سو پچیس میں دو حقہ ایک بکری اور ایک سو تیس میں دو دو بکریاں وَعَلٰی هٰذَا الْقِيَاسُ پھر ایک سو پچاس میں تین حقہ اگر اس سے زیادہ ہوں اس میں ویسا ہی کریں جیسے شروع میں کیا تھا یعنی ہر پانچ میں ایک بکری اور پچیس میں بنتِ مخاض اور چھتیس میں بنتِ لبون یہ ایک سو چھیاسی بلکہ ایک سو پچانوے تک کا حکم ہو گیا یعنی اتنے میں تین حقہ اور ایک بنتِ لبون

پھر ایک سو چھیانوے سے دو سو چار تک چار حقہ اور یہ بھی اختیار ہے کہ پانچ بنت لبون دے دیں پھر دو سو کے بعد وہی طریقہ استعمال کریں جو ایک سو پچاس کے بعد ہے یعنی ہر پانچ میں ایک بکری اور پچیس میں بنتِ مخاض چھتیس میں بنت لبون پھر دو سو چھیالیس سے دو سو پچاس تک پانچ حقہ وَعَلٰی هٰذَا الْقِيَاسُ۔

5- اونٹ کی زکوٰۃ میں جس موقع پر ایک یا دو یا تین یا چار سال کا اونٹ کا بچہ دیا جاتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ مادہ ہو اگر نہ دیں تو مادہ کی قیمت کا ہو ورنہ نہیں لیا جائے گا۔

Marfat.com

گائے کی زکوٰۃ

ابوداوٗد' ترمذی' نسائی اور دارمی شریف میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو یہ فرمایا کہ ہر تیس گائے سے ایک تبیع یا تبیعہ لیں اور ہر چالیس میں ایک مسن یا مسنہ لیں اور اسی کے مثل ابوداوٗد کی دوسری روایت امیر المؤمنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ کام کرنیوالے جانور کی زکوٰۃ نہیں ہے۔

فقہی مسائل

1- اگر تیس سے کم گائے ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور جب تیس پوری ہوں تو انکی زکوٰۃ ایک تبیع یعنی سال بھر کا بچھڑا یا سال بھر کی تبیعہ یعنی بچھیا۔ اگر چالیس ہوں تو ایک مسن یعنی دو سال کا بچھڑا یا مسنہ یعنی دو سال کی بچھیا اور انسٹھ تک یہی حکم ہے پھر ساٹھ میں دو تبیع یا تبیعہ پھر ہر تیس میں تبیعہ اور ہر چالیس میں ایک مسن یا مسنہ مثلاً ستر میں ایک تبیعہ یا تبیع اور ایک مسن اور اسی میں دو مسن یا مسنہ وَعَلٰی هٰذَا الْقِیَاس اور جس جگہ تیس یا چالیس دونوں ہو سکتے ہوں۔ وہاں اختیار ہے کہ تبیع زکوٰۃ میں دے یا مسن اور ایک سوبیس میں اختیار ہے کہ چار تبیع دیں یا تین مسن۔

2- بھینس گائے کے حکم میں ہے اور اگر گائے بھینس دونوں ہوں تو زکوٰۃ میں ملا دی جائیں گی۔ مثلاً بیس گائے ہیں اور دس بھینس تو زکوٰۃ واجب ہوگئی اور زکوٰۃ میں اس کا بچہ لیا جائے جو زیادہ ہو یعنی اگر گائیں زیادہ ہوں تو گائے کا بچہ اگر بھینسیں زیادہ ہوں تو بھینس کا بچہ اور اگر دونوں برابر مقدار میں ہوں تو وہ لیں جو اعلیٰ سے کم اور ادنیٰ سے اچھا ہو۔

3- گائے اور بھینس کی زکوٰۃ میں اختیار ہے کہ نر لیا جائے یا مادہ مگر افضل یہ ہے کہ گائیں

Marfat.com

زیادہ ہوں تو گائے کا مادہ بچہ اور اگر نہ گائے زیادہ ہوں تو گائے کا نر بچہ اور یہی حکم بھینسوں کا ہے۔

بکریوں کی زکوٰۃ

صحیح بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب انہیں بحرین بھیجا تو فرائض صدقہ جو رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمائے تھے لکھ کر دیئے ان میں بکری کے نصاب کا بھی بیان ہے اور یہ کہ زکوٰۃ میں نہ بوڑھی بکری دی جائے نہ عیب والا بکرا۔ البتہ اگر مصدق (صدقہ وصول کرنے والا چاہے تو لے سکتا ہے اور زکوٰۃ کے خوف سے نہ متفرق کو جمع کریں اور نہ مجتمع کو متفرق کریں۔

فقہی مسائل

1- چالیس سے کم بکریاں یا بکرے ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں اگر چالیس ہوں تو ایک بکری اور یہی حکم ایک سو بیس کی تعداد تک ہے۔ پھر ان میں بھی وہی ایک بکری ہے اور ایک سو اکیس میں دو اور دو سو ایک میں تین اور چار سو میں چار پھر آگے ہر سو میں ایک اور جو دو نصابوں کے درمیان میں ہے وہ معاف ہے۔

2- زکوٰۃ میں اختیار ہے کہ بکری دے یا بکرا بہر حال جو کچھ ہو یہ ضروری ہے کہ ایک سال سے کم کا نہ ہو اگر کم کا نہ ہو تو قیمت کے حساب سے دیا جا سکتا ہے۔

3- بھیڑ، دنبہ، بکری کے نصاب میں شامل ہیں کہ اگر ایک سے نصاب پورا نہ ہوتا ہو تو دوسری کو ملا کر پورا کریں اور زکوٰۃ میں بھی اس کو دے سکتے ہیں مگر سال سے کم کے نہ ہوں۔

4- جانوروں میں نسب ماں سے ہوتا ہے تو اگر ہرن اور بکری سے بچہ پیدا ہوا تو بکریوں میں شمار ہوگا اگر نصاب میں ایک کی کمی ہے تو اسے شامل کر کے پورا کریں اگر ہرن اور بکرے سے

Marfat.com

اور ہرنی سے ہے تو شامل نہ کریں یہی حکم نیل گائے اور بیل کا ہے۔

5- جن جانوروں کی زکوٰۃ واجب ہے۔ وہ کم از کم سال بھر کے ہوں اگر سب مال ایک سال سے کم عمر کا ہے تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ مثلاً بکری کے چالیس بچے سال بھر سے کم کے خریدے تو وقت خریداری سے ایک سال پر زکوٰۃ واجب نہیں کہ اس وقت قابلِ نصاب نہ تھے۔ بلکہ اس وقت سے سال لیا جائے گا کہ ان میں سے کوئی سال بھر کا ہو گیا۔ یونہی اگر اس کے پاس بقدرِ نصاب بکریاں تھیں اور چھ ماہ گزرنے کے بعد ان کے چالیس بچے ہوئے۔ پھر بکریاں جاتی رہیں اور بچے باقی رہ گئے تو اب سال پورا ہونے پر یہ بچے قابلِ نصاب نہیں۔ لہٰذا زکوٰۃ واجب نہیں۔

6- اگر اس کے پاس اونٹ گائے، بکریاں سب کچھ ہے مگر نصاب سے کم ہیں یا بعض تو نصاب پورا کرنے کے لیے خلط نہ کریں گے اور زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

7- زکوٰۃ میں متوسط درجہ کا جانور لیا جائے گا چن کو عمدہ نہ لیں البتہ اگر مالک کے پاس سب اچھے ہوں تو انہیں میں سے لیں اور حمل والا جانور نہ لیں اور نہ وہ جانور لیں جو کھانے کیلئے فربہ کیا ہوا ہو اور نہ وہ مادہ لیں جو اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہو نہ بکرا لیا جائیگا۔

8- جس عمر کا جانور لینا واجب آیا وہ اس کے پاس نہیں ہے اور اس سے بڑھ کر موجود ہے تو وہ دیدے اور جو زیادتی ہو واپس لے مگر صدقہ وصول کرنے والے پر لے لینا واجب نہیں اگر نہ لے اور اس جانور کو طلب کرے جو واجب آیا یا اس کی قیمت سو اسے اس کا اختیار ہے کہ جس عمر کا جانور واجب ہوا وہ نہیں ہے اور اس سے کم عمر کا ہے تو وہی دیدے اور جو کمی پڑے اس کی قیمت ادا کرے یا واجب کی قیمت ادا کرے۔ دونوں طرح ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

9- گھوڑے، گدھے، خچر اگر چہ چرائی پر ہوں ان کی زکوٰۃ نہیں البتہ اگر تجارت کے لیے ہوں تو ان کی قیمت لگا کر اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں ادا کرے۔

10- اگر دو بکریاں زکوٰۃ میں واجب ہوئیں اور ایک فربہ بکری جو قیمت میں دو کے برابر ہے، زکوٰۃ ادا ہو گئی۔

11- سال پورا ہونے کے بعد مالکِ نصاب نے نصاب خود ہلاک کر دیا تو زکوٰۃ ساقط نہ ہو گی۔ مثلاً جانوروں کو چارہ پانی وغیرہ نہ دیا کہ مر گئے تو زکوٰۃ واجب ہے یونہی اس کا اگر کسی پر قرض تھا اور وہ مقروض مالدار ہے اور سال پورا ہونے کے بعد اس نے معاف کر دیا تو یہ ہلاک کرنا ہے۔ لہٰذا زکوٰۃ واجب ہے اور اگر وہ نادار تھا اور اس نے معاف کر دیا تو زکوٰۃ ساقط ہو گئی۔

12- کسی کے رقم تھی جس پر سال گزرا مگر ابھی زکوٰۃ نہ دی ان کے بدلے تجارت کے لیے کوئی چیز خریدی اور خریدی ہوئی چیز ہلاک ہو گئی تو زکوٰۃ ساقط ہو گئی مگر جبکہ اتنی گراں خریدی کہ اتنے نقصان کے ساتھ لوگ نہ خریدتے ہوں تو اس کی اصل قیمت پر جو کچھ زیادہ دیا ہے اس کی زکوٰۃ ساقط نہ ہو گی کہ وہ ہلاک کرنا ہے اگر تجارت کے لیے نہ ہو مثلاً خدمت کے لیے غلام خریدا اور وہ مر گیا تو اس روپے کی زکوٰۃ ساقط نہ ہو گی۔

13- اسی بکریاں ہیں تو ایک بکری زکوٰۃ کی ہے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ چالیس چالیس کے دو گروہ کر کے دو زکوٰۃ میں لیں اگر دو اشخاص کی چالیس چالیس بکریاں ہیں تو یہ نہ ہو گا کہ ان کو جمع کر کے ایک گروہ کر کے ایک ہی بکری زکوٰۃ میں دے دیں بلکہ ہر ایک سے ایک لی جائے گی۔

14- مویشی میں شرکت سے زکوٰۃ پر کچھ اثر نہیں پڑتا خواہ وہ کسی قسم کی ہو اگر ہر ایک کا حصہ بقدرِ نصاب ہے تو دونوں پر پوری پوری زکوٰۃ واجب اور اگر ایک کا حصہ بقدرِ نصاب اور دوسرے کا نہیں ہے تو اس پر واجب ہے اور اس پر نہیں [illegible]

15- اسی (۸۰) بکریوں میں اکیاسی (۸۱) شریک ہیں۔ ایسے کہ [illegible]

Marfat.com

نصف کا مالک ہے اور ہر بکری کے دوسرے نصف کا ان میں سے ایک ایک شخص مالک ہے تو اس کے سب حصوں کا مجموعہ چالیس کے برابر ہوا اور یہ سب صرف آدھی آدھی بکری کے مالک ہوئے مگر زکوٰۃ کسی پر نہیں۔

سونے چاندی اور مالِ تجارت پر زکوٰۃ

امیر المؤمنین حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑے اور لونڈی اور غلام کی زکوٰۃ میں نے معاف فرمائی تو اب چاندی کی زکوٰۃ پر چالیس درہم سے ایک درہم ادا کرو ایک سونوے میں کچھ نہیں جب دو سو درہم ہوں تو پانچ درہم دو۔ (ابوداؤد، ترمذی)

امیر المؤمنین حضرت سیّدنا علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم ہے مگر جب تک دوسو (۲۰۰) درہم پورے نہ ہوں کچھ بھی نہیں اور جب دوسو درہم پورے ہوں تو پانچ درہم زکوٰۃ ادا کرو اگر اس سے زیادہ ہوں تو اسی حساب سے دو۔ (ابوداؤد)

فقہی مسائل

سونے کا نصاب بیس مثقال ہے یعنی ساڑھے سات 7½ تولہ سونا اور چاندی ساڑھے باون 52½ تولہ ہے۔ سونے چاندی کی زکوٰۃ میں قیمت نہیں وزن کا اعتبار ہے۔ مثلاً سات تولہ سونا یا کم کا زیور یا برتن بنا ہو کہ اس کی کاریگری کی وجہ سے دوسو درہم سے زائد قیمت ہو جائے یا سونا گراں ہو کر ساڑھے سات تولہ سے کم کی قیمت دوسو درہم سے بڑھ جائے جیسے آج کل ساڑھے سات تولہ سونا کی قیمت میں چاندی کے کئی نصاب بنتے ہیں۔ غرضیکہ کہ وزن میں بقدرِ نصاب نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں۔ خواہ قیمت جو کچھ بھی ہو ایسے ہی سونے کی زکوٰۃ میں سونا اور چاندی کی زکوٰۃ کی کوئی چیز دی تو اس کی قیمت کا اعتبار نہ ہوگا۔ بلکہ وزن کا ہوگا اگرچہ اس میں صنعت بہت کچھ ہو جس کی وجہ سے قیمت بڑھ گئی یا فرض کرو کہ

Marfat.com

دس آنے بھر چاندی بک رہی ہے اور زکوۃ میں ایک روپیہ دیا جو کہ سولہ آنے قرار دیا جاتا ہے تو زکوۃ ادا کرنے میں وہ یہی سمجھا جائے گا کہ سوا گیارہ ماشہ چاندی دی یہ چھ آنے بلکہ کچھ اوپر جو کہ اس کی قیمت میں زائد ہیں لغو ہیں۔

2- یہ جو کہا گیا کہ ادائے زکوۃ میں قیمت کا اعتبار نہیں یہ اسی صورت میں ہے کہ اس جنس کی زکوۃ اسی جنس سے ادا کی جائے اور اگر سونے کی زکوۃ چاندی سے اور چاندی کی سونے سے ادا کی تو قیمت کا اعتبار ہوگا مثلاً سونے کی زکوۃ میں چاندی کی کوئی چیز دی جس کی قیمت ایک اشرفی ہے تو ایک اشرفی دینا قرار پائے گا اگرچہ وزن میں اس کی چاندی پندرہ روپے بھر بھی نہ ہو۔

3- سونا چاندی جب کہ بقدر نصاب ہوں تو ان کی زکوۃ چالیسواں حصہ ہے۔ خواہ وہ ویسے ہی ہو یا ان کے سکے بنے ہوئے ہوں یا برتن وغیرہ ہوں۔ خواہ اس کا استعمال جائز ہو جیسے عورت کے لیے سونے کا زیور اور مرد کے لیے چاندی کی ایک انگوٹھی ساڑھے چار ماشہ سے کم کی یا سونے چاندی کے بغیر زنجیر کے بٹن خواہ استعمال ناجائز ہو جیسے سونے چاندی کے برتن، گھڑی، بٹن ذانت، سرمہ دانی اور سلائی وغیرہ کہ ان کا استعمال مرد و عورت سب کے لیے حرام ہے یا مرد کے لیے سونے چاندی کا چھلہ یا زیور یا سونے کی انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشہ سے زیادہ چاندی کی انگوٹھی یا انگوٹھیاں یا کسی نگ والی انگوٹھی غرض جو کچھ ہو زکوۃ سب پر واجب ہے۔

یعنی ساڑھے سات تولہ سونا تو دو ماشہ زکوۃ واجب ہے یا باون تولہ چھ ماشہ تولہ چاندی تو ایک تولہ دو ماشہ چھ رتی زکوۃ واجب ہے۔

4- سونے چاندی کے علاوہ تجارت کی کوئی چیز ہو جس کی قیمت سونے چاندی کے نصاب کو پہنچے تو اس پر بھی زکوۃ واجب ہے یعنی قیمت کا چالیسواں حصہ اور اگر اسباب کی قیمت تو نصاب کو نہیں پہنچی مگر اس کے پاس اس کے علاوہ سونا چاندی بھی ہے تو ان

Marfat.com

کی قیمت سونے چاندی کے ساتھ ملا کر مجموعہ کریں۔ اگر مجموعہ نصاب کو پہنچا تو زکوٰۃ واجب ہے۔

5- اگر نصاب سے زیادہ مال ہے تو اگر یہ زیادتی نصاب کا پانچواں حصہ ہے تو اس کی زکوٰۃ بھی واجب ہے۔

مثلاً دوسو چالیس درہم یعنی 63 تولہ چاندی ہو تو زکوٰۃ میں چھ درہم واجب' یعنی ایک تولہ چھ ماشہ ساڑھے سات رتی یعنی باون تولہ چھ ماشہ کے بعد ہر 10 تولہ'6 ماشہ پر 3 ماشہ ڈیڑھ رتی بڑھائیں اور سونا 9 تولہ ہو تو 2 ماشہ' پونے چھ رتی یعنی 7 تولہ اور 6 ماشہ کے بعد ہر ایک تولہ چھ ماشہ پر پونے چار رتی بڑھائیں گے اور اگر پانچواں حصہ نہ ہو تو معاف یعنی اگر 9 تولہ سے ایک رتی بھی کم اگر سونا ہے تو زکوٰۃ وہی سات تولہ 6 ماشہ کی واجب ہے یعنی 2 ماشہ۔

ایسے ہی چاندی اگر 63 تولہ سے ایک رتی بھی کم ہے تو زکوٰۃ وہی 52 تولہ اور 6 ماشہ پر واجب ہے جو ایک تولہ تین ماشہ اور 6 رتی بنتی ہے۔

ایسے ہی اگر پانچویں حصہ کے بعد جو زیادتی ہے۔ اگر وہ بھی پانچواں حصہ ہے تو اس کا چالیسواں حصہ واجب ورنہ معاف۔ وعلیٰ ہذا القیاس اور مالِ تجارت کا بھی یہی حکم ہے۔

6- سونے چاندی کو باہم خلط کر دیا۔ اگر سونا غالب ہوا تو سونا سمجھا جائے گا اور اگر دونوں برابر ہوں تو سونا بقدرِ نصاب ہے۔ بہر حال تنہا یا چاندی کے ساتھ مل کر بھی جب بھی سونا ہی سمجھا جائے گا۔ اگر چاندی غالب ہو تو چاندی ہے اور نصاب کو پہنچے تو چاندی کی زکوٰۃ ادا کی جائے مگر جبکہ اس میں جتنا سونا ہے وہ چاندی کی قیمت سے زیادہ ہے تو اب بھی کل سونا قرار دیا جائے گا۔

7- کسی کے پاس سونا اور چاندی دونوں ہیں تو یہ ضروری نہیں کہ سونے کو چاندی اور چاندی کو سونا قرار دے کر زکوٰۃ ادا کرے بلکہ ہر ایک کی زکوٰۃ علیحدہ علیحدہ واجب

Marfat.com

ہے البتہ زکوٰۃ دینے والا صرف ایک چیز سے دونوں نصابوں کی زکوٰۃ ادا کرے تو اسے اختیار ہے مگر اسے اس صورت میں یہ واجب ہوگا کہ قیمت وہ لگائے جس میں فقیروں کا فائدہ ہے۔ مثلاً پاکستان میں روپیہ کا سکہ رائج ہے تو سونے کی قیمت چاندی سے لگا کر بے شک چاندی زکوٰۃ میں دے۔ مگر دونوں سے کوئی بقدر نصاب نہیں تو سونے کی قیمت کی چاندی یا چاندی کی قیمت کا سونا فرض کر کے ملائیں۔ پھر اگر ملانے پر بھی نصاب نہیں ہوتا تو کچھ بھی نہیں۔ اور اگر سونے کی قیمت کی چاندی کو چاندی میں ملائیں تو نصاب بن جاتا ہے اور چاندی کی قیمت کا سونا سونے سے ملائیں تو نصاب نہیں ہوتا یا بالعکس تو واجب ہے کہ جس میں نصاب پورا ہوتا ہے وہ کریں اور اگر دونوں صورتوں میں نصاب پورا ہو جاتا ہے تو اختیار ہے جو چاہیں کریں مگر جبکہ ایک صورت میں نصاب پر پانچواں حصہ بڑھ جاتا ہے تو جس میں پانچواں حصہ بڑھ جائے وہی کرنا واجب ہے۔ مثلاً سوا چھبیس تولہ 26¼ تولہ چاندی ہے اور پونے چار تولہ سونا ہے اگر پونے چار تولے سونے کی چاندی سوا چھبیس 26¼ تولہ آتی ہے اور سوا چھبیس 26¼ تولہ چاندی کا سونا پونے چار تولہ آتا ہے تو سونے کو چاندی اور چاندی کو سونا جو چاہیں تصور کریں۔

اگر پونے چار تولہ سونا کے بدلے 37 تولہ چاندی آتی ہے اور 26¼ تولہ چاندی کا پونے چار تولہ سونا نہیں ملتا تو واجب ہے کہ سونے کو چاندی قرار دیں کہ اس صورت میں نصاب ہو جاتا ہے بلکہ پانچواں حصہ زیادہ ہوتا ہے بلکہ اس صورت میں نصاب بھی زیادہ نہیں ہوتا۔ یونہی اگر ہر نصاب سے کچھ زیادہ ہے تو اگر زیادتی نصاب کا پانچواں حصہ ہے تو اس کی بھی زکوٰۃ دیں اگر ایک میں زیادتی پانچویں حصہ نصاب سے کم ہے تو دونوں کو ملائیں اور اگر دونوں مل کر بھی کسی نصاب کا پانچواں حصہ نہیں ہوتا تو اس زیادتی پر کچھ نہیں ہے۔ اگر دونوں میں نصاب یا نصاب کا پانچواں حصہ ہو تو اختیار ہے مگر جبکہ ایک میں نصاب ہو

Marfat.com

اور دوسرے میں پانچواں حصہ تو وہ کریں جس میں نصاب ہو اور اگر ایک میں نصاب یا پانچواں حصہ ہوتا ہے اور دوسرے میں نہیں تو وہی کرنا واجب ہے جس سے نصاب ہو یا نصاب کا پانچواں حصہ۔

8- پیسے جب رائج ہوں اور دوسو درہم چاندی یا بیس مثقال سونے کی قیمت کے ہوں تو ان کی زکوٰۃ واجب ہے اگرچہ تجارت کے لیے نہ ہوں اور اگر چلن اٹھ گیا ہو تو جب تک تجارت کے لیے نہ ہوں زکوٰۃ واجب نہیں۔

نوٹ کی زکوٰۃ بھی واجب ہے جب تک کہ ان کا رواج اور چلن ہو کہ یہ بھی ثمن اصلاحی ہیں اور کرنسی کے حکم میں ہیں۔

9- جو مال کسی پر دین ہو اس کی زکوٰۃ کب واجب ہوتی ہے اور ادا کب کرنی ہے؟ اس کی تین صورتیں ہیں! اگر دینِ قوی ہو جیسے قرض جسے عرف میں دستگردان کہتے ہیں اور مالِ تجارت کا ثمن مثلاً کوئی مال اس نے بہ نیتِ تجارت خریدا اسے کسی کے ہاتھ ادھار بیچ ڈالا یا مالِ تجارت کا کرایہ مثلاً کوئی مکان یا زمین بہ نیتِ تجارت خریدی۔ اسے کسی کو سکونت یا کرایہ پر دے دیا یا زراعت کے لیے دے دیا۔ یہ کرایہ اگر اس پر دین ہے تو دینِ قوی ہوگا۔ اور دینِ قوی کی زکوٰۃ بحالت دین ہی سال بہ سال واجب ہوتی رہے گی مگر واجب الادا اس وقت ہے جب پانچواں حصہ نصاب کا وصول ہو جائے مگر جتنا وصول ہوا اتنے ہی کی واجب الادا ہے یعنی چالیس درہم وصول ہونے پر ایک درہم دینا واجب ہوگا۔ اگر اسی (۸۰) درہم وصول ہوئے تو دو درہم زکوٰۃ واجب الادا ہے۔ **عَلٰی هٰذَا الْقِیَاس** ۔

دوسرے دینِ متوسط کہ کسی مالِ غیر تجارتی کا بدل ہو مثلاً گھر کا غلہ یا سواری کا گھوڑا یا خدمت کے لیے غلام یا کوئی اَور سے حاجتِ اصلیہ میں سے بیچ ڈالی اور دام خریدار پر باقی ہیں اس صورت میں زکوٰۃ دینا اس وقت واجب آئے گا کہ نصاب پر قبضہ ہو جائے۔ یونہی

Marfat.com

اگر مورث کا دین اسے ترکہ میں ملا۔ اگرچہ مالِ تجارت کا عوض ہو مگر وارث کو دو سو درہم (نصاب) وصول ہوئے۔ اور مورث کی موت کو سال گزرنے پر زکوۃ دینا لازم ہوگا۔

تیسرے دینِ ضعیف جو غیر مال کا بدل ہو جیسے مہر' بدل' خلع' دیت' بدل کتابت یا مکان یا دکان کہ بہ نیت تجارت خریدی نہ تھی۔ اس کا کرایہ کرائے دار پر چڑھا اس میں زکوۃ دینا اس وقت واجب ہے کہ نصاب پر قبضہ کرنے کے بعد سال گزر جائے یا اس کے پاس کوئی نصاب اس جنس کی ہے اور اس کا سال پورا ہو جائے تو زکوۃ واجب ہے پھر اگر دینِ قوی یا متوسط کئی سال بعد وصول ہو تو اگلے سال کی زکوۃ جو اس پر دین ہوتی رہی۔ وہ پچھلے سال کے حساب میں اسی رقم پر ڈالی جائے۔ مثلاً زید پر بکر کے تین سو درہم دینِ قوی تھے۔ پانچ برس بعد چالیس درہم سے کم وصول ہوئے تو کچھ واجب نہیں۔ اگر چالیس درہم وصول ہوئے تو ایک درہم دینا واجب ہوا۔ اب انتالیس باقی رہے کہ نصاب کے پانچویں حصہ سے کم ہے۔ لہٰذا باقی برسوں کی ابھی واجب نہیں ہوتی اور اگر تین سو درہم دینِ متوسط تھے۔ تو جب تک دو سو درہم وصول نہ ہوں۔ کچھ واجب نہیں ہوتا اور پانچ سال بعد دو سو درہم وصول ہوئے تو اکیس واجب ہوں گے۔

سالِ اوّل کے پانچ اب سالِ دوم میں ۱۹۵ رہے۔ ان میں سے پینتیس (۳۵) کہ خمس سے کم ہیں معاف ہو گئے۔ ایک سو ساٹھ رہے۔ اس کے ذمہ چار درہم واجب ہیں لہٰذا سالِ سوم میں ایک سو اکیانوے روپے ان میں بھی چار درہم واجب۔ چہارم میں ایک سو ستاسی (۱۸۷) رہے۔ پنجم میں ۱۸۳ رہے ان میں بھی چار درہم واجب' لہٰذا کل اکیس (۲۱) درہم واجب ہوئے۔

10- عورت نے مہر کا روپیہ وصول کر لیا۔ سال گزرنے کے بعد شوہر نے قبلِ دخول طلاق دیدی' تو نصف مہر واپس کرنا ہوگا اور زکوۃ پورے کی واجب ہے اور شوہر پر واپسی کے بعد سے سال کا اعتبار ہے۔

Marfat.com

11-مال کی زکوٰۃ ادا کرتے وقت جس جگہ یا علاقہ میں مال ہو وہاں کی قیمت ہونی چاہیے۔ اگر مالِ تجارت یا سونا چاندی جنگل میں ہے تو اس کے قریب جو آبادی ہے وہاں جو قیمت ہو اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ اس مال میں ہے کہ اس کی جنگل میں خریداری نہ ہوتی ہو۔ اگر جنگل میں خریدار جاتا ہو مثلاً لکڑی یا وہ چیزیں جو وہاں پیدا ہوتی ہیں تو جب تک مال وہاں پڑا ہے وہیں کی قیمت لگائی جائے گی۔

12-کرایہ پر اٹھانے کے لیے دیگیں ہوں ان کی زکوٰۃ نہیں ایسے ہی کرائے کے مکان کی زکوٰۃ نہیں۔

13-ایک شخص نے اپنا مکان تین سال کے لیے تین سو درہم سالانہ کرایہ پر دے دیا اور اس کے پاس کچھ نہیں اور جو کرائے میں آتا ہے۔ سب کو محفوظ رکھتا ہے۔ اور آٹھ ماہ گزرنے پر نصاب کا مالک بن گیا کہ آٹھ ماہ میں نصاب کے برابر کرایہ اکٹھا ہو گیا۔ لہٰذا آج سے سالِ زکوٰۃ شروع ہو گیا۔ اور سال پورا ہونے پر پانچ سو (۵۰۰) درہم کی زکوٰۃ ادا کرے کہ بیس ماہ کا کرایہ پانچ سو ہوا اب اس کے بعد ایک سال اور گزرا تو آٹھ سو درہم کی زکوٰۃ نکالے مگر سالِ اوّل کی زکوٰۃ کے ساڑھے بارہ 12½ درہم کم کیے جائیں بلکہ آٹھ سو میں چالیس کم کی زکوٰۃ واجب ہو گی کہ چالیس درہم سے کم پر زکوٰۃ واجب نہیں بلکہ عفو ہے۔

14-تجارت کے لیے غلام دو سو کا خریدا اور ثمن بائع کو دے دیا۔ مگر غلام پر قبضہ نہ کیا۔ یہاں تک کہ ایک سال گزر گیا اب وہ بائع کے ہاں مر گیا۔ تو بائع اور مشتری دونوں پر دو دو سو میں سے زکوٰۃ واجب ہے اگر غلام دو سو سے کم کا تھا اور مشتری نے دو سو میں لیا تو بائع دو سو کی زکوٰۃ ادا کرے گا اور مشتری پر کچھ واجب نہیں ہوتا۔

15-زکوٰۃ کے روپے کے عوض کھانا' غلہ کپڑا وغیرہ فقیر کو دے کر مالک کر دیا۔ زکوٰۃ ادا ہو

Marfat.com

جائے گی۔ مگر اس چیز کی قیمت بازار کے بھاؤ کے مطابق ہوگی۔ وہ [illegible] جائے۔ بالائی مصارف مثلاً بازار سے لانے میں جو مزدور کو دیا ہے یا گاؤں یا دوسرے شہر سے منگوایا تو کرایہ اور چونگی وغیرہ وضع نہ کریں گے یا پکوا کر دیا تو پکوائی اور لکڑیوں کی قیمت وغیرہ مجرا نہ کریں بلکہ اس پکی ہوئی چیز کی جو قیمت بازار میں ہو۔ اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

زراعت اور پھلوں کی زکوٰۃ

اللہ رب العزت فرماتا ہے:

''وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ'' یعنی کھیتی کے کٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس زمین کو آسمان یا چشموں نے سیراب کیا یا عشری ہو۔ یعنی نہر کے پانی سے اسے سیراب کرتے ہوں۔ اس میں عشر ہے اور جس زمین کے سیراب کرنے کے لیے جانور پر پانی لاد کر لاتے ہیں اس میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ ہوتا ہے۔ (بخاری شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر اس شے میں جسے زمین نے نکالا عشر یا نصف عشر ہے۔

فقہی مسائل

1- زمین تین قسم کی ہے' 1-عشری' 2-خراجی' 3-نہ عشری نہ خراجی۔

نمبر 1 اور نمبر 3 کا ایک ہی حکم ہے۔ یعنی عشر دینا۔ زمین کے عشری ہونے کے لیے بہت سی صورتیں ہیں۔ مثلاً مسلمانوں نے فتح کیا اور زمین مجاہدین پر تقسیم ہوگئی یا وہاں کے لوگ خود بخود مسلمان ہو گئے اور جنگ کی نوبت نہ آئی۔ عشری زمین کے قریب پڑی تھی اسے کاشت میں لایا یا اس پڑی ہوئی کو کھیت بنایا جو عشری اور خراجی دونوں سے قریب ولیعہ

Marfat.com

کی یکساں نسبت رکھتی ہے یا اس کھیت کو عشری پانی سے سیراب کیا یا خراجی وعشری دونوں سے یا مسلمان نے اپنے مکان کو کھیت یا باغ بنایا اور اسے عشری پانی سے سیراب کرتا ہے یا عشری وخراجی دونوں سے یا عشری زمین کافر ذمی نے خریدی۔ اور مسلمان نے شفعہ میں اسے لے لیا یا بیع فاسد ہوگئی یا خیارِ شرط یا خیار رویت کی وجہ سے واپس ہوئی یا خیارِ عیب کی وجہ سے قاضی کے حکم سے واپس ہوگئی اور بہت صورتوں میں خراجی ہے یا فتح کرکے وہیں کے رہنے والوں کو احسان کے طور پر واپس کردی یا دوسرے کافروں کو دے دی یا وہ ملک صلح کے طور پر فتح کیا گیا یا ذمی نے مسلمان سے عشری زمین خرید لی یا خراجی زمین مسلمان نے خریدی یا ذمی نے اسلامی حاکم کے حکم سے بنجر کو آباد کیا یا بنجر زمین ذمی کو دے دی گئی یا اسے مسلمان نے آباد کیا اور وہ خراجی زمین کے پاس تھی یا اسے خراجی پانی سے سیراب کیا۔ خراجی زمین اگرچہ عشری پانی سے سیراب کی جائے۔ خراجی ہی رہے گی اور اگر خراجی وعشری دونوں نہ ہوں۔ مثلاً مسلمانوں نے فتح کرکے اپنے لیے قیامت تک کے لیے باقی رکھی یا اس زمین کے مالک مر گئے اور زمین بیت المال کی ملکیت ہوگئی۔

2- خراج دو قسم کا ہے

(i) خراجِ مقاسمہ: کہ پیداوار کا کوئی حصہ آدھا یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ مقرر ہو۔ جیسے حضورِ اقدس ﷺ نے یہودِ خیبر پر مقرر فرمایا تھا۔

(ii) خراجِ مؤظف: کہ ایک مقدار لازم کر دی جائے۔ خواہ روپے سالانہ یا دو روپے بیگھہ یا کچھ اور جیسے حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مقرر فرمایا تھا۔

3- حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ مقرر فرمایا تھا کہ ہر قسم کے غلے میں فی جریب ایک درہم اور اس غلے کا ایک صاع اور خربوزے، تربوز کی پالیز اور کھیرے، ککڑی، بینگن وغیرہ ترکاری میں فی جریب پانچ درہم انگور خرما کے گھنے باغوں میں جن کے اندر زراعت نہ ہو اس کے دس درہم پھر زمین کی حیثیت اور اس شخص کی قدرت کا

Marfat.com

اعتبار ہے۔ اس کا اعتبار نہیں کہ اس نے کیا بویا۔ یعنی جو زمین جس چیز کے بونے کے قابل ہے اور یہ شخص اس کے بونے پر قادر ہے تو اس کے اعتبار سے خراج ادا کرے۔

مثلاً اگر انگور بو سکتا ہے تو انگور کا خراج ادا کرے۔ اگر گندم بوئے اور گندم کے قابل ہے تو اس کا خراج ادا کرے۔ اگر جو بوئے تو اس کا خراج وغیرہ۔

جریب کی مقدار انگریزی گز سے 35 گز طول اور 35 گز عرض ہے اور صاع دو سو اٹھاسی 288 روپے بھر۔

4- جہاں اسلامی سلطنت نہ ہو وہاں کے لوگ بطورِ خود فقراء وغیرہ جو مصارفِ خراج ہیں۔ ان پر صرف کریں۔

5- عشری زمین سے ایسی چیز پیدا ہوئی۔ جس کی زراعت سے مقصود زمین سے منافع حاصل کرنا ہے تو اس پیداوار کی زکوٰۃ فرض ہے اور اس زکوٰۃ کا نام عشر ہے۔ یعنی دسواں حصہ کہ اکثر صورتوں میں دسواں حصہ فرض ہے۔ اگرچہ بعض صورتوں میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ لیا جائے گا۔

6- عشر واجب ہونے کے لیے عاقل بالغ شرط نہیں ہے۔ مجنون اور نابالغ کے زمین میں جو کچھ پیدا ہوا۔ اس میں بھی عشر واجب ہے۔

7- اگر کوئی خوشی سے عشر نہ دے تو حاکم وقت زبردستی وصول کرے۔ اس صورت میں بھی عشر ادا ہو جائے گا مگر ثواب کا مستحق نہ ہوگا۔ اگر بخوشی ادا کرے تو ثواب کا مستحق ہوگا۔

8- جس پر عشر واجب ہو۔ اس کا انتقال ہو گیا اور پیداوار موجود ہے تو اس میں سے عشر لیا جائے گا۔

9- عشر میں سال کا گزرنا شرط نہیں ہے بلکہ سال میں چند بار کھیت میں فصل ہوئی تو ہر بار عشر واجب ہے۔

Marfat.com

10- اس میں نصاب شرط نہیں اگر ایک صاع بھی پیدا وار ہو تو عشر واجب ہے اور یہ شرط بھی نہیں کہ وہ چیز باقی رہنے والی ہو اور یہ شرط بھی نہیں کہ کاشتکار زمین کا مالک ہو۔ یہاں تک کہ مکاتب و ماذون نے کاشت کی تو اس پیداوار پر بھی عشر واجب ہے بلکہ وقفی زمین پر پیدوار ہوئی تو اس پر بھی عشر واجب ہے۔ خواہ زراعت کرنے والے اہلِ وقف ہوں یا اجرت پر کاشت کی۔

11- جو چیزیں ایسی ہوں کہ ان کی پیداوار سے زمین کا منافع حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔ ان میں عشر نہیں ہوتا جیسے ایندھن گھاس، نرکل، سینٹھا، جھاؤ، کھجور کے پتے، خطمی، کپاس، بیگن کا درخت، خربوزہ، تربوز، کھیرا، ککڑی کے بیج، یونہی ہر قسم کی ترکاری کے بیج کہ ان کی کھیتی سے ترکاریاں مقصود ہوتی ہیں۔ بیج نہیں ہوتے۔ یونہی جو بیج دوائی ہیں۔ مثلاً کندر، میتھی، کلونجی، اور اگر نرکل، گھاس بید، جھاؤ وغیرہ سے زمین کے منافع حاصل کرنا مقصود ہوا اور زمین ان کے لیے خالی چھوڑ دی تو ان میں بھی عشر واجب ہے۔

12- جو کھیت نہر یا نالے یا بارش کے پانی سے سیراب کیا جائے۔ اس میں عشر یعنی دسواں حصہ واجب ہے اور جس کی آبپاشی چرسے یا ڈول سے ہو اس میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب اگر پانی خرید کر آبپاشی ہو جب بھی نصف عشر واجب ہے اگر وہ کھیت چند دن بارش کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور کچھ دن ڈول اور چرسے تو عشر واجب ہے۔ ورنہ نصف عشر۔

13- عشری زمین یا پہاڑ یا جنگل میں شہد ہوا تو اس پر عشر واجب ہے۔ یونہی پہاڑ اور جنگل کے پھلوں پر بھی عشر واجب ہے۔ بشرطیکہ حاکمِ اسلام نے حربیوں، ڈاکوؤں اور باغیوں سے ان کی حفاظت کی ہو ورنہ کچھ نہیں۔

14- گندم، جو، جوار، باجرہ، دھان اور ہر قسم کے غلے اور السی، کسم، اخروٹ، بادام اور ہر قسم کے میوے روئی، پھول، گنا، خربوزہ، تربوز، کھیرا، ککری، بینگن اور ہر قسم کی ترکاری، سب میں عشر واجب ہے۔ پیداوار تھوڑی ہو یا زیادہ۔

Marfat.com

15-جس چیز میں عشر یا نصف عشر واجب ہو اس میں ساری پیداوار کا عشر یا نصف عشر لیا جائے گا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ مصارفِ زراعت ہل بیل حفاظت کرنے والے اور کام کرنے والوں کی اجرت یا بیج وغیرہ نکال کر باقی کا عشر یا نصف عشر دیا جائے۔

16-عشر صرف مسلمان سے لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ عشری زمین مسلمان سے ذمی نے خرید لی اور قبضہ بھی کر لیا اور اب ذمی سے عشر نہ لیا جائے گا۔ بلکہ خراج لیا جائے گا اور مسلمان نے ذمی سے خراجی زمین خریدی تو یہ خراجی ہی رہے گی۔ اب مسلمان سے زمین کا عشر نہ لیں گے بلکہ خراج لیا جائے گا۔

17-ذمی نے مسلمان سے عشری زمین خریدی پھر کسی مسلمان نے شفعہ میں وہ زمین لے لی یا کسی وجہ سے بیع فاسد ہوگئی تھی اور بائع کے پاس واپس ہوئی یا بائع کو خیارِ شرط تھا یا کسی کو خیارِ رؤیت تھا اس وجہ سے واپس ہوئی یا مشتری کو خیارِ عیب تھا اور حکمِ قاضی سے واپس ہوئی۔ ان سب صورتوں میں وہ پھر عشری ہی ہے اور اگر خیارِ عیب میں بغیر حکمِ قاضی واپس ہوئی تو اب خراجی ہی رہے گی۔

18-مسلمان نے اپنے گھر کو باغ بنا لیا۔ اگر اس میں عشری پانی دیتا ہے تو عشری ہے۔ اور اگر خراجی پانی دیتا ہے تو خراجی اور اگر دونوں قسم کے پانی دیتا ہے۔ جب بھی عشری شمار ہوگی اور ذمی نے اپنے گھر کو باغ بنایا تو مطلقاً خراج لیں گے۔ آسمان' کنویں' چشمہ اور دریا کا پانی عشری ہے اور جو نہر عجمیوں نے کھودی اس کا پانی خراجی ہے۔ کافروں نے کنواں کھودا تھا اور اب مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ یا خراجی زمین میں کھودا گیا۔ وہ بھی خراجی ہے۔

19-مکان یا مقبرہ میں جو پیداوار ہو اس میں عشر ہے نہ خراج۔

20-زفت اور نفط کے چشمے عشری زمین میں ہوں یا خراجی میں ہوں ان میں سے کچھ نہ لیا جائے گا۔ البتہ اگر خراجی زمین میں ہوں اور آس پاس کی زمین قابلِ زراعت ہو تو اس زمین کا خراج لیا جائے گا' چشمے کا نہیں۔ اگر عشری زمین میں ہوں اور جب تک

Marfat.com

آس پاس کی زمین میں زراعت نہ ہو کچھ نہ لیا جائے گا۔ فقط قابلِ زراعت ہونا کافی نہیں ہوتا۔

21-جو چیز زمین کی تابع ہو جیسے درخت وغیرہ اور جو چیز درخت سے نکلے جیسے گوند وغیرہ اس میں عشر نہیں ہوگا۔

22-عشر اس وقت لیا جائے گا جب پھل نکل آئیں اور کام کے قابل ہو جائیں اور فساد کا اندیشہ جاتا رہے۔ اگرچہ ابھی توڑنے کے قابل نہ ہوئے ہوں۔

23-خراج ادا کرنے سے پیشتر اس کی آمدنی کھانا حلال نہیں۔ یونہی عشر ادا کرنے سے پیشتر مالک کے لیے کھانا حلال نہیں کھائے گا تو ضمان دے گا۔ یونہی اگر دوسرے کو کھلایا تو اتنے عشر کا تاوان دے گا اور اگر یہ ارادہ ہے۔ سارے کا عشر ادا کر دے گا تو کھانا حلال ہے۔

24-زراعت پر قادر ہے مگر بویا نہیں تو خراج واجب ہے اور عشر جب تک کاشت نہ کرے اور پیداوار نہ ہو۔ واجب نہیں۔

25-کھیت بویا مگر پیداوار ماری گئی۔ مثلاً کھیتی ڈوب گئی یا جل گئی یا ٹڈی کھا گئی یا پالے اور لو سے جاتی رہی۔ تو عشر اور خراج دونوں ساقط ہیں جبکہ ساری جاتی رہی اور اگر کچھ باقی ہے تو اس کا عشر لیں گے اور اگر چوپائے کھا گئے تو ساقط نہیں اور ساقط ہونے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ اس نقصان کے بعد اس سال کے اندر اس میں دوسری زراعت تیار نہ ہو سکے اور یہ بھی شرط ہے کہ توڑنے یا کاٹنے سے پہلے ہلاک ہو ورنہ ساقط نہیں۔

26-زمین تیار ہونے سے پیشتر زراعت بیچ ڈالی تو عشر مشتری پر ہے۔ اگرچہ مشتری نے یہ شرط لگائی کہ پکنے تک زراعت کاٹی نہ جائے بلکہ کھیت میں رہے اور بیچنے کے وقت زراعت تیار تھی تو عشر بائع پر ہے۔ اگر زمین یا زراعت دونوں یا صرف زمین بیچی اور اس صورت میں سال پورا ہونے میں اتنا زمانہ باقی ہے کہ زراعت ہو سکے تو خراج

Marfat.com

مشتری پر ہے۔ ورنہ بائع پر ہوگا۔

27-عشری زمین عاریۃً دی تو عشر کاشتکار پر ہے۔ مالک پر نہیں اگر کافر کو عاریۃً دی تو مالک پر ہے۔

28-عشری زمین بٹائی پر دی تو عشر دونوں پر ہے۔ اگر خراجی زمین بٹائی پر دی تو خراج مالک پر ہے۔

29-گورنمنٹ کو جو مال گزاری دی جاتی ہے۔ اس سے خراج شرعی ادا نہیں ہوتا بلکہ وہ مالک کے ذمہ ہے۔ اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔ اور خراج کا مصرف صرف لشکرِ اسلام نہیں بلکہ تمام مصالح عامۃ المسلمین ہیں جن میں تعمیرِ مسجد، اخراجاتِ مسجد، وظیفۂ امام مؤذن وتنخواہِ مدرسینِ علمِ دین، خبرگیری طلبائے علمِ دین وخدمت علمائے اہلِ سنت حامیانِ دین جو کہ وعظ کہتے ہیں اور علمِ دین کی تعلیم کرتے ہیں اور فتویٰ کے کام میں مصروف رہتے ہیں اور پل وغیرہ اور سرائے کی تعمیرات میں صرف کیا جاسکتا ہے۔

31-انگور بیچ ڈالے تو ثمن کا عشر لے اور شیرہ کرکے بیچا تو اس کی قیمت کا عشر لے۔

Marfat.com

زکوٰۃ کن لوگوں پر صرف کی جائے

اللہ ربّ العزت ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡعٰمِلِيۡنَ عَلَيۡهَا وَالۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوۡبُهُمۡ وَفِى الرِّقَابِ وَالۡغٰرِمِيۡنَ وَفِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ ؕ فَرِيۡضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ○ (التوبۃ: ۶۰)

صدقات فقراء و مساکین کے لیے ہیں اور ان کے لیے جو اس کام پر مقرر ہیں اور جن کے قلوب کی تالیف مقصود ہے۔ اور گردن چھڑانے میں اور تاوان والوں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کے لیے یہ اللہ کی طرف سے مقرر کرنا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ربّ العزت نے صدقات کو نبی یا کسی اور کے حکم پر نہیں رکھا بلکہ اس نے خود اس کا حکم بیان فرمایا اور اس کے آٹھ حصے کیے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ غنی کے لیے صدقہ حلال نہیں مگر پانچ اشخاص کے لیے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔ صدقے پر عامل، تاوان والے کے لیے جس نے اپنے مال سے خرید لیا ہو مسکین کو صدقہ دیا گیا اور اس مسکین

Marfat.com

نے اپنے پڑوسی مالدار کو ہدیہ کر دیا۔ (امام احمد ابوداؤد حاکم)

حضرت سیّدنا مولا علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ صدقہ مفروضہ میں اولاد اور والد کا حق نہیں۔ (بیہقی)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے بنی ہاشم! تم اپنے نفس پر صبر کرو کہ صدقات آدمیوں کے دھوون ہیں۔ (طبرانی کبیر)

مطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے صدقات جائز نہیں اور یہ تو آدمیوں کے میل ہیں۔ حضرت ابنِ سعد رضی اللہ عنہ کی روایت حضرت امام حسن علیہ السلام سے ہے کہ حضورِ اقدس نے فرمایا کہ اللہ ربّ العزت نے مجھ پر اور میری اہلِ بیت پر صدقہ وغیرہ حرام فرما دیا۔ (احمد مسلم)

ترمذی، نسائی اور حاکم کی روایت حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے کہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں اور جس قوم کا آزاد کردہ غلام ہو وہ بھی انہیں میں سے ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن علیہ السلام نے صدقہ کا خرما لیکر منہ میں رکھ لیا۔ اس پر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چھی چھی، کہ اسے پھینک دو، پھر فرمایا، کہ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ (صحیحین)

فقہی مسائل

1- زکوٰۃ کے مصارف سات ہیں۔

1- فقیر، 2- مسکین، 3- عامل، 4- رقاب، 5- غارم، 6- فی سبیل اللہ، 7- ابن السبیل

i- فقیر: فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ ہو مگر اتنا نہ ہو کہ نصاب کو پہنچ جائے یا بقدرِ نصاب ہو تو اس کی حاجتِ اصلیہ میں مستغرق ہو۔ مثلاً رہنے کا مکان پہننے کے

کپڑے، خدمت کے لیے لونڈی، غلام، علمی شغل رکھنے والے کو دینی کتابیں جو کہ اس کی ضرورت سے زیادہ نہ ہوں۔ جس کا بیان گزرا۔ یونہی اگر مدیون ہے اور دین نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے تو وہ فقیر ہے۔ اگرچہ اس کے پاس ایک کیا، کئی نصابیں ہوں، فقیر اگر عالم ہو تو اسے دینا جاہل کو دینے سے افضل ہے۔ البتہ اگر عالمِ دین فقیر کو دے تو اس چیز کا لحاظ رکھے کہ اس کا اعزاز مدنظر رکھے اور ادب کے ساتھ دے۔ جیسے چھوٹے بڑوں کو نذر دیتے ہیں اور معاذ اللہ اگر عالمِ دین کی حقارت اگر قلب میں آئی تو یہ ہلاکت اور بہت سخت ہلاکت ہے۔

ii- مسکین: مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے اس کا محتاج ہے کہ لوگوں سے سوال کرے اور اسے سوال حلال ہے اور فقیر کو سوال ناجائز ہے کہ جس کے پاس کھانے اور بدن چھپانے کے لیے ہو اسے بغیر ضرورت و مجبوری سوال کرنا حرام ہے۔

iii- عامل: عامل وہ ہے جسے اسلامی حاکم نے زکوٰۃ اور عشر وصول کرنے کے لیے مقرر کیا اور اسے کام کے لحاظ سے اتنا دیا جائے کہ اس کو اور اس کے مددگاروں کو متوسط طور پر کافی ہو مگر اتنا نہ دیا جائے کہ جو وصول کر کے لایا ہے اس کے نصف سے زیادہ ہو جائے۔ عامل اگرچہ غنی ہو جائے۔ ایسے کام کی اجرت لے سکتا ہے۔ اگر عامل ہاشمی ہو تو اسے مالِ زکوٰۃ میں سے دینا ناجائز ہے اور ہاشمی کا لینا بھی ناجائز ہے۔ البتہ اگر کسی اور مد سے دیں تو لینے میں بھی حرج نہیں۔

زکوٰۃ کا مال عامل کے پاس سے جاتا رہا تو اب اسے کچھ نہ ملے گا۔ مگر دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ اگر کوئی شخص اپنی زکوٰۃ خود جا کر بیت المال میں جمع کروا آیا تو اس کا معاوضہ عامل نہ پائے گا۔

iv- رقاب: رقاب سے مراد مکاتب غلام کو دینا کہ اس مالِ زکوٰۃ سے بدلِ کتابت ادا

Marfat.com

کرے اور غلامی سے اپنی گردن رہا کروائے۔ غنی کے مکاتب کو بھی مالِ زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ اگرچہ معلوم ہے کہ یہ غنی کا مکاتب ہے۔

v- غارم: غارم سے مراد مدیون ہے۔ یعنی اس پر اتنا دین ہو کہ اسے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے۔ اگرچہ اس کا اوروں پر باقی ہو۔ مگر لینے پر قادر نہ ہو گو شرط یہ ہے کہ مدیون ہاشمی نہ ہو۔

vi- فی سبیل اللہ: یعنی راہِ خدا میں خرچ کرنا' اس کی چند صورتیں ہیں۔ مثلاً کوئی شخص محتاج ہے کہ جہاد میں جانا چاہتا ہے۔ سواری اور زادِ راہ اس کے پاس نہیں تو اسے مالِ زکوٰۃ دے سکتے ہیں اور یہ راہِ خدا میں دینا ہوگا۔ اگر وہ کمانے پر قادر ہو یا کوئی حج پر جانا چاہتا ہے اور اس کے پاس مال نہیں ہے اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں مگر اس کو حج کا سوال کرنا جائز نہ ہوگا یا طالبِ علمِ دین پڑھتا ہے یا پڑھنا چاہتا ہے اسے زکوٰۃ دے سکتے ہیں بلکہ دینی طالبِ علم سوال کر کے بھی مالِ زکوٰۃ لے سکتا ہے جبکہ اس نے اپنے آپ کو اسی کام کے لیے فارغ رکھا ہو۔ اگرچہ کسب پر قادر ہو۔ ایسے ہی دیگر نیک کاموں پر زکوٰۃ خرچ کرنا فی سبیل اللہ کہلاتا ہے جبکہ بطورِ تملیک ہو کہ بغیر تملیک زکوٰۃ ادا نہیں ہوسکتی۔

بہت سے لوگ اپنی زکوٰۃ اسلامی مدارس میں بھیج دیتے ہیں ان کو چاہیے کہ متولی مدرسہ کو اطلاع دیں کہ یہ مالِ زکوٰۃ ہے تاکہ متولی اس مال کو جدا رکھے اور دوسرے مال میں نہ ملائے اور غریب طلباء پر خرچ کریں اور کسی کام کی اجرت میں نہ دے۔ ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

vii- ابن السبیل: یعنی مسافر جس کے پاس مال نہ رہا ہو وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے اگرچہ اس کے گھر میں مال موجود ہے مگر اسی قدر لے کہ جس سے ضرورت پوری ہو جائے۔ زیادہ کی اجازت نہیں ہے۔

2- مسافر یا اس مالکِ نصاب نے جس کا اپنا مال دوسرے پر دین ہو اور بقدرِ ضرورت مال

Marfat.com

زکوٰۃ قدرے لے لیا۔ پھر اپنا مال مل گیا۔ مثلاً مسافر گھر پہنچ گیا یا مالکِ نصاب کا دین وصول ہو گیا تو جو کچھ زکوٰۃ میں باقی ہے۔ اب بھی اپنے تصرف میں لا سکتا ہے۔

3- زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ ان ساتوں قسموں کو دے یا ان میں سے کسی ایک کو دے دے۔ خواہ ایک قسم کے چند افراد کو یا ایک کو اگر مالِ زکوٰۃ بقدرے نصاب نہ ہو تو ایک کو دینا افضل ہے اور ایک بھی شخص کو بقدرے نصاب دے دینا مکروہ ہے۔ مگر دے دیا تو زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ ایک شخص کو بقدرِ نصاب دے دینا۔ مکروہ اس وقت ہے کہ وہ فقیر مدیون نہ ہو اور اگر مدیون ہو تو اتنا دے دینا کہ دین نکال کر کچھ نہ بچے۔ یا نصاب سے کم بچے مکروہ نہیں۔ یونہی اگر وہ فقیر بال بچوں والا ہے کہ اگرچہ نصاب یا زیادہ ہے مگر اہل و عیال پر تقسیم کریں تو سب کو نصاب سے کم ملتا ہے تو اس صورت میں بھی حرج نہیں۔

4- بدمذہب کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ (درمختار)

جب بدمذہب کا یہ حکم ہے تو وہابیہ (اہلِ حدیث فتنہ) زمانہ کو جو توہینِ الٰہی و تنقیصِ شانِ رسالت کرتے اور شائع کرتے ہیں جن کو اکابر علمائے حرمین طیبین نے بالاتفاق کافر و مرتد فرمایا اگرچہ وہ اپنے آپ کو لاکھ مسلمان کہیں انہیں زکوٰۃ دینا حرام اور سخت حرام ہے۔ اگر دی تو ہرگز ادا نہ ہو گی۔

5- زکوٰۃ ادا کرنے میں یہ ضروری ہے کہ جسے دیں مالک بنا دیں اباحت کافی نہیں۔ لہٰذا مالِ زکوٰۃ مسجد میں خرچ کرنا یا اس سے میت کو کفن دینا یا میت کا دین ادا کرنا یا غلام آزاد کرنا' پل' سرا' سقایہ' اور سڑک بنوا دی۔ نہر یا کنواں کھدوا دینا ناکافی ہے۔

6- فقیر پر دین ہے۔ اس کے کہنے سے مالِ زکوٰۃ میں سے دین ادا کیا گیا تو زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ اگر اس کے حکم سے نہ ہوا تو ادا نہ ہوئی اگر فقیر نے اجازت دی اور ادائیگی سے قبل مر گیا تو یہ دین اگر مالِ زکوٰۃ سے ادا کریں تو زکوٰۃ ادا نہ ہو گی۔

7- اپنی اصل یعنی ماں باپ' دادا' دادی' نانا نانی وغیرہم جن کی اولاد میں سے ہیں اور اپنی

Marfat.com

اولاد بیٹا بیٹی' پوتا پوتی' نواسا نواسی وغیرہ کو زکوٰۃ ادا نہیں کر سکتا۔ یونہی صدقہ فطر کفارہ اور نذر وغیرہ بھی انہیں نہیں دے سکتا۔ البتہ صدقہ نفل ان تمام میں سے ہر کسی کو دے سکتا ہے' بلکہ بہتر ہے۔

8- زنا کا بچہ جو کہ اس کے نطفہ سے ہو یا ایسا بچہ کہ اس کی منکوحہ سے زمانہ نکاح میں پیدا ہوا۔ مگر یہ کہہ چکا کہ یہ بچہ میرا نہیں لہٰذا انہیں زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔

9- بہو اور داماد' سوتیلی ماں اور سوتیلا باپ یا زوجہ کی اولاد یا شوہر کی اولاد کو دے سکتے ہیں۔ اور رشتہ داروں میں جس کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے۔ اسے زکوٰۃ دے سکتا ہے جب کہ نفقہ میں محسوب نہ کرے۔

10- اگر ماں باپ محتاج ہوں اور حیلہ کر کے دینا چاہتے ہوں کہ یہ فقیر کو دے دے اور پھر فقیر ان کو پہنچا دے۔ مکروہ ہے اور یونہی حیلہ کر کے اپنی اولاد کو دینا بھی مکروہ ہے۔

11- اپنے یا اپنی اصل یا اپنی فرع یا اپنے زوج یا اپنی زوجہ کے غلام یا مکاتب یا مدبر یا اُمِ ولد یا اس غلام کو جس کے کسی جز کا یہ مالک ہو اگرچہ بعض حصہ آزاد ہو چکا ہو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔

12- عورت شوہر اور شوہر عورت کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ اگرچہ طلاق پائیں بلکہ تین طلاقیں دے چکا ہو۔ جب تک عدت میں ہے جب عدت پوری ہو گئی تب دے سکتا ہے۔

13- جو شخص صاحبِ نصاب ہو (جبکہ وہ چیز حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہو یعنی مکان' سامان خانہ داری' پہننے کے کپڑے' خادم' سامان سواری' ہتھیار' اہلِ علم کے لیے کتابیں جو کہ اس کے استعمال میں ہوں کہ یہ سب حاجتِ اصلیہ میں سے ہیں اور وہ چیزیں جو ان تمام کے علاوہ ہوں۔ اگرچہ اس پر ایک سال نہ گزرا ہو۔ اگرچہ وہ مال نامی نہ ہو) ایسے کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور نصاب سے مراد یہاں یہ ہے کہ اس کی قیمت دوسو درہم ہو۔ اگرچہ وہ خود اتنی نہ ہو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو۔ مثلاً چھ تولے سونا جب دو

Marfat.com

سو درہم مالیت کا ہو تو جس کے پاس ہو اگرچہ اس پر زکوٰۃ واجب نہیں کہ سونے کا نصاب 7½ تولہ سونا ہے۔ مگر اس شخص کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے یا اس کے پاس تیس بکریاں یا بیس گائیں ہوں جن کی مالیت دوسو درہم بنتی ہو اس کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے اگرچہ اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے یا اس کے پاس ضرورت کے علاوہ اسباب ہیں جو کہ تجارت کے لیے بھی نہیں اور وہ دوسو درہم کے ہیں تو ایسے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔

14- تندرست کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں اگرچہ کمانے پر قدرت رکھتا ہو۔ مگر اسے سوال کرنا جائز نہیں۔

15- جو شخص صاحبِ نصاب ہے اس کے غلام کو بھی زکوٰۃ نہیں دے سکتے اگرچہ غلام اپاہج کیوں نہ ہو اور اس کا مولیٰ کھانے کو بھی نہیں دیتا یا اس کا مالک غائب ہو مگر مالکِ نصاب کے مکاتب کو اور اس ماذون کو دے سکتے ہیں جو خود اور اس کا مال دین میں مستغرق ہو یونہی ایسے ہی غنی مرد کے نابالغ بچے کو بھی نہیں دے سکتے اور غنی کی بالغ اولاد کو دے سکتے ہیں جبکہ وہ فقیر ہوں۔

16- غنی کی بی بی کو دے سکتے ہیں جبکہ وہ صاحبِ نصاب نہ ہو۔ ایسے ہی غنی کے باپ کو دے سکتے ہیں جبکہ وہ فقیر ہے۔

17- جس عورت کا دین مہر اس کے شوہر پر باقی ہے۔ اگرچہ بقدرِ نصاب ہو اگرچہ شوہر مالدار ہو ادا کرنے پر قادر ہو۔ اسے زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔

18- جس بچے کی ماں صاحبِ نصاب ہو۔ اگرچہ اس کا باپ زندہ نہ ہو۔ اسے زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔

19- جس کے پاس مکان یا دکان ہے جسے کرایہ پر اٹھاتا ہے اور اس کی قیمت مثلاً تین ہزار ہو مگر کرایہ اتنا نہیں جو اس کو اور بال بچوں کی پرورش کو کافی ہو سکے تو اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں یونہی اس کی ملکیت میں کھیت ہیں جن کی کاشت کرتا ہے مگر پیداوار اتنی نہیں

Marfat.com

جو کہ سال بھر کے لیے کافی ہو اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ اگر چہ کھیت کی قیمت دو سو درہم یا زائد ہو۔

20- جس کے پاس کھانے کو غلہ ہو جس کی قیمت دو سو درہم ہو اور وہ غلہ سال بھر کے لیے کافی ہے جب بھی اس کو زکوٰۃ دینا حلال ہے۔

21- عورت کو ماں باپ کے یہاں سے جو جہیز ملتا ہے اس کی مالک عورت ہی ہے اس میں دو طرح کی چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک حاجت کی جیسے خانہ داری کا سامان' پہننے کے کپڑے' استعمال کے برتن' بہر حال اس قسم کی چیزیں خواہ کتنی ہی قیمت کی ہوں۔ ان کی وجہ سے عورت غنی نہیں۔ دوسری وہ چیزیں جو حاجتِ اصلیہ سے زائد ہیں۔ زیب و زینت کے لیے دی جاتی ہیں جیسے زیور اور حاجت کے علاوہ سامان' برتن اور آنے جانے کے بیش قیمت جوڑے ان چیزوں کی قیمت اگر بقدرِ نصاب ہے تو زکوٰۃ نہیں لے سکتی۔

22- موتی' جواہرات جس کے پاس ہوں اور تجارت کے لیے نہ ہوں تو اس کی زکوٰۃ نہیں مگر جب نصاب کی قیمت یا اس سے زائد ہوں تو زکوٰۃ لے نہیں سکتا۔

23- جس کے مکان میں نصاب کی قیمت کا باغ ہو اور باغ کے اندر ضروریاتِ مکان' باورچی خانہ' غسل خانہ وغیرہ نہیں تو اسے زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔

24- بنی ہاشم کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے نہ غیر انہیں دے سکتے ہیں۔ نہ ایک ہاشمی دوسرے ہاشمی کو' بنی ہاشم حضرت علی کرم اللہ وجہہ' حضرت جعفر رضی اللہ عنہ' حضرت عقیل رضی اللہ عنہ' حضرت عباس رضی اللہ عنہ' حارث بن عبدالمطلب کی اولادیں ہیں۔ ان کے علاوہ جنہوں نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت نہ کی۔ مثلاً ابولہب ملعون کہ اگر چہ یہ کافر بھی عبدالمطلب کا بیٹا تھا اس کی اولادیں بنی ہاشم میں شمار نہ ہوں گی۔

24- بنی ہاشم کے آزاد کردہ غلاموں کو بھی زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ تو جو غلام ان کی ملک میں ہیں اُنہیں دینا بطریقِ اولیٰ ناجائز۔

Marfat.com

25-ماں ہاشمی بلکہ سیدانی ہو اور باپ ہاشمی نہ ہو تو وہ ہاشمی نہیں ہوگا کیونکہ شرع میں نسب باپ سے ہے لہٰذا ایسے مستحق شخص کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ اگر کوئی دوسرا مانع نہ ہو۔

26-صدقہ نفل اور اوقاف کی آمدنی بنی ہاشم کو دے سکتے ہیں۔ خواہ وقف کرنے والے نے ان کی تعیین کی ہو یا نہیں۔

27-جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا ناجائز ہے یا جو زکوٰۃ لینے کے مستحق نہیں ہیں۔ ان کو اور بھی کوئی صدقہ واجبہ نذر کفارہ وفطر وغیرہ دینا جائز نہیں۔ سوائے دفینہ اور معدن کے کہ ان کا خمس اپنے والدین اور اولاد کو بھی دے سکتا ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں خود بھی صرف کر سکتا ہے۔

28-زکوٰۃ وغیرہ صدقات میں افضل یہ ہے کہ پہلے اپنے بھائیوں اور بہنوں کو دے۔ پھر ان کی اولاد کو دے پھر چچا اور پھوپھیوں کو دے۔ پھر ان کی اولاد کو دے پھر ماموں اور خالہ کو پھر ان کی اولاد کو پھر باقی رشتہ داروں کو پھر پڑوسیوں کو پھر اپنے پیشہ والوں کو پھر اپنے شہر اور گاؤں کے رہنے والوں کو۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے اُمتِ محمد ﷺ: قسم ہے اس کی جس نے مجھے حق کیساتھ بھیجا۔ اللہ ربّ العزت اس شخص کے صدقہ کو قبول نہیں کرتا جس کے رشتہ دار اس کے سلوک کرنے کے محتاج ہوں اور یہ غیروں کو دے۔ قسم ہے اس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے اللہ ربّ العزت قیامت کے دن اس کی طرف نظر نہ فرمائے گا۔

29-مستحب یہ ہے کہ ایک شخص کو اتنا دیں کہ اس دن اس کو کسی کے سامنے سوال کرنے کی حاجت نہ رہے اور یہ اس فقیر کی حالت کے اعتبار سے مختلف ہے۔ اس کے کھانے پینے، بال بچوں کی کثرت اور دیگر امور کا لحاظ کر کے دے۔

Marfat.com

حقیقتِ زکوٰۃ

جس طرح مال کی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اسی طرح مرتبہ کی زکوٰۃ بھی واجب ہوتی ہے کیونکہ وہ بھی ایک پوری نعمت ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی فَرَضَ عَلَیْکُمْ زَکٰوۃَ جَاھِکُمْ کَمَا فَرَضَ عَلَیْکُمْ زَکٰوۃَ مَالِکُمْ

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے مرتبہ کی زکوٰۃ بھی اسی طرح فرض کی ہے جیسا کہ تمہارے مال پر فرض کی۔

نیز ارشاد فرمایا کہ

"اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ زَکٰوۃٌ وَّ زَکٰوۃُ الدَّارِ بَیْتُ الضِّیَافَۃِ۔

یقیناً ہر چیز کے لیے زکوٰۃ ہے اور گھر کی زکوٰۃ مہمان کو ٹھہرانا اور اس کی مہمان نوازی کرنا ہے۔

حضور سیّدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کی حقیقت شکرانِ نعمت ہے۔ جو اس جنس کی نعمت کے ساتھ ادا کی جائے چونکہ تندرستی ایک بہت بڑی نعمت ہے لہٰذا ہر عضو کی زکوٰۃ بھی واجب ہے اور اس کی ادائیگی یہ ہے کہ اپنے تمام اعضا کو عبادت میں مشغول رکھے اور کسی کھیل کود میں نہ لگایا جائے تا کہ نعمت کی زکوٰۃ کا حق ادا ہو۔

Marfat.com

اسی طرح باطنی نعمت کی بھی زکوٰۃ واجب ہے چونکہ باطنی نعمت بے حد وحساب ہے۔ اسی لیے اس کی حقیقت کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں ہر شخص کے لیے اپنے اندازہ کے مطابق اس کی زکوٰۃ واجب ہے اور وہ ظاہری و باطنی نعمتوں کا عرفان ہے۔ جب بندہ جان لے کہ اللہ رب العزت کی نعمتیں اس پر بے اندازہ ہوں تو وہ اس کا شکر بھی بے اندازہ بجا لائے۔ اس لیے کہ بے اندازہ نعمتوں کی زکوٰۃ کے لیے بے اندازہ شکر درکار ہے۔

اہلِ طریقت کے نزدیک زکوٰۃ کی تمام اقسام میں سے زیادہ غیر محمود زکوٰۃ دنیاوی نعمت کی زکوٰۃ ہے کیونکہ اس میں بخل کا وجود ہے حالانکہ انسان کے لیے بخل مذموم صفت ہے اور کیا یہ بخل کا کمال نہیں ہے کہ دو سو درہم کوئی شخص سال بھر اپنے قبضہ میں رکھے اور ایک سال بعد اس میں سے پانچ درہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکالے حالانکہ کریم وسخی کا طریق مال خرچ کرنا ہے نہ کہ جمع رکھنا۔ جب سخاوت کی عادت ہوگی تو زکوٰۃ کہاں سے واجب ہوگی؟

ایک ظاہری عالمِ دین نے بغرضِ تجربہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ کتنی مقدار پر ز[illegible] کا ہونا واجب ہے آپ نے فرمایا! جب بخیل کے پاس دو سو درہم مال موجود ہو اور [illegible] بھی سال [illegible] تمہارے طریقہ میں پانچ درہم اور ہر بیس دینار پر نصف دینار زکوٰۃ واجب ہے لیکن ہمارے طریق میں کسی چیز کو اپنی ملکیت میں نہ رکھنا واجب ہے تاکہ زکوٰۃ کی مشغولیت [illegible] بے نیاز رہیں اس ظاہری عالمِ دین نے پوچھا اس مسئلہ میں آپ کا امام اور رہنما کون [illegible] آپ نے فرمایا کہ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں کہ انہوں نے جو موجود تھا [illegible] دے دیا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ماخلفت لعیالك'' تم نے اپنے گھر والوں [illegible] کیا چھوڑا؟ عرض کیا ''اللہ و رسولہ'' امیر المؤمنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اپنے ایک قصیدہ میں فرمایا'

فَمَا وَجَبَتْ عَلَیَّ زَکٰوۃُ مَالٍ
وَ ھَلْ تَجِبُ الزَّکٰوۃُ عَلَی الْجَوَادِ

Marfat.com

مجھ پر کبھی زکوٰۃ واجب نہ ہوئی

کیا سخیوں پر بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟

لہٰذا سخیوں کا مال خرچ ہوتا رہتا ہے وہ مال میں کنجوسی نہیں کرتے اور نہ مال کی بدولت کسی سے جھگڑا کرتے ہیں کیونکہ ان کی ملکیت میں کچھ رہتا ہی نہیں۔ اگر کوئی شخص اپنی جہالت سے یہ کہے کہ جب میرے پاس مال ہی نہیں تو زکوٰۃ کے مسائل جاننے کی کیا حاجت؟ اس کا یہ کہنا صحیح نہیں اس لیے کہ تحصیلِ علم فرضِ عین ہے اور علم سے لاتعلقی کا اظہار کفر ہے۔ لہٰذا موجودہ زمانہ کے فتنوں میں سے ایک فتنہ یہ بھی ہے کہ مدعیانِ صلاح وفقر جہالت میں رہتے ہوئے علم کو چھوڑ جاتے ہیں۔

حضور سیّدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن صوفیائے کرام کی جماعت کو پڑھا رہا تھا چونکہ وہ لوگ مبتدی تھے۔ ان کو مفہوم سمجھا رہا تھا' ایک جاہل درمیان میں دخل انداز ہوا۔ میں اس وقت اونٹ کی زکوٰۃ کے مسائل بیان کر رہا تھا اور بنتِ لبون' بنتِ مخاض اور حقہ کے احکام سمجھا رہا تھا۔ اس جاہل مرکب کے دل میں یہ بات تنگی کا موجب بنی' وہ اٹھ کھڑا ہوا اور مجھ سے کہنے لگا۔ میرے پاس اونٹ نہیں ہیں لہٰذا بنتِ لبون کا علم میرے کس کام آئے گا؟ میں نے اس سے کہا: اے شخص! جس طرح ہمیں زکوٰۃ دینے کے لیے علم کی حاجت ہے اسی طرح ہمیں زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھی علم کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی تجھے بنتِ لبون دے اور تو اسے لے لے تو اس وقت بھی یہی کہے گا؟ کہ مجھے بنتِ لبون کے علم کی ضرورت نہیں۔ اگر کسی کے پاس مال نہ ہو اور مال کے حصول کی کوئی صورت بھی نہ ہو تو کیا اس سے علم کی فضیلت بھی نہ رہے گی؟ ''فنعوذ باللہ من الجھل''

Marfat.com

زکوٰۃ میں طریقت کے مسائل

مشائخِ طریقت میں کچھ حضرات تو وہ ہیں جو زکوٰۃ لینے کو گوارہ کرتے ہیں اور کچھ حضرات وہ ہیں جو کہ زکوٰۃ لینے کو ناپسند کرتے ہیں۔ جن حضرات کا فقر اختیاری ہے وہ مالِ زکوٰۃ نہیں لیتے وہ کہتے ہیں کہ ہم مال جمع نہیں کرتے کہ ہمیں زکوٰۃ دینا پڑے گی اور دنیا داروں سے لینا بھی گوارہ نہیں کرتے کہ اس میں ان کا ہاتھ اونچا رہے گا اور ہمارا نیچا۔ جن حضرات کا فقر اختیاری نہ ہو بلکہ اضطراری ہو۔ وہ زکوٰۃ لے لیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ انہیں مالِ زکوٰۃ کی ضرورت ہے بلکہ اس بناء پر کہ وہ چاہتے ہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کی گردن سے فریضہ اتر جائے اور جب ان کی نیت یہ ہو۔ تو اس میں انہیں کا ہاتھ اونچا ہے' نہ کہ تونگر کا اور اگر دینے والے کا ہاتھ اونچا رہے اور لینے والے کا نیچا تو اس سے اللہ ربّ العزت کے ارشادِ گرامی ''یَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ'' وہ زکوٰۃ لیتے ہیں' کا بطلان لازم آتا ہے اور یہ بھی کہ زکوٰۃ دینے والا زکوٰۃ لینے والے سے افضل ہے اور یہ خالص گمراہی ہے۔ اونچا ہاتھ وہی ہے جو کسی چیز کو وجوب کے طور پر مسلمان بھائی سے لے تا کہ اس کی گردن سے اس کا بوجھ اتر جائے۔

یہ درویش لوگ دنیاوی آدمی نہیں ہوتے بلکہ عقبائی لوگ ہوتے ہیں۔ اگر یہ عقبائی درویش دنیاداروں سے نہ لیں تو ان کے ذمہ فریضہ واجب رہ جائے گا اور جس کی بنا پر

Marfat.com

قیامت میں وہ ماٴخوذ ہوں گے۔ لہٰذا اللہ ربّ العزت نے عقبائی درویشوں کو بہت کم ضروریات کے ذریعے امتحان میں ڈالا تاکہ دنیاداروں کی گردنوں سے قرض کا بوجھ اتاریں۔ لامحالہ اونچا ہاتھ فقراء کا ہی ہے جو شریعت کے حق کے موافق اپنا حق لیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حق اس پر واجب تھا۔ اگر لینے والوں کا ہاتھ نیچا ہوتا جیسا کہ حشوی لوگ کہتے ہیں تو انبیاء کرام کا ہاتھ بھی نیچا ہوتا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا حق لوگوں سے وصول کیا ہے اور لازماً اخراجات میں اس کو صرف فرماتے رہے ہیں اس لیے ان کا کہنا غلط ہے کہ لینے والا ہاتھ نیچا ہے اور دینے والا اونچا اور تصوف میں دونوں قاعدے قوی ہیں۔ (وباللہ التوفیق)

Marfat.com

باب الحج

حج کے معنی زیارت کرنا کعبہ معظمہ کی موسمِ مقررہ پر حج کا واجب ہونا اور اس کی فضیلت اللہ ربّ العزت فرماتا ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ○ (آلِ عمران: ۹۷)

(حج کی فرضیت پر دلالت کرتا ہے)

اور اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں پر حجِ بیت اللہ فرض ہے جس شخص کو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو اور جو انکار کرے تو اللہ تعالیٰ بیشک تمام جہان کے لوگوں سے بے پرواہ ہے۔

درج بالا آیتِ شریفہ میں حج کی فرضیت کے ساتھ خلوصِ نیت اور شرطِ فرضیت یعنی استطاعت کو بھی بیان فرمایا گیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس پر تنبیہ بھی کی گئی ہے کہ جو حج کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے یا باوجود حج پر قدرت رکھنے کے حج نہ کرے اور مر جائے تو وہ کفار کے مشابہ ہے۔

چنانچہ حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ جو شخص ایسی سواری اور زادِ راہ کا مالک ہے کہ اس کو بیت اللہ تک پہنچا سکتا ہے اور اس نے پھر بھی حج نہ کیا تو اس کے یہودی یا نصرانی ہو کر مر جانے میں کچھ فرق نہیں۔

Marfat.com

فرضیتِ حج

اسلام میں حج 9 ہجری میں فرض ہوا۔ اس سال حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنایا اور تین سو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو ان کے ہمراہ روانہ فرمایا تاکہ سب کو حج کرائیں اس کے بعد حضرت سیّدنا علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ کو روانہ فرمایا کہ وہ سورۂ برأت کا اعلان فرمائیں۔ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا اور حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے سورہ برأت کی چالیس آیات کو مع ان کے احکام کے پڑھ کر سنایا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ شریف میں داخل نہ ہونے پائے گا اور کوئی شخص برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہ کر سکے گا۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ جو حج کرے اور اس میں کوئی فحش کام نہ کرے۔ بے ہودہ حرکت نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے تو گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو کر آئے گا جیسا کہ وہ اپنی پیدائش کے وقت بالکل بے گناہ تھا۔

اللہ ربّ العزت قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ (البقرۃ:۱۲۵)

اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لیے مرجع اور امان بنایا اور ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم علیہ السلام کو اور اسماعیل علیہ السلام کو میرا گھر خوب ستھرا رکھو طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع والوں اور سجود والوں کے لیے۔

اللہ ربّ العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا روحانی درجات بلند کرنے کا اعلان ...

Marfat.com

کہ انہیں فرمایا کہ تم صبر، تسلیم و رضا، توکل وغیرہ پر سوار ہو کر قلب، سر، روح، خفا، وحدتِ احوال اور مقامات کے درجات طے کرو۔ الی اللہ اور فی اللہ کے راستے کو طے کر کے منزل فنا تک پہنچے۔ تب الطافِ ربانی نے ان پر توجہ فرمائی اور فرمایا کہ ہم تم کو فنا کے بعد بقا اور حق سے خلق کی طرف رجوع فرمائیں گے تاکہ آپ علیہ السلام خلق کے امام بنیں اور ان کو اسی راستہ پر چلنا سکھائیں اور وہ سب آپ علیہ السلام کی پیروی کر کے ہم تک پہنچیں۔ تب آپ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے مولا میری اولاد میں بھی بعض کو درجہ امامت پر فائز فرمانا فرمانِ الٰہی ہوا کہ ان میں سے بعض تیری اقتداء چھوڑ کر ظالم ہو جائیں گے اور ہماری خلافت اور امامت ظالموں کو نہیں ملتی۔ (ابنِ عربی)

راہِ تصوف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام امام الائمہ ہیں اور یہ راستہ بغیر امام طے ہونا محال ہے۔ اس لیے مولانا فرماتے ہیں۔

چوں گرفتی پیرہنِ تسلیم شو ہم چو موسیٰ زیرِ حکم خضر رو

درج بالا آیت کا ایک جملہ ''وَاتَّخِذُوْا سے مُصَلّٰی'' تک کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک بار حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر وہ پتھر دکھایا جس کا نام مقامِ ابراہیم ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جب یہ اتنا معظم پتھر ہے تو ہم اسے مصلیٰ کیوں نہ بنالیں۔ یعنی اس کے سامنے کھڑے ہو کر کعبہ معظمہ کو رخ کر کے نماز کیوں نہ پڑھیں تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا تب آفتاب غروب ہونے سے پیشتر ہی درج بالا آیتِ کریمہ نازل ہوگئی۔ (تفسیر احمد مدارک) لہٰذا یہ آیت ان آیتوں میں سے ہے جو کہ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان لوگوں کو یہ بھی یاد دلا دو کہ ہم نے اس مبارک گھر کو ہمیشہ سے لوگوں کی زیارت گاہ اور مقامِ ثواب بنایا کہ ہمیشہ سے لوگ یہاں

Marfat.com

جمع ہوتے ہیں اور بھکاری ثواب سے اپنا دامن مراد بھر لے جاتے ہیں اور ہر مصیبت میں اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں چونکہ یہ لوگوں کے اجتماع کی جگہ ہے اس لیے ہم نے یہاں امن رکھا کہ نہ تو کوئی مسافر یہاں لوٹا جائے یا مارا جائے اور نہ یہاں عام وبائی امراض پھیلیں اور نہ جانوروں کو تکلیف' ایذا پہنچے اور نہ اسے کوئی ویران و برباد ہی کر سکے۔ کیونکہ یہ چیزیں اجتماع کو توڑنے والی ہیں اور چونکہ یہاں وہ پتھر بھی ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے کعبہ جلیل بنایا اور اس پتھر کو حضرت خلیل علیہ السلام کی پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ لہٰذا ہم نے اس کی اتنی عظمت بڑھائی کہ اس کو لوگوں کا قبلہ گاہ بنا دیا اور حکم دیا کہ اس گھر کا طواف کر کے گھر بنانے والے کی قیام گاہ کے سامنے سر جھکا کر نفلیں ادا کریں اور یہ آج کی بات نہیں بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی حکم دیا کہ میرے اس گھر کو گندگیوں سے یعنی پیشاب' پاخانے وغیرہ اور گھناؤنی چیزوں تھوک' خون اور کوڑا وغیرہ سے پاک صاف رکھنا تاکہ اس میں طواف کرنے والے اور اعتکاف کرنے والے اور نماز پڑھنے والے آسانی سے بے تکلف یہ عبادت ادا کرسکیں کیونکہ یہ جگہ ان ہی لوگوں کے واسطے ہے۔

Marfat.com

خانہ کعبہ کی تاریخ

تعمیرِ کعبہ کے متعلق مختلف روایات:

اس مسئلہ میں مختلف روایات اور مختلف اقوال ہیں کہ سب سے پہلے مکہ معظمہ کی تعمیر فرشتوں نے کی تھی یا حضرت آدم علیہ السلام نے کی تھی۔ امام ابنِ جریر اپنی سند کے ساتھ روایت فرماتے ہیں کہ

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! میں فرشتوں کی آواز نہیں سنتا' فرمایا کہ اس کی وجہ تمہاری (ظاہری) خطا ہے۔ لیکن تم زمین پر اتر جاؤ' اور میرے لیے ایک بیت (گھر) بناؤ۔ پھر اس کے گرد طواف کرو جس طرح تم نے آسمان میں میرے بیت (گھر) کے گرد طواف کرتے ہوئے فرشتوں کو دیکھا تھا پھر حضرت آدم علیہ السلام نے حرا۔ طورِ زیتا' طورِ سینا' جبلِ لبنان' اور جودی نامی پانچ پہاڑوں سے مٹی لے کر بیت اللہ شریف کو بنایا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے اتارا تو فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ایک بیت (بھی) اتاروں گا جس کے گرد اس طرح طواف کیا جائے گا جس طرح میرے عرش کے گرد طواف کیا جاتا ہے اور اس کے پاس ایسے نماز پڑھی جائے گی جیسے میرے عرش کے پاس نماز پڑھی جاتی ہے۔ طوفان کے زمانہ میں اس بیت کو اٹھا لیا گیا۔ انبیائے کرام علیہم السلام اس کا طواف اور حج کرتے تھے

Marfat.com

اور انہیں اس کی جگہ کا علم نہ تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کی جگہ سے مطلع فرمایا۔

علامہ سہیلی لکھتے ہیں:

کعبہ کو پانچ بار بنایا گیا۔ پہلی بار حضرت شیث علیہ السلام نے بنایا دوسری بار ان ہی بنیادوں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا۔ تیسری بار ظہورِ اسلام سے پانچ سال قبل قریش نے بنایا۔ چوتھی بار حضرت ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ نے بنایا اور حطیم کو کعبہ میں شامل کر لیا۔ جیسا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشا تھا۔ پانچویں بار عبدالمالک بن مروان نے بنایا اور حطیم کو پھر باہر کر دیا اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جب ایک یا دو بار شدید سیلاب آیا تو اس کو قومِ جرہم نے بنایا اور امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ سب سے پہلے کعبہ کو حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے بنایا۔

جبکہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے اسے بنایا۔ اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مرفوع ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے اور قوی قول یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ نے بنایا۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ پھر کعبہ منہدم ہو گیا پھر اسے عمالقہ نے بنایا۔ پھر منہدم ہو گیا۔ پھر اسے جرہم نے بنایا۔ پھر منہدم ہو گیا پھر اسے قریش نے بنایا اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پانچ سال قبل کا واقعہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ پندرہ سال قبل کا واقعہ ہے اور زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلوغت کے قریب تھے۔ (البدایہ والنہایہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں۔

اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کعبہ کو کس نے بنایا۔ ایک قول یہ ہے کہ [illegible] سب سے پہلے فرشتوں نے بنایا۔ امام ابنِ اسحاق نے کہا کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم [illegible]

نے بنایا اور ایک قول ہے کہ سب سے پہلے حضرت شیث علیہ السلام نے بنایا۔

(عمدۃ القاری' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المیرۃ' مصر)

علامہ احمد قسطامانی فرماتے ہیں۔

کعبہ کو دس بار تعمیر کیا گیا ہے۔

1- پہلی بار کعبہ کو فرشتوں نے بنایا' 2- حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا' 3- حضرت شیث علیہ السلام نے بنایا' 4 حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا' 5- قومِ عمالقہ نے بنایا' 6- جرہم نے بنایا' 7- قصی بن کلاب نے بنایا' 8 قریش نے بنایا' 9- حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسبِ منشا کعبہ کو بنایا۔ اس میں دو دروازے رکھے۔ ایک داخل ہونے اور دوسرا خارج ہونے کے لیے اور حطیم کو کعبہ میں شامل کیا اور یہی بنائے ابراہیم علیہ السلام تھی لیکن قریش اپنے وسائل میں کمی کی وجہ سے اسے مکمل بنائے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نہیں بنا سکے تھے اور آپ کی خواہش تھی کہ اس کو بنائے ابراہیم علیہ السلام پر بنایا جائے لیکن فتنہ کے خدشہ سے آپ نے نہیں بنایا تھا۔ 10- عبدالملک بن مروان کے حکم سے حجاج بن یوسف نے اس کو پھر منہدم کر کے اس کو قریش کی بنا پر بنا ڈالا۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ

جب ہارون الرشید کو یہ روایت پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کو اس طرح بنانا چاہتے تھے تو اس نے چاہا کہ کعبہ کو پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بنا پر بنا دے۔ لیکن امام مالک رضی اللہ عنہ نے اسے منع کر دیا۔ اور فرمایا کہ میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ اب کعبہ کو اسی طرح رہنے دو۔ بار بار منہدم کرنے اور بنانے سے اس کی ہیبت اور جلال میں کمی آئے گی۔

اسعد حمیری نے سب سے پہلے کعبہ کو غلاف چڑھایا تھا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو برا کہنے سے منع فرمایا اور حجاج بن یوسف نے سب سے پہلے اس پر ریشم کا غلاف چڑھایا تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ایران)

Marfat.com

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر نعیمی میں تاریخ ابن عساکر اور تاریخِ ارزقی سے اور تفسیر عزیزی سے حوالہ جات کے مطابق تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام بہشت سے زمین پر تشریف لائے تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ خدایا! میں یہاں ملائکہ کی تسبیح و تکبیر سنتا ہوں اور نہ ہی کوئی عبادت گاہ دیکھتا ہوں جیسا کہ آسمان میں بیت المعمور دیکھتا تھا۔ جس کے اردگرد ملائکہ ہر وقت طواف کرنے میں مصروف رہتے تھے۔ جوابِ الٰہی ہوا کہ جاؤ جہاں ہم نشان بتائیں۔ وہاں کعبہ بنا کر اس کے اردگرد طواف بھی کرلو اور اس کی طرف رخ کر کے نماز بھی ادا کرو۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی رہبری کے لیے ان کے ساتھ چلے اور انہیں وہاں لائے۔ جہاں سے زمین بنی تھی یعنی جس جگہ پانی پر جھاگ پیدا ہوا تھا اور پھر وہی جھاگ پھیل کر زمین کی شکل میں تبدیل ہوگئی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وہاں اپنا پر مار کر ساتوں زمین تک بنیاد ڈالی۔ جس کو ملائکہ نے پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے بھرا (ان پہاڑوں میں 1-حرا' 2-کوہِ لبنان' 3-کوہِ جودی' 4-کوہِ طور' 5-کوہِ زیتا) اور نشان کے لیے چاروں طرف کی دیواریں اٹھا دیں۔ اس طرف حضرت آدم علیہ السلام نماز پڑھتے رہے اور اس کا طواف بھی کرتے رہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ خود بیت المعمور اتار کر اس بنیاد پر رکھ دیا گیا اور گویا بنیاد دنیاوی پتھروں کی رہی اور عمارت بیت المعمور کی اور طوفانِ نوح تک کعبہ معظمہ اسی حالت میں رہا۔ پھر اس طوفان کے وقت وہ عمارت تو آسمان پر اٹھائی گئی اور یہ خانہ کعبہ کی جگہ ایک بلند ٹیلہ کی مانند رہ گئی۔ مگر لوگ برابر برکت کے لیے یہاں آتے رہتے تھے اور آ کر دعائیں مانگتے رہتے تھے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ تک کعبہ اسی حال میں رہا اور جب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اس میدان میں آ کر ٹھہرے اور اس کی وجہ سے یہاں کچھ آبادی ہوگئی تب حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ آپ علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لے کر یہاں کعبہ کی عمارت

Marfat.com

تعمیر کریں۔ اس کی نشانی اسی طرح قائم فرمائی کہ ایک بادل کا ٹکڑا بھیجا گیا تا کہ اس کے سایہ سے کعبہ کی حد مقرر کر لی جائے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس سایہ کی مقدار خط کھینچا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس خط پر یہاں تک بنیاد کھودی کہ بنیادِ حضرت آدم علیہ السلام نمودار ہو گئی پھر اس بنیاد پر عمارت تعمیر کی گئی اس کی مقدار یہ ہے کہ اس کی بلندی نو ہاتھ اور رکنِ اسود سے رکنِ شامی تک کی دیوار 33 ہاتھ اور رکنِ شامی سے رکنِ غربی تک کی دیوار 22 ہاتھ اور رکنِ غربی سے رکنِ یمانی تک کی دیوار 31 ہاتھ اور رکنِ یمانی سے پھر رکنِ اسود تک کی دیوار 30 ہاتھ۔ لہٰذا اس وقت یہ کعبہ مستطیل کی شکل کا تھا۔ جس کا طول عرض سے زیادہ اور خود طول کی شرقی اور غربی دیواروں میں ایک غیر محسوس سا فرق اور اس کا دروازہ زمین سے ملا ہوا۔ جس میں کواڑ وغیرہ نہ تھا۔

پھر کچھ دنوں بعد تبع حمیری نے اس دروازہ میں کواڑ زنجیر اور قفل لگائے۔ یہ بھی خیال رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کے اندر دائیں جانب ایک غار سا بنایا تھا جو کہ مثل خزانہ کے تھا تا کہ خانہ کعبہ کے لیے جو کچھ نذر و تحائف وغیرہ آئیں اس میں رکھے جائیں اور اس کے دو دروازے تھے۔ ایک داخل ہونے کا اور دوسرا نکلنے کا اور کعبہ بنانے والے خلیل اللہ تھے اور ان کو گارا اور پتھر وغیرہ دینے والے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور اس عمارت میں تین پہاڑوں کے پتھر لگائے گئے۔ 1-کوہِ ابوقیس' 2-کوہِ حرا' 3-کوہِ ورقان۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے کسی نے یہاں عمارت نہ بنائی تھی مگر آپ علیہ السلام کے بعد کئی بار اس کی تعمیر و مرمت ہوئی چنانچہ ایک دفعہ قبیلہ عمالقہ اور جرہم نے اسے تعمیر کیا پھر دوبارہ قصیٰ بن کلاب نے اس کی تعمیر کی جس میں چھت مقل درخت کی لکڑی سے بنائی گئی جس پر بجائے تختوں کے خرما کی لکڑی ڈالی گئی جب حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف 25 سال تھی پھر قریش کو اس کی تعمیر کرنا پڑی وجہ اس کی یہ ہوئی کہ ایک عورت وہاں خوشبو سلگاتی تھی کہ ایک بار اچانک اس سے ایک شعلہ اٹھا اور دیکھتے ہی دیکھتے ساری چھت جل گئی اور اس سے پہلے

Marfat.com

ویسے بھی سیلاب وغیرہ سے دیواریں بھی کافی پھٹ چکی تھیں۔ لہٰذا سردارانِ قریش نے متفق ہو کر ولید بن مغیرہ کو امیرِ عمارت مقرر کیا اور کعبہ شریف کو منہدم کر کے دوبارہ تعمیر کیا۔

مگر آپس میں یہ طے ہوا کہ اس میں مالِ حلال ہی خرچ ہو کیونکہ اس وقت اکثر مالدار سود خور تھے۔ اس لیے مالِ حلال بہت کم جمع ہوا اور اس کمی مال کی وجہ سے انہوں نے عمارت چھوٹی کر دی اور چند فرق بھی کر دیئے۔

1- یہ کہ تعمیرِ ابراہیمی علیہ السلام سے چند گز زمین چھوڑ کر اسے حطیم قرار دیا گیا (جس میں اب بھی کعبہ کا پرنالہ گرتا ہے)

2- یہ کہ بجائے دو کے صرف ایک ہی دروازہ رکھا گیا اور وہ بھی زمین سے خوب اونچا تاکہ جسے چاہیں اندر داخل ہونے دیں اور جسے چاہیں نہ داخل ہونے دیں۔

3- یہ کہ خانہ کعبہ کے اندر لکڑی کے ستونوں کی صفیں بنائیں اور ہر صف میں مزید تین تین ستون رکھے۔

4- یہ کہ اس کی بلندی دگنی کر دی گئی یعنی پہلے نو ہاتھ تھی اب اٹھارہ ہاتھ کر دی۔

5- یہ کہ خانہ کعبہ کے اندر رکنِ شامی کے قریب ایک زینہ بنایا جس سے چھت پر چڑھ سکیں۔ لہٰذا اب کعبہ کی شکل درج بالا ہے۔

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بار مجھے خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کے متصل زمین میں بنیادِ ابراہیمی کھول کر دکھائی جس میں اونٹ کی کوہان کی شکل کے پتھر لگائے ہوئے تھے اور فرمایا' کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا! قریش نے دولت کی کمی کی وجہ سے بنیادِ ابراہیمی علیہ السلام کا کچھ حصہ چھوڑ دیا اور ابھی لوگ نومسلم ہیں اگر ان کے بھڑک جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم موجودہ کعبہ کو منہدم کر کے بنیادِ ابراہیمی ہی پر مکمل تعمیر کرتے' پھر اسلام میں حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کعبہ معظمہ دوبارہ تعمیر کیا۔ جس کو بنیادِ ابراہیمی پر مکمل کیا اور قریش کی تعمیر

Marfat.com

کردہ تبدیلیوں کو دور کیا اور حطیم کو خانہ کعبہ میں شامل کیا اور اس میں زمین سے متصل شرفاء و غرباء کے دروازے رکھے اور یمن سے خوشبودار مٹی منگوا کر جس کو ارس کہتے ہیں چونہ میں مخلوط کر کے بجائے گارے کے استعمال کیا اور اس کے دروازوں پر اندر باہر مشک و عنبر سے کہگل کی۔ پھر دیواروں پر نہایت قیمتی ریشمی غلاف چڑھایا جسے غلافِ کعبہ کہتے ہیں اور جس کا اب بھی رواج ہے۔ غلافِ کعبہ سب سے پہلے پہنانے والے کا نام اسعد ہے۔ جو شاہِ یمن تھا جسے تبع کہتے ہیں یہ ہی مدینہ منورہ کو آباد کرنے والا ہے۔ حضور انور ﷺ کے شوق ملاقات میں اس نے یہاں ہی سکونت اختیار کر لی اور اس کی کچھ قوم والے جرہ بھی یہاں رہ گئے اور یہ ہی مدینہ منورہ کی پہلی آبادی ہے۔ جیسے قومِ جرہم نے مکہ معظمہ کو پہلے آباد کیا۔

27 رجب 46ھ کو اس کام سے فراغت حاصل ہوئی۔ پھر ہجری 74ھ میں حجاج بن یوسف نے جو کہ عبدالمالک بن مروان کا نائب تھا نے یہ عمارت گرا کر دوبارہ قریش کی طرح ہی بنا دی۔ پھر ہارون الرشید نے چاہا کہ دوبارہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے طریقہ پر بنائے مگر علمائے کرام نے منع کیا کہ بار بار گرانا اور بنانا ایک کھیل بن کر رہ جائے گا پھر اسلامی بادشاہ اس کی مرمت تو کرتے رہے مگر کسی نے دوبارہ نہ بنایا۔ پھر 1040ھ میں سلطان مراد ابنِ احمد خان شاہِ قسطنطنیہ نے جب دیکھا کہ اس کی عمارت بہت کہنہ ہو گئی ہے تو اس رکن کے (گوشہ یا کونہ) جس میں سنگِ اسود لگا ہوا ہے۔ سب کو گرا کر پھر نئے سرے سے بنیادِ حجاج بن یوسف کے موافق کعبہ تعمیر کیا جس کے اندر سنگِ مرمر کا فرش لگایا اور اندر چھت پر نہایت نفیس مخملی چھت گیری لگائی۔ اور باہر کی دیواریں سنگِ خارا سے چونا میں چنیں اور نہایت نفیس ریشمی سیاہ پردہ تمام خانہ کعبہ پر ڈالا۔ جس پر ''لَآ اِلٰــهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' لکھایا اور دیوار میں کئی بالشت سہرا چمکا لگایا جس میں کار چوبی حروف سے سلطان کا نام لکھا گیا اور اب موجودہ کعبہ سلطان مراد کا بنا ہوا ہے۔ اور مصر سے ہر سال

Marfat.com

غلافِ کعبہ تیار ہو کر بڑے جشن اور دھوم دھام سے آتا ہے اور 1382ھ میں غلافِ کعبہ لاہور سے تیار ہو کر گیا اور دستور یہ رہا کہ ہمیشہ حج کے موقع پر پرانا غلاف اتار کر خدام کعبہ کو دے دیا جاتا جس کو حاجی لوگ تبرکاً ٹکڑے ٹکڑے خرید لیتے اور نیا غلاف چڑھا دیا جاتا۔

مقام ابراہیم وسنگِ اسود

حدیث شریف میں ہے کہ مقام اور رکن دو جنتی یاقوت ہیں۔ پہلے بہت نورانی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نور محو کر دیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ مشرق و مغرب کو چمکاتے۔

مقام:- مقام ایک پتھر ہے، جس پر تین بار حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کھڑے ہوئے۔

1- جب ان کی بہو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی نے ان سے عرض کیا کہ میں آپ علیہ السلام کا سر مبارک دھلا دوں؟ تب آپ علیہ السلام نے گھوڑے سے اتر کر اس پتھر پر قدم مبارک رکھا اور ان سے یہ خدمت لی۔

2- جب کعبہ کی دیواریں اونچی ہوئیں۔ تب آپ علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہا کہ ہمارے واسطے کوئی پتھر لاؤ جس پر ہم کھڑے ہو کر دیوار تعمیر کریں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر کی تلاش میں ابوقبیس پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ راستہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام ملے اور کہا کہ آیئے میں آپ علیہ السلام کو ایک پتھر بتاؤں۔ جو حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ دنیا میں آیا تھا اور اسے حضرت ادریس علیہ السلام نے طوفانِ نوح کے خوف سے اسے اس پہاڑ میں دفن کر دیا اور اس جگہ چھوٹے بڑے دو پتھر مدفون ہیں۔ چھوٹے کو تو کعبہ کی دیوار میں دروازہ کے قریب لگا دو کہ ہر طواف کرنے والا اس کو چوما کرے یعنی سنگ اسود (حجرِ اسود) اور بڑے پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہو کر عمارت بنائیں۔ چنانچہ آپ علیہ السلام دونوں پتھر لے آئے اور یہ پیغام الٰہی بھی پہنچایا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکمِ الٰہی کے مطابق سنگِ اسود کو ایک گوشہ میں لگا دیا اور بڑے پر کھڑے ہو کر تعمیر

Marfat.com

کام شروع کر دیا۔ لہٰذا جس قدر عمارت بلند ہوتی جاتی یہ پتھر بھی اونچا ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ تعمیر سے فارغ ہوئے تو مزید پتھر کی ضرورت نہ پڑی۔ روایت میں ہے کہ جب سنگِ اسود دیوار کعبہ میں قائم کیا گیا تو اس کی روشنی دور تک چاروں طرف جاتی تھی اور جہاں تک اس کی روشنی گئی وہاں تک حرم شریف کی حدود متعین کی گئی جس میں شکار کرنا منع ہے اور سنگِ اسود کا رنگ بالکل سفید تھا۔ گنہگاروں کے ہاتھوں سے بالکل سیاہ ہو گیا۔

3- جب آپ علیہ السلام تعمیر سے فارغ ہوئے تب حکمِ الٰہی کے تحت کوہ ابوقبیس پر بھی مقامِ ابراہیم علیہ السلام رکھا اور اس پر چڑھ کر چوطرفہ آواز دی کہ اے اللہ کے بندو! حج کے لیے آؤ۔ جس کا ذکر خود قرآنِ مجید نے فرمایا۔ ''وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ○'' یہ آواز قیامت تک پیدا ہونے والی روحوں نے سنی۔ جو خاموش رہیں اسے کبھی حج نصیب نہ ہو گا اور جس نے جتنی بار ''لبیک'' کہا اتنے ہی حج کرے گا۔ (حدیث' عام تفاسیر)

اسی پتھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں مبارک کی انگلیوں کے نشانات نمودار ہو گئے۔ بہت عرصہ تک لوگوں نے نشانات دیکھے۔ مگر چومنے والوں کی کثرت کی وجہ سے کچھ محو ہو گئے مگر اب کچھ خفیف سا نشان باقی ہے۔ بہرحال پہلے یہ پتھر خانہ کعبہ کے متصل رکھا ہوا تھا۔ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں شدید سیلاب آیا جس کا نام ہے سیل ''ام نہل'' اس سیلاب سے یہ پتھر اپنی جگہ سے ہٹ کر دور جا گرا۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود تشریف فرما ہوئے اور مطاف کے کنارے چاہِ زم زم کے پاس اس کو رکھا اور اس پر ایک پتھر کی عمارت بنا دی اور اب تک اسی جگہ پر یہ پتھر موجود ہے پھر اس کے سامنے کچھ تھوڑی جگہ اور پاٹ دی گئی جس میں آگے پیچھے چودہ افراد نماز ادا

Marfat.com

کر سکتے ہیں۔

وضاحت

بیت اللہ شریف کو کعبہ کا نام دینے کی دو وجوہات ہیں۔

1- کعب کے لفظی معنی ہیں اٹھا ہوا ہونا' ٹخنہ کو کعب اور کنواری لڑکی کو کاعبہ اسی لیے کہتے ہیں۔''وکواعب اترابا'' چونکہ کعبہ کی سطح سمندر سے بہت اونچی ہے اس واسطے اسے کعبہ کہا جاتا ہے۔

یا کعب بقاعدۂ اقلیدس وہ ہے جس کو چھ برابر کی سطحیں گھیریں۔ اگرچہ بنائے ابراہیمی میں کعبہ بشکلِ مستطیل تھا۔

2- نزولِ قرآنِ مجید کے وقت بشکلِ مکعب تھا۔ یعنی اس کی لمبائی چوڑائی اور بلندی برابر تھیں' اس لیے بھی اسے کعبہ کہا گیا ہے۔

نصیحت

قلب کعبہ ہے جس کو ماسوئی اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے پاک وصاف رکھنے کا سخت حکم ہے اور اس کے آباد کرنے والے کو حکم ہے کہ اس کعبہ کو تمام غیروں سے بالکل پاک و صاف کر دو تاکہ یہاں نورِ الٰہی اعتکاف کرے اور اسرارِ رحمانی یہاں تک پہنچ پائیں۔ لہٰذا جو بندہ اس درجہ کو پہنچ گیا وہی درحقیقت ربّ کا ساجد ہے کسی نے خوب کہا ہے۔

دل بدست آور کہ حجِ اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ تعمیرِ خلیل اطہر است
دل نظر گاہِ جلیل اکبر است

صوفیائے کرام کے نزدیک کعبہ شریف میں جانے کا وہی حقدار ہے جس کا دل

Marfat.com

سلامت، زبان سچی، ہاتھ صاف، فرج پاک ہو، گندے دل، جھوٹی زبانیں، گناہوں میں لتھڑے ہوئے ہاتھ، زانی کی شرمگاہیں، پلیدی اور گندگیاں ہیں جس سے اپنے کعبہ دل کو پاک صاف رکھو۔ (روح البیان) دوسری تفسیر میں بیت اللہ کو یعنی قلب کو لوگوں کا جائے رجوع اور مقامِ امن بنایا کہ جہاں پہنچ کر نفس کے دھوکوں، شیطان کے وسوسے کے خیال اور وہم کے فریبوں سے امن ملتا ہے۔ اسی کعبہ کے پاس ایک مقامِ ابراہیم علیہ السلام یعنی روح کی تجلی گاہ بھی ہے۔ اے طالبانِ حق! تم اس پر مشاہدۂ انوار الٰہیہ اور ذوق وشوق کی حقیقی نماز ادا کرو اور ہم نے حکم دیا ہے کہ اس کعبہ قلب کو شیطانی وسوسوں اور شہوانی خیالات سے پاک صاف رکھو تاکہ سالکین اپنی سیر میں اس قلب کا طواف کریں اور واصلین یہاں توکل کے ساتھ اعتکاف کریں اور خاشعین یہاں رکوع اور رضا اور سجود فنا ادا کریں۔ (ابنِ عربی)

ارکانِ حج

ارکانِ جمع ہے رکن کی بمعنی ستون یعنی جن پر حج قائم ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بحکمِ الٰہی حضرت آدم علیہ السلام کو عرفات میں حج کرایا۔ بعدہ طوافِ زیارت (خانہ کعبہ کا طواف) اور اس کے طریقے بتائے لہٰذا یہ ہر دو رکن فرض قرار دیئے گئے چونکہ حضرت آدم علیہ السلام و حوا رضی اللہ عنہا نے حج کے بعد غروبِ آفتاب کے بعد مزدلفہ میں شب کو قیام فرمایا، اس لیے اس کو واجب قرار دیا گیا۔ پس روزِ آفرینش سے حج کی تکمیل میں یہی تین ارکان یعنی دو فرض اور ایک واجب رائج تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے ان ارکان میں ''سعی'' (کوہِ صفا سے مروہ کے درمیان سات چکر لگانا) منیٰ میں قربانی، رمی جمار اور طوافِ وداع واجب کر دیئے گئے۔ لہٰذا جس نے یہ تمام ارکان پورے کیے اس نے فریضۂ حج ادا کیا۔

بلکہ ایک روایت میں ہے کہ حج کے دو رکن ہیں۔

Marfat.com

1-طوافِ زیارت‘ 2-وقوفِ عرفہ اور ان دونوں میں زیادہ اہم اور قوی وقوفِ عرفہ ہے۔

فرائضِ حج

یعنی حج کے وہ فرائض جن کے ادا کرنے سے صحیح حج ہوگا جبکہ حج کے اصل فرض تین ہیں۔

1- احرام یعنی حج کی دل سے نیت کرنا اور تلبیہ یعنی لبیک کہنا۔

2- وقوفِ عرفات‘ 9 ذی الحجہ کو زوالِ آفتاب کے وقت سے 10 ذی الحجہ کی صبح صادق تک عرفات میں کسی وقت ٹھہرنا۔ اگرچہ ایک لحظہ ہی کیوں نہ ہو۔

3- طوافِ زیارت جو دس ذی الحجہ کی صبح سے لیکر بارہویں ذی الحجہ تک سر کے بال منڈوانے یا کترانے کے بعد کیا جائے۔

ان تینوں فرائض میں سے اگر کوئی چیز چھوٹ جائے گی تو حج صحیح نہ ہوگا اور اس کی تلافی دم یعنی قربانی وغیرہ سے بھی نہیں ہوسکتی۔

ان تینوں فرائض کا ترتیب وار ادا کرنا اور ہر فرض کو اس کے مخصوص مکان اور وقت میں کرنا بھی واجب ہے۔

واجباتِ حج

حج کے واجبات چھ ہیں۔

1- مزدلفہ میں وقوف کے وقت میں ٹھہرنا‘

2- صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا‘

3- رمی جمار یعنی کنکریاں مارنا‘

4- قارن اور متمتع کو قربانی کرنا‘

5- حلق یعنی سر کے بال منڈوانا‘

Marfat.com

6- آفاقی یعنی میقات سے باہر رہنے والے کا طوافِ وداع کرنا۔

میقات

بمعنی وعدہ کی جگہ یعنی وہ مقام جہاں حج کا احرام باندھ کر باقاعدہ نیت کی جاتی ہے اور میقات اصل میں وقتِ معین مکانِ معین کو بھی کہتے ہیں، میقاتِ حج کی دو قسمیں ہیں:

1-میقات زمانی 2-میقات مکانی

1- حج کے لیے میقاتِ زمانی، حج کے مہینے (یعنی شوال ذوالقعدہ اور دس دن شروع ذی الحجہ کے) ہیں۔ حج کے مہینوں میں ہی افعالِ حج صحیح ہوتے ہیں۔ چاہے وہ افعال واجبہ ہوں یا مسنونہ یا مستحبہ ہوں۔

2- میقاتِ مکانی، وہ مقامات جہاں سے احرام باندھنا واجب ہے۔

اگر حج کے مہینوں میں پہلے کوئی فعل حج کا علاوہ احرام کے کیا تو صحیح نہ ہوگا۔ مثلاً قارن یا متمتع اگر حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کا طواف کر لے یا حج کی سعی طوافِ قدوم کے بعد حج کے مہینوں سے پہلے کر لی تو سعی نہ ہوگی۔ یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں سے پہلے باندھنا مکروہ تحریمی ہے اگر کسی نے حج کا احرام حج کے مہینوں سے پہلے باندھا ہے اور طوافِ قدوم کے اکثر شوط (چکر یا پھیرا) شوال میں کیے اور اس کے بعد حج کے لیے سعی کر لی تو یہ سعی حج کی ہو جائے گی اور اگر بجائے شوال کے یہ طواف اور سعی رمضان شریف میں کی تو نہ ہو گی۔ اگر طوافِ قدوم کے اکثر پھیرے رمضان شریف میں کیے اور تھوڑے سے شوال میں تب بھی جائز نہیں۔ اسی طرح اگر سعی طوافِ قدوم سے پہلے کر لی گو شوال ہی میں ہو تو سعی نہ ہو گی۔ ہاں اگر وہ طواف اور سعی جو کہ رمضان شریف میں کی تھی۔ پھر شوال میں کوئی نفل طواف کر کے اس کے پیچھے سعی بھی کر لی۔ تو وہ طواف طوافِ قدوم سے محسوب ہو گا اور سعی حج کی بھی جائز ہو جائے گی۔ اسی طرح جو سعی طوافِ

Marfat.com

قدوم سے پہلے کر لی تھی۔ حالانکہ شوال ہی میں کی تھی تو سعی نہیں ہوئی تھی اگر شوال میں کوئی نفل طواف کر لیا اور پھر سعی کی تو وہ سعی ہو جائے گی۔

میقاتِ مکانی

یعنی وہ مقامات جہاں سے احرام باندھنا واجب ہے۔ اس کی بھی تین اقسام ہیں:

1- میقاتِ اہلِ آفاق (یعنی میقات سے باہر رہنے والے لوگ)

2- میقاتِ اہلِ حل (یعنی میقات کے اندر اور حرم سے باہر رہنے والے)

3- میقاتِ اہلِ حرم (یعنی مکہ والے اور جو حدودِ حرم کے رہنے والے ہیں)

(i) ذوالحلیفہ: (یعنی بیر علی) مدینہ منورہ کی طرف سے آنے والوں کے لیے۔

(ii) ذاتِ عرق: عراق کی طرف سے آنے والوں کے لیے۔

(iii) جحفہ: شام اور مصر کی طرف سے آنے والوں کے لیے۔

(iv) قرن: نجد کے راستہ کی طرف سے آنے والوں کے لیے۔

(v) یلملم: یمن ہندوستان پاکستان سے آنے والوں کے لیے۔

اہلِ حل اور اہلِ میقات کے واسطے کل زمین حلِ میقات ہے۔ ان کو حج وعمرہ کا احرام حل سے باندھنا ضروری ہے اور گھر سے باندھنا افضل ہے۔ اہلِ مکہ کے لیے حج کا احرام باندھنا ضروری ہے اور گھر سے باندھنا افضل ہے۔ اہلِ مکہ کے لیے حج کا احرام باندھنے کے لیے کل زمین حرمِ میقات ہے اور عمرہ کا احرام باندھنے کے لیے کل زمین حلِ میقات ہے۔

مقاماتِ میقات

یعنی وہ مقامات جہاں سے حج کا احرام باندھا جاتا ہے۔

1- ذوالحلیفہ، 2- ذاتِ عرق، 3- جحفہ، 4- قرن، 5- یلملم

Marfat.com

ان مقامات سے حج کو جانے والے حجاج حج کا احرام باندھتے ہیں۔ ایک حدیث شریف میں ہے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات بنایا تھا اور شام والوں کے لیے جحفہ کو اور نجد والوں کے لیے قرن المنازل کو اور یمن والوں کے لیے یلملم کو یہ مقامات ان لوگوں کے بھی میقات ہیں جو شخص غیر مقام کا رہنے والا حج وغیرہ کے ارادہ سے اسی جانب سے آئے۔ لہٰذا ان لوگوں کی بھی یہی میقات ہوگی۔ (مثلاً یلملم یمن والوں کی میقات ہے اور پاکستان سے جانے والے بھی یلملم سے ہو کر جاتے ہیں۔ لہٰذا ان کی میقات بھی یلملم ہے) اور جو شخص ان مقامات کے اس طرف رہتا ہو وہ جہاں سے چاہے احرام باندھ لے۔ یہاں تک کہ مکہ والے مکہ ہی سے احرام باندھ لیں۔

نوٹ:- مکہ معظمہ کے لیے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس قدر تفصیل ہے کہ حج کا احرام تو جہاں سے چاہیں باندھ لیں مگر عمرہ کا احرام حرم شریف سے باہر جا کر باندھنا چاہیے۔ ان کا استدلال حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عمرہ کا احرام باندھنے کے لیے ان کو تنعیم بھیجا تھا۔ یہ حدیث شریف بھی بخاری شریف میں ہے جس کو انشاء اللہ آگے بیان کیا جائے گا۔

سفرِ حج میں زادِ راہ

زادِ راہ بمعنی سفر کا خرچ توشہ راہ کا سفر کرنے سے پہلے سفر کے لیے راستہ کا خرچ ضرور اپنی ضروریات کے مطابق لے لینا چاہیے اور پھر سفرِ حج تو نہایت ہی ضروری ہے۔ اس کی تاکید آئی ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ باشندگانِ یمن حج کرتے تھے اور زادِ راہ نہ لے جاتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم متوکل لوگ ہیں پھر جب مکہ میں پہنچے۔ (اور ضرورت درپیش آتی تو) تو لوگوں سے سوال کرتے۔ لہٰذا اللہ ربّ العزت نے یہ آیت نازل فرمائی "وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى" اس بات کا حکم دیتا ہے

Marfat.com

کہ سفرِ حج میں زادِ راہ رکھنا چاہیے۔ ''اور تم لوگ زادِ راہ ساتھ لے جایا کرو اور بے شک عمدہ زادِ راہ پرہیزگاری ہے''

مناسکِ حج

معنی حاجیوں کی عبادت کرنے کی جگہیں، مجازاً اعمال اور افعالِ حج کے مثل طواف کعبہ اور قربانی وغیرہ کے۔ مناسک جمع ہے۔ منسک کی ایامِ حج میں تین طرح سے مناسک ادا کیے جاتے ہیں۔

1- صرف عمرہ کرنا بھی آیا ہے،

2- اور پہلے عمرہ سے فراغت پا کر پھر اسی سال حج کرنا بھی درست ہے، اس کو تمتع کہتے ہیں۔

3- حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھنا بھی درست ہے اس کو قران کہتے ہیں۔

سب سے پہلا حج

حج کوئی نئی چیز نہیں قدیم زمانہ سے حج ہوتا چلا آیا ہے۔ سب سے پہلے جب حضرت آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے جا کر حج کیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ فرشتے اس کا طواف (یعنی بیت اللہ شریف کا) تم سے سات ہزار سال پہلے سے کرتے ہیں تمام عالم میں ہندوستان ہی کو یہ فخر ہے کہ پہلا حج ہندوستان سے کیا گیا۔ نقل کیا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے پیدل چل کر چالیس حج کیے۔

قافلہ کا امیر

قافلہ میں جو شخص صائب الرائے دیندار اور تجربہ کار اور بردبار ہو اس کو امیرِ قافلہ بنا لینا چاہیے اور باقی تمام کو اس کی اطاعت کرنی چاہیے۔ تنہا سفر کرنا مکروہ ہے اس لیے تنہا سفر نہ کرو۔ ایک حدیث شریف میں ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے [illegible]

Marfat.com

اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تین آدمی سفر میں ہوں تو ایک کو اپنا امیر بنالیں۔

فضائلِ حج

فضائل جمع ہے فضیلت کی، بمعنی بلند درجہ، بزرگیاں، بڑائیاں حج کی خوبیاں اور فضیلتیں بے شمار ہیں۔ ایک حدیث شریف میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمرہ دوسرے عمرہ تک ان گناہوں کا کفارہ ہے جو ان کے درمیان میں سرزد ہوں اور حج مبرور کی جزا نہیں مگر جنت

بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی، ابنِ ماجہ انہیں (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس نے حج کیا اور رفث (فحش کلام) نہ کیا اور فسق نہ کیا تو گناہوں سے پاک ہو کر ایسا لوٹا جیسے اس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔

بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ انہیں سے راوی ہیں کہ عمرہ سے عمرہ تک ان گناہوں کا کفارہ ہے جو درمیان میں ہوئے اور حجِ مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔

مسلم و ابنِ خزیمہ وغیرہما عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حج ان گناہوں کو دفع کر دیتا ہے جو پیشتر ہوئے ہوں۔

بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابنِ ماجہ میں حضرت ابنِ عباس سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ رمضان شریف میں عمرہ میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

طبرانی کبیر میں اور بزار میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسجدِ نبوی شریف میں نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا۔ ایک انصاری اور ایک ثقفی نے حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں آکر سلام پیش کیا پھر کہا کہ یارسول اللہ ہم کچھ عرض کرنے کے لیے سرکار ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں تو حضور سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں بتا دوں کہ تم کیا پوچھنے آئے ہو اور اگر تم چاہو تو میں کچھ نہ فرماؤں اور

Marfat.com

تمہیں سوال کرو۔ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ ﷺ ہمیں فرما دیجیے تو ارشاد فرمایا کہ تو اس لیے حاضر ہوا ہے کہ گھر سے نکل کر بیت اللہ شریف کے قصد سے جانے کو دریافت کرے۔ اور یہ کہ اس میں میرے لیے کیا ثواب ہوگا اور طواف کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کو اور یہ کہ اس میں تیرے لیے کیا ثواب ہوگا۔ صفا و مروہ کی سعی کو اور یہ کہ اس میں تیرے لیے کیا ثواب ہوگا۔ اور عرفہ کی شام کے وقوف کو اور تیرے لیے اس میں کیا ثواب ہے اور جمار کی رمی کو اور اس میں تیرے لیے کیا ثواب ہے اور قربانی کو اس میں تیرے لیے کیا ثواب ہے اور اس کے ساتھ طواف افاضہ کو اس شخص نے عرض کی قسم ہے اس ذات کی جس نے حضورِ اقدس ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ اسی لیے حاضر ہوا تھا کہ ان باتوں کو حضور سرکارِ دوعالم ﷺ سے دریافت کرسکوں۔ ارشاد فرمایا کہ جب تو بیت الحرام کے قصد سے گھر سے نکلے تو اونٹ کے ہر قدم رکھنے اور ہر قدم اٹھانے پر تیرے لیے حسنہ لکھا جائے گا اور تیری خطا مٹا دی جائے گی اور طواف کے بعد کی دو رکعت ایسی ہیں جیسے اولادِ اسماعیل علیہ السلام میں کوئی غلام ہو۔ اس کو آزاد کرنے کا ثواب اور صفا و مروہ کے درمیان سعی ستر غلام آزاد کرنے کے مثل اور عرفہ کے دن وقوف کرنے کا حال یہ ہے کہ اللہ ربّ العزت آسمانِ دنیا کی طرف تجلی خاص فرماتا ہے اور تمہارے ساتھ ملائکہ پر مباہات فرماتا ہے۔ میرے بندے دور دور سے پراگندہ سر اور میری رحمت کے امیدوار ہو کر حاضر ہوئے۔ اگر تمہارے گناہ ریت کی گنتی اور بارش کے قطروں اور سمندر کے جھاگ برابر ہوں تو میں سب کو بخش دوں گا۔ میرے بندو! واپس جاؤ' تمہاری مغفرت ہوگئی اور اس کی بھی کہ جس کی تم شفاعت کرو اور جمروں پر رمی کرنے میں ہر کنکری پر ایک گناہِ کبیرہ مٹا دیا جائے گا جو ہلاک کرنے والا ہے اور قربانی کرنا تیرے ربّ کے حضور تیرے لیے ذخیرہ ہے اور سر منڈانے میں ہر بال کے بدلے میں حسنہ لکھا جائے گا اور ایک گناہ مٹایا جائے گا اور تیرے لیے [illegible] ہے ایک فرشتہ آئے گا اور تیرے شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہے گا کہ [illegible]

عمل کر اور زمانہ گزشتہ میں جو کچھ تھا معاف کر دیا گیا۔

حجِ مبرور

یعنی خالص اور قابلِ قبول حج۔ ایک حدیث شریف میں ہے حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم ہم جہاد کو بڑی عبادت سمجھتے ہیں پس کیا ہم لوگ جہاد نہ کریں؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا نہیں بلکہ عمدہ جہاد حجِ مبرور ہے۔ (بخاری شریف)

ایک اور حدیث شریف میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے دریافت کیا گیا کہ تمام عبادات میں کون سی عبادت زیادہ افضل ہے؟ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لانا' عرض کی گئی کہ اس کے بعد کون سی عبادت؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔ عرض کیا گیا کہ اس کے بعد کون سی عبادت؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ حجِ مبرور۔ (صحیح بخاری)

حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حجِ مبرور یہ ہے کہ حج کرنے کے بعد دنیا سے بے توجہی اور آخرت کی طرف رغبت پیدا ہو جائے۔

نیتِ حج

یعنی حج کا ارادہ کرنا' محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ادائے فریضہ وتعمیلِ ارشاد کی نیت سے حج کرو۔ نام کے لیے یا سیر و سیاحت وتفریح وتبدیلی آب و ہوا کے لیے سفر نہ کرو بہت سے لوگ محض سیاحت اور حاجی کا لقب اختیار کرنے کے لیے سفر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسی ریاکاری سے محفوظ رکھے۔ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ اعمال کا ثواب صرف نیتوں پر موقوف ہے۔ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ ان میں سے مالدار لوگ صرف سیر و سیاحت اور تفریح کے لیے حج کریں گے اور متوسط طبقہ کے لوگ تجارت کے

Marfat.com

لیے اور فقراء سوال کرنے کے لیے اور قراء اور علماء نام ونمود کے لیے۔ بہتر یہ ہے کہ تجارت کی نیت بھی اس سفر میں نہ کی جائے۔

سفرِ حج سے پہلے توبہ

سفر شروع کرنے سے پہلے صدقِ دل سے توبہ کرو اگر کسی کا حق مالی یا بدنی ہو تو جہاں تک ممکن ہو اس کو ادا کرو یا معاف کرالو۔ توبہ کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ اوّل غسل کرو۔ اگر غسل نہ کرسکو تو وضو کرلو اور دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھو اس کے بعد درود شریف پڑھو۔ پھر استغفار کرو اور نہایت خشوع وخضوع سے دعا کرو۔ جس قدر عاجزی سے رونا' گڑگڑانا ممکن ہو اس میں کمی نہ کرو اور اپنے گناہوں کو یاد کرکے توبہ کرو اور بار بار یہ دعا کرو۔ ''اللهم انی اتوب الیك منها لاارجع الیها ابدا اللهم مغفرتك اوسع من ذنب و رحمتك ارجی عندی من عملی۔''

حرم

یعنی وہ احاطہ جو خانہ کعبہ کے ارد گرد ہے۔ مکہ مکرمہ کے چاروں طرف حدودِ مقررہ پر نشانات بنے ہوئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ نشانات بتائے تھے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہ نشانات بنوائے' پھر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ' حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ' اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اپنے زمانوں میں ان نشانات کی تجدید فرمائی: جدہ کی طرف مکہ معظمہ سے دس میل کے فاصلہ پر شمیسہ (جہاں صلح حدیبیہ ہوئی تھی) کے متصل حرم شریف کی علامت کے لیے مینارہ بنا ہوا ہے اور تنعیم پر جو مکہ معظمہ سے تین میل دور ہے اور یمن کی جانب سات میل اضاءت لبن تک اور عراق کی طرف بھی سات میل تک اور جعرانہ کی طرف سے نو میل تک اور طائف کی طرف عرفہ تک سات میل تک حرم ہے ان حدود کے اندر شکار مارنا' پکڑنا' اس کو بھگانا' درخت یا گھاس کاٹنا حرام ہے۔ اس لیے اس کو حرم کہتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام جس وقت حرم شریف میں داخل ہوتے تھے تو ننگے پاؤں پیدل چلتے تھے اور طواف اور دیگر مناسک اسی طرح ادا فرماتے تھے۔ لہٰذا حق یہ ہے کہ اگر انسان سر کے بل بھی اس مقدس زمین پر چلے تو حقِ ادب ادا کرنے سے قاصر ہے۔ اس لیے اگر تمام راستہ پیدل نہ ہو تو تھوڑی دور تک ضرور ننگے پاؤں چلنا چاہیے۔

عرفات

عرفات ایک فراخ اور کشادہ میدان ہے جو کہ مکہ معظمہ سے نو کوس پر واقع ہے۔ یہاں 9 ویں ذی الحجہ کو جو روز عرفہ اور روز حج ہے اور حاجی لوگ کھڑے ہو کر اعمالِ حج ادا کرتے ہیں جب حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی تعمیر مکمل کر چکے تو اس کے بعد نویں ذی الحجہ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کو ایک پہاڑی پر لے گئے تو عین اس وقت حضرت حوا رضی اللہ عنہا بھی پھرتی پھراتی اور حضرت آدم علیہ السلام کو تلاش کرتی ہوئیں وہاں آنکلیں۔ پھر دونوں کا ایک دوسرے سے تعارف ہوا۔ اسی لیے اس پہاڑ کو ''عرفات'' کہتے ہیں اور اس کے اردگرد کے میدان کو میدانِ عرفات کہتے ہیں۔

احرام

معنی حرام کرنا، حج کی نیت کرنا مکہ کے قریب جا کر حاجی جس وقت حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت پختہ کر کے تلبیہ پڑھتا ہے تو اس پر چند حلال چیزیں بھی احرام کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہیں اس لیے اس کو احرام کہتے ہیں اور مجازاً ان دو چادروں کو بھی احرام کہتے ہیں جن کو حاجی احرام کی حالت میں استعمال کرتا ہے۔

استلام

حجرِ اسود کو بوسہ دینا اور ہاتھ سے چھونا یا حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کو صرف ہاتھ لگانا۔

Marfat.com

ایام تشریق

وہ ایام جن میں تکبیرِ تشریق پڑھی جاتی ہے یعنی نویں ذی الحجہ سے تیرہویں ذی الحجہ تک (نویں کی صبح سے تیرہ کی عصر تک)

ایام نحر

یعنی اونٹ کی قربانی کرنا' دس ذی الحجہ سے بارہویں ذی الحجہ تک۔

بیت اللہ

یہ مکہ معظمہ میں مسجدِ حرام کے بیچ میں ایک مقدس ترین مکان ہے اور دنیا میں سب سے پہلی عبادت گاہ ہے۔ کعبہ نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے گھر کا جس کی طرف منہ کر کے نماز میں سجدہ کرتے ہیں۔ اصلی معنی کعبہ کے زمین بلند کے ہیں کیونکہ کعبہ زمین پر ہے یا ازروئے مراتب بلند ہے۔ اس لیے یہ نام رکھا گیا۔

مؤطا مالک کی عربی شرح میں کعبہ کی تعمیر کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ مشہور قول کے مطابق سب سے پہلے اس کی تعمیر فرشتوں نے کی۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بھی دو ہزار سال قبل لیکن بعض حضرات کا قول ہے کہ یہ تعمیر دوسری ہے اور حق تعالیٰ کے امرِ کن سے اس کی تعمیر ہوئی۔ بہرحال مختلف روایات ہیں۔ میں نے مقدور بھر کوشش کی ہے کہ تمام کا ذکر کر دیا جائے (واللہ اعلم)

مکہ معظمہ کے بہت سے نام ہیں۔ 1-مکہ 2-بکہ 3-اُمِ رحم 4-کولیساء 5-بشاشہ 6-حاطمہ 7-ام القریٰ 8-بلدامین 9- الماموں 10- صلاح 11- عرش 12-قادس 13-مقدس 14-راس 15-کوثاء 16-مبینہ 17-بیت العتیق 18-بیت اللہ 19-مسجد الحرام۔

اضطباع

احرام کی چادر کو دائیں بغل کے نیچے کو نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا۔

Marfat.com

آفاقی

وہ شخص ہے جو میقات کی حدود سے باہر رہتا ہو' جیسے ہندوستانی' پاکستانی' مصری' شامی' ایرانی اور عراقی وغیرہ۔

افراد

صرف حج کا احرام باندھنا اور صرف حج کے اعمال کرنا۔

اشعار

ہدی یعنی قربانی کے جانور کی شناخت کے لیے اس کے دائیں شانہ پر اتنا خفیف سا زخم (یعنی نشان) کرنا۔ جس سے صرف کھال پر نشان آئے۔ گوشت پر نشان نہ آئے۔ اسے اشعار کہتے ہیں۔

بطنِ عرنہ

عرفات کے قریب ایک جنگل ہے جس میں وقوف درست نہیں ہے کیونکہ یہ عرفات سے خارج ہے۔

تجلیل

قربانی کے جانور پر جھول ڈالنا۔

تسبیح

سبحان اللہ کہنا۔

تقلید

وہ جانور جو قربانی کے لیے حجاج اپنے ساتھ لے جائیں۔ ان قربانی کے جانوروں کی گردن میں بغرضِ امتیاز رسی وغیرہ ڈال دیتے ہیں۔ اس عمل کو تقلید کہتے ہیں یعنی گلے میں قلادہ ڈالنا۔

Marfat.com

تکبیر

اللہ اکبر کہنا۔

تمتع

حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ کرنا پھر اسی سال میں حج کا احرام باندھ کر حج کرنا۔

تلبیہ

لبیک الخ پڑھنا' یعنی حاجیوں کا لبیک پڑھنا' لبیک کہتے ہوئے آواز کا بلند کرنا مسنون ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تلبیہ یہ تھا۔

"لبيك اللهم لبيك' لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لاشريك لك"۔

''اے اللہ! میں تیرے دروازے پر بار بار حاضر ہوں اور تیرے بلانے کا جواب دیتا ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہر طرح کی تعریف اور احسان تیرا ہی ہے اور بادشاہی تیری ہی ہے' کوئی تیرا شریک نہیں۔

تہلیل

لا الہ الا اللہ پڑھنا۔

جمرات یا جمار

یہ جمرہ کی جمع ہے۔ جمرہ کنکری یا کنکری مارنے کو کہتے ہیں چونکہ ان مقامات پر کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ اس لیے ان کو جمرات یا جمار کہتے ہیں۔ اصل میں جمرہ ان ستونوں کے نیچے اور ان کے پاس کی وہ جگہ ہے جس پر نشان لگا ہوا ہے۔ یہ ستون جمرہ نہیں ہے جیسا کہ عام لوگ کہتے ہیں صحیح ابن خزیمہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت

Marfat.com

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مناسک ادا کرنے آئے تو شیطان جمر الاخریٰ کی جگہ نظر آیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے سات کنکریاں ماریں۔ یہاں تک کہ وہ زمین میں دھنس گیا۔ پھر دوسرے جمرہ کی جگہ پر نظر آیا۔ وہاں بھی سات کنکریاں ماریں۔ یہاں تک کہ وہ زمین میں دھنس گیا۔ پھر جمرہ اولیٰ کی جگہ پر نظر آیا۔ پھر اس کے ساتھ کنکریاں ماریں۔ یہاں تک کہ وہ زمین میں دھنس گیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم شیطان کو مارتے ہو اور اپنے باپ حضرات ابراہیم علیہ السلام کے دین پر چلتے ہو۔ ان جمرات یا جمار کی تفصیل اس طرح ہے کہ منیٰ میں تین مقام ہیں جن پر قدِ آدم ستون بنے ہوئے ہیں۔ یہاں پر کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ ان میں سے جو مسجدِ خیف کے قریب مشرق کی طرف ہے۔ اس کو جمرۃ الاولیٰ کہتے ہیں۔ اس کے بعد مکہ کی طرف بیچ والے کو جمرۃ الوسطیٰ کہتے ہیں اور اس کے بعد والے کو جمرۃ الکبریٰ اور جمرۃ العقبہ اور جمرۃ الاخریٰ کہتے ہیں۔

جنت المعلیٰ

مکہ کا قبرستان۔

جبلِ رحمت

عرفات میں ایک پہاڑ ہے جہاں حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا رضی اللہ عنہا دونوں بچھڑنے کے بعد دوبارہ اکٹھے ہوئے تھے۔

جبلِ قزح

مزدلفہ میں ایک پہاڑ ہے۔

جبلِ ثبیر

منیٰ میں ایک پہاڑ ہے۔

Marfat.com

حجرِ اسود

اس کا تذکرہ تاریخِ کعبہ میں گزر چکا ہے۔

حِل

حرم کے چاروں طرف میقات تک (یعنی حدودِ حرم سے باہر اور مواقیت کے اندر جو زمین ہے اس کو حِل کہتے ہیں کیونکہ اس میں وہ چیزیں حلال ہیں جو حرم کے اندر حرام تھیں۔

حطیم

اس کا تذکرہ تاریخِ کعبہ میں گزر چکا ہے۔

دم

احرام کی حالت میں بعض ممنوع افعال کرنے سے بکری یا بکرا وغیرہ ذبح کرنا واجب ہوتا ہے اس کو دم کہتے ہیں۔

ذوالحلیفہ

ایک جگہ کا نام ہے۔ مدینہ منورہ سے تقریباً چھ میل پر واقع ہے اور مدینہ منورہ سے مکہ حج یا عمرہ کے لیے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔ اسے آج کل بئرِ علی کہتے ہیں۔

ذاتِ عرق

ایک مقام کا نام ہے جو آج کل ویران ہو گیا۔ مکہ مکرمہ سے تقریباً تین دن کی مسافت پر ہے۔ عراق سے حج یا عمرہ سے مکہ آنے والوں کے لیے میقات ہے۔

رکنِ یمانی

بیت اللہ شریف کے جنوب مغربی گوشہ کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ یمن کی جانب ہے اور

Marfat.com

رکنِ عراقی بیت اللہ شریف کا شمال مشرقی گوشہ جو عراق کی جانب ہے۔ اسی طرح رکنِ شامی بیت اللہ شریف کا جو گوشہ شام کی جانب ہے یعنی شمال مغربی گوشہ۔

رمل

طواف کے پہلے تین پھیروں میں اکڑ کر شانہ کو ہلاتے ہوئے چلنا اور چلتے وقت قریب قریب قدم رکھ کر ذرا تیزی سے چلنا اور رمی۔ کنکریاں پھینکنا۔

زم زم شریف

مسجدِ حرام میں بیت اللہ شریف کے قریب ایک مشہور چشمہ ہے جو اب کنویں کی شکل میں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اپنے نبی حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے لیے جاری کیا تھا۔ یہ کنواں مسجدِ حرام میں بیت اللہ سے مشرقی جانب اڑتیس ہاتھ کے فاصلہ پر مطاف کے کنارہ کے متصل ہے۔ زم زم کے معنی کثیر (یعنی بہت) کے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ ''مَـآءٌ زَمْزَمٌ اَیْ کَثِیْرٌ'' چونکہ اس کنویں میں پانی بہت زیادہ ہے اس لیے اس کو زم زم کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کے اور بھی بہت سے نام ہیں۔ مثلاً 1-طیبہؔ 2-سیدہؔ 3-سالمہؔ 4-کافیہؔ 5-مونسہ وغیرہ۔ علماء کا اجماع ہے کہ آبِ زم زم دنیا کے تمام پانیوں سے افضل اور عمدہ اور تمام پانیوں کا سردار ہے۔

البتہ جو پانی حضور پرنور کی انگلیوں سے بطورِ معجزہ جاری ہوا تھا۔ وہ آبِ زم زم سے ہزار ہا گنا افضل اور مقدس تھا۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ زم زم کا پانی افضل ہے یا حوضِ کوثر کا۔ محققین کی رائے ہے کہ زم زم کا پانی حوضِ کوثر کے پانی سے افضل ہے۔ زم زم کے پانی کی بہت سی خوبیاں اور فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ ایک حدیث شریف میں ہے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روئے زمین پر بہترین پانی آبِ زم زم ہے کہ جس میں مثلِ طعام غذایت (بھی) ہے اور مرض کے لیے

Marfat.com

شفا (بھی) ہے۔

دوسری حدیث شریف میں ہے کہ زم زم کا پانی ہر اس ضرورت اور نیک کام کے لیے ہے کہ جس کے لیے پیا جائے۔ جو شخص کسی مرض سے شفا کے لیے پیئے اللہ تعالیٰ اس کو شفا دیتا ہے۔ اور جو بھوک کی وجہ سے پیئے گا تو اللہ ربّ العزت اس کا پیٹ بھر دیتا ہے اور جو کسی ضرورت کے لیے پیئے گا۔ اللہ ربّ العزت اس کی ضرورت پوری فرماتا ہے۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر، رواہ المستغری الطب عن الجابر، الجامع الصغیر للسیوطی)

آبِ زم زم کھڑے ہو کر پینا سنت ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زم زم کا پانی پلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔

(بخاری شریف)

زم زم شریف کے پانی کے علاوہ کسی اور پانی کو کھڑے ہو کر پینا مکروہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے معراج کے لیے لینے آئے تو انہوں نے میرے سینہ کو کھولا اور اسے زم زم کے پانی سے دھویا۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم فرمائے۔ اگر وہ زم زم کو (اپنے حال پر) چھوڑ دیتیں یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پانی سے چلو نہ بھرتیں تو یہ ایک جاری چشمہ ہو جاتا۔

سعی

صفا اور مروہ کے درمیان مخصوص طریقہ سے سات چکر لگانا۔

شوط

بیت اللہ شریف کے چاروں طرف چکر لگانا۔

Marfat.com

صفا

بیت اللہ شریف کے جنوبی جانب ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے۔ جس سے سعی شروع کی جاتی ہے۔

مروہ

بیت اللہ شریف کے مشرقی شمالی گوشہ کے قریب ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جس پر سعی ختم ہوتی ہے۔

طواف

بیت اللہ شریف کے چاروں طرف سات چکر مخصوص طریق سے لگانا۔

عمرہ

حل یا میقات سے احرام باندھ کر بیت اللہ کا طواف کرنا اور صفا اور مروہ کی سعی کرنا۔

عرفات یا عرفہ

مکہ معظمہ سے تقریباً 9 میل مشرق کی طرف ایک میدان ہے جہاں پر حج کرنے والے 9 ذی الحجہ کو ٹھہرتے ہیں۔

قِران

حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھ کر پہلے عمرہ کرنا قران کے معنی دو چیزوں کو ملانے کے ہیں۔ اصطلاح میں حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھ کر ایک ساتھ حج کرنے کو کہتے ہیں۔

مطاف

طواف کرنے کی جگہ جو کہ بیت اللہ شریف کے اردگرد چاروں طرف ہے اب اس جگہ

Marfat.com

پر سنگِ مرمر لگا ہوا ہے۔

مقام ابراہیم

ایک جنتی پتھر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پر کھڑے ہو کر بیت اللہ شریف کو بنایا تھا۔ مطاف کے مشرقی کنارے پر منبر اور زم زم شریف کے درمیان ایک جالی دار قبہ میں رکھا ہوا ہے۔

ملتزم

حجرِ اسود اور بیت اللہ شریف کے دروازہ کے درمیان کی دیوار جس پر لپٹ کر دعا مانگنا مسنون ہے۔

منیٰ

مکہ معظمہ سے تین میل مشرق کی طرف ایک گاؤں ہے جہاں پر قربانی اور رمی کی جاتی ہے۔ یہ حرم میں داخل ہے۔

مدعیٰ

دعا مانگنے کی جگہ، مراد اس سے مسجدِ حرام اور مکہ کے قبرستان کے درمیان ایک جگہ ہے جہاں دعا مانگنی مکہ میں داخل ہونے کے وقت مستحب ہے۔

مزدلفہ

منیٰ اور عرفات کے درمیان ایک میدان ہے جو کہ منیٰ سے تین میل مشرق کی طرف ہے۔

محسر

مزدلفہ سے ملا ہوا ایک میدان ہے جہاں سے گزرتے وقت بھاگ کر نکلتے ہیں۔ اس جگہ اصحابِ فیل پر کہ جنہوں نے بیت اللہ شریف پر حملہ کیا تھا عذاب نازل ہوا [illegible]

محر کی پیائش 545 گز کے قریب ہے۔ اس پیائش سے نکل کر پھر آہستہ آہستہ چلے یہ کچھ تھوڑا سا نشیب ہے۔ نہ منیٰ میں داخل ہے اور نہ ہی مزدلفہ میں دونوں کے درمیان حدِ فاصل ہے۔

میلین اخضرین

صفا اور مروہ کے درمیان مسجدِ حرام کی دیوار میں دو سبز میل لگے ہوئے ہیں جن کے درمیان سعی کرنے والے دوڑ کر چلتے ہیں۔ اخضرین معنی سبز رنگ' سبز چیز۔ (اخضرین جمع ہے اخضر کی)

وقوف

وقوف کے معنی ٹھہرنا اور احکامِ حج میں اس سے مراد میدانِ عرفات یا مزدلفہ میں خاص خاص وقت میں ٹھہرنا۔ بخاری شریف میں آیا ہے کہ عرفہ کا وقوف فرض ہے اور مزدلفہ کا وقوف واجب ہے۔

ہدی

جو جانور حاجی حرم میں قربان کرنے کے لیے ساتھ لے جاتا ہے۔

تنعیم

مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر تنعیم ایک مقام ہے۔ یہاں تک حرم کی حدود میں شامل ہے۔ اس پر علاماتِ حرم کا ایک مینارہ بنا ہوا ہے۔ حضرت سیّدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک حج کا احرام تو جہاں سے چاہیں باندھ لیں مگر عمرہ کا احرام حرم سے باہر جا کر باندھنا چاہیے۔ ان کا استدلال حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث شریف سے ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا احرام باندھنے کے لیے ان کو تنعیم بھیجا تھا۔ لہٰذا یہ حدیث شریف یہاں پر تحریر کرنا مناسب معلوم ہوتی ہے۔ حدیث شریف ہے کہ حضرت

Marfat.com

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم حضورِ اقدس ﷺ کے ہمراہ ذی الحجہ کا چاند دیکھ کر چلے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص عمرہ کا احرام باندھنا چاہے وہ عمرہ کا احرام باندھ لے اور جو شخص حج کا احرام باندھنا چاہے وہ حج کا احرام باندھ لے۔ اور اگر میں ہدی نہ لایا ہوتا تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھ لیتا۔ پس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا اور میں ان لوگوں میں تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ مگر مکہ پہنچنے سے پہلے مجھے ایامِ (حیض) شروع ہو گئے اور ایام ہی کی حالت میں مجھے عرفہ کا دن ملا تو میں نے حضورِ اقدس ﷺ سے اس کی شکایت کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنا عمرہ چھوڑ دو اور اپنا سر کھول ڈالو اور کنگھی کرو اور حج کا احرام باندھ لو۔ پھر جب حصبہ کی رات (جس دن منیٰ سے لوٹتے ہیں اور شب کو اثنائے راہ میں مقام محصب میں قیام کر لیتے ہیں۔ اسی شب کو حصبہ کی رات کہتے ہیں) آئی۔ تو آپ ﷺ نے میرے ہمراہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو تنعیم بھیج دیا۔ ان کو میری ہی سواری پر سوار کر دیا۔ پس حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے اس عمرہ کے عوض میں یعنی اس ترک کیے ہوئے عمرہ کے عوض میں ایک عمرہ کا احرام باندھ لیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کا حج و عمرہ کروا دیا۔ اور اس میں سے کسی بات میں نہ ہدی دینی پڑی نہ صدقہ اور نہ روزہ رکھنا پڑا۔ (بخاری شریف)

نوٹ:- جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے۔ تنعیم ایک مقام کا نام ہے جو کہ شہرِ مکہ سے تین میل دور ہے۔ اور بیشک عمرہ کرنے کے لیے مکہ والوں کو بھی احرام باندھنے کے واسطے حرم سے باہر جانے کا حکم دیا۔

یوم الترویہ

ذی الحجہ کی 8 ویں تاریخ کو کہتے ہیں۔ ترویہ کے معنی پانی پلانا اور سیراب کرنا...

Marfat.com

اونٹوں کو پانی پلایا کرتے تھے۔ لہٰذا اس مناسبت سے اس تاریخ کو ترویہ کہتے ہیں۔

(بخاری شریف)

یلملم

مکہ سے جنوب کی طرف دو منزل پر ایک پہاڑ ہے۔ اس کو آج کل سعدیہ بھی کہتے ہیں۔ یہ یمن، ہندوستان اور پاکستان یا اسی طرف سے حج کے لیے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔

مسجد خیف

منیٰ کی بڑی مسجد کا نام ہے۔ جو منیٰ کی شمالی جانب میں پہاڑ سے متصل ہے۔ یعنی جبل ضب کے پہلو میں ہے۔ یہ جبل اور مسجد اس شخص کے دائیں جانب ہوں گے۔ جو منیٰ سے عرفات کو جا رہا ہو۔

مسجد نمرہ

عرفات کے کنارہ پر ایک مسجد ہے۔

تکبیر تشریق

یہ تکبیر ذی الحجہ کی 9 ویں تاریخ کی فجر سے تیرھویں تاریخ ذی الحجہ کی عصر تک کہنا واجب ہے۔ جو مرد و عورت اور مسافر و مقیم پر ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ بلند آواز سے کہنا واجب ہے۔ لیکن عورت آہستہ آواز سے کہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

محرم

وہ شخص جس نے حج کا احرام باندھا ہو۔ وہ شخص جو حرم کعبہ میں آئے۔ حدیث شریف میں ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص

Marfat.com

نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ محرم کیا پہنے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہ کرتہ پہنے نہ عمامہ نہ پائجامہ نہ برقع اور نہ کوئی ایسا کپڑا جس میں ورس (یعنی خوشبو دار گھاس) یا زعفران لگ گئی ہو۔ پھر اگر نعلین (جوتیاں) نہ ملیں تو موزے پہن لے اور انہیں کاٹ دے تاکہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔ (بخاری شریف)

مسجد حرام

بیت اللہ شریف کی مسجد کا نام مسجدِ حرام ہے۔ بیت اللہ شریف مسجدِ حرام کے بالکل بیچ میں ہے۔ مسجدِ حرام تمام مساجد سے افضل ہے۔ اس میں نماز پڑھنے کا بڑا ثواب ہے۔ ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہوتا ہے۔ لیکن یہ ثواب کی زیادتی صرف فرض نماز کے ساتھ مخصوص ہے۔ نوافل کا ثواب اتنا نہیں۔ نوافل گھر میں پڑھنا زیادہ افضل ہیں۔ اسی طرح یہ ثواب صرف مردوں کو ہوتا ہے، عورتوں کو نہیں۔ ان کو اپنے گھروں میں نماز پڑھنی افضل ہے۔

اقسام احرام

یعنی احرام کی چار اقسام ہیں۔

1-افراد یعنی صرف حج کا احرام باندھنا، 2-تمتع یعنی اوّل عمرہ کا احرام باندھنا اور حج کے مہینوں میں عمرہ کر کے پھر دوسرے احرام، احرام سے حج کرنا، 3-قران یعنی حج و عمرہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھنا، 4-صرف عمرہ کا احرام باندھنا۔

حج کے مہینوں کے علاوہ خواہ حج سے پہلے یا پیچھے یا بغیر حج کے جو شخص افراد کا احرام باندھے اس کو مفرد کہتے ہیں اور جو تمتع کا احرام باندھے اس کو قارن کہتے ہیں اور جو صرف عمرہ کا احرام باندھے اس کو معتمر کہتے ہیں۔ حج کی تینوں اقسام جائز ہیں لیکن حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک سب سے افضل قران ہے اس کے بعد تمتع اور اس کے بعد افراد۔

Marfat.com

لباسِ احرام

احرام کی چادر اتنی لمبی ہو کہ دائیں کندھے سے نکال کر بائیں کندھے پر سہولت سے آجائے اور تہبند اتنا ہو کہ ستر اچھی طرح چھپ جائے۔ احرام میں کرتا، پاجامہ، اچکن، صدری، بنیان وغیرہ پہننا منع ہے جو کپڑا بدن کی ہیئت پر سلا ہو۔ اس کا پہننا احرام میں جائز نہیں۔ چادر یا لنگی اگر بیچ میں سے سلی ہوئی ہے تو جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ احرام کا کپڑا بالکل سلا ہوا نہ ہو اور احرام کا کپڑا سفید ہونا افضل ہے۔

طوافِ قدوم

یعنی آنے کے وقت کا طواف اس کو طوافِ تحیۃ اور طواف اللقاء طواف الورود بھی کہتے ہیں۔ یہ اس آفاقی کے لیے سنت ہے۔ جو صرف حج یا قران کرے۔ اور تمتع اور عمرہ کرنے والے کے لیے سنت نہیں گو آفاقی ہو۔ اسی طرح اہلِ مکہ کے لیے بھی نہیں۔ البتہ اگر کوئی مکی میقات سے باہر جا کر افراد یا قران کا احرام باندھ کر حج کرے۔ اس کے لیے بھی مسنون ہے اور اس کا اوّل وقت مکہ میں داخل ہونے کا وقت ہے۔

طوافِ زیارت

اس کو طوافِ رکن اور طوافِ حج بھی کہتے ہیں۔ یہ حج کا رکن ہے اس کے بغیر حج مکمل نہیں ہو سکتا اور اس کا وقت 10 ویں سے 12 ویں ذی الحجہ تک کرنا واجب ہے۔ اس میں رمل ہوتا ہے اور سلے ہوئے کپڑے اگر احرام کھول کر پہن لیے تو اضطباع کرنا چاہیے۔ اس کے بعد سعی بھی ہوتی ہے۔ لیکن اگر طوافِ قدوم کے بعد سعی کر چکا ہے تو پھر رمل اور سعی نہ کرے۔

طوافِ صدر

بیت اللہ شریف سے واپسی کا طواف۔ اس کو طوافِ وداع بھی کہتے ہیں۔ یہ آفاقی پر

Marfat.com

واجب ہے۔ مکی پر اور جو آفاقی مکہ کو ہمیشہ کے لیے وطن بنا لے اس پر واجب نہیں اس طواف پر رمل اور اضطباع نہیں کیا جاتا اور اس کے بعد سعی بھی نہیں ہے۔ یہ تینوں طواف طوافِ قدوم۔ طوافِ زیارت، طوافِ صدر، طوافِ حج کے ساتھ مخصوص ہیں۔

طوافِ عمرہ

یہ عمرہ میں رکن اور فرض ہے۔ اس میں اضطباع اور رمل کرے اور بعد میں سعی کرے۔

طوافِ نذر

یہ طواف نذر ماننے والے پر واجب ہوتا ہے۔

طوافِ تحیۃ

یہ مسجدِ حرام میں داخل ہونے والے کے لیے مستحب ہے۔ اگر کوئی دوسرا طواف کرلیا تو وہ اس کے قائم مقام ہو جائے گا۔

طوافِ نفل

یہ طواف جب جی چاہے کیا جا سکتا ہے۔

طواف کا طریقہ

طواف کا مطلب ہے کہ کسی چیز کے چاروں طرف چکر لگانا ہے اور حج یا عمرہ میں اس سے مراد بیت اللہ کے چاروں طرف سات چکر یعنی سات بار گھومنا ہے۔

طواف کا طریقہ یہ ہے کہ بیت اللہ شریف (خانہ کعبہ) کے سامنے جس طرف حجرِ اسود ہے۔ اس طرح کھڑا ہو کہ داہنا کندھا حجرِ اسود کے مغربی کنارے کے مقابل ہو اور سارا حجرِ اسود دائیں جانب رہے۔ اس کے بعد طواف کی نیت کر کے دائیں طرف کو اتنا چلے کہ

Marfat.com

حجرِ اسود بالکل مقابل ہو جائے اور حجرِ اسود کی طرف منہ کر کے حجرِ اسود کے قریب سامنے کھڑا ہو کر دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے۔ جس طرح نماز کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ یعنی کانوں کے برابر اور ہاتھ اٹھا کر یہ پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ۔ اَللّٰهُمَّ اِیْمَانًا بِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اس کے بعد ہاتھ چھوڑ کر حجرِ اسود کے بالکل قریب آئے اور دونوں ہاتھ حجرِ اسود پر رکھ کر منہ دونوں ہاتھوں کے بیچ میں رکھے اور بوسہ دے۔ لیکن آہستہ بوسہ دے کہ چٹاخے کی آواز پیدا نہ ہو۔ دورانِ طواف تلبیہ نہ کہے۔ اگر کوئی دعا یاد ہو تو وہ پڑھے اور جو ذکر چاہے وہ کرتا رہے۔ رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان ''رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا'' والی دعا پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ اس کے بعد بائیں طرف بیت اللہ شریف کے دروازے کی جانب چلے تاکہ بیت اللہ شریف بائیں کندھے کی طرف رہے اور طواف میں حطیم کو بھی شامل کرے۔ حطیم اور بیت اللہ شریف کے بیچ میں نہ نکلے۔ جب طواف کرتا ہوا۔ رکنِ یمانی پر پہنچے تو اس کا استلام کرے۔ یعنی دونوں ہاتھ یا صرف داہنا ہاتھ اس کو لگائے۔ بوسہ نہ لے۔ اور اس پر پیشانی وغیرہ نہ رکھے۔ پھر جب حجرِ اسود پر آئے تو حجرِ اسود کا استلام کرے جیسا کہ اوّل بار کیا تھا۔ لیکن ہاتھ نہ اٹھائے۔ ہاتھ صرف پہلی بار اٹھائے جاتے ہیں اور حجرِ اسود تک پھر آنے کو شوط (یعنی ایک چکر) کہتے ہیں اور اس طرح سات چکر پورے کرے اور ساتویں شوط کے بعد آٹھویں بار پھر حجرِ اسود کا استلام کرے۔ بس اب طواف پورا ہو گیا۔ اس کے بعد دو رکعت طواف مقامِ ابراہیم کے پیچھے پڑھے۔ پہلی رکعت میں ''سورۂ کافرون'' اور دوسری میں سورۂ اخلاص پڑھے۔ پھر اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے لیکن دعائے حضرت آدم علیہ السلام اس جگہ پر ماثور ہے۔ پھر دوگانہ طواف پڑھ کر مستحب

Marfat.com

ہے کہ چاہِ زمزم پر جا کر آبِ زم زم پیئے اور دعا مانگے اس وقت دعا مقبول ہوتی ہے۔ پھر وہاں سے آ کر حجرِ اسود اور بیت اللہ شریف کے دروازے کے درمیان کی دیوار (ملتزم) سے لپٹ کر دعا مانگے۔ یہ بھی مقبولیتِ دعا کا مقام ہے۔ طواف کے بعد اگر سعی بھی کرنی ہو تو طواف شروع کرنے سے پیشتر اضطباع بھی کرے اور تمام طواف میں باقی رکھے اور اوّل کے تین چکروں میں اکڑ کر شانہ ہلاتے ہوئے تیزی سے چھوٹے چھوٹے قدموں میں چلے اور دوگانہ طواف جب پڑھے تو کندھے ڈھانپ کر پڑھے۔ اضطباع کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اضطباع صرف طواف کے لیے ہے۔

احرام کا مطلب

احرام کا مطلب ہے حرم میں آنا' حج کی نیت کرنا' اور احرام کے معنی حرام کرنا بھی ہے کیونکہ حاجی جب حج کی نیت پختہ کر کے تلبیہ (یعنی لبیک) پڑھ لیتا ہے۔ تو اس پر چند حلال اور مباح چیزیں بھی احرام کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہیں۔ اس وجہ سے اس کو احرام کہتے ہیں اور مجازاً ان دو چادروں کو بھی احرام کہتے ہیں۔ جن کو حاجی حالتِ احرام میں استعمال کرتا ہے۔

احرام باندھنے کا طریقہ

جس وقت احرام باندھنے کا ارادہ ہو۔ تو اوّل حجامت بنواؤ۔ زیرِ ناف کے بال دور کرو۔ اگر سر منڈوانے کی عادت ہو تو منڈوالو ورنہ کنگھی سے بال درست کر لو۔ بیوی اگر ساتھ ہو تو صحبت بھی مستحب ہے۔ اس کے بعد احرام کی نیت سے غسل کرو۔ اگر کسی وجہ سے نہ کر سکو تو وضو کر لو اور سلے ہوئے کپڑے بدن سے اتار دو ایک لنگی باندھ لو اور ایک چادر اوڑھ لو۔ خوشبو لگاؤ لیکن کپڑوں پر ایسی خوشبو نہ لگاؤ۔ جس کا جسم باقی رہے۔ (یعنی خوشبو کا وہ مادہ جس سے وہ مرکب ہے۔ باقی نہ رہے۔ اثر کے باقی رہنے میں کوئی حرج نہیں) اس کے بعد دو رکعت نفل احرام کی نیت سے پڑھو۔ سلام پھیر کر قبلہ رو بیٹھ کر سر کھول کر اسی جگہ نیت کرو۔ کہ احرام باندھتا ہوں۔ حج کا یا عمرہ کا یا دونوں کا اگر صرف حج کے

Marfat.com

احرام کی نیت ہے۔ تو زبان سے بھی یہ نیت کے الفاظ کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ

اگر عمرہ کی نیت ہو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهَا لِیْ تَقَبَّلْهَا مِنِّیْ

اگر دونوں کی نیت ہو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهُمَا لِیْ تَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ

اور اگر یہ الفاظ یاد نہ ہوں تو صرف یہ کہہ لو کہ یا اللہ میں حج کی نیت کرتا ہوں۔ اس کو میرے لیے آسان بنا دے اور قبول فرمالے'' اس طرح حج یا عمرہ کی نیت میں کر لو۔ اردو میں کہنا بھی کافی ہے۔ اس کے بعد بلند آواز سے تین بار تلبیہ پڑھو اس کے بعد درود شریف پڑھو۔ اس کے بعد جو چاہو دعا مانگو۔ یہ طریقہ مستحب ہے۔

اگر پہلا حج ہے۔ تو فرض کی نیت خاص طور سے کرنا اور زبان سے کہہ لینا بھی بہتر ہے۔ نیت کر لینے اور تلبیہ پڑھ لینے کے بعد احرام بندھ گیا۔ اب ان چیزوں سے بچو۔ جن کا محرم (یعنی احرام باندھنے والا) کے لیے منع ہے۔

<u>حکمِ احرام</u>

جب احرام باندھ لیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ جس چیز کا احرام باندھا ہے۔ بغیر اس کے کرنے کے کھولا نہ جائے۔ اگر کوئی ایسا فعل بھی ہو جائے کہ جس سے احرام فاسد ہو جاتا ہے۔ تب بھی تمام افعالِ حج کے ادا کیے جائیں اور اگر حج نہ ملے تو عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور اگر کوئی حج سے روک لے تو ہدی ذبح کرنے کے بعد حلال ہو۔

<u>تلبیہ پڑھنا</u>

زبان سے لبیک کا کہنا شرط ہے۔ اگر دل سے کہہ لیا تو یہ کافی نہ ہوگا۔ گونگے کو زبان

Marfat.com

ضرور ہلانی چاہیے گو الفاظ نہ سکھے اور ہر ایسا ذکر جس سے حق تعالیٰ کی تعظیم مقصود ہو تلبیہ کے قائم مقام ہوسکتا ہے جیسے "لا الہ الا اللہ ۔ الحمد للہ، اللہ اکبر" وغیرہ۔ احرام باندھنے کے وقت تلبیہ یا کوئی اور ذکر ایک مرتبہ پڑھنا فرض ہے اور اس کی تکرار سنت ہے۔ جب تلبیہ کہے تو تین بار کہے۔ تلبیہ کے درمیان میں کلام نہ کیا جائے۔ جو شخص تلبیہ پڑھ رہا ہو۔ اس کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ اگر کسی شخص نے تلبیہ پڑھنے کے وقت سلام کیا تو سلام کا جواب تلبیہ کے درمیان میں دینا جائز ہے۔ مگر تلبیہ مکمل کر کے جواب دینا زیادہ بہتر ہے۔ بشرطیکہ سلام کرنے والا چلا نہ جائے۔ فرض اور نفل نمازوں کے بعد بھی تلبیہ پڑھنا چاہیے اور ایامِ تشریق میں اوّل تکبیر کہنی چاہیے۔ اس کے بعد تلبیہ اگر اوّل تلبیہ پڑھ لیا تو تکبیر ساقط ہو جائے گی۔ مگر تلبیہ 10 ویں ذی الحجہ کو رمی کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ باقی ایام میں صرف تکبیر کہی جائے۔ اگر چند آدمی ساتھ ہوں تو ایک ساتھ مل کر تلبیہ نہ کہا جائے۔ علیحدہ علیحدہ کہیں۔ تلبیہ میں آواز بلند کرنا مسنون ہے۔ لیکن اتنی زیادہ نہیں کہ جس سے اپنے آپ کو یا نمازیوں اور سونے والوں کو تکلیف پہنچے۔ عورتوں کو تلبیہ زور سے پڑھنا منع ہے۔ (یعنی ایسی جہر سے کہنا کہ اجنبی سن لے) مسجدِ حرام منیٰ عرفات اور مزدلفہ میں بھی تلبیہ پڑھو۔ لیکن مسجد میں زور سے نہ پڑھو۔ تلبیہ حج میں رمی کرنے تک پڑھا جاتا ہے۔ جب جمرہ عقبیٰ کی رمی شروع کرے تو تلبیہ موقوف کر دے۔ پھر اس کے بعد نہ پڑھے اور عمرہ میں طواف شروع کرنے تک پڑھا جاتا ہے۔ (یعنی شروع اوّلِ استلام کے شوط پوری کرنے کے بعد تک)

نمازِ احرام

دو رکعت نفل احرام کی نیت سے ایسے وقت میں پڑھنا مسنون ہے کہ وقت مکروہ نہ ہو۔ فرض نماز کے بعد اگر احرام کی نیت کر لی تو یہ بھی کافی ہے لیکن مستقل دو نفل پڑھنا

افضل ہے جس میقات سے احرام باندھنا ہے۔ اگر اس جگہ کوئی مسجد ہے تو اس میں نماز پڑھ کر احرام باندھنا مستحب ہے۔ احرام بغیر نماز پڑھنے کے باندھنا جائز ہے لیکن مکروہ ہے اور اگر مکروہ وقت ہے تو پھر بغیر نماز باندھنا مکروہ نہیں۔ عورت کو حیض یا نفاس میں چونکہ نماز پڑھنی ناجائز ہے۔ اس لیے غسل یا وضو کر کے قبلہ رخ بیٹھ کر نیت کر کے تلبیہ پڑھنا چاہیے۔ نماز نہ پڑھے۔ احرام کے نفل سر ڈھانپ کر پڑھیں اور نماز میں اضطباع نہ کیا جائے۔ اضطباع صرف طواف میں ہوتا ہے۔ احرام کے نفل کے بعد اور دیگر نمازیں سر کھول کر پڑھی جائیں گی۔ اور جب تک احرام رہے گا۔ احرام کی حالت میں نماز میں بھی سر ڈھانپنا منع ہے۔

عورت کا احرام

عورت کا احرام مثل مرد کے احرام کے ہے۔ صرف یہ فرق ہے کہ عورت کو سر ڈھانپنا واجب ہے اور منہ پر کپڑا لگانا منع ہے اور سلے ہوئے کپڑے پہننا جائز ہیں۔ عورت کو اجنبی مردوں کے سامنے بے پردہ ہونا منع ہے۔ اس لیے کوئی چیز پیشانی کے اوپر ایسے طریقہ سے لگا کر کپڑا ڈالے کہ کپڑا چہرہ کو نہ لگے۔ عورت کو احرام میں زیور، موزے اور دستانے پہننا اولیٰ ہے۔

عورت طواف میں اضطباع اور رمل بھی نہ کرے اور سعی میں میلین اخضرین کے درمیان دوڑ کر بھی نہ چلے اور اپنی ہی چال سے چلے اور جس وقت ہجوم ہو تو صفا و مروہ پر بھی نہ چڑھے۔ اس طرح مردوں کے ہجوم کے وقت حجرِ اسود کو بوسہ بھی نہ دے اور بے شک اس کو ہاتھ بھی نہ لگائے اور طواف کی دو رکعت بھی مقامِ ابراہیم علیہ السلام میں مردوں کے ہجوم کے وقت نہ پڑھے۔ عورت کو بالوں کا منڈوانا منع ہے۔ اس کے لیے احرام کھولتے وقت ساری چوٹی پکڑ کر ایک انگلی بال خود کاٹ لے اور کسی اجنبی مرد سے بال کٹوانا بالکل حرام ہے اور منڈوائے نہیں اور ایک انگلی سے کچھ زیادہ کاٹے تا کہ اکثر حصہ سر کے بالوں کا کٹ

Marfat.com

جائے۔ عورت کو حیض میں تمام افعال کرنا جائز ہیں مگر سعی اور طواف نہ کرے اگر احرام سے پہلے حیض آجائے تو غسل کر کے احرام باندھ کر سب افعال کرے مگر سعی اور طواف نہ کرے۔ حیض کی وجہ سے طوافِ زیارت اگر اپنے وقت سے مؤخر ہو گیا تو عورت کے لیے دم واجب نہ ہو گا۔ اگر واپسی کے وقت حیض آگیا اور طوافِ وداع نہ کر سکی تب بھی دم واجب نہ ہو گا لیکن پاک ہونے کے بعد طوافِ وداع کر کے واپس ہونا افضل ہے۔

مکہ مکرمہ میں داخل ہونا

مکہ مکرمہ میں قبرستان مکہ یعنی باب المعلیٰ کی طرف سے داخل ہونا اور باب السفلیٰ سے نکلنا مستحب ہے اگر سہولت سے ممکن ہو۔ ورنہ جس طرف سے چاہے داخل ہو اور نکل بھی جائے مکہ میں داخل ہونے کے وقت غسل کرنا مسنون ہے اور جب مکہ نظر آئے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِّیْ بِھَا قَرَارًا وَّارْزُقْنِیْ فِیْھَا رِزْقًا حَلَالًا۔

مکہ میں نہایت خشوع و خضوع سے تلبیہ پڑھتا ہوا۔ مکمل ادب اور تعظیم کرتا ہوا داخل ہو۔ اور دعا بھی کرتا رہے۔ مکہ میں رات اور دن جب چاہے داخل ہونا جائز ہے لیکن دن کو داخل ہونا افضل ہے۔ مدعیٰ پر جب پہنچے تو یہ دعا مانگے۔ اگر اس طرف سے داخل ہو۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا ...... الآخر

مسجدِ حرام میں داخل ہونا

مکہ میں داخل ہوتے ہی مسجدِ حرام میں حاضر ہونا مستحب ہے اور اگر فوری ممکن نہ ہو تو اسباب وغیرہ کا بندوبست کر کے سب سے اوّل مسجد میں حاضر ہونا چاہیے۔ اس مسجد میں باب السلام سے داخل ہونا مستحب ہے۔ تلبیہ پڑھتے ہوئے نہایت خشوع و خضوع سے دربارِ الٰہی کی عظمت و جلال کا لحاظ کرتے ہوئے مسجد میں داخل ہو۔ اور پہلے دایاں پاؤں

Marfat.com

داخل کرے اور یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ رَبِّ اغْفِرْلِىْ ذُنُوْبِىْ وَافْتَحْ لِىْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

مسجدِ حرام کے اندر داخل ہونے کے بعد جب بیت اللہ شریف پر نظر پڑھے تو تین بار اللہ اکبر لاالہ الا اللہ پڑھے اور بیت اللہ شریف کو دیکھنے کے وقت ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ زِدْ هٰذَا الْبَيْتَ تَشْرِيْفًا وَّ تَعْظِيْمًا وَّ تَكْرِيْمًا وَّ مَهَابَةً وَّزِدْ مِنْ شَرَّفَهٗ وَكَرَّمَهٗ مِمَّنْ حَجَّهٗ وَاعْتَمَرَهٗ تَشْرِيْفًا وَّ تَكْرِيْمًا وَّتَعْظِيْمًا وَّ بِرًّا اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ

اس کے بعد درود شریف پڑھے اور جو دعا چاہے مانگے اس وقت دعا قبول ہوتی ہے سب سے زیادہ اہم دعا یہ ہے کہ اللہ ربّ العزت سے بلا حساب کے جنت مانگے۔ بیت اللہ شریف کے دیکھنے کے وقت کھڑے ہو کر دعا مانگنا مستحب ہے۔ مسجدِ حرام میں داخل ہو کر تحیۃ المسجد نہ پڑھے کیونکہ مسجدِ حرام کا تحیۃ طواف ہے۔ اس لیے درج بالا دعا مانگنے کے بعد طواف کرے۔ البتہ اگر طواف کرنے کی وجہ سے فرض نماز کے قضا ہونے یا مستحب وقت نکل جانے یا جماعت کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو طواف کے بجائے تحیۃ المسجد پڑھنا چاہیے۔ بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو۔ مسجدِ حرام میں بلکہ ہر مسجد میں داخل ہونے کے وقت نفل اعتکاف کی نیت کرنا مستحب ہے اور نفل اعتکاف تھوڑی دیر کا بھی جائز ہے۔ مسجدِ حرام میں نماز پڑھنے والے کے آگے سے طواف کرنے والوں کا گزرنا جائز ہے اور طواف نہ کرنے والوں کو بھی جائز ہے مگر سجدہ کی جگہ میں نہ گزریں۔

مسجدِ حرام میں نمازِ باجماعت کا ثواب

مسجدِ حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اس حساب سے اگر

Marfat.com

ایک نمازِ باجماعت پڑھی جائے تو اس کا ثواب ستائیس لاکھ نمازوں کے برابر ہوا۔ اس لیے مسجدِ حرام میں نمازِ باجماعت کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔ اس بات سے ڈریں کہ [illegible] یا زیارات کرتے ہوئے نمازِ باجماعت نہ چھوٹ جائے۔ مسجدِ حرام کی صرف ایک دن کی نماز یعنی پانچ نمازیں باجماعت ادا کرنا اگر حساب لگایا جائے تو ایک کروڑ پینتیس لاکھ 1,35,000,00 نمازیں بنتی ہیں اگر کسی کی عمر نوح علیہ السلام کے برابر بھی ہو تو مسجدِ حرام کی صرف ایک دن کی نمازیں باجماعت اس کی تمام عمر کی نمازوں سے افضل ہوں گی۔

مسجدِ حرام میں خاص ان مقامات پر نماز پڑھنے کی بھی کوشش کرنی چاہیے۔ جن مقامات میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں پڑھیں ہیں' 1- مقامِ ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے 2- حجرِ اسود کے سامنے مطاف کے کنارہ پر' 3- رکنِ شامی کے قریب' 4- کعبہ کے دروازہ کے پاس بیت اللہ شریف کے سامنے جو گڑھا ہے جس کو مقامِ جبرائیل علیہ السلام بھی کہتے ہیں' 5- بیت اللہ شریف کے سامنے حطیم میں' 6- بیت اللہ شریف کے اندر' 7- حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کے درمیان رکنِ غربی کے سامنے ایسے طریقہ سے کہ باب العمرہ پیچھے ہو' 8- مصلیٰ آدم علیہ السلام رکنِ یمانی کی جانب۔

<u>رمل کا طریقہ</u>

جس طواف کے بعد سعی ہوتی ہے اس میں اوّل کے تین چکروں میں رمل بھی ہوتا ہے جس کے بعد سعی نہیں ہوتی اس میں رمل نہیں ہوتا۔ رمل یہ ہے کہ جھپٹ کر تیزی سے چلے اور زور سے قدم اٹھائے اور قدم نزدیک نزدیک رکھے اور کندھوں کو خوب پہلوانوں کی طرح ہلا ہلا کر چلے۔ اگر طواف رمل کے ساتھ شروع کیا اور ایک دو چکر کے بعد اتنا ہجوم ہو گیا کہ رمل نہیں کر سکتا تو رمل موقوف کر دے اور طواف پورا کرے [illegible] ساتوں چکروں میں رمل کرنا مکروہ ہے لیکن کرنے سے کوئی جزا واجب [illegible] بالکل خاموش رہنا اور کچھ نہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ طواف میں [illegible] افضل ہے طواف میں ہر مقام کی دعائیں ہیں اگر یاد ہوں تو [illegible]

Marfat.com

ابتداء کس طرح ہوئی۔ حدیث شریف میں ہے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ علیہم جب حج کرنے مکہ تشریف لائے تو مشرکوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے پہلے یہ چرچا کیا کہ اب ہمارے پاس ایک گروہ آنے والا ہے جس کو یثرب (مدینہ منورہ) کے بخار (ملیریا) نے کمزور کر دیا ہے پس اس بات کی اطلاع پا کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ تین شوطوں (چکروں) میں رمل کریں اور دو رکنوں کے درمیان میں مشی (معمولی رفتار) کریں۔ آپ کو اس حکم کے دینے سے کہ وہ تمام چکروں میں رمل نہ کریں۔ یہ منظور تھا کہ لوگوں پر سہولت ہو اور بجز اس کے کوئی دیگر وجہ نہ تھی۔

سعی کا طریقہ

جس طواف کے بعد سعی ہو تو چاہیے کہ طواف سے فارغ ہو کر حجرِ اسود کا استلام کرے جیسا کہ طواف میں کیا جاتا ہے۔ یہ نواں استلام سعی کرنے والے کے لیے مستحب ہے۔ استلام کر کے باب الصفا سے مسجد سے باہر نکلے اور صفا پر جائے اور صفا کے قریب پڑھے۔

اَبْدَأُ بِمَا بَدَاَللّٰهُ بِهٖ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ

اور صفا کی سیڑھیوں پر اتنا چڑھے کہ بیت اللہ شریف کا دروازہ نظر آسکے۔ پھر بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف کندھوں تک اٹھائے جیسے دعا میں اٹھاتے ہیں اس کے بعد تین بار اللہ ربّ العزت کی حمد و ثنا کرے اور تکبیر و تہلیل بھی بلند آواز سے تین بار کہے اور آہستہ سے درود شریف پڑھے اور جو چاہے دعا مانگے اور تلبیہ بھی کرتا رہے۔ دیر تک ٹھہرا رہے۔ تقریباً پچیس آیت کی مقدار تک ٹھہرے۔ پھر اپنی رفتار سے ذکر کرتا ہوا اور دعا مانگتا ہوا مروہ کی طرف چلے اور درمیان میں صفا و مروہ کے یہ دعائے ماثورہ پڑھے۔ (دعائے منقولہ وہ دعا جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے)

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ

Marfat.com

اور اس کے علاوہ جو چاہے پڑھے۔ یہاں بھی دعا قبول ہوتی ہے اور جب میل (جو مسجد کے کونے پر لگا ہے) سے چھ ہاتھ کے فاصلہ پر رہ جائے تو دوڑ کر چلے کہ متوسط طریق پر دوڑے جب دونوں میلوں سے نکل جائے تو پھر اپنی چال سے چلنے لگے۔ یہاں تک کہ مروہ تک پہنچے اور مروہ پر اتنا چڑھے کہ اگر سامنے مکانات بن گئے ہیں اس لیے نظر نہیں آتا اور دائیں جانب کو مائل ہو کر بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور جس طرح صفا پر ذکر اور دعا کی تھی یہاں بھی کرے کیونکہ یہاں بھی دعا قبول ہوتی ہے۔ لہذا یہ صفا سے مروہ تک ایک چکر ہو گیا اس کے بعد مروہ سے اتر کر پھر صفا تک چلے اور دونوں میلوں کے درمیان دوڑ کر چلے اور صفا پر چڑھ کر پھر اسی طرح دعا و ذکر وغیرہ کرے۔ جیسے پہلے کیا تھا۔ یہ صفا سے مروہ تک پھیرے ہو گئے۔ اسی طرح سات پھیرے مکمل کرے پھر سعی کے سات پھیرے مکمل کرنے کے بعد دو رکعت نفل مسجدِ حرام میں پڑھے اور مطاف (یعنی طواف کرنے والی جگہ) کے کنارے پر پڑھنا مستحب ہے حج کی سعی اگر طوافِ قدوم کے بعد طوافِ زیارت سے پہلے کرے تو سعی میں تلبیہ نہ پڑھے اور عمرہ کی سعی میں تلبیہ نہ پڑھے اور تمتع کرنے والا بھی تلبیہ نہ پڑھے کیونکہ عمرہ کرنے والے اور تمتع کرنے والے کا تلبیہ طواف شروع کرنے کے وقت ختم ہو جاتا ہے اور حج کرنے والے کا رمی شروع کرنے کے وقت ختم ہو جاتا ہے اگر ہجوم کی وجہ سے میلین کے درمیانِ تیزی سے نہ چل سکتا ہو تو ہجوم کے کم ہونے کا انتظار کرے۔ (یعنی جہاں دوڑ سکتا ہو دوڑے اور جہاں یہ موقع نہ ہو وہاں ایسے چلے کہ مثل دوڑنے والوں کے حرکت کرتا رہے)

مکہ کا قیام

سعی سے فارغ ہو کر مکہ کے قیام میں مفرد اور قارن جب طوافِ قدوم اور سعی سے فارغ ہو جائے تو اس کو احرام باندھے ہوئے مکہ میں رہنا چاہیے اور محرمات سے احرام

Marfat.com

سے بچنا چاہیے اور متمتع جس وقت عمرہ کے طواف اور سعی سے فارغ ہو جائے تو حلق (یعنی بال منڈوائے) کرائے پس اس کے بعد وہ حلال ہو گیا اور جو چیزیں احرام کی وجہ سے اس پر حرام ہو گئی تھیں۔ اب وہ حلال ہو گئیں اور جب تک دوبارہ احرام نہ باندھے گا۔ حلال ہی رہیں گی اور حج کے لیے آٹھویں تاریخ کو یا اس سے پہلے حج کا احرام باندھنا ہو گا۔ مفرد اور قارن طوافِ قدوم اور عمرہ سے فارغ ہو کر مکہ میں رہتے ہوئے جس وقت چاہے نفل طواف کرے۔ لیکن نفل طواف میں رمل اور اضطباع نہیں ہوتا اور اس کے بعد نفل سعی بھی نہیں لیکن نفل طواف کے بعد بھی دو رکعت پڑھنا واجب ہے۔ مفرد اور قارن طوافِ قدوم اور عمرہ کے بعد تلبیہ پڑھتا رہے۔ البتہ طواف کرتا ہوا نہ پڑھے۔ مفرد اور قارن کا تلبیہ جمرہ عقبیٰ کی رمی کے وقت ختم ہو جاتا ہے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ سعی نفل نہیں ہوتی۔

خطباتِ حج

حج میں تین خطبات مسنون ہیں ایک سات 7 ذی الحجہ کو ظہر کے بعد دوسرا نوویں ذی الحجہ کو مسجدِ نمرہ میں۔ عرفات میں زوال کے بعد ظہر اور عصر کی نماز اکٹھی پڑھنے سے پہلے۔ تیسرا منیٰ میں گیارہویں ذی الحجہ کو مسجدِ خیف میں ظہر کے بعد اگر امام یہ خطبات پڑھے تو ان کو سننا چاہیے۔

عرفات کے خطبہ کے درمیان مثل جمعہ کے امام بیٹھتا ہے اور باقی دو میں نہیں بیٹھتا۔ ان خطبوں میں احکامات حج بیان ہوتے ہیں۔

مکہ سے منیٰ کو روانگی

آٹھویں ذی الحجہ کو متمتع اور اہلِ مکہ کو حج کا احرام باندھنا چاہیے۔ بہر حال اس سے پہلے بھی باندھنا جائز ہے لیکن سہولت آپ کو اس میں ہے کہ 8 ویں ذی الحجہ کی صبح کو باندھیں۔ اب پہلے آپ غسل کریں۔ اگر غسل نہ کر سکتے ہوں صرف وضو کر لیں اور پھر ایک

Marfat.com

لنگی باندھ لیں اور ایک چادر اوڑھ لیں۔ اس کے بعد مسجدِ حرام میں دوگانہ برائے احرام پڑھیے یہ دوگانہ سر ڈھانپ کر پڑھنا چاہیے۔ پھر سلام پھیرتے ہی سر کھول کر اور حج کی نیت کرتے ہی تین دفعہ تلبیہ پڑھیں۔ قارن کو اب نئے احرام کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کا پہلا احرام کافی ہے۔ تلبیہ کے بعد حاجی جو چاہے دعا کرے۔ بس نیت کر کے اور تلبیہ پڑھ کر اب آپ محرم ہو گئے اور احرام کی وہ ساری پابندیاں اب پھر آپ پر عائد ہو گئیں۔ اب آپ 10 ویں تاریخ کو قربانی کر کے سر منڈوائیں گے۔ تب آپ کا احرام ختم ہوگا۔ اب آپ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ذوق و شوق اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت اور استحضار کے ساتھ تلبیہ کثرت سے پڑھتے رہیں۔ عمرہ کے احرام کے بعد طواف شروع کرنے پر تلبیہ کا سلسلہ ختم ہوا تھا اور اب حج کے اس احرام کے بعد 10 ویں تاریخ کو جب آپ جمرۃ العقبیٰ کی رمی کریں گے تو اس وقت تلبیہ کا سلسلہ ختم ہوگا۔ پھر 8 ویں تاریخ کی صبح کو ہی منیٰ روانہ ہو جائیے اور راستہ میں تلبیہ پڑھتے رہیے۔ جلد چلنے سے راستہ کی دھوپ اور ہجوم سے بچیں گے اور مسجدِ خیف میں جگہ بھی پا سکیں گے۔ لہٰذا جب آپ منیٰ پہنچ جائیں تو آپ کو اب کوئی خاص کام نہیں کرنا ہے بلکہ آج کا دن اور رات (یعنی 8 ویں ذی الحجہ کا دن اور 8 ویں اور 9 ویں ذی الحجہ کی درمیانی رات) یہاں گزارنا ہی بس ایک عمل ہے اور پانچ نمازیں پڑھنا مسنون ہے۔

منیٰ سے عرفات روانگی اور وقوفِ عرفات

9 ویں ذی الحجہ کی صبح کو سورج نکلنے کے بعد یہاں سے عرفات کو چلنا ہوگا۔ عرفات منیٰ سے تقریباً چھ میل ہے۔ راستہ میں تلبیہ پڑھتے ہوئے چلیں۔ عرفات پہنچ کر اگر آپ اپنے لیے ضروری سمجھیں تو کچھ حرج بھی نہیں ہے کہ زوال سے پہلے کچھ دیر آرام بھی کر لیں۔ پھر جب زوال کے قریب وقت آئے اور آپ کو غسل کے لیے پانی مل سکے تو بہتر ہے [illegible] کر لیں

لیں۔ لیکن اس غسل میں جسم کا میل اتارنے کی کوشش نہ کریں بس سارے جسم پر پانی بہا لیں۔ زوال ہوتے ہی مسجدِ نمرہ میں ظہر اور عصر کی نماز ایک جماعت سے ہوگی۔ اگر وہاں آسانی سے پہنچ سکیں تو پھر امام کے ساتھ آپ بھی دونوں ساتھ پڑھیں لیکن اگر کسی وجہ سے اس نماز میں شرکت نہ کر سکیں تو پھر ظہر کی نمازِ ظہر کے وقت اور عصر کی نمازِ عصر کے وقت پڑھیں۔ عرفات کے یہ چند گھنٹے سارے حج کا نچوڑ ہیں ان کو ضائع نہ کریں۔

یہاں کا خاص الخاص وظیفہ دعا اور استغفار ہے۔ اس لیے اپنے ذوق کے مطابق ذکر و تسبیح، تکبیر و تہلیل اور تلاوت کا بھی شغل رکھیں اور تھوڑی تھوڑی دیر کے وقفہ سے تلبیہ بھی کہتے رہیے اور دعا میں اپنی بے بسی، حاجت مندی اور اللہ تعالیٰ کی بے انتہائی قدرت اور شانِ کن فیکون کا استحضار کر کے اور زیادہ سے زیادہ الحاح اور انابت کی کیفیت پیدا کر کے اور یقینِ کامل کو اپنے دل میں پیدا کر کے پہلے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور مغفرتِ بے حساب کی دعا کریں۔ دنیا و آخرت کی اپنی سب ضرورتیں مانگیں۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے بعد اس دنیا میں آپ کے ماں باپ سب سے بڑے محسن ہیں۔ ان کے لیے بھی خوب دعا کریں اور خوب پھوٹ پھوٹ کر روئیں اور اس دن رونے اور مانگنے میں کوئی کمی نہ کریں اور اپنی سیاہ کاریوں اور تباہ کاریوں کو یاد کر کے ان کی معافی اللہ بزرگ و برتر سے رو رو کر مانگیے۔ اپنے محسنوں اور مخلصوں کے لیے دعا مانگیں۔ دین کی ترقی، سربلندی، سرسبزی کی دعا کریں۔ حضورِ اقدس ﷺ کے لیے آپ ﷺ کی آل اور اصحاب رضوان اللہ علیہم کے لیے اللہ رب العزت سے رحمت اور رفعِ درجات کی دعا کریں۔ بہتر یہ ہے کہ یہی آپ کی دعا کا خاتمہ ہو۔

جبلِ رحمت کے قریب دعا

جب دھوپ ہلکی پڑ جائے تو لبیک لبیک پکارتے ہوئے۔ ''جبلِ رحمت'' کی طرف

Marfat.com

جائے۔ (جبلِ رحمت عرفات ہی میں وہ جگہ ہے۔ جہاں حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے قیام فرمایا تھا) اور خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ یہاں بھی دل کھول کر اپنے رب سے دعا کریں۔

اپنی مغفرت کا یقین؛ میدانِ عرفات میں جمع ہونے والوں دعائیں مانگنے والوں اور مغفرت چاہنے والوں کے لیے اللہ رب العزت کے بڑے بڑے کریمانہ وعدے ہیں دل میں ان کا استحضار (شمار) کرکے اور ان کو یاد کرکے ان پر پختہ یقین کریں۔ اپنے نفس کی گندگی اور شرارت اور عمر بھر کے گناہوں کے ذاتی علم کے باوجود اللہ تعالیٰ کی غفاری اور کریمی کے بھروسہ پر یقین رکھیں۔ کہ اس نے آج آپ کے گناہوں کو بخش دیا ہے اور آپ کے لیے مغفرت اور جنت کا فیصلہ لکھ دیا ہے۔ یہ یقین اپنے دل میں پیدا کرکے اس ربّ کریم کا شکر ادا کریں اور رسول اللہ ﷺ پر آپ ﷺ کے اہلِ بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم پر درود و سلام پڑھیں کہ انہیں کی رہنمائی اور سعی و کوشش نے آپ کو اللہ ربّ العزت کی رحمت و انعامات سے آشنا کیا اور ملتِ ابراہیمی سے آپ کا رشتہ جوڑا۔

وقوفِ عرفات جو حج کا رکنِ اعظم ہے (اگر اللہ تعالیٰ نہ کرے وہ فوت ہو جائے تو حج ہی فوت ہو جاتا ہے) الحمد للہ آپ کو نصیب ہو گیا۔

عرفات سے مزدلفہ

جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو انتہائی متانت اور وقار سے عازمین کے راستہ (جو راستہ دو پہاڑوں کے درمیان ہے) سے مزدلفہ کو آنا مستحب ہے۔ اگر کسی دوسرے راستے سے آئے تو بھی جائز ہے۔ مگر خلافِ اولیٰ ہے۔ مزدلفہ منیٰ اور عرفات کے درمیان میں ایک میدان ہے جو منیٰ سے تین میل اور عرفات سے بھی تین میل ہے۔ اگر راستہ فراخ ہو اور ہجوم نہ ہو اور کسی کو تکلیف بھی نہ ہو تو ذرا تیز چلے ورنہ احتیاط سے چلے کسی کو تکلیف نہ پہنچانا

Marfat.com

حرام ہے اور امام سے پہلے عرفات سے نہ چلے لیکن اگر رات ہونے لگے اور امام چلنے میں تاخیر کرے تو پھر امام کے چلنے کا انتظار نہ کریں۔ مزدلفہ کے راستہ میں تلبیہ' تکبیر' دعا اور درود شریف کثرت سے پڑھتے رہیں۔ مغرب اور عشاء کی نماز راستے یا عرفات میں نہ پڑھیں بلکہ مزدلفہ میں آ کر عشاء کے وقت میں دونوں کو پڑھے۔ مزدلفہ میں داخل ہونے کے لیے غسل مستحب ہے۔ مزدلفہ میں جبل قزح کے قریب راستہ کے دائیں یا بائیں جانب ٹھہرے۔ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں دونوں اکٹھی پڑھی جاتی ہیں جب عشاء کا وقت ہو جائے تو ایک اذان اور ایک تکبیر سے مغرب اور عشاء کی نماز ادا کرے۔ پہلے مغرب کی نماز پڑھے پھر عشاء کی' عشاء کے لیے اذان اور تکبیر نہ کہے اور دونوں کے درمیان میں سنت اور نوافل بھی نہ پڑھے بلکہ مغرب اور عشاء کی سنتیں اور وتر عشاء کی نماز کے بعد پڑھے۔ اگر دونوں نمازوں کے بیچ میں زیادہ دیر یعنی فاصلہ ہو جائے تو اذان اور تکبیر کہنی چاہیے۔ مغرب میں ادا کی نیت کرے۔ قضا کی نیت نہ کرے۔ گو قضا کی نیت سے بھی نماز ہو جائے گی۔

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھنے کے لیے جماعت شرط نہیں ہے۔ خواہ جماعت سے پڑھے یا تنہا پڑھے۔ مگر دونوں نمازوں کو اکٹھا پڑھے لیکن جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔ مزدلفہ میں صبحِ صادق تک ٹھہرنا مستحب ہے۔ اس شب میں جاگنا تلاوت ونفل اور دعا وغیرہ کرنا مستحب ہے اور جب صبحِ صادق ہو جائے تو اندھیرے میں خلیفہ کے ساتھ نماز پڑھے۔ اگر ممکن ہو ورنہ خود جماعت کرے اور تنہا بھی جائز ہے مگر جماعت افضل ہے۔ صبحِ صادق کے بعد غسل کرے مستحب ہے پھر وقوفِ مزدلفہ کرے۔ اگر نماز سے پہلے وقوف کرے اور پھر خوب اجالا کر کے نماز پڑھے تو جائز ہے لیکن اولیٰ جماعت کے بعد ہے۔ اس وقوف میں بھی درود شریف' تکبیر' تہلیل' استغفار' تلبیہ اور ذکر و اذکار خوب کرے اور ہاتھ دعا میں دعا کی طرح اٹھائے۔ مزدلفہ سب کا سب ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ مگر وادی

Marfat.com

محسر میں نہ ٹھہرے۔ یہاں کے وقوف کا وقت صبح صادق سے طلوع آفتاب تک ہے۔ وقوفِ مزدلفہ واجب ہے۔ گو ذرا سی دیر ہو۔

مزدلفہ سے منیٰ

جب سورج نکلنے میں دو رکعت کے برابر وقت رہ جائے تو منیٰ کو نہایت سکون و وقار سے چلے اور راستہ میں تلبیہ اور ذکر کرتا ہوا چلے۔ جب بطنِ محسر کے کنارے پر پہنچے تو اس سے دوڑ کر نکل جائے اور اگر سوار ہو تو سواری کو تیز چلائے اور جب پانچ سو پینتالیس گز کے قریب نکل جائے تو پھر آہستہ آہستہ چلنے لگے اور وادی محسر کی پیمائش اسی قدر ہے۔ مزدلفہ سے سات کنکریاں مثل کھجور کی گٹھلی یا ثابت چنے کے برابر اٹھالے۔ رمی کرنے کے لیے مستحب ہے۔ اور کسی پاک جگہ سے اور راستہ سے اٹھانا بھی جائز ہے۔ مگر جمرہ (جس جگہ کنکریاں ماری جاتی ہیں) کے پاس سے نہ اٹھائے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس کا حج قبول ہوتا ہے اس کی کنکریاں اٹھالی جاتی ہیں اور جس کا حج قبول نہیں ہوتا اس کی کنکریاں پڑی رہ جاتی ہیں۔ لہٰذا جو کنکریاں وہاں پڑی ہوئی ہیں وہ مردود ہیں ان کو نہ اٹھائے البتہ اگر کوئی ان کو اٹھا کر مارے گا تو جائز ہے مگر مکروہِ تنزیہی ہے۔

مسجدِ خیف یا کسی اور مسجد سے کنکریاں اٹھانا ممنوع ہے ناپاک جگہ کی کنکریوں سے بھی رمی کرنا مکروہ ہے۔ بڑے پتھر کو توڑ کر چھوٹی کنکریاں بنانا مکروہ ہے۔ سات کنکریاں جمرۃ العقبیٰ پر 10 ویں ذالحجہ کو ماری جاتی ہیں۔ ان کو مزدلفہ سے اٹھانا جائز ہے۔ کنکریوں کو دھو کر مارنا مستحب ہے اگرچہ پاک جگہ سے اٹھائی ہوئی ہوں۔

جمرۂ عقبیٰ کی رمی

10 ویں ذی الحجہ کو سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے منی کو چلے اور جمرہ آخری یعنی جمرہ العقبیٰ کی رمی کرے۔ اس کے بعد قربانی کریں۔ پھر سر کے بال منڈوا کر یا کتروا کر احرام

Marfat.com

کھول دیں اس کے بعد طواف زیارت کریں پھر منیٰ میں 12 ویں اور 13 ویں کو قیام کریں اور 11 ویں اور 12 ویں کو تینوں جمرات پر کنکریاں ماریں اور 13 ویں کو بھی اگر منیٰ میں ٹھہریں تو تینوں جمرات پر کنکریاں ماریں۔

منیٰ کے بیچ کے راستہ میں تین مقامات ہیں ان پر پتھر کے تین ستون قدِ آدم اونچے ہوئے ہیں۔ ان تینوں مقامات کو جمار اور جمرات کہتے ہیں اور ہر ایک کو جمرہ کہتے ہیں۔ ان میں سے جو مکہ کی طرف ہے اس کو جمرۃ العقبیٰ، جمرۃ الکبریٰ اور جمرۃ الاخریٰ کہتے ہیں۔ بیچ والے کو جمرۃ الوسطیٰ کہتے ہیں اور تیسرا جو مسجد خیف کے پاس ہے اس کو جمرۃ الاولیٰ کہتے ہیں۔ 10 ویں ذی الحجہ کو صرف جمرۃ العقبیٰ کی رمی ہوتی ہے۔ رمی کرنا واجب ہے اور رمی کے چھوڑنے سے دم واجب ہوتا ہے۔ 10 ویں ذی الحجہ کو رمی کا وقت صبحِ صادق سے 11ویں ذی الحجہ کی صبحِ صادق تک ہے اور اگر صبحِ صادق ہو گی اور رمی نہ کی تو دم واجب ہوگا۔ اور 10 ویں ذی الحجہ کی صبحِ صادق سے پہلے رمی جائز نہیں ہے مسنون وقت 10 ویں ذی الحجہ کا سورج طلوع ہونے سے وقتِ زوال تک ہے اور زوال سے غروب آفتاب تک مباح ہے اور غروب آفتاب کے بعد مکروہ ہے اور 10 ویں ذی الحجہ کی صبحِ صادق سے طلوعِ آفتاب سے پہلے بھی مکروہ ہے۔ البتہ عورت مریض یا کمزور لوگ اگر ہجوم کے خوف سے پہلے یعنی سویرے آ کر کرلیں تو ان کے لیے مکروہ نہیں ہے۔

10 ویں ذی الحجہ کو جب منیٰ میں آئے تو پہلے اور دوسرے جمرہ کو چھوڑ کر تیسرے جمرہ پر آئے اور سب کاموں کو چھوڑ کر سب سے پہلے رمی کریں۔

رمی کے وقت سب سے پہلے جمرۃ العقبیٰ کی رمی کریں اور سات کنکریاں ہاتھ میں لے جائیں اور اس ستون سے اڑھائی یا تین گز کے فاصلہ سے اس طرح کھڑے ہوں کہ منیٰ آپ کے دائیں جانب ہو اور مکہ بائیں جانب ہو۔ انگوٹھے اور انگشتِ شہادت سے کنکری پکڑ کر سات بار میں سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری مارتے وقت یہ کہیں بِسْمِ

Marfat.com

اللهِ اَللهُ اَکْبَرُ مَرْغَمًا لِلشَّیْطَانِ وَرِضِیءً لِلرَّحْمٰنِ یعنی میں اللہ کا نام لے کر مارتا ہوں اللہ بہت بڑا ہے سب سے بڑا ہے میں یہ کنکریاں مارتا ہوں شیطان کو ذلیل کرنے اور جلانے کے لیے اور نہایت رحم والے اپنے پروردگار کو راضی کرنے کے لیے۔

اگر درج بالا کلمہ یاد نہ ہو تو صرف اردو ترجمہ والے کلمات کافی ہیں اگر وہ بھی نہ یاد ہو تو صرف ''بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ہی کنکریاں ماردیں تلبیہ جو آپ اب تک پڑھ رہے تھے۔ اس رمی پر اس کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ اب دوسرے دیگر اذکار تسبیح و تحمید اور تکبیر و تہلیل وغیرہ سے اپنی زبان تر رکھیں۔ لبیک لبیک پکارنے کا اب آپ کو حکم نہیں رہا۔

قربانی

سب سے پہلے آپ یہ یاد رکھیں کہ یہ قربانی کہ جس کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے۔ اس سے مراد حج کی قربانی ہے اور عید قربان والی قربانی جو کہ ہر صاحبِ نصاب پر واجب ہوتی ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔ رمی سے فارغ ہو کر سیدھے منحر یعنی قربان گاہ جایئے۔ اگر آپ نے حج تمتع کیا ہے اس کے شکریہ میں ایک قربانی آپ پر واجب ہے۔ اسی طرح قران کرنے والے پر بھی یہ قربانی واجب ہے البتہ حج افراد کرنے والے پر واجب نہیں ہے۔ اس کے حق میں صرف مستحب ہے۔ منحر لاکھوں (بلا مبالغہ لاکھوں) دنبے' بکرے' مینڈھے' اونٹ' گائے' بھیڑیں' بکریاں آپ دیکھیں گے' اپنی پسند اور وسعت کے مطابق دیکھ کر خرید کر لیں اور قربانی کریں۔

حلق یا قصر

قربانی کے بعد سر منڈوائیں یا بال ترشوائیں لیکن سر منڈوانا افضل ہے۔ عورتوں کے لیے بال کٹوانا یا ترشوانا ناجائز ہے ان کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ چوٹی کا سرا پکڑ کر صرف ایک انگلی بال ترشوا دیں بلکہ خود تراش لیں یہی کافی ہے لیجئے اب آپ کا احرام بھی

Marfat.com

ختم ہوگیا۔ اب آپ کو سلے ہوئے کپڑے پہننے' نہانے دھونے خوشبو وغیرہ لگانے کی آزادی ہے۔ البتہ بیوی سے جماع' لپٹنا' یا بوسہ وغیرہ لینا جائز نہیں ہے اور جب آپ طوافِ زیارت کرلیں تو یہ پابندی بھی ختم ہو جائے گی۔

طوافِ زیارت اور سعی

حج کے دو ہی رکن ہیں' 1-وقوفِ عرفہ' 2-طوافِ زیارت یہ طواف اگرچہ 12 ویں ذی الحجہ کی شام تک بھی کیا جا سکتا ہے لیکن افضل یہی ہے کہ فوراً یعنی آج ہی کرلیں جب آپ نے قربانی کے بعد بال منڈوا لیے تو اب خواہ نہا دھو کے اور سلے ہوئے کپڑے پہن کر خواہ احرام ہی باندھے ہوئے مکہ معظمہ روانہ ہو جائیں اور مسجدِ حرام میں داخلہ کا اور طواف کا جو طریقہ پہلے اپنا چکے ہیں۔ اسی کے مطابق اور ان ہی ادب و احترام کے ساتھ مسجدِ حرام پہنچ کر طواف کریں اور چونکہ اس طواف کے بعد آپ کو صفا اور مروہ کی سعی بھی کرنی ہے۔ اس لیے عمرہ والے طواف کی طرح اس طواف میں بھی اضطباع اور تین چکروں پہلے والے میں رمل بھی کیجئے۔ (اگر حجِ افراد یا قران والے حاجی طوافِ قدوم کے بعد یا حجِ تمتع کرنے والا حاجی کسی نفل طواف کے بعد اس سے پہلے سعی کر چکا ہو' تو طوافِ زیارت کے بعد وہ سعی نہیں کرے گا اور طواف میں اضطباع اور رمل بھی نہیں کرے گا) طواف سے فارغ ہو کر مقامِ ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے یا اس کے قریب میں دوگانہ طواف پڑھیں اور ملتزم سے لپٹ کر دعا مانگیں۔ پھر زم زم شریف پر جا کر پانی پئیں اور دعا مانگیں پھر حجرِ اسود کا استلام کرنے کے بعد باب الصفا سے نکل کر صفا جائیے اور صفا و مروہ کے درمیان سات پھیرے کریں اور ہر پھیرے میں جب صفا یا مروہ پر پہنچنا ہو تو قبلہ رو ہو کر اطمینان سے دعا کریں اور دیر تک اللہ ربّ العزت کی حمد و ثنا کریں۔

لیجئے اللہ ربّ العزت کے فضل و کرم سے اب آپ طوافِ زیارت اور اس کے بعد

Marfat.com

والی سعی سے بھی فارغ ہو گئے۔ اب احرام کی کوئی بھی پابندی آپ کے لیے نہیں رہی۔

10 ویں ذی الحجہ کو طوافِ زیارت کے دن پھر مکہ سے منیٰ واپس آجائیں اور نمازِ ظہر منیٰ میں آکر پڑھنا مسنون ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مکہ میں مسجدِ حرام ہی میں پڑھنا مسنون ہے۔

جبکہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مسجدِ حرام میں نمازِ ظہر پڑھنے کو ترجیح دی ہے اور رات کو منیٰ میں رہنا سنت ہے۔ منیٰ کے علاوہ کسی دوسری جگہ رات کو رہنا مکروہ ہے۔ خواہ مکہ میں رہے یا راستہ میں۔ رمی کرنا واجب ہے اور رمی کے چار دن میں 10 ویں' 11 ویں' 12 ویں اور 13 ویں ذی الحجہ

10 ویں کو صرف جمرۃ العقبیٰ کی رمی ہوتی ہے اور باقی ایام میں تینوں جمروں کی رمی کی جاتی ہے۔ 11 ویں ذی الحجہ کو زوال کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر تینوں جمرات پر سات سات کنکریاں ماریں۔ اوّل جمرۃ الاولیٰ (جو مسجدِ خیف کے قریب ہے) کی رمی کرے اور رمی کے بعد ذرا آگے بڑھ کر قبلہ رخ کھڑے ہو کر ہاتھ بلند کرکے حق تعالیٰ کی حمد وثنا کرے اور تسبیح وتکبیر پڑھے۔ پھر دعا مانگیں۔ اس کے بعد جمرۂ وسطیٰ اور اس کے بعد جمرۃ الاخریٰ کی رمی کریں اور اس رمی کے بعد ٹھہر کر دعا وغیرہ نہ کریں۔ یہ صرف جمرۂ اولیٰ اور وسطیٰ کی رمی کے بعد سنت ہے۔ جمرۂ اُخریٰ کی رمی سے فارغ ہو کر اپنی قیام گاہ پر واپس آجائیں اور رات کو منیٰ میں رہیں پھر 12 ویں ذی الحجہ کو زوال کے بعد اسی طرح جمرات کی رمی کریں اور سب امورِ مذکورہ کا خیال رکھیں۔ اس کے بعد 13 ویں ذی الحجہ کو بھی اسی طرح تمام جمرات کی رمی کریں۔ رمی سے فارغ ہو کر 12 ویں یا 13 ویں ذی الحجہ کو مکہ معظمہ آجائیں اور محصب میں تھوڑی دیر ٹھہر کر دعا کریں۔

پوری سنت تو یہ ہے کہ 13 ویں ذی الحجہ کو رمی کے بعد ظہر' عصر' مغرب اور عشاء محصب میں پڑھیں اور پھر ذرا سو جائیں یا تھوڑی دیر کے لیے لیٹ جائیں اور پھر مکہ میں آئیں۔

Marfat.com

طوافِ وداع

یعنی طوافِ رخصت اس کو طوافِ صدر، طوافِ واجب اور طوافِ افاضہ بھی کہتے ہیں کہ اس طواف کے بعد آفاقی یعنی باہر کا رہنے والا رخصت ہوتا ہے۔ چنانچہ حج سے فارغ ہو کر جب مکہ سے سفر کا ارادہ ہو تو طوافِ وداع کرے۔ اس میں رمل اور سعی نہ کرے۔ طواف کے بعد دوگانہ طواف پڑھ کر قبلہ رخ کھڑے ہو کر خوب پیٹ بھر کر کئی سانس میں آبِ زم زم پیئے اور ہر سانس میں بیت اللہ شریف کی طرف دیکھے اور آبِ زم زم چہرہ سر اور بدن پر بھی ملے اور اپنے اوپر بھی ڈالے پھر بیت اللہ شریف کی دہلیز کو جو زمین سے ابھری ہوئی ہے۔ بوسہ دے۔ پھر ملتزم سے لپٹے' سینہ اور دائیاں رخسار ملتزم کو لگا کر دایاں ہاتھ دوپہر کو اٹھائے اور بیت اللہ شریف کا پردہ پکڑے جیسا کہ کوئی اور خادم اپنے آقا کا دامن پکڑتا ہے۔ اگر پردہ تک ہاتھ نہ پہنچے تو دونوں ہاتھ سر کے اوپر کو اٹھا کر دیوار پر سیدھے کھڑے کر کے پھیلا دے۔ غرض جس طرح ہو سکے اس وقت خوب روئے۔ گڑگڑائے آہ و زاری کرے۔ دل سے جدائی کا افسوس کرے۔ پھر حجرِ اسود کا استلام کرے اور الٹے پاؤں (الٹے پاؤں چلنا اور بیت اللہ شریف کی چوکھٹ کو بوسہ دینا' رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے ثابت نہیں ہے لیکن علماء و مشائخ نے بیت اللہ شریف کی تعظیم کی وجہ سے مستحسن سمجھا ہے) باب الوداع سے بیت اللہ شریف کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا اور روتا ہوا مسجدِ حرام سے باہر نکلے اور دروازہ پر کھڑے ہو کر دعا مانگے۔ حیض و نفاس والی عورت طواف نہ کرے بلکہ باب الوداع پر کھڑی ہو کر دعا مانگ لے۔ بس اب چونکہ طوافِ وداع ہو گیا۔ اس لیے فوراً سفر شروع کرے۔ طوافِ وداع کے بعد اگر کچھ قیام ہو گا تو پھر چلنے کے وقت دوبارہ طوافِ وداع مستحب ہے۔ حائضہ عورت کو اگر مکہ سے نکلنے سے پہلے پاکی حاصل ہو

Marfat.com

جائے تو اس کو لوٹ کر طوافِ وداع کرنا واجب ہے۔ اگر آبادی سے باہر نکل کر یاد آئی ہوئی تو پھر طوافِ وداع واجب نہیں لیکن اگر میقات سے گزرنے سے قبل لوٹ آئے گی تو بھی طوافِ واجب ہو گا۔ طواف کے لیے نیت کرنا شرط نہیں ہے کہ فلاں طواف کرتا ہوں بلکہ ہر طواف کے وقت میں مطلق طواف کی نیت کافی ہے۔ طوافِ زیارت کے بعد اگر نفل طواف کر چکا ہے تو وہ بھی طوافِ وداع کے قائم مقام ہو جائے گا۔

حجِ قران اور افراد

حج کی تین صورتیں ہیں' 1- تمتع' 2- قران' 3- افراد۔ قران اور تمتع میں تو یہ فرق ہے کہ تمتع میں میقات پر صرف عمرہ کا احرام باندھتے ہیں اور مکہ معظمہ پہنچ کر عمرہ کر کے احرام کھول دیا جاتا ہے اور حج کے لیے پھر وہیں سے دوسرا احرام باندھ لیا جاتا ہے اور قران میں میقات پر عمرہ اور حج دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھا جاتا ہے اور اسی ایک احرام سے دونوں کو ادا کرنے کی نیت ہوتی ہے۔ چنانچہ قارن مکہ معظمہ پہنچ کر عمرہ کرتا ہے لیکن عمرہ کا طواف اور سعی کر لینے کے بعد بال نہیں منڈواتا بلکہ اسی طرح احرام کی حالت میں رہتا ہے۔ یہاں تک کہ 8 ویں ذی الحجہ کو مکہ معظمہ سے منیٰ کو جاتا ہے اور آگے اس کا سارا پروگرام بھی وہی رہتا ہے۔ جو تمتع کرنے والے حاجی کا ہوتا ہے۔

اور افراد کی صورت یہ ہوتی ہے کہ میقات پر صرف حج کا احرام باندھا جاتا ہے اور اس احرام میں صرف حج ہی کیا جاتا ہے اور حج سے پہلے عمرہ نہیں کیا جاتا اور حج کرنے والا حاجی بھی جو احرام میقات سے باندھتا ہے۔ وہ حج سے پہلے نہیں کھلتا اور 10 ویں ذی الحجہ کو جمرہ عقبیٰ کی رمی کرنے تک احرام کی ساری پابندیاں عائد رہتی ہیں۔ ان تینوں صورتوں کے حج کے اعمال میں اور پروگرام میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ افراد کرنے والے پر قربانی واجب نہیں مستحب ہے۔

Marfat.com

بہر حال جتنے دن بھی مکہ معظمہ میں ٹھہریں، پوری خوش دلی سے رہیں ۔ اللہ ربّ العزت کا بے حد شکر ادا کریں کہ اس نے یہ موقع آپ کو نصیب فرمایا۔ دن میں یا رات میں جتنے ہو سکیں طواف کریں۔ یعنی نفلی طواف تنعیم یا جعرانہ جا کر وہاں سے احرام باندھ کر نفلی عمرے بھی کریں۔ اپنی طرف سے اپنے والدین کی طرف سے اپنے محسنوں کی طرف سے غرض جس کی طرف سے دل چاہے۔ مسجدِ حرام میں نفل نماز پڑھیں، عمر بھر ہزاروں میل کے فاصلہ سے جس کعبہ کی جانب منہ کر کے غائبانہ نمازیں اب تک پڑھتے رہے تھے اور آئندہ بھی انشاء اللہ پڑھتے رہیں گے۔ اب اللہ ربّ العزت نے موقع دیا ہے کہ اس بیت اللہ شریف کے بالکل سامنے اور اس کی دیوار کے نیچے ہو کر نمازیں پڑھیں۔ عمر بھر کی حسرت نکال لیں۔ اللہ ربّ العزت یہ موقع ہر مسلمان کو اپنے حبیب ﷺ کے صدقہ میں بار بار نصیب فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

<u>زیارتِ مدینہ طیبہ</u>

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

مکہ معظمہ کی جدائی اور فراق کے رنجیدہ اور غم زدہ خیال کو اب آپ مدینہ طیبہ اور مسجدِ نبوی شریف کی حاضری اور روضۂ مطہرہ کی زیارت اور بارگاہِ رسالت مآب کی حضوری کے پرنور حسرت بخش اور نہایت ہی لذیذ تصور سے بدل دیجئے اور مست ہو ہو کر آپ پر درود و سلام پڑھیے۔

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ۔

مدینہ منورہ کے راستہ کی آخری منزل ذوالحلیفہ (بیر علی) ہے جہاں سے مدینہ منورہ شریف 5 یا 6 میل رہ جاتا ہے۔ لہٰذا آپ یہاں اگر موقع ملے تو ضرور غسل کریں۔ ورنہ صرف وضو ہی کر لیں اور اچھا لباس جو آپ کو میسر ہو۔ پہن لیں اور ذوق وشوق کے ساتھ

Marfat.com

درود وسلام پڑھتے ہوتے آگے بڑھیں۔

سرورِ کائنات، تاجدارِ مدینہ، سرورِ قلب وسینہ، شافعِ محشر، سرکارِ دوعالم، نورِ مجسم حضور اقدس، سید المرسلین خاتم النبیین حضور پرنور، نور علیٰ نور حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی زیارت باسعادت ترقی درجات کے لیے سب وسائل سے بڑا وسیلہ ہے۔ بعض علماء نے اہلِ وسعت کے لیے قریب واجب بھی لکھا ہے۔ خود حضور رسالت مآب حضور پرنور ﷺ نے زیارت کی ترغیب دی ہے اور باجود قدرت رکھنے کے زیارت نہ کرنے والون کو بے مروت اور ظالم قرار دیا ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص میری زیارت کرے گا روزِ قیامت وہ میرے پڑوس میں ہوگا اور جس نے بیت اللہ شریف کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی۔ اس نے مجھ پر ظلم کیا اور جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کی شفاعت مجھ پر واجب ہوگئی۔ جس شخص پر حج فرض ہوا اور اگر وہ حج کے مہینوں سے پہلے آجائے تو حج کے مہینوں کے شروع ہونے سے پہلے اس کو مدینہ شریف جانا جائز ہے اور حج کے مہینے شروع ہونے کے بعد اگر مدینہ طیبہ کے سفر کی وجہ سے حج کے فوت ہو جانے کا خوف ہو تو جانا جائز نہیں اور جب مدینہ منورہ کا سفر شروع کریں۔ تو زیارت کی نیت کے ساتھ مسجدِ نبوی شریف کی زیارت کی نیت بھی کرے۔ مگر شیخ ابنِ ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک زیارتِ روضہ اقدس ﷺ کے ساتھ مسجدِ نبوی شریف کی زیارت کی نیت بھی کرے۔ مگر روضۂ اقدس ﷺ کی نیت اولیٰ ہے۔ زیارتِ مسجدِ نبوی شریف کی سعادت بھی اس کے ذیل میں مل جائے گی یا اگر اللہ ربّ العزت دوبارہ اس کی توفیق دے۔ تو پھر دونوں کی نیت سے سفر کرے۔

جب مدینہ منورہ شریف کو چل دیں تو راستہ میں درود وسلام کثرت سے پڑھیں بلکہ فرائض سے جو بھی وقت بچے وہ تمام کا تمام اسی میں صرف کریں اور خوب [illegible]

Marfat.com

کریں۔ راستہ میں جو مقاماتِ مقدسہ ہیں ان کی زیارت بھی ضرور کرے اور جو مساجدِ مخصوصہ، حضورِ اقدس ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب ہیں۔ ان میں نماز ضرور پڑھیں حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضورِ اقدس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ علاماتِ قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی مسجد کے طول وعرض سے گزرے اور اس میں نماز نہ پڑھے۔

اس لیے جب بھی کسی مسجد کی زیارت کرو تو دو رکعت تحیۃ المسجد ضرور پڑھو۔ بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو اور جو متبرک ومقدس کنویں راستہ میں ہیں اور ان کا پانی تبرکاً پینا چاہیے۔

جب مدینہ طیبہ پر نظر پڑے اور اس کے درخت یا مکانات یا بالخصوص سبز گنبدِ اقدس یا مسجدِ نبوی شریف کے مینارۂ پاک میں سے کوئی چیز نظر آنے لگے تو رقت سے دعا مانگنے لگیں اور خوب جی بھر کر درود وسلام کا ورد شروع کر دیں اور بہتر یہ ہے کہ سواری سے اتر جائے اور ننگے پاؤں روتا ہوا چلے اور جس قدر ادب اور تعظیم ممکن ہو کرتا چلے۔ اس میں ہرگز کوتاہی نہ کرے اور جب گنبدِ خضرا شریف پر نظر پڑے تو کمالِ عظمت اور اس کے مجد وشرف کا استحضار کرے کیونکہ بزرگ ترین مقام ہے۔ شہر میں داخل ہو کر سب سے پہلے مسجدِ نبوی شریف میں داخل ہونے کی کوشش کرے۔ عورتوں کو رات کے وقت زیارت کرنا زیادہ بہتر ہے اور جب مسجدِ نبوی شریف میں داخل ہو تو پہلے دائیاں پاؤں داخل کرے اور داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ صَحْبِهٖ وَسَلِّمْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ ذُنُوْبِىْ وَافْتَحْ لِىْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

اور جس دروازے سے چاہے داخل ہو مگر بابِ جبرائیل علیہ السلام سے داخل ہونا زیادہ بہتر ہے۔ مسجد شریف میں داخل ہو کر منبر شریف اور قبرِ انور کے روضہ میں کھڑے ہو کر دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے۔ (جو قطعہ مسجد کے منبر شریف اور حضورِ اقدس ﷺ کی آرامگاہ کے

Marfat.com

درمیان ہے اس کو روضہ کہتے ہیں)

یہاں پر میں ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرت قبلہ جامی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا ایک واقعہ بیان کر دوں تا کہ عام لوگوں کو اور بالخصوص بد مذہب نجدیوں کو شاید یہ واقعہ پڑھ کر آج تک جناب رسالت ﷺ میں جو گستاخیاں کرتے آئے ہیں اس سے عبرت پکڑ کر اللہ رب العزت کے حضور توبہ اور معافی کی توفیق ہو سکے۔

واقعہ یوں ہے کہ مولانا جامی نورِ اللہ مرقدہٗ ایک نعت کہنے کے بعد ایک مرتبہ حج کے لیے تشریف لے گئے تو ان کا ارادہ یہ تھا کہ روضۂ اقدس ﷺ کے پاس کھڑے ہو کر اس نعت کو پڑھیں گے۔ جب حج کے بعد آپ نے مدینہ منورہ کے سفر کا ارادہ فرمایا تو امیرِ مکہ نے خواب میں حضورِ اقدس ﷺ کی زیارت کی۔ حضورِ اقدس ﷺ نے خواب میں اس کو یہ ارشاد فرمایا کہ اس کو (جامی کو) مدینہ منورہ نہ آنے دے۔ امیرِ مکہ نے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کو ممانعت کر دی مگر ان پر جذب و شوق اس قدر غالب تھا کہ یہ چھپ چھپا کر مدینہ منورہ کی طرف چل دیئے امیرِ مکہ نے دوبارہ خواب دیکھا تو حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا! وہ آ رہا ہے۔ اس کو یہاں نہ آنے دو۔ امیرِ مکہ نے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کو پکڑنے کے لیے آدمی دوڑا دیئے اور مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کو راستہ سے پکڑ کر ان پر سختی کی اور ان کو جیل میں ڈال دیا۔ اس پر امیرِ مکہ کو تیسری بار حضورِ اقدس ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کوئی مجرم نہیں بلکہ اس نے کچھ اشعار کہے ہیں جن کو یہاں آ کر میری قبر پر کھڑے ہو کر پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہے اگر ایسا ہوا تو قبر سے مصافحہ کے لیے میرا ہاتھ باہر نکلے گا۔ جس سے فتنہ برپا ہو جائے گا اس پر ان کو جیل سے نکالا گیا اور بہت اعزاز و اکرام کیا گیا۔

اس صرف ایک واقعہ سے بدبخت اور بدمذہب نجدیوں کو بہت [illegible] حاصل ہو سکتا ہے اگر ان میں ایک رتی بھی ایمان موجود ہو تو سوچیں کہ حضورِ اقدس ﷺ [illegible]

نہیں۔

روضۂ اقدس پر سلام پیش کرنے کا طریقہ

نہایت ادب کے ساتھ حضورِ اقدس ﷺ کے مرقد اطہر کے پاس آنا چاہیے اور اپنے دل کو تمام دنیاوی خیالات سے بالکل فارغ کر دو اور سرہانے کی دیوار کے کونے میں جو ستون ہے اس سے چار ہاتھ فاصلہ پر کھڑے ہو جاؤ اور قبلہ کی طرف پشت کر کے ذرا بائیں طرف مائل ہو جاؤ تا کہ روئے انور شریف کے مقابل ہو جائے۔ ادھر ادھر مت دیکھنا نظریں نیچی رکھنا اور کوئی حرکت خلافِ شرع و ادب مت کرنا زیادہ قریب بھی مت کھڑے ہونا اور جالی کو ہاتھ بھی نہ لگانا' نہ بوسہ دو نہ سجدہ کرو کیونکہ اس قسم کی حرکات خلاف ادب اور شرع ہیں اور سجدہ کرنا تو شرک ہے اور یہ پختہ خیال کرو کہ رسول اللہ ﷺ لحدِ مبارک میں قبلہ کی طرف چہرۂ اقدس کیے ہوئے آرام فرما ہیں اور سلام و کلام کو باقاعدہ سنتے ہیں۔

عظمت و جلال کا لحاظ کرتے ہوئے متوسط آواز سے سلام پڑھو اگر کسی کو سلام کے پورے الفاظ یاد نہ ہوں تو اتنا ہی کہتا رہے۔

"اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ"

اس کے بعد آپ ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرے اور شفاعت کی درخواست کرے اور حضورِ اقدس ﷺ پر سلام پڑھنے کے بعد ایک ہاتھ دائیں ہٹ کر حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چہرۂ اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر سلام پیش کرے۔ پھر ایک ہاتھ اور دائیں جانب ہٹ کر حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چہرۂ اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر سلام پیش کرے۔ اس کے بعد دوبارہ حضور پُر نور ﷺ کے سامنے باادب طریقہ سے کھڑے ہونے کی حالت میں پیش ہو کر حق تعالیٰ کی حمد و ثنا پیش کرے اور درود و سلام بھیجے اور پھر حضورِ اقدس ﷺ کے توسل سے دعا پڑھے۔ اور شفاعت کی درخواست پیش

Marfat.com

کرے اور ہاتھ اٹھا کر اپنے لیے اپنے والدین کے لیے مشائخ واحباب' عزیز و اقارب اور دیگر تمام مسلمانوں کے لیے دعا کرے۔

ناظرین کتاب ہذا سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ اس عاجز کا سلام بھی حضورِ اقدس ﷺ کی بارگاہِ عالی میں بصد ادب پہنچا کر خاتمہ بالخیر اور مغفرت کی دعا فرما کر مشکور و ممنون فرمائیں۔

زیارت کے بعد دعا سے فارغ ہو کر اسطوانہ ابی لبابہ کے پاس آ کر دو رکعت نفل پڑھ کر دعا مانگیں۔ پھر روضہ میں آ کر نفل ادا کرے۔ بشرطیکہ وقتِ مکروہ نہ ہو۔ اور روضہ میں نماز' درود و سلام اور دعا جس قدر ہو سکے کرے۔ اس کے بعد منبر شریف کے پاس آ کر ہاتھ رکھ کر درود و سلام پیش کرے پھر دعا مانگے۔

پھر ستونِ حنانہ اور باقی ستونوں کے پاس آ کر دعا و استغفار کرے۔ پھر اپنی قیام گاہ پر واپس آ جائے اور مدینہ شریف میں قیام کرے اور اس قیام کو غنیمت سمجھے۔ اکثر وقت مسجدِ نبوی ﷺ شریف میں بہ نیت اعتکاف گزارنے اور پنجگانہ نماز جماعت سے مسجدِ نبوی میں ادا کرے۔ اور تکبیر اولیٰ اور پہلی صف کا اہتمام کرے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں ادا کرے۔ اس کی کوئی نماز فوت نہ ہو۔ تو اس کے لیے دوزخ سے برأت لکھی جائے گی اور عذاب و نفاق سے برأت لکھی جائے گی۔

Marfat.com

طریقت کا حج

اللہ ربّ العزت کا فرمان ہے کہ

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۔ (آلِ عمران: ۹۷)

اور اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے۔ جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھیں۔

حضور سیّدنا داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرائضِ اسلام میں سے ایک مستقل فرض بیت اللہ شریف کا حج ہے جو بندے پر عقل اور بلوغ اور اسلام کے بعد صحت قدرت کی حالت میں فرض ہوتا ہے۔ حج کے ارکان میقات سے احرام باندھنا' عرفات میں ٹھہرنا اور خانہ کعبہ کی زیارت وطواف وغیرہ اس پر سب کا اجماع ہے۔ صفا ومروہ کی سعی کے رکن ہونے میں اختلاف ہے اور بغیر احرام کے حرم شریف کی حدود میں داخل نہیں ہونا چاہیے اور حرم کو اس لیے حرم کہا جاتا ہے کہ یہ مقامِ ابراہیم علیہ السلام ہے اور امن وحرمت کی جگہ ہے۔

حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے دو مقامات ہیں ایک مقام آپ علیہ السلام کے جسمِ اقدس کا اور دوسرا مقام آپ کے قلبِ انور کا جسم کا مقام مکہ مکرمہ ہے اور دل کا مقامِ خلت ہے لہٰذا جو شخص آپ علیہ السلام کے جسم کے مقام کی زیارت کا ارادہ کرے اس پر لازم ہے کہ وہ تمام لذتوں اور شہوتوں سے منہ موڑ لے اور وہ محرم ہو یعنی ان چیزوں کو اپنے اوپر حرام کیے

Marfat.com

ہوئے ہو کہ جن کو شریعت نے بیان کیا ہوا ہے۔ اور جسم پر کفن (احرام) پہنے۔ حلال شکار سے ہاتھ روک لے۔ حواس کے تمام دروازوں کو بند کرے۔ اس کے بعد عرفات میں حاضر ہو۔ وہاں سے مزدلفہ مشعر الحرام جائے۔ پھر وہاں سے سنگریزے چنے پھر مکہ مکرمہ پہنچ کر طواف کرے اس کے بعد منیٰ آ کر تین روز قیام کرے اور جمرات پر سنگریزے پھینکے۔ پھر سر منڈوائے اور قربانی دے کر جیسے چاہے کپڑے پہنے۔

جب بندہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کے مقامِ خلت و دوستی کا ارادہ کرے تو اس پر لازم ہے کہ وہ تمام لذتوں اور رغبتوں سے منہ موڑ کر تمام راحتوں کو چھوڑ دے۔ اغیار کے ذکر سے کنارہ کش ہو جائے۔ کیونکہ دنیا کی طرف التفات کرنا خطرناک ہے۔ پھر معرفت کے میدانِ عرفات میں ٹھہرے اور وہاں سے محبت کے مزدلفہ میں آئے۔ پھر وہاں سے اللہ تعالیٰ کے حرم کے طواف کے لیے سر کو بھیجے اور حرص و خواہش اور دل کے فاسد ارادوں سنگریزوں کو اس امن و سلامتی کی منیٰ میں پھینکے اور نفس کو مجاہدے کے مقام اور اس کی تسخیر گاہ میں قربان کرے تاکہ مقامِ خلت حاصل ہو۔ لہٰذا مکہ مکرمہ میں داخل ہونا۔ گویا دشمن اور اس کی تلوار کی زد سے جائے امن و امان میں آ جانا ہے اور اس مقامِ خلت میں داخل ہونا گویا قطعیت اور اس کے متعلقات سے مامون و محفوظ رہنا ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

اَلْحَاجُ وَفْدُ اللّٰہِ یُعْطِیْھِمْ مَاسَاَلُوْا وَیَسْتَجِیْبُ لَھُمْ مَا دَعَوْا

حج کرنے والا اللہ تعالیٰ کا قاصد ہے وہ جو مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرماتا ہے اور جو دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے۔

لیکن جو مقامِ خلت کا طالب ہوتا ہے وہ صرف پناہ چاہتا ہے نہ کچھ مانگتا ہے اور نہ کوئی دعا کرتا ہے۔ بلکہ حالتِ تسلیم و رضا پر قائم رہتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا کہ

وَاِذْ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (البقرہ:۱۳۱)

جب اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ سر جھکاؤ تو عرض کیا' میں نے ربّ العالمین کے حضور سرِ تسلیم خم کر دیا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مقامِ خلت پر فائز ہوئے تو انہوں نے تمام تعلقات سے منہ موڑ کر دل کو غیر سے خالی کر دیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جلوے کی بر سرِ عام نمائش کر دے۔ اس کے لیے اللہ ربّ العزت نے نمرود ملعون کو مقرر کیا اس نے چاہا کہ ان کے اور ان کے گھر والوں کے درمیان تفریق کرا دے۔ چنانچہ نمرود نے آگ جلوائی اور شیطان نے آکر منجنیق بنا کر دی اور اس میں گائے کی کھال کا چلہ سیا گیا اور اس چلہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بٹھایا گیا۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور منجنیق کا چلہ پکڑ کر عرض گزار ہوئے ''ھل لك الی من حاجة'' کیا آپ علیہ السلام کو مجھ سے کوئی حاجت ہے؟ تو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا: ''اما الیك فلا'' حاجت تو ہے مگر تم سے نہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا پھر اللہ ربّ العزت ہی سے عرض کیجئے؟ فرمایا: ''حسبی ربی من سوالی علمه بحالی'' اللہ تعالیٰ میری عرض سے بے نیاز ہے' وہ میرے حال کو جانتا ہے۔

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ میری لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ مجھے اسی کی راہ میں آگ میں ڈالا جا رہا ہے۔ میرے حال پر اس کا علم میرے عرض و سوال کا محتاج نہیں ہے۔

حضرت محمد بن العضتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں جو دنیا میں اس کے گھر کو تلاش کرتا ہو وہ اپنے دل کے اندر اس کے مشاہدے کیوں نہیں کرتا گھر کی طلب میں ممکن ہے کہ وہ گھر کو پا جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ گھر کو نہ پائے حالانکہ مشاہدے کی طلب تو ہر حال میں رہنی چاہیے اگر اس پتھر کی عمارت کی زیارت جس پر ہر سال میں ایک بار نظر پڑتی ہے۔ فرض کر دی گئی ہے تو وہ دل جس پر شبانہ روز تین سو ساٹھ

Marfat.com

360 بار نظر پڑتی ہے۔ اور اس کی زیارت تو بدرجۂ اولیٰ کرنی چاہیے بایں ہمہ محققین کے نزدیک مکہ کے راستہ میں ہر قدم پر نیکی ہے اور جب حرم شریف میں داخل ہو جاتا ہے تو ہر قدم کے عوض ایک خلعت پاتا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جسے عبادت کا اجر و ثواب دوسرے دن ملے تو اس سے کہہ دو کہ آج عبادت نہ کرے حالانکہ عبادت و مجاہدہ کے ہر سانس پر تو فی الحال ثواب ملتا ہے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ پہلے حج کے دوران میں نے خانہ کعبہ کے سوا کچھ نہ دیکھا اور دوسری مرتبہ میں نے خانہ کعبہ کے ساتھ اس کے مالک کو بھی دیکھا لیکن تیسری مرتبہ میں صرف خانہ کعبہ کے مالک کو ہی دیکھ سکا اور خانہ کعبہ نظر نہ آیا۔

غرض کہ جو حرم شریف میں داخل ہو جاتا ہے وہ تعظیم کا مشاہدہ کرتا ہے جسے سارا جہان قربت کی معیاد اور محبت کی خلوت گاہ نظر نہ آئے وہ ابھی محبت اور خلوت کی منزل سے بہت دور ہے چونکہ جب بندہ مشاہدہ میں ہوتا ہے تو اس کے لیے سارا جہان حرم بن جاتا ہے اور جب بندہ محجوب ہو تو اس کے لیے حرم بھی جہان میں تاریک تر جگہ معلوم ہوتی ہے۔

''اَظْلَمُ الْاَشْیَآءِ دَارُ الْحَبِیْبِ بِلَا حَبِیْبٍ''

سب سے تاریک گھر وہ ہے جو گھر محبوب سے خالی ہو۔

لہٰذا مقامِ خلت میں مشاہدے کی قیمت اپنے وجود کی فنا سے متعلق ہے۔ اس لیے کہ اللہ ربّ العزت نے کعبہ کی دید کو اس کا سبب بنایا ہے نہ کہ اس کی قیمت۔ بایں ہمہ مسبب کو ہر سبب کے ساتھ تعلق رکھنا چاہیے کیونکہ کسی کو پتہ نہیں کہ عنایتِ الٰہی کس مقام سے اس کی طرف توجہ فرمائے اور کہاں سے اس کا ظہور ہو اور طالب کی مراد کس جگہ سے نمودار ہو۔ لہٰذا جوانمردوں کی مراد قطعۂ بیابان اور صحرا نوردی سے ہی ہے نہ کہ عین حرم کیونکہ دوست کے لیے تو محبوب کے گھر یعنی حرم کا دیکھنا حرام ہے بلکہ مجاہدے کا مطلب یہی ہے کہ اس کے ہر شوق میں بے قراری اور بے چینی ہمیشہ برقرار رہے۔

Marfat.com

ایک شخص حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا کہ حج کر کے آیا ہوں آپ نے فرمایا' حج کر لیا؟ اس نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: جب تم اپنے مکان سے چلے اور وطن سے کوچ کیا اس وقت کیا تم نے گناہوں سے بھی کوچ کر لیا تھا؟ اس نے کہا کہ نہیں فرمایا: پھر تم نے کوچ بھی نہ کیا۔ اس کے بعد فرمایا: جب تم گھر سے چلے اور ہر منزل پر رات میں قیام کیا۔ تو کیا تو نے راہِ حق کا قیام بھی طے کیا؟ اس نے کہا' نہیں آپ نے فرمایا: تم نے کوئی منزل طے نہیں کی پھر فرمایا جب تم نے میقات سے احرام باندھا تو کیا تم بشری صفات سے جدا ہو گئے تھے؟ جیسا کہ تم کپڑوں سے جدا ہو گئے تھے؟ اس نے کہا نہیں فرمایا: تو تم محرم بھی نہ ہوئے۔ پھر فرمایا' جب تم نے عرفات میں وقوف کیا تھا تو کیا مجاہدے کے کشف میں بھی وقوف کیا تھا؟ اس نے کہا کہ نہیں' فرمایا کہ تمہیں عرفات کا وقوف بھی میسر نہ آیا۔ پھر فرمایا: جب تم مزدلفہ میں اترے تھے اور تمہاری مراد بر آئی تھی' تو کیا تم نے تمام نفسانی خواہشات کو چھوڑ دیا تھا؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ تو فرمایا: کہ بس تو مزدلفہ کا نزول بھی حاصل نہ ہوا۔ پھر فرمایا جب تم نے خانہ کعبہ کا طواف کیا تھا تو کیا تم نے اپنی سر کی آنکھوں سے مقام تنزیہہ میں حق تعالیٰ کے جمال کے لطائف کو بھی دیکھا تھا؟ اس نے کہا کہ نہیں فرمایا بس تو طواف بھی حاصل نہ ہوا پھر فرمایا جب تم نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی تھی تو اس وقت صفا کے مقام اور مروہ کے درجہ کا ادراک کیا تھا؟ اس نے کہا کہ نہیں تو فرمایا کہ ابھی تو سعی بھی نصیب نہ ہوئی پھر فرمایا کہ جب منیٰ میں پہنچے تھے تو کیا تمہاری ہستیاں تم سے جدا ہو گئی تھیں؟ اس نے کہا کہ نہیں فرمایا کہ ابھی تم منیٰ بھی نہ پہنچے۔ پھر فرمایا جب قربان گاہ میں قربانی کی تھی۔ اس وقت نفسانی خواہشات کی بھی قربانی کی تھی۔ اس نے کہا نہیں بس تو قربانی بھی نہ ہوئی۔ پھر فرمایا جب تم نے جمرات پر سنگریزے پھینکے تھے اس وقت تمہارے ساتھ جو نفسانی تمنائیں تھیں کیا ان سب کو بھی پھینک دیا تھا؟ اس نے کہا نہیں فرمایا کہ پھر تو تم نے سنگریزے بھی نہ پھینکے

Marfat.com

اور حج بھی نہ کیا۔ جاؤ ان صفات کے ساتھ پھر حج کرو تا کہ مقامِ ابراہیم علیہ السلام تک رسائی ممکن ہو سکے۔

حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ ایک بزرگ خانہ کعبہ کے سامنے بیٹھے ہوئے رو رہے تھے اور یہ اشعار وردِ زبان تھے۔

وَاَصْبَحْتُ یَوْمَ النَّحْرِ وَالْعِیْرُ تَرْحَلُ
وَکَانَ حَدَی الْحَادِیْ یُنَادِیْ وَ مُعَجَّلُ

قربانی کے دن میں نے صبح کی جب کہ سفید اونٹ کوچ کر رہے تھے اور حدی خوانوں کے ساتھ حدی تھی جو بلا رہے تھے اور جلدی کر رہے تھے۔

وَاَنَا سَائِلٌ عَنْ سَلْمٰی فَھَلْ مِّنْ مُّخْبِرٍ
بِاَنَّ لَهٗ عِلْمًا بِھَا اَیْنَ تَنْزِلُ

اور جب میں سلمیٰ کے متعلق دریافت کر رہا تھا کہ کیا کوئی خبر دینے والا ہے۔ جسے معلوم ہو کہ کہاں پر اترنا ہے۔

لَقَدْ اَفْسَدَتْ حَجِّیْ وَنُسُکِیْ وَ عُمْرَتِیْ
وَفِی الْبَیْنِ لِیْ شُغُلٌ عَنِ الْحَجِّ مَشْغَلُ

یقیناً میرا حج اور میری قربانی اور عمرہ برباد ہو گئے چونکہ میرے لیے جدائی میں رکاوٹ ہے جو حج سے مجھے روکے ہوئے ہے۔

سَارْجِعُ مِنْ عَامِ الْحَجَّةِ قَابِلٌ
فَاِنَّ الَّذِیْ قَدْ کَانَ لَا یَتَقَبَّلُ

آئندہ سال دوبارہ حج کے لیے آؤں گا کیوں کہ اس کی حقیقت تو یہ ہے کہ یہ نامقبول ہوا۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے موقف میں ایک جوان کو سر

Marfat.com

جھکائے کھڑا ہوا دیکھا۔ تمام لوگ تو دعائیں مانگ رہے تھے۔ مگر وہ خاموش کھڑا تھا میں نے اس سے کہا اے نوجوان تم دعا کیوں نہیں مانگتے اور اظہارِ مسرت کیوں نہیں کرتے؟ اس نے کہا کہ وحشت ہو رہی ہے کہ جو وقت میں رکھتا تھا وہ مجھ سے ضائع ہو گیا ہے۔ اب میرا منہ دعا مانگنے کے قابل نہیں ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ تمہیں دعا مانگنی چاہیے تھی' ممکن ہے کہ حق تعالیٰ ان لوگوں کے مجمع کے طفیل تمہیں تمہاری مراد عطا فرما دے وہ بیان کرتے ہیں کہ اس نوجوان نے ارادہ کیا کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے مگر اس کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور وہ گر پڑا اور اس کی روح پرواز کر گئی۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک جوان کو منیٰ میں بیٹھے دیکھا' سب لوگ تو اپنی اپنی قربانیوں میں مصروف تھے مگر میں اس فکر میں تھا کہ وہ کون ہے؟ اور کیا کرتا ہے؟ یہاں تک کہ اس نے کہا کہ اے اللہ! تمام لوگ تو جانوروں کی قربانی دے رہے ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ اپنے نفس کی قربانی تیرے حضور پیش کروں تو اسے قبول کر' یہ کہہ کر اس نوجوان نے انگشتِ شہادت کا اشارہ اپنے حلقوم پر کیا اور گر پڑا۔ جب میں نے قریب جا کر دیکھا تو وہ فوت ہو چکا تھا۔

حضرت سیّدنا خواجہ معین الدین اجمیری چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلیفۂ خاص حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو حج کی حقیقت سمجھانے کی غرض سے ایک خط لکھا۔ جو ان کی کتاب اسرارِ حقیقی میں موجود ہے اس میں آپ نے لکھا کہ ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! یقین جانو' کہ خانہ کعبہ انسان کا دل ہے۔ چنانچہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ "قَلْبُ الْاِنْسَانِ بَیْتُ الرَّحْمٰنِ" یعنی انسان کا قلب دراصل خانہ کعبہ ہے۔ مزید فرمان ہوا کہ "قَلْبِ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰہِ" یعنی مومن کا دل عرشِ الٰہی ہے یعنی کعبۂ دل کا حج کرنا چاہیے۔

طواف کعبہ دل کن اگر دے داری   دے است کعبہ اعظم تو گل چہ پنداری

Marfat.com

زعرش و کرسی و لوح و قلم فزوں باشد　　دے خراب کہ او دانہ نیچ نہ شمارد
قلب از نورِ وحدت گشت پیدا　　نہ از مادر پدر باشد ہویدا
نہ از باد و نہ آتش آب و خاکی　　قلب نوریست قدرت شدز پاکی

لہٰذا دل کعبہ سے افضل ہے۔

دل بدست آور کہ حجِ اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہ کعبۂ دل کا حج کس طرح کرنا چاہیے؟ تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کا وجود بمنزلہ ایک چاردیواری کے ہے۔ اگر اس چاردیواری میں سے شک و شبہ اور وہم غیراللہ کا پردہ دور کر دیا جائے تو دل کے صحن میں خدا تعالیٰ کی قدرت کا جلوہ نظر آئے گا اور حجِ اکبر کا یہی مقصد ہے۔

دلِ کعبہ اعظم است بکن خالی از بتاں
بیت المقدس است مکن جائے دیگراں

نیز ایسا حقیقی حج کرنے سے یہ بھی مقصود ہے کہ انسان اپنی خودی و ہستی کو اس طرح مٹا دے کہ ہستی کا ذرہ بھر بھی باقی نہ رہے۔ حتیٰ کہ ظاہر و باطن یکساں پاکیزہ ہو جائے اور دل صفاتِ الٰہی سے متصف ہو جائے۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ہستی کو فنا کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کہ محبوبِ حقیقی یعنی اللہ ربّ العزت پر عاشق ہونے سے اور جو شخص عاشقِ الٰہی ہو گیا وہ فنا فی اللہ ہو گیا اور جو فنا فی اللہ ہو گیا' وہ ذاتِ حق کا مظہر ہو گیا۔

Marfat.com

پھر حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! دل کو خانۂ خدا اور عرشِ الٰہی کیوں قرار دیا ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کہ ارشادِ باری ہے:

وَ فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلاَ تُبْصِرُوْنَ ۔ (الذاریات:۲۱)

لوگو! میں تمہارے اندر ہی ہوں' پھر تم مجھے کیوں نہیں دیکھتے۔

اے عمر رضی اللہ عنہ! رہنے کی جگہ کو گھر کہتے ہیں چونکہ حق تعالیٰ دل میں رہتا ہے اور دل خانہ خدا اور عرشِ الٰہی قرار پایا۔

پھر حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس خاک کے پتلے میں بولنے والا' سننے والا' جاننے والا اور دیکھنے والا کون ہے اور کیسا ہے؟

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! وہی خدا تعالیٰ بولنے والا ہے وہی سننے والا ہے اور وہی دیکھنے اور جاننے والا ہے۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پرسید! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات خاص حضرت چہ باشد؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود! اَنَا اَحْمَدٌ بِلاَ مِیْمٍ ۔ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! حضرتِ کعبۂ دل کا حج کون ادا کرتا ہے؟

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کہ خود ذاتِ خداوندی یعنی جب بندہ نفس کا پردہ دور کر دیتا ہے اور عبد و معبود کے درمیان کوئی پردہ باقی نہیں رہتا تو وہ صفاتِ الٰہی سے متصف ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں ذاتِ الٰہی کی سمائی ہو جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کا بندہ کے دل میں سمانا ہی کعبۂ دل کا حج ہے یعنی حقیقی حج۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جب سب کچھ اسی ذاتِ پاک کا ظہور ہے تو پھر یہ رہنمائی کس کو اور کیونکر ہے؟

حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کہ وہ خود ہی رہنما ہے اور خود ہی اپنی رہنمائی

Marfat.com

کرتا ہے۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! پھر یہ گوناگوں نقش و نگار کیوں ہیں؟

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کہ رہنمائی کی مثال سوداگری کی سی ہے کہ جس چیز کا کوئی گاہک ہو۔ سوداگر اس کو وہی چیز دیتا ہے۔ گندم کے خریدار کو جو ہرگز نہیں دیئے جاتے اور نہ ہی جو کے خریدار کو گندم دی جاتی ہے۔

اے عمر رضی اللہ عنہ! پیغمبروں کی مثال ایسی ہے جیسے اطباء یعنی جس طرح طبیب مریض کی طبیعت اور مرض کے موافق دوا دیتا ہے اور اسی موافقِ طبع دوا کے اس مریض کو شفا حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح پیغمبر بھی روحانی ایمانداروں کو ان کی باطنی استعداد اور روحانی مرض کے موافق دوائے معرفت دیتے عطا فرماتے ہیں جس کی بدولت مریض روحانی شفائے کلی پا کر عارفِ الٰہی بن جاتا ہے۔

اے عمر رضی اللہ عنہ! سالکانِ طریقت چار گروہوں میں منقسم ہیں اور ان چار گروہوں میں بلحاظِ مراتب و استعداد زمین و آسمان کا فرق ہے۔

پہلا گروہ عوام العالم میں عام مسلمانوں کا ہے۔ یہ لوگ اربابِ ظاہر کہلاتے ہیں اور راہِ شریعت پر چلنے والے ہیں اور عشقِ الٰہی کی چار سیڑھیوں میں سے پہلی سیڑھی پر اہلِ شرع گامزن ہوتے ہیں لیکن اگر اسی سیڑھی پر رہیں اور معرفتِ الٰہی کی اگلی سیڑھیوں پر چلنے کی کوشش نہ کریں حتیٰ کہ ان کی عمر ختم ہو جائے تو یہ لوگ دین و دنیا سے محروم اور ظاہر پرست ہو کر مر جاتے ہیں۔ یہ گروہ اہلِ شریعت کہلاتا ہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
ادھر کے رہے نہ ادھر کے ہم

دوسرا گروہ وہ عوام الخاص کا ہے جن لوگوں میں دونوں پہلو پائے جاتے ہیں یہ عوام کا

بھی اور خاص کا بھی یہ گروہ روحانیت کی طرف متوجہ تو ہوتا ہے لیکن رموزِ باطنی سے بے بہرہ ہوتے ہیں ۔ کبھی دنیا کے طالب ہوتے ہیں اور کبھی دین کے لہٰذا ان کی باطنی آنکھیں نورِ باطنی سے پورے طور پر منور نہیں ہوتیں۔ اس گروہ کو اہلِ طریقت کہتے ہیں۔

تیسرا گروہ خاص الخاص کا ہے انہیں اہلِ معرفت بولتے ہیں۔

اے عمر رضی اللہ عنہ! ہدایت و رہنمائی طالب کی استعداد اور جنس کے موافق ہوا کرتی ہے۔ یہ اسرارِ الٰہی کی نعمتِ عظمیٰ نااہل عوام الناس کو نہیں دی جاتی کیونکہ ان کو ایسی نعمت دے دینا ایسی نعمت کی ناقدر شناسی ہے۔ نیز وہ اس نعمت کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ان کے گمراہ ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

پھر حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ ذاتِ حق کیا چیز ہے؟

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کہ تمام اشیاء مظہرِ الٰہی ہیں درحقیقت سب ایک ہی ہیں مگر ظہور کی صفات مختلف ہیں جیسا کہ مطلب ایک ہوتا ہے اور اس کو مختلف عبارتوں سے ادا کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ذات صرف ایک ہی ہے لیکن اس کے مظاہر مختلف ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ '' اللہ تعالیٰ کا ہر چیز پر احاطہ ہے لیکن انسان کو دیگر تمام مخلوقات پر شرف و بزرگی حاصل ہے۔ ''اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ'' یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہ جب انسان اشرف المخلوقات ٹھہرا تو پھر اس میں خاص و عام اور کافر و مسلمان ہونے کا کیا باعث ہوا؟

ارشاد ہوا' کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ '' یعنی ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ نیز ارشاد ہے۔ ''کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ '' یعنی ہر شخص موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے اور موت دراصل اس حدیث شریف کی مصداق ہونی چاہیے کہ

Marfat.com

''موت ایک پل ہے جس کو طالبِ مولیٰ عبور کر کے واصلِ الٰہی ہو جاتا ہے''

اے عمر رضی اللہ عنہ! پنج بنائے اسلام کی حقیقت جو کہ مومنیت کا درجہ ہے جو کہ مفصل بیان کر دیا ہے۔ فی الحال تمہارے لیے کافی ہے جب تو اس سے آگے انتہائے کمال کی طرف بڑھنا چاہے گا تو جمیع صفات و اسرار خود تمہارے اندر موجود ہیں کیونکہ ''مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ'' جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا۔

بہرحال درج بالا نکات جو کہ انتہائی پوشیدہ اور مخفی تھے۔ پڑھنے والوں کی ہدایت کے لیے تحریر فرما دیئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ پڑھنے والے ان پر عمل کریں گے تو انشاء اللہ ضرور راہِ حق میں اپنی منزل بھی پا جائیں گے۔ ہمیں کج فہم یعنی علمائے ظاہری سے کچھ سروکار نہیں۔ ان کا علاج اللہ ہی کر سکتا ہے کیونکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ ''لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةً اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ'' اللہ ربّ العزت کے حکم کے بغیر کوئی چیز حرکت نہیں کر سکتی، یہی ہر مسلمان کا اعتقاد ہے اور اس پر ہمارا ایمان ہے۔

Marfat.com

اللہ معاف فرمائے

بہت لوگ اس امید پر حرام اور ناجائز کماتے ہیں اور طرح طرح کے گناہ کرتے ہیں کہ آخر عمر میں حج ادا کرلیں گے اور اللہ تعالیٰ سے تمام گناہ بخشوالیں گے۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی پاک مقدس عادل اور سچی بارگاہ کو بھی ایک راشی اور ظالم حاکم کی عدالت اور کچہری سمجھ رکھا ہے۔ جہاں رشوت سے سب کام نکل آتے ہیں۔ چنانچہ زمانہ کے بڑے بڑے ظالموں' سرمایہ داروں اور نام نہاد جعلی اور اہلِ معرفت کے جھوٹے دعوے کرنے والے پیر حضرات جو غریبوں اور مسکینوں کا مال و زر آخرت بخشوانے کا ڈھونگ رچا کر دونوں ہاتھوں سے لوٹتے ہیں۔ ایسے سینکڑوں طبق کے افراد کو دیکھا جاتا ہے کہ جن کی تمام عمر' رشوت خوری' زنا' لہو ولعب' لوٹ کھسوٹ ظلم وستم اور ہر طرح کے فسق و فجور میں گزر جاتی ہے اور غریبوں اور مسکینوں کا خون چوس چوس کر لاکھوں اور کروڑوں روپیہ جمع کر لیتے ہیں۔ پھر آخر کار گناہ بخشوانے کی خاطر یار لوگوں میں الحاج کہلانے کی خاطر جھوٹی عزت اور اعتبار پیدا کرنے کے لیے پھولوں کے انبار گلے میں ڈالے ہوئے بڑی دھوم دھام سے ہوائی جہاز پر چڑھ کر چند روز کے لیے حج کرنے چلے جاتے ہیں اور پھر اپنے دل میں اتراتے ہیں کہ بس تمام عمر کے گناہ بخشوا آئے ہیں اور بہت بڑا عمل کما آئے ہیں۔ لیکن اس قسم کے حج اور عمرہ کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ گوبر کی طرح ان کے منہ پر دے مارے گا

Marfat.com

اور ان پر بجائے ثواب کے اللہ تعالیٰ کا قہر اور عذاب نازل ہوگا اور آخرت کے سچے بازار میں اس قسم کے کھوٹے داموں سے کوئی مال اور متاع تو حاصل نہیں ہوتا بلکہ الٹا عذاب اور وبالِ الٰہی مول لیا جاتا ہے۔ اس صرافِ حقیقی کی بارگاہ میں محض خالص اور پاک مزکّی عمل ہی کام آتا ہے۔ کیونکہ اللہ ربّ العزت فرماتا ہے۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ۝

(الکہف: ۱۰۳ تا ۱۰۶)

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم ایسے لوگوں کا حال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتائیں جو عمل کمانے کے باوجود بہت گھاٹے اور خسارے میں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو دارِ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہونے اور اپنے اعمال کے حساب کتاب اور سزا و جزا کے منکر رہے لیکن ان کے سب اعمال ضائع اور برباد ہو گئے اور قیامت کے روز ان کے اعمال کے وزن کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔ بلکہ سیدھے جہنم کی طرف دھکیل دیے جائیں گے۔ کیونکہ دراصل وہ ہمارے منکر رہے اور ہمارے احکام اور پیغمبروں کا مذاق اڑاتے رہے۔"

اللہ ربّ العزت صرافِ حقیقی کی سچی بارگاہ میں کھوٹے اور جھوٹے اعمال پیش کر کے اور ان کے عوض انعام و اکرام کی امید رکھنا واقعی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی باتوں اور ان کے ساتھ ٹھٹھا اور مذاق کرنے کے مترادف ہے۔ کسی شاعر نے اسی بارے میں کیا اچھا کہا ہے کہ

Marfat.com

بہ زمین چو سجدہ کر دم ززمیں ندا برآمد   کہ مرا خراب کر دی تو بسجدۂ ریائی
بحریم کعبہ رفتم زوروں ندا برآمد   تو بروں چہ کاری کر دی کہ درون خانہ آئی

حجِ بیت اللہ شریف بہت بھاری عمل ہے۔ اگر جملہ شرائط و آداب سے کیا جائے۔ حلال کی کمائی اس راستہ میں خرچ کی جائے۔ نیت اور ارادہ خالص لوجہ اللہ ہو۔ اور اس سے اللہ ربّ العزت کے عائد کردہ فرض کی ادائیگی اور اس کی رضا مندی اور خوشنودی اور شعائر اللہ کی تعظیم مقصود ہو اور اس طرح اگر حج کیا جائے تو واقعی اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی میں جو کوتاہیاں اس سے واقع ہوئی ہوں وہ معاف ہو جاتی ہیں۔ مثلاً فریضۂ نماز اور ماہِ رمضان کے روزے وغیرہ قضا اور فوت ہو گئے ہوں۔ تو ان کی تلافی اور معافی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بیت اللہ شریف کی ایک نماز ایک لاکھ نماز کے برابر اور وہاں کا ایک روزہ ایک لاکھ روزوں کے برابر درجہ رکھتا ہے۔ مگر حقوق العباد کسی بھی صورت حج ادا کرنے سے معاف نہیں ہوتے۔ چاہے تمام عمر ہر سال حج ادا کرتا رہے چنانچہ اگر کسی کے مال میں سے ایک پیسہ یا ایک حبّہ ناجائز طریقہ سے لیا ہے یا کسی مسلمان کو بے وجہ آزار یا دکھ پہنچایا ہے یا کسی وجہ سے اس کی بے عزتی اور بے حرمتی کی ہے۔ یہ چیزیں ہرگز معاف نہیں ہوتیں۔ جب تک کہ حق دار کو اس کا مال اور حق واپس نہ کر دیا جائے یا اسے بخشوا نہ لیا جائے چاہے تمام عمر حج ادا کرتا رہے۔

حضورِ اکرم ﷺ کو جب کسی صحابی کی نمازِ جنازہ پڑھانے کا اتفاق ہوتا تو نمازِ جنازہ سے قبل حضورِ اقدس ﷺ دریافت فرماتے کہ میت پر کسی کا قرض تو نہیں ہے اور جب تک اس متوفی کے قرض کی ادائیگی نہ ہو جاتی تب تک آپ ﷺ اس کا جنازہ نہ پڑھتے۔ اس بات سے اندازہ کریں کہ حقوق العباد کی کس قدر بھاری اہمیت ہے۔ دنیا میں بہت لوگ اکثر رسمی و رواجی طور پر حج ادا کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جب حج سے واپس آتے ہیں تو ان کے اخلاق اور عادات بد سے بدتر ہو جاتے ہیں۔ دنیا طلبی اور حرص کی

Marfat.com

آگ ان کے دلوں میں بہت سختی و شدت سے بھڑک اٹھتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے حج محض رسمی و رواجی ہوتے ہیں جو درجہ قبولیت کو نہیں پہنچتے اور ان نمائشی حجوں پر لاکھوں روپیہ خرچ کر آتے ہیں لیکن اس کے پڑوس میں ایک مسلمان بھوکا مر رہا ہوتا ہے۔ اسے ''حِسْبَةً لِلّٰہِ'' ایک لقمہ یا ایک پائی دینے کی توفیق نہیں ہوتی۔ اب ہم یہاں دنیا میں ایک مقبول ترین حج کا واقعہ بیان کر کے اس موضوع کو ختم کرتے ہیں۔

کتاب تذکرۃ الاولیاء میں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آیا ہے۔ وہ ایک بار حج کے لیے تشریف لے گئے۔ جب حج ہو چکا اور آخری رات ہوئی تو اس بزرگ نے ایک واقعہ دیکھا کہ آسمان سے دو فرشتے نازل ہو کر خانہ کعبہ کی چھت پر آبیٹھے ہیں۔ ایک فرشتے نے دوسرے فرشتہ سے پوچھا کہ اس دفعہ کتنے آدمی حج کرنے آئے ہیں۔ پہلے فرشتے نے جو کسی کام پر مامور تھا اور حاجیوں کے حج کے ثواب کی پڑتال کرنے پر مامور تھا۔ جواب دیا کہ اس سال اتنے لاکھ اتنے ہزار اتنے سو وغیرہ افراد حج کے لیے تشریف لائے۔ پھر پہلے فرشتے نے دوبارہ سوال کیا کہ اس مرتبہ کون شخص حج کرنے میں اوّل نمبر پر آیا ہے اور سب سے زیادہ حج کا ثواب کمایا ہے تو دوسرے متعین اور مامور فرشتے نے جواب دیا کہ اس دفعہ شہر دمشق کے علی نامی شخص جس کے والد کا نام موافق ہے اور دمشق کے فلاں محلے کا رہنے والا ہے۔ اس دفعہ اس شخص کا حج اس قدر مقبول اور منظور ہوا ہے کہ اس کے حج کا ثواب ان آئے تمام حاجیوں پر تقسیم کیا جائے۔ تو یہ تمام حاجی بخشے جائیں چنانچہ فرشتوں کا یہ مکالمہ سن کر وہ بزرگ خواب سے بیدار ہو گیا اور اس نے اپنے دل میں تہیہ کر لیا کہ ایسے برگزیدہ بزرگ کی زیارت کرنی چاہیے اور اس کے حج کی کیفیت معلوم کرنی چاہیے۔ جس کا حج اس قدر مقبول اور منظور ہوا ہے۔ غرض وہ بزرگ حج سے فارغ ہو کر سیدھا دمشق روانہ ہو گیا اور دمشق میں جا کر خواب والے پتہ کے مطابق اس بزرگ علی نامی شخص سے جا ملا اور اس سے اس کے حج ادا کرنے کا طریقہ اور کیفیت دریافت کی لیکن جس وقت اس پاک باز مرد خدا

Marfat.com

علی نے اس بزرگ کو جواب دیا کہ میں تو اس مرتبہ حج کرنے ہی نہیں گیا تو اس بزرگ کو انتہائی حیرت ہوئی اور وہ ہکا بکا سا رہ گیا۔ پھر اس نے خیال کیا کہ میرے خواب کا واقعہ کسی طرح بھی جھوٹ نہیں ہوسکتا۔ ممکن ہے یہ شخص کسرِ نفسی کر کے اپنا حال چھپانے کی کوشش کر رہا ہو۔ سو اس بزرگ نے اسے اپنے خواب کا واقعہ سنا کر کہا کہ میرے خواب کا واقعہ کبھی جھوٹ نہیں ہوسکتا۔ اس پر وہ بزرگ علی ابن الموافق چونک اٹھا اور اس نے اپنے حج کا قصہ یوں بیان کیا کہ میں نے اس بار حج پر جانے کا ارادہ کر لیا تھا اور تین ہزار درہم زادِ راہ اور سفر خرچ جمع کر رکھے تھے۔ حج پر روانہ ہونے سے چند روز پہلے میری بیوی کسی کام کے لیے رات کو ہمارے ہمسائے کے گھر کی دیوار کے پاس جا کھڑی ہوئی تو اسے اس ہمسائے کے گھر سے گوشت پکنے کی بو آئی۔ چونکہ میری بیوی کو حمل تھا۔ لہٰذا گوشت کی اشتہا سے بے چین ہوگئی اور وضعِ حمل کا خطرہ پیدا ہوگیا۔ بیوی نے مجھے آ کر کہا کہ ہمسائے کے گھر سے کچھ گوشت منگوا دؤ ورنہ اسقاطِ حمل کا خطرہ ہے تو میں اپنے ہمسائے کے دروازے پر گیا اور اسے بلا کر اپنا مدعا ظاہر کیا۔ ہمسایہ بے چارا میری بات سن کر کچھ پریشان سا ہوگیا اور پہلے تو وہ ٹالنے لگا لیکن اس نے میری مجبوری اور معذوری کا حال سنا تو یوں گویا ہوا کہ جناب واقعی ہمارے گھر میں گوشت پک رہا ہے۔ لیکن وہ آپ لوگوں کے کھانے کا نہیں کیونکہ آج تین روز سے میں اور میرے گھر والے فاقہ سے ہیں آج چونکہ ہماری آخری اضطرار کی حالت تھی۔ شہر سے باہر سے میں ایک مردہ مرغی اٹھا لایا اور اب رات کے اندھیرے میں اسے کھانے کے لیے بھون رہے ہیں ہم چونکہ تین روز سے فاقہ سے ہیں۔ اس لیے یہ چیز ہمارے لیے حلال ہے لیکن آپ کے لیے حلال نہیں ہوسکتی۔ میں یہ سن کر دم بخود رہ گیا اور واپس آ کر اپنی بیوی کو سارا ماجرا سنایا جس کے سنتے ہی اس کا درد رفع ہوگیا۔ میں نے اپنی بیوی سے مشورہ کیا کہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہمارا ایک مسلمان ہمسایہ اس قدر مفلسی اور تنگی کے دن گزار رہا ہے اور ہم اس کے حال سے ناواقف ہیں اور اس کی کچھ مدد نہیں کر

Marfat.com

رہے۔ اب میرا مشورہ یہ ہے کہ تین ہزار درہم جو کہ حج کی نیت سے جمع کر رکھے ہیں اپنے مسکین مسلمان ہمسائے کی اولاد میں خرچ کرتے ہیں۔ پھر آئندہ دیکھا جائے گا اور اگر قسمت میں حج ہے تو اس کا انتظام اللہ ربّ العزت فرما دے گا۔ فی الحال تو اس مسلمان مسکین کی دلجوئی اور امداد حج سے زیادہ ضروری ہے۔ چنانچہ میری بیوی بھی اس بات پر رضا مند ہو گئی اور میں وہ تین ہزار درہم اٹھا کر ہمسائے کے پاس لے گیا اور اس کے حوالے کر دیئے کہ انہیں اپنی ضروریات میں خرچ کریں۔ شاید اللہ ربّ العزت کو میرا حقیر سا عمل بہت پسند آ گیا ہو اور اسے قبولیت اور منظوری کا شرف بخش دیا ہو۔ اور آپ کے ذریعے مجھے پوشیدہ انعام و اکرام کی نوید اور بشارت سے سرفراز فرما دیا ہے۔ چنانچہ میرے اس بیان سے اس بزرگ حاجی کی تسلی ہو گئی اور اس احکم الحاکمین اور ارحم الراحمین ذاتِ مقدس کے انوکھے کاموں سے ہم ہر دو حیران اور انگشتِ بدنداں رہ گئے۔

لہٰذا انسان کو چاہیے کہ عملِ صالح اختیار کرے اور عمل اور عبادت میں اخلاص اور نیت لوجہ اللہ رکھے اور اللہ ربّ العزت کی عبادت میں کسی دنیاوی غرض، عزو جاہ اور شہرت وغیرہ شامل نہ کرے۔ بلکہ محض اللہ ربّ العزت کی رضا اور خوشنودی اور اس کا قرب ہی اپنی غرض و غایت رکھے جیسا کہ اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہے کہ "فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ٥"۔ پس جس شخص کو اپنے ربّ کے دیدار کی امید ہو وہ نیک عمل اختیار کرے اور اپنے ربّ کی عبادت میں کسی غیر مقصد کو شامل نہ کرے۔

درج بالا تحریرات سے ثابت ہوتا ہے کہ حج کی دو اقسام ہیں۔ 1۔ غیبت میں 2۔ حضور میں

چنانچہ مکہ کا حج غیبت میں ہے اور ایسا ہی ہے جیسے کہ اپنے گھر میں غیبت میں رہنا۔ اس لیے کہ ایک غیبت دوسری غیبت سے بہتر نہیں ہوتی۔

Marfat.com

اور جو اپنے گھر میں حضور میں ہو وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ مکہ میں حاضر ہے۔ اس لیے کہ کوئی حضور دوسرے حضور سے بہتر نہیں اور حج کشفِ مجاہدہ کے لیے ایک مجاہدہ ہے۔ اور مجاہدہ مشاہدے کی علت نہیں ہوتا بلکہ اس کا سبب ہوتا ہے۔ معانی کی حقیقت میں سبب کچھ زیادہ مؤثر نہیں ہوتا۔ لہٰذا حج کا مقصود خانہ کعبہ کا دیدار نہیں ہے بلکہ کشف کا مقصود مشاہدہ ہے اللہ ربّ العزت ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

Marfat.com

حدود کا بیان

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ○ (الفرقان: 68)

اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے اور اس جان کو جس کی اللہ ربّ العزت نے حرمت رکھی۔ ناحق نہیں مارتے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے سزا پائے گا۔

يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا ○ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَّكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (الفرقان: 69-70)

بڑھایا جائے گا۔ اس پر عذاب قیامت کے دن' ہمیشہ اس میں ذلت سے رہے گا۔ مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ بھلائیوں میں بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مزید ارشادِ باری ہوا:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ○ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ○ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ○ (المؤمنون: 4 تا 7)

Marfat.com

اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بی بیوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی ملک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

پھر ارشادِ باری ہوا۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ○ (بنی اسرائیل:32)

اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ۔

پھر ارشادِ باری ہوا:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (نور:2)

جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے۔ اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور پچھلے دن پر اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔

پھر ارشادِ باری ہوا۔

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

(النور:33)

اور مجبور نہ کرو اپنی کنیزوں کو بدکاری پر جبکہ وہ بچنا چاہیں تا کہ تم دنیاوی زندگی کا کچھ مال چاہو اور جو انہیں مجبور کرے گا تو بیشک اللہ بعد اس کے کہ وہ مجبوری ہی کی حالت پر رہیں، بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

Marfat.com

فرمایا' اللہ تعالیٰ کی حدود میں کسی حد کا قائم کرنا چالیس رات کی عبادت سے افضل ہے۔

(ابن ماجہ' نسائی)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قریب و بعید سب میں قائم کرو اور اللہ تعالیٰ کے حکم بجا لانے میں ملامت کرنے والے کی ملامت تمہیں نہ روکے۔

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مخزومیہ عورت نے چوری کی تھی جس کی وجہ سے قریش کو فکر پیدا ہو گئی۔ (کہ اس کو کس طرح حد سے بچایا جائے) آپس میں لوگوں نے کہا کہ اس کے بارے میں کون شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سفارش کرے گا۔ پھر لوگوں نے کہا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ترین ہیں اور کوئی شخص سفارش کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ غرض حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے سفارش کی۔ اس پر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حد کے بارے میں سفارش کرتا ہے؟ پھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کہ اگلے لوگوں کو اس بات نے ہلاک کیا کہ ان میں اگر کوئی شریف (امیر' با اثر) چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے۔ قسم ہے خدا تعالیٰ کی کہ اگر فاطمہ بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (والعیاذ باللہ تعالیٰ) چوری کرتی تو اسکا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ (بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابنِ ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو افراد نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک مقدمہ پیش کیا۔ ایک نے کہا کہ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے موافق فیصلہ فرمائیں اور مجھے عرض کرنے کی اجازت فرمایئے۔ ارشاد ہوا کہ عرض کرو' اس نے کہا کہ میرا بیٹا اس کے یہاں مزدور تھا۔ اس نے اس کی عورت کے ساتھ زنا کیا اور لوگوں نے مجھے خبر دی کہ میرے لڑکے پر رجم ہے تو میں نے سو بکریاں اور ایک کنیز اپنے لڑکے کے فدیہ میں دی پھر جب میں نے اہلِ علم سے سوال کیا تو انہوں نے

Marfat.com

خبر دی کہ میرے لڑکے پر سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے گا اور اس کی عورت پر رجم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میں تم دونوں میں کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ لہٰذا بکریاں اور کنیز واپس کی جائیں اور تیرے لڑکے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا۔ (اس کے بعد حضرت انیس رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا) اے انیس رضی اللہ عنہ صبح کو تم اس عورت کے پاس جاؤ۔ وہ اقرار کرے تو تم اسے رجم کر دو۔ عورت نے اقرار کیا اور اس کو رجم کر دیا گیا۔ (بخاری و مسلم)

بخاری و مسلم شریف میں روایت ہے کہ یہودیوں میں سے ایک مرد اور عورت نے زنا کیا اور یہودی حضورِ اقدس ﷺ کے دربارِ اقدس میں مقدمہ لائے۔ (شاید اس خیال سے کہ ممکن ہے کوئی معمولی اور ہلکی سزا حضور ﷺ تجویز فرمائیں۔ تو قیامت کے دن کہنے کو ہو جائے گا کہ یہ فیصلہ تیرے ایک نبی ﷺ نے کیا تھا اور ہم تو اس میں بے قصور ہیں) تو حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ تورات میں رجم کے متعلق کیا ہے؟ کہ ہم زانیوں کو فضیحت اور رسوا کرتے ہیں اور کوڑے مارتے ہیں۔ (یعنی تورات میں رجم کا حکم نہیں ہے) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم جھوٹے ہو۔ تورات میں بلا شبہ رجم ہے۔ لہٰذا تورات لاؤ۔ یہودی تورات لائے اور کھول کر ایک شخص پڑھنے لگا۔ اس نے آیتِ رجم پر ہاتھ رکھ کر ماقبل اور مابعد کو پڑھنا شروع کیا۔ (آیتِ رجم کو چھپا لیا اور اس کو نہیں پڑھا) تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ اٹھا تو آیتِ رجم اس کے ہاتھ کے نیچے چمک رہی تھی اور حضور سرکارِ دو عالم ﷺ نے زانی اور زانیہ کے متعلق حکم فرمایا اور وہ دونوں رجم کیے گئے اور یہودیوں سے دریافت فرمایا کہ جب تمہارے یہاں رجم موجود ہے تو کیوں تم نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ یہودیوں نے کہا کہ وجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں جب کوئی شریف اور مالدار زنا کرتا ہے تو اسے چھوڑ دیا کرتے تھے اور اگر کوئی غریب ایسا کرتا تو

Marfat.com

اسے رجم کرتے تھے پھر ہم نے مشورہ کیا کہ کوئی ایسی سزا تجویز کرنی چاہیے جو امیر و غریب سب پر جاری کرنی چاہیے۔ لہٰذا ہم نے یہ سزا تجویز کی کہ اس کا منہ کالا کر کے گدھے پہ الٹا سوار کر کے شہر میں تشہیر کریں۔

زنا کی مذمت اور قباحت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ زنا کرنے والا جس وقت زنا کرتا ہے۔ مومن نہیں رہتا اور چور جس وقت چوری کرتا ہے مومن نہیں رہتا اور شرابی جس وقت شراب پیتا ہے۔ مومن نہیں رہتا اور نسائی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جب ان افعال کو کرتا ہے تو اسلام کا پٹا اپنی گردن سے نکال دیتا ہے پھر اگر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص سے نورِ ایمان جدا ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل کر سر پر مثلِ سائبان کے ہو جاتا ہے جب اس فعل سے جدا ہوتا ہے تو اس کی طرف ایمان لوٹ آتا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، بیہقی، حاکم)

حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سنا ہے کہ جس قوم میں زنا ظاہر ہوگا وہ قحط میں گرفتار ہوگی اور جس قوم میں رشوت کا ظہور ہوگا وہ رعب میں گرفتار ہوگی۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ رات میں نے دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور مجھے زمینِ مقدس کی طرف لے گئے۔ (اس حدیث شریف میں چند مشاہدات فرمائے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے) کہ ہم ایک سوراخ کے پاس پہنچے۔ جو تنور کی طرح اوپر سے تنگ ہے اور نیچے سے کشادہ ہے۔ اس میں آگ جل رہی ہے اور اس آگ میں کچھ مرد اور خواتین برہنہ ہیں۔ جب آگ کا شعلہ بلند

Marfat.com

ہوتا ہے۔ تو وہ لوگ اوپر آجاتے ہیں اور جب شعلے کم ہو جاتے ہیں تو شعلے کے ساتھ وہ لوگ بھی نیچے چلے جاتے ہیں۔ (یہ کون لوگ ہیں ان کے متعلق بیان فرمایا) یہ زانی مرد اور عورتیں ہیں۔ (بخاری شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو عورت کسی قوم میں اس کو داخل کردے جو اس قوم سے نہ ہو۔ (یعنی زنا کرایا اور اس سے اولاد ہوئی) تو اسے اللہ ربّ العزت کی رحمت کا حصہ نہیں ملے گا اور اسے جنت میں داخل نہ فرمائے گا۔ (ابوداؤد' نسائی' ابن حبان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ کلام فرمائے گا نہ پاک کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ 1- بوڑھا زنا کرنے والا' 2- جھوٹ بولنے والا بادشاہ (حاکم)' 3- فقیر متکبر۔ (مسلم' نسائی)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں بوڑھے زانی پر لعنت کرتی ہیں اور زانیوں کی شرمگاہ کی بدبو جہنم والوں کو بھی ایذا دے گی۔ (بزار)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا گناہ سب سے بڑا ہے۔ فرمایا یہ کہ اگر تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرے۔ حالانکہ تجھے اس نے پیدا کیا میں نے عرض کیا کہ بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ عرض کیا کہ پھر اس کے بعد کون سا گناہ؟ فرمایا یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس لیے قتل کر ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا؟ فرمایا: یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کرے۔ (بخاری' مسلم' ترمذی' نسائی)

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام

Marfat.com

رضوان اللہ علیہم سے ارشاد فرمایا: زنا کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا کہ وہ حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اسے حرام قرار دیا اور وہ قیامت تک حرام رہے گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دس عورتوں کے ساتھ زنا کرنا اپنے پڑوسی کی عورت کے ساتھ زنا کرنے سے آسان ہے۔ (امام احمد طبرانی)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے جوانانِ قریش! اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو جو شرمگاہوں کی حفاظت کرے گا اس کیلئے جنت ہے۔ (حاکم، بیہقی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت جب پانچوں نمازیں پڑھے اور پارسائی اختیار کرے اور شوہر کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔ (ابنِ حبان)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس چیز کا جو کہ جبڑوں کے درمیان ہے۔ (زبان) اور اس چیز کا جو دونوں پاؤں کے درمیان ہے (شرمگاہ) ضامن ہو۔ (کہ ان سے خلافِ شرع بات یا کام نہ ہو) تو میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔ (بخاری، ترمذی شریف)

زنا کی برائیاں

اللہ رب العزت سورۂ نور کی دوسری آیت میں فرماتا ہے کہ زانی مرد اور زانیہ عورت کو 100 کوڑے مارو۔

یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کے بارے میں نرمی نہیں برتنی چاہیے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدوں کو ہی ختم کر دو۔ جبکہ اللہ رب العزت تم سے کہیں زیادہ اپنے بندوں کے لیے شفیق اور مہربان ہے۔

Marfat.com

مگر پھر بھی اس نے زانیوں کو دنیا میں حد لگانے کا حکم فرمایا ہے اور دنیا میں جس پر حد قائم نہ کی تو محشر کے دن اسے لوگوں کے سامنے آگ کے کوڑے مارے جائیں گے۔

پھر ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ''اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو تم پر ضروری ہے کہ تم اللہ ربّ العزت کی حدود کو ترک نہ کرو۔

تاکہ وہ شرمندہ ہو کر عذاب کو زیادہ محسوس کریں اور پھر کبھی بھی جرم نہ کریں۔ یہ غیر شادی شدہ کی حد ہے اگر زانی مرد اور زانیہ عورت دونوں شادی شدہ ہیں اور وہ زنا کر لیں تو ان دونوں کو رجم کی سزا دی جائے۔

روایت میں آتا ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ کی خدمتِ اقدس میں ایک عورت نے حاضر ہو کر اپنے زنا کا اقرار کیا اور اسی جرم سے حاملہ تھی۔ آپ ﷺ نے اسے واپس بھیج دیا اور فرمایا کہ جب حمل پورا ہو جائے تو پھر آنا تو جب وہ عورت وضعِ حمل کے بعد آئی تو اسے رجم کیا گیا اور فرمایا کہ یہ زنا کی سزا ہے۔ جسے دنیا میں زنا کی سزا مل گئی۔ اسے آخرت میں سزا نہ ملے گی اور آخرت کا عذاب بہت ہی شدید ہے اور ہمیشہ کے لیے ہے۔ اس سے ڈرنا اور بچنا چاہیے اور یہ بہت ہی بڑا گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ''زنا کے قریب نہیں جانا چاہیے۔ اس لیے کہ یہ بہت بڑی بے حیائی ہے''

یعنی زنا نہیں کرنا چاہیے اس سے بچنا چاہیے یہ بہت بری راہ ہے جو کہ اللہ ربّ العزت کی ناراضگی کا سبب ہے اور دوزخ میں پہنچا دیتا ہے۔

حضرت سیّدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے دورِ جہالت میں بھی کبھی زنا نہ کیا جیسا کہ میں اسے پسند ہی نہیں کرتا کہ کوئی میری عزت و حرمت ملیا میٹ کر دے تو میں کیوں کسی کی عزت و حرمت کو تباہ و برباد کروں۔

اللہ ربّ العزت نے قرآنِ مجید میں بار بار اور اس کے علاوہ تورات' انجیل اور زبور

Marfat.com

میں بھی زنا کو حرام قرار دیا ہے اور اسے گناہِ کبیرہ کہا ہے اور زنا مسلمانوں کے لیے ناموسِ حرمت کی بربادی اور نسب کا مخلط اور خراب کرنے والا بتایا ہے۔

بدکار لوگ

حضور سرکارِ دوعالم ﷺ جب معراج شریف کے دوران عجائباتِ آسمانِ اوّل کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔ تو آپ ﷺ کا گزر ایک جماعت کے پاس سے ہوا۔ جس کے سامنے تمام نعمتیں رکھی ہوئی تھیں اور دوسری طرف مردار گوشت رکھا ہوا تھا۔ وہ لوگ اس مردار گوشت کو کھا رہے تھے اور ان پاکیزہ نعمتوں کی طرف التفات نہیں کرتے تھے۔ میں نے پوچھا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا! یہ وہ مرد اور عورتیں ہیں جو اپنے حلال ساتھی کو چھوڑ کر حرام کی طرف رغبت کرتے تھے۔ قال اللہ تعالیٰ "اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ"

زنا کی چھ بری خصلتیں

بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا بیان ہے کہ زنا سے محفوظ رہنا چاہیے کیونکہ اس میں دنیاوی تین برائیاں ہیں۔

1- زنا سے رزق میں بے برکتی ہوتی ہے۔
2- زانی نیکیوں کی توفیق سے محروم رہتا ہے۔
3- لوگوں کے دلوں میں زانی کے لیے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور تین اخروی برائیاں شروع ہوتی ہیں۔
4- زانی پر عذابِ الٰہی میں بہت سختی ہوتی ہے۔
5- زانی پر اللہ تعالیٰ کا قہر اور غضب ہوتا ہے۔
6- اس کو جہنم رسید کیا جاتا ہے۔

ایک حدیث شریف کے مطابق دنیا کی یہ آگ آخرت کی آگ کا ستر واں حصہ ہے۔

Marfat.com

طبقاتِ جہنم اور اس کے عجائبات

حضرت ملامعین الواعظ الکاشفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب معارج النبوت میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مالک علیہ السلام سے سلطانِ ممالک ﷺ کو دارالمہالک کے مشاہدہ کرانے کی استدعا کی تو مالک علیہ السلام نے کہا کہ اے محمد ﷺ! اپنے قدم مبارک تلے دیکھیے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ آسمان پھٹ گئے ہیں اور زمین ظاہر ہوگئی ہے۔ پھر بیت المقدس ظاہر ہوا۔ خواجۂ عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ایک بہت ہی مہیب فرشتہ دیکھا۔ جس کی لمبائی زمین سے آسمان تک تھی اس کے نتھنوں سے آگ کے شعلے نکلتے تھے۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں آگ کے انگارے تھے۔ مالک علیہ السلام نے اسے کہا! اے صوجائیل! اس نے کہا! لبیک' کہا کہ تیرے ہاتھ میں جو کچھ ہے۔ محمد ﷺ کو دکھا۔ تو آنحضرت ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے کہا۔ مالک علیہ السلام سے کہیے کہ دوزخ کا دروازہ کھولے' مالک علیہ السلام نے کہا' اے محمد ﷺ! دیکھئے میں نے دیکھا کہ پہلی زمین پھٹ گئی اور ہر قسم کی مخلوق جو اس طبقہ میں تھی' مجھ پر ظاہر ہوئی۔

پھر دوسری زمین پھٹی' وہاں میں نے دوزخیوں کے سلاسل اور اغلال دیکھے۔ پھر تیسری زمین پھٹی وہاں میں نے سیاہ زمین اور سیاہ تارکول کے کپڑے دیکھے۔ پھر چوتھی زمین پھٹی وہاں میں نے دوزخ کے سانپ اور بچھو دیکھے۔ اس کے بعد پانچویں زمین پھٹی جس کا نام سجین ہے۔ اس میں میں نے دوزخیوں کے نامہ ہائے اعمال دیکھے۔ جس کو قیامت کے روز

Marfat.com

ان کے سامنے پیش کریں گے پھر چھٹی زمین پھٹی وہاں میں نے پہاڑوں کی مانند پتھر دیکھے جو کافروں کے ساتھ دوزخ میں ان کے ساتھ جلیں گے۔ ''وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ'' پھر ساتویں زمین پھٹی جس کا نام عجیب ہے۔ وہاں میں نے آگ کے دریا دیکھے اور ایک روایت میں ہے کہ مالک علیہ السلام نے کہا' اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں جہنم دیکھنے کی طاقت نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ اس قدر پردہ ہٹا جس سے میں دیکھ سکوں' تو مالک علیہ السلام نے سوئی کے سرے کے برابر کھولا تو آتشِ دوزخ ظاہر ہوئی۔ رات سے زیادہ تاریک اور سیاہ مجھے دوزخ کے ساتھ دروازے دکھائی دیئے۔ بعض بعض سے نیچے اور دوزخ میں ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک پانچ سو سال کی مسافت کا راستہ تھا۔ پھر میں نے اس کے پل کو دیکھا اور ہر دروازہ پر تحریر تھا۔ ''فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ '' اور دوسرے پر ''فَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ '' لکھا ہوا تھا۔ تیسرے پر ''فَوَيْلٌ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ '' تحریر تھا۔ چوتھے پر ''فَوَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ '' تحریر تھا۔ پانچویں پر ''وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ '' تحریر تھا۔ چھٹے پر ''فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتَابَ بِاَيْدِيْهِمْ '' تحریر تھا اور ساتویں پر ''فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ '' تحریر تھا اور ان دروازوں میں سے ہر ایک کا نام جدا جدا تھا۔ مگر اس کی ترتیب اور تعین میں اختلاف ہے۔

چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ پہلے کا نام ''جہنم'' اور اس کا خازن صوجائیل ہے۔ دوسرا ''لظی'' اس کا خازن طوفائیل ہے۔ باب سوم ''حطمہ'' اس کا خازن طرفائیل فرشتہ ہے اور چوتھا دروازہ ''سقر'' جس کا خازن شمطائیل ہے اور چھٹا دروازہ ''سعر'' اور اس کا خازن طوفطائیل ہے۔ ساتواں دروازہ ''ہاویہ'' ہے اور اس کے خازن کا نام ایک روایت میں طمطائیل اور دوسری روایت میں صمطائیل ہے۔ اور ہر خازن کے ساتھ ستر ہزار مددگار فرشتے ہیں جو تمام کے تمام سیاہ رو اور غضب ناک ہیں۔

Marfat.com

عذابِ دوزخ

حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ میں نے دوزخ کے پہلے طبقہ میں آگ کے ستر ہزار پہاڑ دیکھے اور ہر پہاڑ پر آگ کی ستر ہزار وادیاں تھیں اور ہر وادی میں آگ کی ستر ہزار گھاٹیاں تھیں اور ہر گھاٹی میں آگ کے ستر ہزار شہر تھے اور ہر شہر میں آگ کے ستر ہزار محل تھے۔ اور ہر محل میں آگ کی ستر ہزار سرائیں تھیں اور ہر سرائے میں آگ کے ستر ہزار مکانات تھے اور ہر مکان میں آگ کے ستر ہزار صندوق تھے اور ہر صندوق میں ستر ہزار قسم کے عذاب تھے۔ اور کوئی عذاب بھی دوسرے عذاب جیسا نہ تھا۔

اس کے بعد دوسرے طبقہ کا دروازہ کھولا۔ اس طبقہ کا عذاب پہلے عذاب سے دگنا تھا۔ اس طبقہ میں ہول انگیز اور وحشت ناک فرشتے تھے۔

تیسرے طبقہ کا دروازہ کھولا تو میں نے اس کے عذاب کو پہلے طبقہ سے تین گنا دیکھا۔

چوتھے طبقہ کا دروازہ کھولا' وہاں میں نے دیگوں کی مانند جوش مارتے ہوئے۔ ایسے دریا دیکھے جن کی گہرائی ستر ہزار راستہ کی مسافت کے برابر تھی۔

پانچویں طبقہ کا دروازہ کھولا' میں نے وہاں ایک وادی دیکھی۔ جسے آگ کی چادر سے ڈھانپا گیا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اس چادر کو ہٹاؤ تب انہوں نے اسے اٹھا دیا تو میں نے وہاں اتنے سانپ اور بچھو دیکھے۔ جن کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا' اس نے کہا اس وادی کو ''ویل'' کہتے ہیں اور یہ سانپ اور بچھوان کے عذاب کو زیادہ کرنے کے لیے ہیں۔

جب اس نے چھٹا طبقہ کھولا میں نے ایک اور وادی دیکھی جسے آگ کی چادر سے ڈھانپا ہوا تھا۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا تو اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! یہ وادی سجین ہے اور اس وادی کو قیامت تک پوشیدہ رکھیں گے۔ اس کے ذریعے مشرکین اور

Marfat.com

کفار اور نافرمانوں سے انتقام لیا جائے گا۔

جب ساتویں طبقہ کا دروازہ کھولا تو میں نے اس میں سخت طبع' ترش رو فرشتے دیکھے' جن کی تعداد اللہ ربّ العزت کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔ اس جگہ میں نے آگ کے تابوت دیکھے اور سخت طبع' ترش رو فرشتے اور ہر ایک کے ہاتھ میں آگ کی ایک قینچی تھی۔ لوگوں کو کنوؤں سے باہر نکالتے تھے اور دوسرے کنویں میں پھینک دیتے تھے اور کنویں در کنویں یہ سلسلہ جاری رہتا ہے وہ کہتے "یَاغِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اَغِثْنَاء" کوئی شخص ان پر رحم نہیں کرتا تھا اور ہر لمحہ ان کا عذاب بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کیا دوزخ میں کسی کو ان سے زیادہ عذاب ہوتا ہے؟ اس نے کہا! کہ یہ عذاب دوسرے عذابوں کی بنسبت بہت آسان ہے۔ اس کے بعد تابوت دیکھے کہ جن پر آتشین قفل لگے ہوئے تھے میں نے پوچھا کہ جبرائیل علیہ السلام! یہ کیسے تابوت ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ متکبروں اور سرکشوں کو قیامت تک عذاب کریں گے۔ پھر آگ میں اوندھے پھینک دیئے جائیں گے۔ پھر ابدالآباد تک اس کی گہرائی میں بھی نہ پہنچ پائیں گے۔ پھر ان تابوتوں میں اس قدر سانپ اور بچھو دیکھے کہ جن کی تعداد اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ پھر میں نے بہت سی وادیوں کو دیکھا۔ جن میں آگ کے درخت تھے اور ان پر آگ ہی کے پھل تھے۔ میں نے ان وادیوں میں سے ایک وادی میں ایک چکی دیکھی۔ جس میں دوزخیوں کو آٹے کی مانند پیستے تھے۔ اس وادی میں بختی اونٹ آگ کے سیاہ کتے دیکھے اور گائے کے برابر آگ کے بھیڑیئے دیکھے۔ جن کے ذریعے دوزخیوں کو عذاب کرتے تھے میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا! تو اس نے کہا: کہ یہ زقوم کے درخت ہیں اور یہ کتے اور بھیڑیئے نافرمانوں کے عذاب کو بڑھانے کے لیے ہیں۔ ان کے گزرنے سے نافرمانوں کا عذاب بڑھتا اور اگر دنیا کے تمام وصاف ان کے اوصاف بیان کرنے لگیں تو بھی بیان نہ کر سکیں

(نعوذ باللہ)

دوسری روایت یہ ہے کہ جب مالک علیہ السلام نے اطباقِ جہنم کو اٹھایا تو میں نے طبقۂ ہفتم دوزخ کی گہرائی تک دیکھا اس طبقہ کو ہاویہ کہتے ہیں اور اس کا عذاب دوسرے درجات سے کئی گناہ زیادہ ہے میں نے مالک علیہ السلام سے پوچھا! کہ یہ کون سے گروہ کا مقام ہے اور کون سے لوگ اس سے عذاب پائیں گے؟ مالک علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ قارون' نمرود' ہامان' فرعون' شداد اصحابِ مائدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے منافقین کے لیے خاص ہے۔

طبقۂ ششم کے متعلق پوچھا جو جحیم ہے اس میں مشرکین معذب ہوں گے۔

طبقۂ پنجم کے متعلق پوچھا جو سقر ہے۔ اس میں یہود و نصاریٰ معذب ہوں گے۔

طبقۂ چہارم کے متعلق پوچھا جس کا نام لظی ہے۔ اس میں ابلیس اور اس کے متبعین آتش پرست اور ان کے دیگر ساتھی معذب ہوں گے۔

میں نے طبقۂ سوم جس کا نام حطمہ ہے کہ متعلق پوچھا' مالک علیہ السلام نے کہا کہ یہ سود خوروں اور شرابیوں کے لیے ہے۔

طبقۂ دوم جو سعیر ہے اس میں ظالم' متکبر اور ڈاکوؤں کے لیے ہے وہ اس میں معذب ہیں۔

جب میں نے طبقۂ اوّل جہنم میں دیکھا' باوجود یہ کہ اس کا عذاب نچلے درجات سے بہت ہلکا تھا میں نے ستر ہزار آگ کے دریا دیکھے اور ہر دریا اس قدر بڑا تھا کہ اگر ساتوں زمینوں اور آسمانوں کو اس میں ڈالیں اور فرشتہ کو انہیں تلاش کرنے کا حکم ہو۔ تو وہ ہزار سال تک بھی تلاش کرتا رہے۔ تو بھی تلاش نہ کر سکے اور دوزخ میں اتنے بڑے بڑے چہرے دیکھے جیسا کہ روایت میں ہے کہ اگر منہ کے ایک طرف ساتوں زمینیں اور ساتوں آسمان رکھ دیں تو دوسری جانب کو خبر نہ ہو ان دریاؤں میں آگ کو جوش مارتے اور شور کرتے ہوئے سنا اور دیکھا اگر اس کی آواز دنیا میں پہنچ جائے تو ایک بھی جاندار زندہ نہ رہے۔

Marfat.com

القصہ میں نے مالک علیہ السلام سے پوچھا! کہ یہ طبقہ کون سے گروہ کے لیے ہے؟ اور یہ وادیاں اور دریا کن افراد کی قیامگاہ ہے؟ تو مالک علیہ السلام نے سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دیا لیکن حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ خفیہ بات کی۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ مالک علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی ہے کہ مجھے اس سوال کے جواب سے معذور رکھیں تو میں نے مالک علیہ السلام سے کہا! جو کچھ بھی ہے اسے بیان کر ممکن ہے آج اس کا تدارک ہو سکے۔

علاج واقعہ قبل از وقوع باید کرد

حضرت مالک علیہ السلام نے عرض کیا' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: یہ جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گنہگار امتیوں کی ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ان کو نصیحت کیجئے! کہ اس مہیب منزل اور مہلک مقام میں آنے سے احتراز کریں اور اپنے آپ کو آگ اور اس قید خانہ کا مستحق نہ بنائیں۔ کیونکہ اس روز میں گنہگاروں کو نہ بخشوں گا تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونے لگے اور سر مبارک سے عمامہ شریف اتر گیا۔ شفاعت و نیازمندی میں تیزی کی اور ربّ ذوالجلال کی بارگاہ میں گڑگڑائے۔ امت کی نجات اور غم کو دور کرنے کی درخواست کی۔ ان کی کوتاہیوں اور ضعف کو پیش کرتے تھے۔ آنکھوں سے آنسو بہائے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام دوسرے مقرب فرشتوں کے ہمراہ آمین کہتے تھے تو اللہ ربّ العزت کا خطاب پہنچا۔ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام میرے نزدیک بہت زیادہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا قبولیت کو پہنچی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہر صورت خوش کروں گا اور اپنے مقصود و مطلوب تک پہنچاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آج میری خدمت میں اس قدر مجاہدہ فرمایا کہ مجھے ذکر کرنا پڑا۔ "طٰہٰ مَا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی" کل جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام شفاعت پر آئیں گے تو اس قدر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عنایت فرماؤں گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بس بس کہتے ہوئے آئیں گے۔ "وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ"

Marfat.com

شراب اور جواء کا حرام ہونا

شراب اور جوا عیسائیوں کی جو کہ اپنے آپ کو بہت مہذب قوم سمجھتی ہے۔ دو خطرناک ترین بیماریاں ہیں جن کا علاج سوائے اسلام کے کسی اور مذہب نے نہیں کیا۔ یہ بلا بظاہر اچھی اور حقیقت میں سخت نقصان دہ ہے۔ تمام مذاہب نے اس کی ظاہری خوبیوں کو دیکھ کر اسے حلال جانا بلکہ ہندوؤں کے مذاہب میں تہواروں پر بڑے فخر سے استعمال کی جاتی ہے اور اسلام نے اس کے برے نتائج کی بنا پر اس سے سختی سے روکا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عرب جیسے ملک میں شراب اور جوئے کو ختم کرنا حضورِ اقدس ﷺ کا ایک بہت بڑا معجزہ ہے کیونکہ خطہ عرب میں شراب پانی کی طرح استعمال ہوتی تھی۔ بلکہ بچوں کو گھٹی میں بھی دی جاتی تھی کیونکہ اس کا یکدم چھوڑ دینا ناممکن تھا۔ اس لیے اس کی حرمت کے احکامات بہت آہستگی سے نازل ہوئے اور مکہ مکرمہ میں تو آیت "وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْا مِنْهُ سَكَرًا" نازل ہوئی۔

مسلمان بھی عام طور پر پیتے رہے، پھر مدینہ منورہ میں پہنچ کر حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ شراب کے بارے میں کچھ حکم فرمائیے کیونکہ یہ تو عقل اور مال کو برباد کر دینے والی ہے۔ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ

Marfat.com

وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا

یعنی تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں۔ تم فرما دو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ دنیاوی نفعے بھی اور ان کا گناہ ان کے نفعے سے بڑا ہے۔

جب مسلمان ہجرت فرما کر مدینہ منورہ آئے تو انہوں نے دیکھا کہ یہاں شراب اور جوئے کا بہت رواج ہے۔ تب حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! شراب اور جوئے کا فیصلہ فرمائیں کیونکہ شراب عقل کو برباد کر دیتی ہے اور جوا مال کو برباد کر دیتا ہے۔ تب درج بالا آیت کا نزول ہوا۔

حضرت سیّدنا عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے بڑھ کر کوئی جماعت نہ دیکھی گئی جنہوں نے سرکارِ دوعالم سے تیرہ سوالات کئے اور قرآنِ مجید نے ان سب کو معہ سوال نقل فرمایا اور وہ سوالات ان کے لیے بھی اور دیگر مسلمانوں کے لیے بھی بہت نافع تھے۔ (روح البیان)

ان سوالات کے نقل فرمانے میں ان پوچھنے والوں کی عزت افزائی بھی ہے اور تاقیامت مسلمانوں کو ان کا احسان مند بنانا بھی کہ مسلمان یہ سمجھیں کہ یہ آیات فلاں فلاں بزرگوں کے طفیل ہمیں ملیں۔ اگرچہ بیشک ہمارا خالق اللہ ربّ العزت ہی ہے مگر چونکہ ماں باپ ہماری پیدائش کا ذریعہ ہے۔ اس لیے ہم پر ان کا بھی احسان ہے۔ غرض کہ ماں باپ سے جان ملی۔ تو وہ ہمارے محسن ہوئے۔ ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ذریعے قرآنِ مجید بلکہ ایمان ملا۔ اس لیے وہ حضرات بھی ہمارے محسن اعظم ہوئے۔ اگرچہ یہاں بارگاہ رسالت میں عرض کرنے والے دو اصحاب رضی اللہ عنہم تھے مگر چونکہ اس سوال کا تعلق سب ہی سے تھا یا چونکہ بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے دل میں ایسے سوالات تو تھے مگر بارگاہ

Marfat.com

رسالت مآب ﷺ میں عرض کرنے کی جرأت ہر ایک میں موجود نہ تھی۔

بہر حال یہ دونوں اصحاب باقی تمام کے نمائندے تھے اور نمائندوں کا کام اپنا ہی کام ہوتا ہے۔ درج بالا آیت میں ''یَسْئَلُوْنَ'' جمع لایا گیا۔ ''عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ'' اس میں خمر کے معنی ہیں ڈھانک لینا اور چھپانا۔ اسی لیے عربی میں چادر کو خمار کہتے ہیں اور پھولے ہوئے آٹے کو خمیر کہتے ہیں اور چونکہ شراب بھی عقل پر پردہ ڈال کر چھپا لیتی ہے۔ لہٰذا اسے خمر کہا جاتا ہے اور عرب میں خمر صرف انگوری شراب کو کہا جاتا ہے اور دیگر منشی شربتوں کو شراب کہتے ہیں۔ اس لیے انگوری شراب کی حرمت قطعی ہے۔ بہر حال شراب کیسی ہی کیوں نہ ہو بہر حال بالاتفاق قطعی حرام ہے۔ خواہ وہ نشہ دے یا نہ دے۔ پھر بھی حرام ہے۔

درج بالا آیات میں ''میسر'' یسر سے بنا ہے جس کے معنی ہیں آسانی' چونکہ جوئے میں مال آسانی سے آ بھی جاتا ہے اور آسانی سے ہی چلا بھی جاتا ہے جبکہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ''میسر'' کے معنی ہیں تقسیم کرنا اور بانٹنا۔ اسی لیے اونٹ کو بھی میسر کہتے ہیں کہ اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔ نیز عرب والے اونٹوں کو لاٹری سے تقسیم بھی کرتے تھے لہٰذا اسے میسر کہا گیا۔

خیال رہے کہ ہر دو طرفہ مالی ہار جیت جوا کہلاتا ہے۔ خواہ وہ نقد رقم ہو یا کسی اور چیز یا جنس سے متعلق ہو۔ لہٰذا تاش شطرنج' لاٹری' نرد شیر بلکہ بچوں کا تیر۔ پیسوں اور بانسوں سے کھیلنا جب کہ دو طرفہ مال یا دو طرفہ دیگر کوئی اور شرط ہو اور سٹہ یہ سب جواء ہے اور قطعی حرام ہے۔

لہٰذا اللہ ربّ العزت فرماتا ہے کہ اے حبیب ﷺ! لوگ آپ ﷺ سے شراب اور جوئے کے احکام پوچھتے ہیں کہ ان کا استعمال اور ان کی تجارت اور ان کا کاروبار اور ان میں اعداد اور ان کا تیار کرنا حرام ہے یا کہ حلال۔

درج بالا آیت میں تمام حرمات کے متعلق پوچھنا مقصود تھا ''قُلْ فِیْھِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ''

Marfat.com

اس میں فیھما کا مرجع شراب اور جواء دونوں ہیں اور اثم سے مراد جنسی گناہ ہے نہ کہ صرف ایک گناہِ کبیرہ سے ہر گناہ کی بڑائی مراد ہے۔ یعنی اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ اے حبیب ﷺ! فرما دو: کہ اس شراب اور جوئے میں بڑا گناہ ہے خیال رہے کہ اس آیت میں نہ تو شراب اور جوئے کو حرام کہا گیا اور نہ گناہ بلکہ فرمایا گیا کہ ان میں گناہ ہے کیونکہ جب یہ آیت نازل ہوئی تھی اس وقت یہ دونوں چیزیں حرام نہ ہوئی تھیں۔ اور ان کا استعمال بھی گناہ نہ تھا اور مطلب یہ تھا کہ ان کے استعمال سے کبھی بہت زیادہ گناہ پیدا ہو جاتے ہیں لہٰذا ان سے بچنا بہتر ہے کیونکہ شراب سے عقل جاتی رہتی ہے اور جوئے سے حرص پیدا ہوتی ہے۔ نیز اس سے مال کی بربادی بھی ہے۔ اس کے علاوہ نماز کا ضائع ہونا۔ جھگڑے فسادات کا رونما ہونا تو گویا یہ چیزیں حرام کا ذریعہ بن جاتی ہیں (تفسیر احمدی) ''وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ'' آیت کے اس حصہ میں منافع سے چند قسم کے فوائد اور ناس سے مختلف قسم کے لوگ مراد ہیں۔ یعنی جوئے اور شراب میں بہت سے لوگوں کو کچھ دنیاوی فائدہ ہے۔ مثلاً شراب سے کھانے کا جلد ہضم ہو جانا قوتِ باہ کا بڑھنا' رنج و غم وقتی طور پر دور ہو جانا (کیونکہ عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور سوچنے کی قوت مفلوج ہو جاتی ہے) بخیل سخی بن جاتا ہے۔ چہرے کا رنگ صاف ہو جاتا ہے۔ کمزور آدمی نشہ میں بہادر ہو جاتا ہے۔ شراب کا تاجر اور شراب بنانیوالا خوب نفع حاصل کرتا ہے اور اس طرح جوئے میں بغیر کسی مشقت مال ہاتھ آ جاتا ہے اور جواء کروانے والا دو طرفہ مال مارتا ہے۔ جواء جیتنے والا بڑے فخر سے غرباء اور مساکین کی امداد بھی کرتا ہے۔ مگر جس کا کوئی فائدہ نہیں جواء جیت کر دل میں خوشی اور سرور پیدا ہوتا ہے۔ بہرحال یہ سب کچھ اپنی جگہ مگر ''وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا'' ان حرام چیزوں کا گناہ ان کے نفع سے کہیں بڑھ کر ہے کیونکہ گناہ کا کوئی بھی فعل کریں اس میں وقتی طور پر فائدہ اور سرور ہی ملے گا۔

شراب سے عقل جاتی رہتی ہے اور عقل ہی گناہ کو روکتی تھی اور جب عقل نہ رہی تو پھر

Marfat.com

انسان ہر غلط حرکت کر سکتا ہے اور کسی بھی گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوسکتا ہے۔ شراب ہی ذکر اللہ سے روکتی ہے۔ اس سے آپس میں بغض اور عداوت پیدا ہوتی ہے۔ اکثر اوقات شرابیوں میں کشت و خون بھی ہو جاتا ہے اور جب ضرورت سے زیادہ پی لی جائے تو اکثر اوقات جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ شرابی شراب حاصل کرنے کے لیے کوئی غلط حرکت کر سکتا ہے۔ اس سے صد ہا قسم کی بیماریاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ یہ معدہ کو فاسد کرتی ہے۔ اسی لیے اس کو اُم الخبائث کہا گیا ہے۔ یعنی گناہوں کی جڑ ہے۔ کسی پیغمبر نے کبھی شراب نہ پی اور یہی حال جوئے کا ہے۔

جوئے میں جبراً کسی کے مال پر قبضہ کیا جاتا ہے۔ جواری ہار کر چوری اور ڈکیتی بھی کرتے ہیں۔ جواری بال بچوں کی پرورش اور عزت کی بالکل پرواہ نہیں کرتا بلکہ اپنی بیویاں اور بیٹیاں تک داؤ پر لگا دیتا ہے۔ کبھی ہارا ہوا جواری جیتنے والے کو قتل بھی کر دیتا ہے۔ جوا عداوت کی جڑ ہے مگر شراب میں شخصی نفع تھوڑا بہت ضرور ہے کہ اس سے بعض لوگوں کا بیوپار چلتا ہے مگر قوم' ملک اور دین کے لیے نقصانات ہی نقصانات ہیں۔ بہرحال جوئے اور شراب کا رواج قوم میں بربادی اور ملک میں فساد پیدا کرتا ہے۔ جب قوم ملک کی بجائے شخص پر قربان ہونے لگے گی تو ملک تباہ ہو جاتا ہے۔ چور کا ہاتھ کاٹنا' زانی کو سنگسار کرنا' ان سب میں شخص کو قوم پر قربان کیا گیا ہے کیونکہ ایک گندے اور بدمعاشرہ انسان کو سزا ملک و قوم کی آبادی ہے۔

بہرحال اس آیت کے نازل ہونے پر بعض لوگ شراب نوشی چھوڑ بیٹھے اور اکثر لوگ پیتے رہے پھر ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک صحابی کے یہاں صحابہ کرام کی دعوت تھی اور کھانے کے بعد شراب کا دور چلا اور اتنے میں نمازِ مغرب کا وقت ہوگیا ان میں سے ایک صحابی کو امام بنایا گیا۔ (روح المعانی) اس صحابی نے نماز میں سورۃ کافرون پڑھی' مگر نشہ کی وجہ سے ہر لا والی آیت سے لفظ لا اڑا دیا۔ یعنی ''اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ'' پڑھ گئے۔ تب یہ

Marfat.com

آیت نازل ہوئی۔ ''لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی'' یعنی نشہ میں نماز کے قریب مت جاؤ۔ اس کے بعد شراب کا استعمال بہت کم ہو گیا اور لوگ یا تو عشاء کے بعد پیتے تھے یا پھر فجر کے بعد کیونکہ ظہر سے عشاء تک نمازوں کی وجہ سے انہیں شراب پینے کا موقع نہ ملتا تھا۔ پھر عتبان ابن مالک رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کی دعوت کی۔ جس میں کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بھی شامل تھے تو کھانے کے بعد شراب پلائی گئی اور نشے میں یہ لوگ آپس میں لڑ پڑے اور زخمی ہو گئے۔ تو یہ مقدمہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش ہوا۔ تب حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دعا کی کہ اے مولا! شراب کے متعلق پورا حکم نازل فرما۔ تب آیتِ کریمہ ''اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ ...... فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ'' تک نازل ہوئی اور شراب قطعاً حرام کر دی گئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن ہمارے گھر مسلمانوں کی دعوت تھی۔ جس میں شراب کا دور چل رہا تھا اور ہمارے گھر مین بہت سے مٹکے شراب سے بھرے ہوئے تھے کہ اچانک منادی کی آواز کان میں آئی۔ میرے والد نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ سن کر تو آؤ! کہ کیسی منادی ہے میں نے واپس آ کر بتایا کہ شراب حرام ہونے کی منادی ہو رہی ہے۔ یہ بات سن کر اہلِ مجلس کی یہ حالت ہوئی کہ جس کے ہاتھ میں جام تھا اس نے وہیں پٹخ دیا۔ جو شخص مٹکے سے شراب انڈیل رہا تھا۔ اس نے وہیں پیالہ توڑ دیا جس کے منہ میں تھی اس نے فوراً کلی کر دی جو شخص منہ تک پیالے کو لے گیا تھا۔ اس نے وہاں سے ہی واپس کر لیا پھر میں نے ڈنڈے سے تمام مٹکے توڑ دیئے۔ اس دن مدینہ منورہ کی گلیوں میں بارش کے پانی کی طرح شراب بہہ رہی تھی اور شراب کے سوکھ جانے پر بھی کئی ماہ تک زمین سے شراب کی بدبو آتی رہی۔

مصطفیٰ تیری صولت پر لاکھوں سلام

اس اطاعت کی دنیا میں مثال نہیں ملتی

ایک اور موقع پر اللہ ربّ العزت فرماتا ہے۔

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ (المائدہ:۹۰،۹۱)

اے ایمان والو! شراب اور جواء اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں۔ شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ گے۔ شیطان یہ ہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوا دے۔ شراب اور جوئے میں اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا تم باز آئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دنیا میں خمر (شراب) پی وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔

(بخاری شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زنا کرتے وقت زانی میں ایمانِ (کامل) نہیں ہوتا اور خمر پیتے وقت شرابی میں ایمانِ (کامل) نہیں ہوتا اور چوری کرتے وقت چور میں ایمانِ (کامل) نہیں ہوتا۔ (بخاری شریف)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ادھ پکی کھجوروں اور چھواروں کی شراب پلا رہا تھا۔ کہ ایک آنے والے نے کہا کہ خمر کو حرام کر دیا گیا۔ تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے انس رضی اللہ عنہ اٹھو اور اس تمام شراب کو انڈیل دو۔

حضرت ابومالک رضی اللہ عنہ یا حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میری امت میں ایسے افراد ہوں گے جو زنا' ریشم' خمر اور آلاتِ موسیقی کو حلال کہیں گے اور عنقریب کچھ لوگ پہاڑ کے دامن میں رہیں گے۔ جب شام کو

Marfat.com

اپنے جانوروں کا ریوڑ لے کر گزریں گے تو ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت لے کر آئے گا تو کہیں گے کہ "کل آنا" اللہ رب العزت پہاڑ گرا کر ان کو ہلاک کر دے گا اور دوسرے لوگوں (زنا' شراب' آلاتِ موسیقی کو حلال کہنے والے) کو مسخ کر کے قیامت کے دن بندر اور خنزیر بنا دے گا۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جو عقل کو ڈھانپ لے وہ خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جس شخص نے کسی نشہ آور چیز کو پیا۔ اس کی چالیس دن کی نمازیں ناقص ہو جائیں گی۔ اگر اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالے گا۔ اور اگر اس نے چوتھی بار شراب پی تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو طینۃ الخبال سے پلائے۔ پوچھا گیا کہ طینۃ الخبال کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' دوزخیوں کی پیپ۔ (سنن ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خمر (انگوروں سے) نچوڑنے والے پر اس کو بنانے والے پر خمر کو لادنے والے پر اور جس کے پاس لاد کر لائی جائے لعنت فرمائی ہے۔ (سنن ابوداؤد)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خمر پیئے۔ اس کو کوڑے مارو' اگر وہ چوتھی بار پیئے تو اس کو قتل کر دو۔ (یہ حدیث غریب ہے)

(ترمذی شریف)

امام طحاوی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خمر پیئے اس کو اسی کوڑے مارو۔ (شرح معانی الآثار)

امام مالک امام شافعی' امام احمد کے نزدیک ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور اس کے پینے پر حد واجب ہے۔ خواہ قلیل مقدار ہو یا کثیر مقدار میں ہو۔ (الجامع الاحکام القرآن)

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مسلک کے متعلق شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں

Marfat.com

کہ۔

قرآنِ مجید نے خمر کو حرام کیا ہے اور حضرت امام اعظم کے نزدیک خمر اس کچے شیرے کا نام ہے جو پڑے پڑے جوش کھانے لگے اور جھاگ چھوڑ دے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآنِ مجید میں ''اِنِّیۡ اَعۡصِرُ خَمۡرًا'' (یوسف:32)

میں نے خواب میں دیکھا کہ خمر کو نچوڑ رہا ہوں یعنی انگوروں کو نچوڑ رہا ہوں جو خمر ہو جائیں گے۔ (المبسوط)

علامہ ابنِ عابدین شامی لکھتے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک صرف خمر حرام قطعی حرام ہے۔ اس کا پینا' پلانا بیچنا' خریدنا' رکھنا' سب قطعی حرام ہیں۔ خمر کے علاوہ تین مشروب اور حرام ہیں ایک بازق یعنی انگور کا پکا ہوا شیرہ جو کہ پکنے کے بعد ایک تہائی رہ جائے یا جو پڑے پڑے جوش کھانے لگے اور جھاگ چھوڑ دے۔

دوسرا سکر یعنی تازہ کھجوروں کا کچا شیرہ جب جھاگ چھوڑ دے۔ تیسرا نقیع الزبیب ہے۔ یعنی کشمش کا کچا شیرہ جو پڑے پڑے جھاگ چھوڑ دے۔ (ردّالمحتار)

درج بالا تینوں دیگر مشروبات کی حرمتِ ظنی ہے اور ان کی نجاستِ خفیفہ ہے۔ جب کہ نشہ آور مقدار میں پیا جائے یا اس سے کم مقدار میں یہ حرام ہیں۔ نہ نجس۔

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں کہ

خمر کا ایک قطرہ بھی پی لیا جائے تو حد واجب ہو گی اور باقی تین شرابوں کے پینے سے اس وقت حد واجب ہوگی جب نشہ ہو جائے۔ (ہدایہ اخیرین)

حضرت سیّدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مسلک ہے کہ خمر تو بعینہٖ حرام ہے اور باقی نشہ آور مشروب اگر نشہ آور مقدار میں پیئے جائیں تو وہ بھی حرام ہیں اور اس سے کم مقدار میں پیئے جائیں تو وہ حرام نہیں ہیں اور باقی آئمہ ثلاثہ کے نزدیک جو مشروب نشہ آور ہو وہ خمر ہو یا کوئی اور مشروب خواہ وہ قلیل مقدار میں پیا جائے یا کثیر مقدار میں بہر حال وہ حرام ہے۔

Marfat.com

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ درج ذیل حدیث شریف ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ خمر (مطلقاً) حرام کی گئی ہے۔ خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور (مقدار) کو حرام کیا گیا۔ (مسند امام اعظم رضی اللہ عنہ)

امام ابو یوسف نے بھی اس حدیث کو حضرت امام اعظم کی سند سے روایت کیا ہے۔ (کتاب الآثار)

امام ابن ابی شیبہ اور امام دار قطنی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (سننِ دار قطنی)

امام طبرانی تین مختلف اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا شراب کو بعینہٖ حرام کیا گیا ہے اور ہر مشروب میں سے نشہ آور مقدار کو (معجم کبیر: جلد 10)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ بعض اسناد کے ساتھ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ (مجمع الزوائد: جلد 5)

امام ابن نسائی نے اس حدیث کو چار مختلف اسناد سے روایت کیا ہے۔ (سننِ نسائی)

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (سننِ کبریٰ)

Marfat.com

جواء اور اس کا حرام ہونا

عربی میں جوئے کے لیے ''میسر'' اور ''قمار'' دونوں الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ میسر کا لفظ یسر سے بنا ہے جس کے معنی آسانی کے ہیں چونکہ جوئے میں جیتنے والا آسانی سے رقم حاصل کر لیتا ہے۔ اس لیے اس کو میسر کہتے ہیں۔ میر سید شریف صاحب قمار کی تعریف میں لکھتے ہیں۔

ہر وہ کھیل جس میں یہ شرط ہے کہ مغلوب کی کوئی چیز غالب کو دے دی جائے گی' قمار کہلاتا ہے۔ (التعریفات' مصر)

علامہ ابنِ عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں کہ قمار قمر سے مأخوذ ہے جو کبھی کم ہوتا ہے کبھی زیادہ اور جوئے کو قمار اس لیے کہتے ہیں کہ جواء کھیلنے والوں میں سے ہر ایک اپنا مال اپنے ساتھی کو دینے اور اپنے ساتھی کا مال لینے کو (شرط کے ساتھ) جائز سمجھتا ہے۔ اور یہ نصِ قرآنِ مجید سے حرام ہے۔ اور اگر صرف ایک جانب سے شرط لگائی جائے تو جائز ہے۔ (ردالمحتار)

علامہ ابوبکر جصاص حنفی فرماتے ہیں کہ

کہ اہلِ علم کا قمار کے عدم جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور باہم شرط لگانا بھی قمار۔ حضرت سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا' کہ آپس میں شرط لگانا قمار (جواء) ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ اپنے مال اور بیوی بچوں پر بھی شرط لگاتے تھے بلکہ اب بھی جواریوں میں یہ رواج قائم ہے۔ پہلے یہ مباح تھا پھر اس کی تحریم نازل ہوئی اور جب سورۂ روم نازل ہوئی تو حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رومیوں کے ایرانیوں سے غالب ہونے پر

Marfat.com

مشرکین سے شرط لگائی تھی تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شرط میں زیادتی کرو اور مدت بڑھا دو۔ پھر بعد میں اس سے منع فرما دیا اور قمار (جواء) کی حرمت نازل ہو گئی اور اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ شتر سواری، گھوڑے سواری اور نیزے بازی میں سابقیت کی شرط لگانے کی رخصت ہے جبکہ سب سے آگے نکلنے والے کو انعام دیا جائے اور پیچھے رہ جانے والے کو نہ دیا جائے اور اگر یہ شرط لگائی جائے کہ دونوں میں جو آگے نکل جائے گا وہ لے گا اور جو پیچھے رہ جائے گا وہ دے گا تو یہ ناجائز ہو گا اور اگر وہ اپنی تیسرے شخص کو داخل کر دیں اور وہ آگے نکل گیا تو لے گا۔ اگر پیچھے رہ گیا تو کچھ نہ دے گا تو یہ جائز ہے لہٰذا اس دخیل کو حضورِ اقدس ﷺ نے محلل فرمایا۔ (احکام القرآن جلد اوّل)

لاٹری، معمہ بازی، ریس کورس میں گھڑ دوڑ، تاش، شطرنج، کیرم اور دیگر کھیلیں کہ جن میں ہار جیت پر رقمیں لگانا، کرکٹ، فٹ بال، ہاکی اور سکوائش وغیرہ کے ملکی اور غیر ملکی ٹورنامنٹ کھیلوں میں سٹہ کھیلنا، یہ سب جواء ہے۔ گناہِ کبیرہ اور قطعی حرام ہے جو اسے حرام نہ مانے وہ کافر ہے۔ انعامی بانڈ پر جو رقم انعام میں ملتی ہے وہ جائز ہے اگر انعامی بانڈ کی بجائے صرف نمبر خریدا گیا اور انعام نہ نکلنے کی صورت میں خرچ شدہ رقم واپس نہ ملے تو مکمل جواء ہے۔ اگر سرکاری انعامی بانڈ خریدا اور انعام نہ نکلنے کی صورت میں انعامی بانڈ کی قیمت انعامی بانڈ خریدنے والے کے پاس ہی رہے گی تو یہ جواء نہیں ہے کیونکہ اس میں اپنی رقم کے ضائع ہونے کا امکان نہیں ہے۔ اس میں انعامی بانڈ کا مالک یعنی خریدار جب چاہے اپنے بانڈ کو بینک سے کیش کروا سکتا ہے۔ اس میں خریداری کی ترغیب دینے کے لیے بعض نمبروں پر حکومت انعام کا اعلان کرتی ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے بعض تجارتی ادارے یا ٹوتھ پیسٹ بنانے والے کوئی سکیم جاری کرتے ہیں اور خریداروں کو انعامی رقم انعام میں دیتے ہیں یا بعض ٹھنڈے مشروب والے (مثلاً کوکا کولا اور پیپسی) اپنی بوتلوں کے بعض ڈھکنوں میں انعامی رقم رکھ دیتے ہیں یہ جواء نہیں ہوتا۔

Marfat.com

شراب کی ہلاکت و بربادی

تفسیرِ عزیزی وغیرہ نے بحوالہ ابنِ جریر اور ابنِ ابی حاتم اور حاکم و دیگر تفاسیر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبداللہ ابنِ مجاہد رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانہ میں انسان بہت بدعمل ہو گئے۔ فرشتوں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ اے مولائے کریم! انسان بہت بدکار ہو گیا ہے۔ خیال رہے کہ فرشتوں نے پیدائش حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے اپنا استحقاقِ خلافت بیان کیا۔ ''وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ' الخ'' اور اس موقع پر انسان کی نااہلی کا اظہار مقصود ہے۔ یعنی یہ خلافت کے لائق نہیں ہے اور انہیں معزول کر دیا جائے یا پھر کم از کم خلیفہ یہ رہے اور وزیر ہم (فرشتے) بن جائیں تاکہ ہم ان کے بگڑے ہوئے کام سنبھال لیں' کچھ بھی سہی۔ اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہوا کہ انسان کو غصہ اور شہوت دی گئی ہے جس کی وجہ سے گناہ زیادہ کرتا ہے اور اگر یہ چیزیں تم کو بھی مل جائیں تو تم بھی گناہ کرنے لگو۔ فرشتے بولے! کہ اے مولائے کریم' ہم تو گناہ کے پاس بھی نہ جائیں گے۔ خواہ کتنا ہی غصہ اور شہوت کیوں نہ ہو۔ تو حکمِ ربی ہوا کہ اچھا تم اپنی جماعت میں سے اعلیٰ درجہ کے پرہیزگار فرشتے چھانٹ لو ان کو غصہ اور شہوت دے دیتے ہو۔ پھر امتحان ہو جائے گا۔

چنانچہ ہاروت اور ماروت جو کہ بڑے ہی عبادت گزار فرشتے تھے۔ عملِ انتخاب میں

Marfat.com

آ گئے اللہ ربّ العزت نے ان کو دو چیزیں یعنی غصہ اور شہوت دے کر شہرِ بابل میں اتار دیا اور فرمایا: کہ تم قاضی بن کر لوگوں کا فیصلہ کیا کرو اور روزانہ اسمِ اعظم کے ذریعے شام کو آسمان پر واپس آجایا کرو یہ دونوں ایک ماہ تک ایسے ہی آتے اور جاتے رہے۔ اتنے عرصہ میں ان کے عدل و انصاف کا عام چرچا ہو گیا اور بہت سے مقدمات ان کے پاس آنے لگے۔ ایک دن ایک نہایت حسین و جمیل عورت نے جس کا نام زہرہ تھا یہ ملکِ فارس (ایران) کی رہنے والی تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت کے مطابق اس کا نام بیدخت تھا اور زہرہ لقب تھا اس نے اپنے خاوند کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ یہ دونوں فرشتے ہاروت اور ماروت اسے دیکھتے ہی اس پر عاشقِ زار ہو گئے اور اس سے برے کام کی خواہش کر دی۔ اس حسین و جمیل عورت نے کہا کہ میرا دین کچھ ہے اور تمہارا دین کچھ اور ہے اور مذہبی اختلاف ہوتے ہوئے یہ نہیں ہو سکتا۔ نیز میرا شوہر بہت غیرت مند ہے اگر اسے خبر ہو گئی تو وہ مجھے قتل کر دے گا۔ لہٰذا اگر آپ نے مجھے حاصل کرنا ہے تو پہلے میری چند شرائط پر عمل کرو پھر میں تمہاری خاطر اپنی عزت کی قربانی دے دوں گی اور میری شرائط یہ ہیں کہ پہلے تو آپ لوگ میرے بت کو سجدہ کرو۔ دوسرے میرے شوہر کو قتل کر دو پھر میں تمہاری اور تم میرے ہو جاؤ گے۔ درج بالا شرائط سن کر فرشتوں نے انکار کر دیا تو وہ حسین و جمیل عورت چلی گئی مگر ہاروت اور ماروت کے دل میں اس عورت کے ساتھ عشق کی آگ بھڑک اٹھی اور آخر کار اس عورت کو پیغام بھجوا دیا کہ ہم تیرے گھر آنا چاہتے ہیں تو اس حسین و جمیل عورت نے دعوت قبول کرتے ہوئے ان فرشتوں کو کہلا بھیجا کہ اگر آپ آنا چاہتے ہیں تو میرے سر اور آنکھوں پر پھر ہاروت اور ماروت اس عورت کے گھر پہنچے تو اس عورت نے اپنے آپ کو خوب آراستہ کیا اور اس کے بعد ان فرشتوں کے سامنے آ گئی اور ان سے کہنے لگی کہ آپ مجھے اسمِ اعظم سکھا دیں۔ 2- یا میرے بت کو سجدہ کرو۔ 3- یا میرے شوہر کو قتل کر دو۔ 4- یا شراب پی لو۔ ہاروت اور ماروت نے سوچا کہ اسمِ اعظم اسرارِ الٰہی ہے اس کو ظاہر کرنا

Marfat.com

بہت بڑا ظلم ہے۔ 2- بت پرستی شرک ہے' 3-قتلِ حق العباد ہے' 4- لاؤ شراب پی لیتے ہیں کیونکہ اس کا نشہ تھوڑی دیر بعد اتر جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے شراب پی لی اور جب شراب پی کر بدمست ہو گئے تو اس نے ان سے بت کو سجدہ بھی کروالیا اس کے بعد اپنے شوہر کو ان کے ہاتھوں سے قتل بھی کروادیا اور ساتھ ہی اسمِ اعظم بھی پوچھ لیا۔

وہ حسین و جمیل عورت اسمِ اعظم پڑھ کر اپنی صورت بدل کر آسمان پر پہنچ گئی اور اللہ ربّ العزت نے اس کی روح کو زہرہ ستارے سے متصل کر دیا اور شکل اس کی زہرہ ستارے کی طرح ہوگئی اور جب ان کا نشہ اترا تو ہاروت اور ماروت اسمِ اعظم بھول چکے تھے اور اپنے کیے پر انتہائی نادم اور شرمندہ تھے۔ پھر اللہ ربّ العزت نے فرشتوں سے فرمایا کہ انسان میری تجلی سے دور رہتا ہے۔ یہ دونوں شام کو حاضرِ بارگاہ بھی ہوتے تھے اور پھر بھی شہوت سے مغلوب ہو کر سب کچھ کر بیٹھے لہٰذا اگر انسانوں سے گناہ سرزد ہوں تو اس میں کیا تعجب ہے۔ فوراً تمام فرشتوں نے اپنی خطاء کا اقرار کیا اور زمین والوں پر بجائے لعن طعن کرنے کے دعائے مغفرت کرنے لگے۔ قرآنِ مجید میں اللہ ربّ العزت فرماتا ہے۔ ''وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ'' پھر یہ دونوں حضرت ادریس علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت کے طالب ہوئے۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے ان کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی تو بہت روز کے بعد حکمِ الٰہی جاری ہوا کہ ان کو اختیار دیجئے کہ یہ یا تو دنیاوی عذاب قبول کرلیں یا پھر آخرت کا عذاب قبول کرلیں۔

حضرت ادریس علیہ السلام نے انہیں حکمِ الٰہی پہنچایا کہ ان کو اختیار دیجئے۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ یا نبی علیہ السلام اللہ! دنیا کا عذاب فانی اور آخرت کا ابدالآباد تک باقی ہے۔ لہٰذا ہم کو دنیاوی عذاب منظور ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم فرمایا کہ ان دونوں کو لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر بابل کے کنویں میں اوندھا لٹکا دیں۔ اس کنویں میں آگ بھڑک رہی ہے اور یہ لٹکے ہوئے ہیں اور فرشتے باری باری سے ہر وقت ان کو کوڑے مارتے ہیں

Marfat.com

سخت پیاس سے ان کی زبانیں باہر لٹکی ہوئی ہیں۔ یہ واقعہ سنن بیہقی، مسند امام احمد اور دیگر احادیث کی کتب میں بہ اسناد صحیح مروی ہے اور بعض لوگوں نے ہاروت اور ماروت کو اس حالت میں دیکھا بھی ہے۔ (تفسیر نعیمی)

لہٰذا درج بالا واقعہ پڑھ کر شراب پینے والوں کو اپنی حیثیت اور آخرت میں اپنے انجام سے آگاہ ہو جانا چاہیے اور اللہ ربّ العزت کا لاکھوں بار شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے اپنے حبیب ﷺ کے صدقہ میں مسلمانوں پر توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ اللہ ربّ العزت ہم سب کو ہدایت نصیب فرمائے۔ (آمین)

اللہ ربّ العزت قرآنِ مجید میں فرماتا ہے کہ "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ الخ"۔ یعنی اللہ ربّ العزت نے قرآنِ مجید میں ہم مسلمانوں کو توحید یا اسلام کی صفت سے نہ پکارا بلکہ لاتعداد مقامات پر ایمان کی صفت سے پکارا۔ کیونکہ اسلام عام ماننے کا نام ہے۔ خواہ دل سے مانا جائے یا کہ دلیل سے مانا جائے۔ مگر ایمان نام ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کو دل سے ماننا۔ اور اسی ایمان پر نجات کا دارومدار ہے۔ یعنی اے وہ لوگو! جو ہم کو اور ہمارے رسول ﷺ کو دل سے مان چکے اور ہمارے کسی حکم میں چون و چرا نہ کرو۔ کیوں کیسے وغیرہ سوالات دلیل کے لیے ہوتے ہیں اور دل کے لیے کوئی جرح اور قدح نہیں ہوتی۔ اپنے کالے سیاہ بچے کو بھی انسان دل سے مانتا ہے اور دوسرے کے گورے بچے کو دلیل سے مانا جاتا ہے۔ حاکم کا حکم دلیل سے مانا جاتا ہے اور حکیم کا نسخہ دل سے مانا جاتا ہے۔ غور کرو ان میں کتنا فرق ہے۔ کیونکہ یہاں "انا" کو فنا کر کے آؤ اور نخوت نہ لاؤ، محو ہو کر آؤ۔

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

لہٰذا نماز کے جواز کی شرط ہے شراب کے نشہ سے خالی ہونا اور ظاہری نجاسات حقیقیہ وحکمیہ سے پاک ہونا مگر نماز کی مقبولیت کے لیے شرط ہے دل کا حب دنیا [illegible]

سے خالی ہونا اور دنیاوی آلائشوں' حسد' کینہ' بغض وغیرہ سے دل کا پاک ہونا اور سب سے بڑا نشہ خود اپنی خودی کا نشہ ہے' مولانا فرماتے ہیں۔

ای اسیر ننگ و نام خویشتن — بستی خود را بدام خویشتن!

ورنہ گنجی باخود اندر کوئے او — کم شو ازخود تایابی کوئے او!

تاتو نزدیک خودی زیں حرف دور — غائبی یابی اگر خواہی حضور!

تاتو از غفلت چوبادہ مست شد — لاجرم ازطور وصلت پست شد!

یعنی اگر تو اپنے نام ننگ میں گرفتار رہے تو تو اپنے جال میں خود پھنسا ہے اور اس جال کو توڑ تاکہ یار کی گلی تک پہنچ پائے اور اپنے سے غائب ہو جا' تاکہ یار کی بارگاہ میں حاضری میسر ہو جاوے۔ لہٰذا فرمایا جا رہا ہے کہ نمازِ قرب سے اس وقت تک تم محروم ہو جب تک کہ اس خودی کے نشہ میں ہو اور یہ قرب اس وقت تک میسر نہ ہوگا جب تک تم یہ نہ جانو کہ اپنے اللہ ربّ العزت سے کیا کہہ رہے ہو (یعنی اللہ ربّ العزت نے سورۃ النساء آیت نمبر 43 میں فرمایا ہے کہ

"اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھ لو اور ناپاکی کی حالت میں بغیر نہائے اور سفر میں اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا تم نے عورتوں کو چھوا اور پانی نہ پایا' تو پاک مٹی سے تیمّم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھ کا مسح کرو' بیشک اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا اور بخشنے والا ہے۔

اللہ ربّ العزت وحدہٗ لاشریک ہے اسے پسند نہیں کہ نمازِ قرب میں کسی دوسرے کی شرکت ہو۔ لہٰذا اپنا وجود چھوڑ کر سجود کر اور ایسے ہی دلی جنابت سے پاکی یہ ہے کہ قربت' انابت صدق اور خلوص کے پانی سے غسل کرو اور اگر تم دل کی کجی کی بیماری میں مبتلا ہو۔ یا پھر طلبِ دنیا یا طلبِ عقبٰی و طلبِ مولا کے سفر میں ہو یا تم ہوائے نفسانی کے پاخانہ سے

Marfat.com

فارغ ہو یا پھر تم اشغالِ دنیاوی کی عورتوں کے پاس جاؤ اور تمہیں صدق رجوع الی الحق کا پانی اگر میسر نہ ہو تو پھر تم اللہ ربّ العزت کی بارگاہ کے مقبول بندوں کے قدموں کی خاک کی طرف رجوع کرو اور وہ مٹی اپنے منہ اور ہاتھوں پر ملو اور اپنے ہاتھوں سے مقربانِ الٰہی کا دامن مضبوطی سے پکڑو اور پھر پختہ یقین رکھو کہ اللہ ربّ العزت بخشنے والا بڑا ہی مہربان ہے اور وہ اپنے کرم سے پانی نہ پانے والے مجبوروں کو مقبول بندوں کے قدموں کی مٹی کے ذریعے ہی پاک وصاف کر دیتا ہے اور ان کے پاس بیٹھنے والا کبھی بھی محروم نہیں رہتا کیونکہ ان کے قدموں کی مٹی تو مردوں میں بھی جان ڈال دیتی ہے کہ کیا تمہیں خبر نہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کی خاک جب سامری کے بچھڑے میں پہنچی تو اسے زندہ کر دیا۔

اور اگر گندہ اور ناپاک پانی پاک صاف پانی سے مل کر بہہ جائے تو پاک ہو جاتا ہے۔ اور ہم گندے اور ناپاک سے انسان اگر کسی مقبول بارگاہ بندے کے ساتھ مل کر چل نکلیں تو ضرور کامل ہو جائیں۔

کلیدِ گنجِ سعادت قبول اہلِ دل است　　مبادکس، کہ دریں نکتہ شک و ریب کند

شبانِ وادی ایمن گہے رسید بمراد!　　کہ چند سال بجاں خدمت شعیب کند

یعنی نیک بختی کے خزانے کی چابی دل والوں کا قبول فرما لینا ہے اور اس میں ہرگز شک نہ کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وادیٔ ایمن میں پہنچ کر ایک چرواہے سے کلیم اللہ بنے جبکہ برس ہا برس حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت کی۔ (تفسیر روح البیان)

خلاصہ یہ ہے کہ جیسے نماز کے لیے جسم کی پاکی ضروری ہے ایسے ہی دل کی پاکی بھی لازم ہے جسم ان کنوؤں کے پانی سے پاک ہوتا ہے۔ مگر دل فیضان کے چشموں سے پاک ہوتا ہے۔ ناپاک جسم مساجد میں داخل نہیں ہو سکتا اور ایسے ہی ناپاک دل بارگاہِ قرب کے قریب بھی نہ جا سکیں گے چونکہ ناپاک ہاتھ قرآنِ مجید کو نہیں چھو سکتے۔ ایسے ہی ناپاک زبان قرآنِ مجید کے الفاظ نہیں چھو سکتی تو پھر ناپاک دماغ قرآنِ مجید کے مضامین کیونکر

Marfat.com

چھوئیں اور ایسے ہی ناپاک دل میں قرآنِ مجید کے اسرار نہیں سما سکتے اور اگر تمہارے پاس اپنا پانی ہے تو اس سے دل کا وضو کر لو ورنہ پھر کسی کے آستانہ کی خاک سے تیمّم کرو' پھر یار کی طرف رخ کرنا۔

صوفیائے کرام کے نزدیک مومن وہ ہے کہ جس کے دل کی تختی پر اللہ ربّ العزت اپنی قلمِ عنایت سے ایمانِ حقیقی لکھ دے کیونکہ ''اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ'' ایمان کا اصل مقام دل ہے اور ظاہری اعضاء ایمان کی تجلی گاہ ہیں جیسے سورج کا اپنا مقام چوتھا آسمان ہے زمین پر صرف اس کی تجلی ہے اور صوفیائے کرام کے نزدیک خمر مردہ چیز کا نام ہے جو کہ عقل کو بے نور کر دے لہٰذا تکبر' حرص' ہوس اور محبتِ دنیا بلکہ ربّ تعالیٰ سے غافل کر دینے والی ہر چیز خمر ہے اور اس خمر ہی سے نفسِ امارہ بن جاتا ہے اور پھر انسان حیوان بلکہ شیطان بن جاتا ہے اور شیطان پر تکبر کا خمر (شراب) کا خمار ہی چڑھا تھا کہ جس سے وہ مردودِ بارگاہ ہوا۔ ان کی اصطلاح میں دنیا کے عوض دین کھو بیٹھنا ہی جواء ہے اور ایسا دنیا دار ہی جواری ہے۔ حرص' بخل' غصہ عداوت اور سیدھے راستہ سے بہک جانا اس کے نتائج میں ''تَعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ'' بت پرستی جو اللہ ربّ العزت کی رضا کے مقابل کسی اور کو راضی کرے وہ عرفاء کے ہاں شرک ہے اور اللہ ربّ العزت کے علاوہ کسی دوسرے سے خیر کی امید ہی شر ہے۔

خوف از لازم ہے اور ضار و نافع اللہ ربّ العزت ہی ہے اور اس کے مقابل کوئی کچھ بھی نہیں۔ یہ سب چیزیں گندگی اور شیطانیت ہیں لہٰذا ان سے بچو گے تو نجات پا جاؤ گے اور یہی چیزیں تمام برائیوں کی جڑیں ہیں ان میں مبتلا ہونے والا اللہ تعالیٰ کے ذکرِ حقیقی سے محروم رہتا ہے۔ اے مسلمانو! کیا اس سے بچو گے؟ سبحان اللہ یار نہیں چاہتا کہ میرا چاہنے والا اغیار کو بھی چاہے کیونکہ یار و اغیار ایک دل میں کبھی نہیں رہ سکتے۔ صوفیائے کرام کے ہاں خمر ایک انتہائی بری چیز ہے اور شراب اچھی ہے جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرے وہ خمر

Marfat.com

ہے جو دنیا سے غافل کر کے یار کی طرف متوجہ کرے وہ شراب طہور ہے۔ ''وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا'' ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خواب فرمایا کہ

نمی گویم کہ از عالم جدا باش — بہ ہر جائیکہ باشی باخدا باش

اگر ریا کاری کی نماز اللہ تعالیٰ سے آڑ بن جائے تو وہ خمر ہے اور اگر زن وفرزند خدا رسی کا ذریعہ بن جائیں تو وہ شراب طہور ہیں اور سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ صوفیائے کرام کا شراب وخمر میں فرق دریائے ناپیدا کنار ہے ان کے ہاں خمر خانے اور جگہ ہیں اور مے خانے اور جگہ پر ہیں۔

مست جس جام میں پی لے وہی پیمانہ بنے
جس جگہ بیٹھ کے پی لے وہی مے خانہ بنے

نوٹ: 3ھ غزوۂ احد کے موقع پر اللہ ربّ العزت نے حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرماتے ہوئے شراب کو قطعاً حرام کر دیا۔

فائدہ: شرعی احکام صرف مسلمانوں پر جاری ہیں اور کفار ان کے مکلف نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی رسی کھلی چھوڑ دی ہے۔ چنانچہ کفار پر نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ فرض نہیں ہیں اور ان پر شراب اور جواء وغیرہ کی بھی حد نہیں اور یہ فائدہ ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا'' سے حاصل ہوا۔ مگر سیاسی اور ملکی انتظامات کے احکام کفار پر بھی جاری ہیں چنانچہ وہ چوری، ڈکیتی اور قتل وغیرہ نہیں کر سکتے۔ اگر ایسا جرم کریں گے تو سزا شرعی ان پر لاگو ہوگی۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ انگوری شراب نجس اور نجاستِ غلیظہ ہے اس کا ایک قطرہ بھی مکمل حرام ہے۔ نشہ دے یا نہ دے اور اس کی حرمت یا نجاست کا منکر کافر ہے اور یہ فائدہ ''رجس'' سے حاصل ہوا۔ (تفسیر احمدی)

حرمت کے فوائد

1- انگوری شراب کے علاوہ دوسری شرابیں نجاستِ خفیفہ ہیں اور ان کی حرمت انگوری

Marfat.com

شراب کی سی نہیں۔ انگوری شراب ایک قطرہ پینے پر شرعی حد یعنی اسی کوڑے جاری ہو گی اور دیگر شرابوں میں حدِ نشہ تک پینے میں شرعی سزا لاگو ہو گی اور اس سے کم پینے پر نہیں۔ (تفسیر عزیزی)

نشہ آور اور خشک چیزیں مثلاً' افیون' چرس' بھنگ وغیرہ نجس نہیں پاک ہیں مگر تا حدِ نشہ انہیں استعمال کرنا حرام ہے اور اگر نشہ نہ دیں جیسا کہ دوا وغیرہ میں ڈاکٹر اور طبیب حضرات استعمال کرائیں تو حرام نہیں کیونکہ ویسے بھی بہت سی معجونوں میں افیون استعمال ہوتی ہے۔

2- انگوری شراب مسلمان کے لیے مال متقوم نہیں لہٰذا اسے برباد کرنے والے پر تاوان نہیں اور اس کی تجارت مسلمان کے لیے حرام ہے۔ (تفسیرِ عزیزی' کتب فقہ) اور انگوری شراب کے علاوہ دوسری شرابوں کے مال ہونے میں اختلاف ہے اور اس کے برباد کر دینے پر حضرت سیّدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک تاوان ہے اور دیگر کے ہاں تاوان نہیں۔ (تفسیرِ احمدی)

انگوری شراب پینے کے علاوہ اور بھی کسی طرح استعمال نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا اس کا اعضائے جسم پر لیپ کرنا یا کروانا بھی حرام ہے اور یہ فائدہ بھی ''رجس'' سے حاصل ہوا۔ مگر شرعی سزا اس کے پینے پر ہو گی۔ لیپ وغیرہ کرنا حرام تو ہے مگر اس پر شرعی سزا لاگو نہ ہو گی۔

خیال رہے کہ انگوری شراب اور دیگر شرابوں میں چھ طرح فرق ہے۔

(i) انگوری شراب نجاستِ غلیظہ ہے اور دوسری شرابیں نجاستِ خفیفہ ہیں۔

(ii) شراب انگوری ایک قطرہ پینے پر شرعی سزا یعنی 80 کوڑے کی سزا جاری ہو گی اور دیگر شرابوں میں حد نشہ پینے پر جاری ہو گی۔

(iii) شراب انگوری قطعی حرام ہے اور اس پر ساری امت کا اجماع ہے جبکہ دوسری شرابوں پر کافی طویل بحث ہے اور وہ تا حدِ نشہ حرام ہیں اور اس سے کم میں علماء کا اختلاف ہے اور جمہور کے نزدیک مکروہِ تحریمی ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک نہیں بلکہ

Marfat.com

تا حد نشہ میں بھی شریک ابنِ عبداللہ اور امام اوزاعی اور ابنِ ابی لیلیٰ کا اختلاف ہے۔
(تفسیر احمدی)

(iv) شرابِ انگوری کی حرمت کا منکر کافر ہے اور دوسری شرابوں کی حرمت میں اختلاف ہے لہٰذا دیگر شرابوں کی حرمت کا منکر کافر نہیں۔

(v) انگوری شراب کا لیپ وغیرہ بھی حرام ہے جبکہ دیگر شرابوں کا نہیں۔

(vi) انگوری شراب کی مسلمان تجارت وغیرہ نہیں کر سکتا جبکہ دیگر شرابوں کی خرید وفروخت بوقتِ ضرورت کر سکتا ہے۔

3- جوئے سے حاصل کیا ہوا مال جیتنے والے کی ملکیت نہیں بن جاتا۔ اس پر فرض ہے کہ جیتا ہوا مال واپس کرے اور اس کے علاوہ دیگر تمام حرام آمدنیوں اور کمائی کے متعلق بھی یہی حکم ہے۔ مثلاً رشوت اور سود وغیرہ کی آمدنی اور یہ فائدہ "والمیسر" سے حاصل ہوا حتیٰ کہ عقودِ فاسد یا ظلم سے حاصل کیا ہوا مال حاکم کے حکم سے بھی یا حاکم کے فیصلہ سے بھی ظالم کے لیے حلال نہیں ہو جاتا۔ حضورِ اقدس ﷺ کا فرمان ہے کہ اگر میں کسی مقدمہ میں ایک فریق کی تیز زبان اور چالاکی کی بنا پر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں تو وہ مال اس کے لیے حلال نہ ہوگا۔ حرام ہی رہے گا اور وہ مال اس کے لیے دوزخ کا انگارا ہے لہٰذا جب سرکارِ دوعالم ﷺ کے فیصلہ سے یہ مال حلال نہ ہو سکا تو پھر دوسرے حکام کے فیصلہ سے کیسے حلال ہو جائے گا۔

4- بت سازی اور بت فروشی مسلمان کے لیے حلال نہیں اور یہ فائدہ "والانصاب" سے حاصل ہوا۔

5- فال کھولنا اور کھلوانا یا اس پر پیسے لینا اور دینا حرام ہے اور یہ فائدہ "والازلام" سے حاصل ہوا۔

6- صرف نیک اعمال کرنے سے کامیابی ونجات حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے

Marfat.com

برے اعمال سے بچنا بھی ضروری ہے۔ یہ فائدہ ''فَاجْتَنِبُوْا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ'' سے حاصل ہوا۔

7- نیکیاں کرنا' گناہوں سے بچنا' دکھلاوے اور نام ونمود کے لیے نہ ہونا چاہیے بلکہ نجات حاصل کرنے کی نیت سے کرنا ضروری ہے اور یہ فائدہ بھی ''لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ'' سے حاصل ہوا۔

8- مسلمان کا آپس میں بغض وعداوت بھی حرام ہے اور جو چیز بغض وعداوت کا ذریعہ بنے وہ بھی حرام ہے اور یہ فائدہ۔ ''اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ'' سے حاصل ہوا۔

9- جو چیز اللہ کے ذکر اور نماز سے روکے اور وہ بھی حرام ہے۔ یہ فائدہ ''وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ'' سے حاصل ہوا۔ اس لیے اذانِ جمعہ ہو جائے تو تجارت وغیرہ مشاغل حرام ہیں۔

Marfat.com

سود

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

(بقرۃ:275)

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن صرف اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ بیع سود ہی کی مثل ہے اور اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے سو جس شخص کے پاس اس کے ربّ کی طرف سے نصیحت آ گئی۔ پس وہ (سود سے) باز آ گیا تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا ہے۔ وہ اس کا ہو گیا اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے اور جس نے دوبارہ اس کا اعادہ کیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ربا کا لغوی معنی

لغت میں ربا کے معنی زیادتی اضافہ اور بڑھوتری کے ہیں۔ علامہ زبیری لکھتے ہیں کہ علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے کہ اصل مال پر زیادتی کو ربا کہتے ہیں اور زجاج نے کہا

Marfat.com

ہے کہ ربا کی دو اقسام ہیں۔ ان میں سے ایک قسم کا ربا حرام ہے اور دوسری قسم کا ربا حلال ہے۔

ربا حرام ہر وہ قرض ہے جس میں اصل رقم سے زیادہ وصول کیا جائے یا اصل رقم پر کوئی منفعت وصول کی جائے۔

اور ربا غیر حرام یہ ہے کہ کسی کو ہدیہ دے کر اس سے زیادہ لیا جائے۔

(تاج العروس جلد 11 ادارۃ الطباعۃ المنیریہ)

ربا کا اصطلاحی معنی

اصطلاحی شرح میں بھی ربا کی دو اقسام ہیں۔

1- ربا النسیئہ (اس کو ربا القرآن بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کو قرآنِ مجید نے حرام قرار دیا ہے)

2- ربا الفضل (اس کو ربا الحدیث بھی کہتے ہیں)

ربا الفضل یہ ہے کہ ایک جنس کی چیزوں میں دست بدست زیادتی کے عوض بیع ہو۔ مثال کے طور پر چار کلو گرام گندم کو نقد آٹھ کلو گرام گندم کے عوض فروخت کیا جاوے اور ربا الفضل کن کن چیزوں پر ہے اس میں آئمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔

ربا النسیئہ: اس کو ربا القرآن بھی کہتے ہیں اس کی تعریف یہ ہے کہ ادھار کی معیاد پر معین شرح کے ساتھ اصل رقم سے زیادہ وصول کرنا یا اس پر نفع وصول کرنا اور آج کل دنیا میں جو سود رائج ہے اس پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ علامہ ابنِ اثیر نے کہا ہے کہ شریعت میں ربا بغیر عقدِ بیع کے اصل مال پر زیادتی کو کہتے ہیں اور ہمارے نزدیک یہ ربا ہے کہ مال کے بدلے مال میں جو مال بلا عوض لیا جائے مثلاً کوئی شخص دس درہم کو گیارہ درہم کے بدلے میں فروخت

Marfat.com

کرے تو اس میں ایک درہم کی زیادتی بلاعوض ہے۔ (عمدۃ القاری جلد 11)

علامہ ابنِ اثیر نے جو تعریف کی ہے وہ ربا النسیئہ پر صادق آتی ہے اور علامہ عینی نے جو تعریف کی ہے۔ وہ ربا النسیئہ پر اس لیے صادق نہیں آتی کیونکہ اس میں ادھار کا ذکر نہیں ہے چونکہ اس میں مجانست کی قید نہیں ہے۔ اس لیے ربا الفضل پر بھی صادق نہیں آتی۔

ربا النسیئہ کی صحیح اور واضح تعریف امام رازی نے کی ہے۔ امام رازی تحریر فرماتے ہیں کہ ربا النسیئہ زمانۂ جاہلیت میں مشہور معروف تھا۔ وہ لوگ اس شرط پر سود دیتے تھے کہ وہ اس کے عوض ہر ماہ (یا ہر سال) ایک معین رقم لیا کریں گے اور اصل رقم مقروض کے ذمہ واجب الادا رہے گی اور پھر مدت پوری ہونے کے بعد قرض خواہ مقروض سے اصل رقم کا مطالبہ کرتا اور اگر مقروض رقم ادا نہ کرسکتا تو قرض خواہ مدت اور سود دونوں میں اضافہ کر دیتا اور یہ وہ ربا ہے جو کہ زمانۂ جاہلیت میں عرب وغیرہ میں بھی رائج تھا۔ (تفسیر کبیر، جلد دوم)

ربا الفضل کی تعریف اور علت کے متعلق نظریات

ربا الفضل یہ ہے کہ ایک مخصوص مال کو اس کی مثل سے نقد زیادتی کے ساتھ یا ادھار فروخت کیا جائے۔ مثال کے طور پر یہ کہ پانچ کلوگرام گندم کو دس کلوگرام گندم کے عوض نقد فروخت کیا جائے یا پانچ کلوگرام گندم کو پانچ کلوگرام گندم کے عوض سال کے ادھار پر فروخت کیا جائے۔ اس کو ربا الفضل اور اسی کو ربا الحدیث بھی کہتے ہیں۔

امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! سونا سونے کے عوض چاندی چاندی کے عوض، گندم گندم کے عوض، جو جو کے عوض، کھجور کھجور کے عوض، نمک نمک کے عوض، نقد بہ نقد اور برابر برابر فروخت کرو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے زیادہ لیا یا زیادہ دیا اس نے سودی کاروبار کیا لینے والا اور دینے والا دونوں برابر ہیں۔

Marfat.com

ایک روایت میں ہے کہ ایک دینار کو دو دیناروں کے بدلہ میں اور ایک درہم کو دو درہم کے بدلے میں فروخت نہ کرو۔ (مسلم جلد دوم)

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم علیہ السلام نے چھ چیزوں میں ربا الفضل کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے۔ 1- سونا' 2- چاندی' 3- گندم' 4- جو' 5- چھوارے' 6- نمک

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ان چھے چیزوں کے علاوہ اور کسی چیز میں کمی وبیشی کے ساتھ بیع حرام نہیں ہے کیونکہ وہ قیاس کے منکر ہیں ان کے علاوہ باقی تمام فقہا حضرات یہ فرماتے ہیں کہ حرمت کا یہ حجم ان چھ چیزوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جو چیزیں ان کے معنی میں شریک ہوں ان میں بھی تفاضل کے ساتھ بیع حرام ہے پھر ان فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ ان چھ چیزوں میں حرمت ربا کی علت کیا ہے؟

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سونے اور چاندی میں علتِ حرمت ان کا جنس ثمن سے ہونا ہے۔ اس لیے باقی وزنی چیزوں میں کمی وبیشی کے ساتھ بیع حرام نہ ہو گی کیونکہ علتِ حرمت مشترک نہیں ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا باقی چار چیزوں میں علتِ حرمت کھانے کی جنس سے ہونا ہے۔ لہٰذا ہر کھانے کی چیز میں تفاضل کے ساتھ بیع حرام ہو گی۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا قول سونے اور چاندی میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہے اور باقی چار چیزوں میں ان کے نزدیک علتِ حرمت خوراک کے لیے ذخیرہ ہونے کی صلاحیت ہے۔ سو انہوں نے منقیٰ میں تفاضل کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ گندم اور جو کی طرح اس کا بھی ذخیرہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سونے اور چاندی میں علت وزن ہے اور باقی چار چیزوں میں علت ماپنا ہے۔ لہٰذا ہر وہ چیز جس کی بیع وزن اور ماپنے سے ہوتی ہو۔ اتحادِ جنس کی صورت میں تفاضل کے ساتھ بیع حرام ہے اور سعید بن مسیّب امام احمد اور امام

Marfat.com

شافعی کا قولِ قدیم یہ ہے کہ ان چار چیزوں میں علتِ حرمت طعام کا وزن اور ماپ کے ساتھ فروخت ہونا ہے۔ اس بنا پر کھانے پینے کی جو چیزیں عدداً فروخت ہوتی ہیں جیسے انڈا وغیرہ ان میں تفاضل کے ساتھ بیع حرام نہیں ہے۔ نیز فقہاء کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ ایک سود والی جنس کو دوسری سود والی جنس کے ساتھ کمی وبیشی اور ادھار کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے۔ مثلاً سونے کی گندم کے بدلے میں یا چاندی کی جو کے بدلے میں کمی وبیشی کے ساتھ بیع کی جائے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ ایک سود والی جنس کی اپنی جنس کے ساتھ ادھار بیع جائز نہیں ہے اور سود والی جنس کی اپنی جنس کے بدلے میں تفاضل کے ساتھ نقد بیع بھی جائز نہیں ہے۔ مثلاً سونے کی سونے کے بدلے میں ساتھ نقد بیع بھی جائز نہیں ہے۔ مثلاً سونے کی سونے کے بدلے میں ادھار بیع جائز ہے۔ نہ نقد تفاصل کے ساتھ۔

امام ابوالقاسم خرقی حنبلی لکھتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو کہ وزن یا ماپ کے ذریعے فروخت کی جائے اس کی اس جنس کے بدلہ میں تفاضل سے بیع جائز نہیں ہے اور یہی امام اعظم رضی اللہ عنہ کا بھی نظریہ ہے۔

علامہ ابنِ قدامہ حنبلی لکھتے ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ سونے اور چاندی میں حرمت کی علت ثمنیت ہے اور پانچ چیزوں میں طعامِ حرمت کی علت ہے اور یہی حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ (المغنی جلد چہارم: مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ ابنِ قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے تیسری روایت یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے علاوہ حرمت کی علت یہ ہے کہ وہ چیز جنس طعام سے ہو اور ماپ یا وزن سے بکتی ہو۔ لہٰذا جو چیزیں عدداً فروخت ہوتی ہیں ان کی کمی وبیشی کے ساتھ بیع جائز ہوگی۔ (المغنی جلد چہارم)

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سونے اور چاندی میں حرمت کی علت ثمنیت ہے۔ اور باقی چار میں حرمت کی علت خوراک کا ذخیرہ ہونا یا خوراک

Marfat.com

وزن سے بکتی ہو۔ لہٰذا جو چیزیں عدداً فروخت ہوتی ہیں ان کی کمی و بیشی کے ساتھ بیع جائز ہوگی۔ (المغنی جلد چہارم)

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سونے اور چاندی میں حرمت کی علت ثمنیت ہے۔ اور باقی چار میں حرمت کی علت خوراک کا ذخیرہ ہونا یا خوراک کی صلاحیت ہے۔ (اکمال اکمال المعلم جلد چہارم بیروت)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر نوٹ اور دوسرے سکوں میں سود کا ہونا بالکل واضح ہے کیونکہ ان میں ثمنیت موجود ہے۔ علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک حرمت کی علت قدر مع الجنس ہے۔ (ہدایہ اخیرین)

سود اور نفع میں فرق

اللہ ربّ العزت نے بیع کو جائز کیا ہے اور سود کو ناجائز قرار دیا ہے اور ان میں فرق بالکل واضح ہے۔ ہم دکاندار سے پانچ روپیہ کی چیز چھ روپیہ میں بخوشی خرید لیتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ہر چند کہ یہ چیز پانچ روپے کی ہے لیکن اس چیز پر دکاندار کی محنت، ذہانت اور وقت خرچ ہوا ہے اور اس ایک روپیہ زائد کو ہم اس کی ذہنی اور جسمانی محنت کا عوض قرار دیتے ہیں لیکن جب ایک شخص پانچ روپیہ پر ایک روپیہ سود لیتا ہے تو اس ایک روپیہ میں وقت کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہوتی۔ جس کو اس ایک روپیہ کا بدل قرار دیا جا سکے۔ اس لیے تجارت میں نفع لینا جائز ہے اور روپیہ پر سود لینا ناجائز ہے۔

بینک کے سود کے متعلق

معیشت کے بعض جدید مفکرین یہ کہتے ہیں کہ قرآنِ مجید میں ربا اس خاص سود کو کہا جاتا ہے جو کہ زمانۂ جاہلیت میں رائج تھا جس میں خاص طور پر کوئی غریب شخص شادی، بیماری، مقدمہ بازی یا کفن و دفن کی کسی نجی ضرورت میں کسی مہاجن سے قرض لیتا تھا اور کسی

Marfat.com

مصیبت زدہ شخص کی مدد کرنے کے بجائے اس سے قرض پر سود لینا بیشک ظلم اور انتہائی بے شرمی اور سنگ دلی ہے۔ اس وجہ سے قرآنِ مجید میں اس سود کو حرام کیا گیا ہے۔ لیکن آج کل کا مروجہ سود اس سے بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ آج کل بینکوں سے غریب اور مصیبت زدہ شخص قرض نہیں لیتا کیونکہ ایسا شخص بینک کی شرائط اور سفارش کا بندوبست نہیں کرسکتا اور ان چیزوں کے بغیر کسی بھی بینک سے قرض لینا تقریباً ناممکن ہے۔ لہٰذا اس دور میں متمول اور سرمایہ دار لوگ تاجر اور صنعتکار قرض لیتے ہیں اور ان سے قرض کی رقم پر بینک جو سود وصول کرتا ہے وہ بظاہر ان افراد پر کوئی ظلم نہیں ہے کیونکہ اگر یہ لوگ بینک کو چودہ فیصد سود ادا کرتے ہیں۔ تو خود قرض کی رقم سے ساٹھ اور ستر فیصد تک کماتے بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بینک سے قرض لے کر ایک کارخانہ لگاتے ہیں اور اس کارخانہ سے دوسرا پھر تیسرا کارخانہ لگ جاتا ہے اور اس سے ہزاروں اور لاکھوں غریب افراد ملازمت حاصل کر کے اپنی روزی بھی باعزت طریقہ سے حاصل کرتے ہیں جبکہ زمانہ جاہلیت کا سود لوگوں پر ایک ظلم ہوتا تھا۔

اور جو لوگ بینک کو چودہ فیصد سود ادا کرتے ہیں اور ان پر یہ کوئی بوجھ نہیں ہوتا اور بینک میں بھی روپیہ عام لوگوں کا جمع کیا ہوا ہوتا ہے۔ اس لیے بینک اگر عام لوگوں کو سات یا آٹھ فیصد سود ادا کرتا ہے تو اس کا بینک پر بھی کوئی بوجھ نہیں ہوتا جبکہ سرمایہ دار اور بینک دونوں خوشی سے سود لیتے اور دیتے ہیں اور کسی پر ظلم بھی نہیں اور چونکہ بینکوں میں عموماً غریب اور متوسط لوگ اپنی فاضل رقم جمع کراتے ہیں تو سود کے ذریعے ان کو سات [illegible] سالانہ کا فائدہ پہنچتا رہتا ہے۔ غرض کہ زمانہ جاہلیت کا ربا غریبوں سے سود لینا تھا اور اس زمانہ کی ترقیاتی سکیمیں بینکوں کے ذریعے غریبوں کو سود دیتی ہیں جبکہ دورِ [illegible] غرباء اور مساکین پر ظلم تھا اور یہ ربا غریبوں یتیموں اور مساکین کی خوشحالی اور [illegible] ہے اس لیے شخصی اور نجی ضروریات کے قرضوں پر ناجائز ہونا چاہیے اور تجارتی [illegible]

کا سود جائز ہونا چاہیے۔

بینک کے سود کے جائز ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ افراطِ زر کی وجہ سے روپے کی قدر دن بدن گرتی جا رہی ہے اور اجناس کی قیمت بڑھتی جا رہی ہے۔ اب سے 29 سال قبل سونا ایک سو روپیہ تولہ تھا۔ دیسی گھی پانچ روپے کلو تھا اور ڈالڈا بناسپتی دو روپے کلو تھا۔ دیسی انڈا دو آنے کا' تنوری روٹی ایک آنے' دودھ چار آنے کلو تھا اور اب سونا چودہ 14000 روپے تولہ' دیسی گھی تین سو روپے کلو' ڈالڈا بناسپتی اسی 80 روپے کلو' دیسی انڈا پانچ روپے' تنوری روٹی چار روپے اور دودھ تیس روپے فی کلوگرام ہو چکا ہے۔

لہٰذا اس سے اندازہ کریں کہ روپے کی قدر اس عرصہ میں کہاں سے کہاں تک گر گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے 29 سال قبل بینک میں ایک سو روپیہ رکھوایا تھا اب اس کی قیمت دو یا چار روپیہ ہے۔ اور جو لوگ بینک میں اپنی فاضل بچت جمع کرواتے ہیں ان کا نقصان نہیں ہوتا اس واسطے بینک کا سود جائز ہونا چاہیے۔

مجوزین سود کے دلائل کے جوابات

قرآنِ مجید نے سود کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے۔ خواہ نجی ضرورت کا قرضہ ہو یا تجارتی بنیاد پر قرضہ ہو۔ خواہ ایسے سود سے غریبوں کا فائدہ ہو یا نقصان ہو۔ اللہ ربّ العزّت نے امارت اور غربت کا فرق کیے بغیر سود کو علی الاطلاق حرام کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا' (بقرۃ:275)

اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا ہے۔

پھر فرمانِ الٰہی ہوتا ہے کہ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

Marfat.com

o فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (البقرۃ:278-279)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم مومن ہو تو (زمانۂ جاہلیت کا) باقی ماندہ سود چھوڑ دو اور اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو!

درج بالا آیات میں اللہ ربّ العزت نے سود کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سودِ مفرد کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ اور

"لَاتَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً" (آل عمران:130)

یعنی دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ۔"

فرما کر سودِ مرکب کو بھی حرام کیا ہے بلکہ ہر جگہ سود کو حرام قرار دے دیا ہے اور نجی یا کاروباری سود کا فرق نہیں کیا۔ علاوہ ازیں تاریخ اور احادیث سے ثابت ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں کاروباری قرضوں پر سود لینے کا عام رواج تھا۔

ابن جریر "وَذَرُوْا مَابَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ وہ سود تھا کہ جس کے ساتھ زمانۂ جاہلیت میں لوگ خرید و فروخت کرتے تھے۔

علامہ سیوطی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ امام ابنِ جریر اور امام ابنِ ابی حاتم نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ سدی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ آیت حضرت سیّدنا عباس بن عبدالمطلب اور بنو مغیرہ کے ایک شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یہ دونوں زمانۂ جاہلیت میں شریک تھے اور انہوں نے ثقیف کے بنو عمرو بن عمیر میں لوگوں کو سودی قرض پر مال دے رکھے تھے اور جب اسلام آیا تو ان دونوں کا بہت بڑا سرمایہ سود میں لگا ہوا تھا۔

(درِ منثور جلد اوّل مطبوعہ بیروت مصر)

لہٰذا ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں بڑے بڑے تاجر خوردہ

Marfat.com

فروشوں کے ہاتھ ادھار پر مال فروخت کرتے تھے اور پھر اس پر سود لگاتے تھے اور اس سے واضح ہو گیا کہ زمانہ جاہلیت میں کاروباری اور تجارتی قرضوں پر سود لگانے کا عام رواج تھا اور اس کو ''الربوا'' کہا جاتا تھا۔

قرآنِ مجید نے عموم کے صیغہ سے سود کی ممانعت کی ہے۔ خواہ وہ سود نجی قرضوں پر ہو یا تجارتی قرضوں پر۔

اب رہا دوسرا اعتراض کہ بینک کے سود کے ناجائز قرار دینے کی بنا پر افراطِ زر کی وجہ سے روپیہ کی قدر گر جاتی ہے اور اگر بینک سے سود نہ لیا جائے تو بیس یا بائیس سال میں بینک میں رکھوایا ہوا۔ ایک سو روپیہ صرف تین یا چار روپیہ کا رہ جائے گا اور یہ نقصان بینک سے سود نہ لینے کی وجہ سے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے ناطے سے ہمارا ایمان یہ ہے کہ اللہ ربّ العزت کے حکم پر عمل کرنے اور اس کے منع کردہ کام سے بچنے کی وجہ سے اگر ہمیں کوئی مادی نقصان ہوتا ہے تو ہمیں اس کو بخوشی قبول کرنا چاہیے۔ کیونکہ مسلمان کے نزدیک نفع و نقصان کا معیار دنیاوی اور مادی اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اُخروی اور معنوی اعتبار سے ہے۔ دنیاوی اور مادی اعتبار سے زکوٰۃ' قربانی' حج کے لیے زرِ کثیر خرچ کرنا بھی مال کا ضیاع اور نقصان ہے تو کیا اس مادی نقطۂ نظر سے ان تمام مالی عبادات کو خیر باد کہہ دیا جائے گا؟ اور جب مسلمان مالی عبادات کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہیں تو سود کھا کر اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ سے اعلانِ جنگ کے لیے کیسے تیار ہو سکتے ہیں؟ ایک سچے مسلمان کے نزدیک سود چھوڑنے کی وجہ سے روپے کی قدر کا کم ہو جانا خسارا نہیں ہے بلکہ اصل خسارہ تو یہ ہے کہ کہیں سود لینے کی وجہ سے آخرت نہ برباد ہو جائے اور اس سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ

یہ نقصان دراصل ہماری ایک اجتماعی تقصیر کی سزا ہے اور وہ یہ کہ ہم نے اسلامی طریقۂ مضاربت کو رواج نہ دیا اور کرنا یہ چاہیے کہ لوگ اپنے روپے کو بینک کی معرفت کاروبار میں

Marfat.com

لگائیں اور بینک بھی ان کا روپیہ بطورِ امانت رکھنے کے بجائے ان سے ایک عام شراکت نامہ طے کرے اور ایسے تمام اموال کو مختلف قسم کے تجارتی، صنعتی اور زرعی یا دوسرے جائز امور میں جو کہ بینک کے دائرہ عمل میں آسکتے ہوں لگائے اور اس مجموعی کاروبار سے جو منافع حاصل ہو اسے ایک طے شدہ نسبت کے ساتھ ان لوگوں میں اسی طرح تقسیم کردے جس طرح خود بینک کے حصہ داروں میں منافع تقسیم ہوتا ہے۔

بہر حال جو لوگ سود لیتے ہیں ان کی پہچان قیامت میں یہ ہوگی کہ اس دن مردے اپنی قبروں سے اٹھ کر کوئی سواریوں پر کوئی پیدل، کوئی آہستہ اور کوئی دوڑتا ہوا زمینِ محشر کی طرف چلیں گے مگر سود خور یا تو اپنے پیٹ کے بوجھ سے جنوں کی وجہ سے ایسے گرتے پڑتے چلیں گے جیسے کوئی مجنون یا دیوانہ چلتا ہے۔ جس پر خبیث، جن، بھوت سوار ہو کر اسے دیوانہ کردیتا ہے کیونکہ سود خور دنیا میں انسان نما شیطان ہیں کہ ایک تنگ دست مقروض پر ترس نہ کھاتے تھے۔ اس غریب کے مکانات اور جائیداد فروخت یا نیلام کرواتے وقت اس کی خانماں بربادی پر رحم نہ کرتے تھے اور یہ سزا ان کی اس بکواس کی وجہ سے ہے کہ انہوں نے قولاً یا عقلاً اعتقاداً یا عملاً کہا کہ عام تجارت سود کی طرح فائدہ مند، ضروری اور جائز ہے۔ جیسے تجارت کے بند ہونے سے دنیاوی کاروبار بند ہو جائیں گے ایسے ہی سود کے بند ہو جانے سے نہ تو حاجت مند کو کوئی قرض دے گا اور نہ ہی مقروض کو قرضہ ادا کرنے کی فکر ہو گی اور سود کی صورت میں ہر شخص کو وقت پر قرضہ بھی مل جائے گا اور مقروض کو سود بڑھنے کے خوف سے جلد ادا کرنے کی فکر بھی ہوگی اور جیسے تجارت سے نفع حاصل کیا جاتا ہے ایسے ہی سود سے بھی ہے۔ لہٰذا یہ بکواس لغو ہے۔

کیونکہ ربّ تعالیٰ نے تجارتیں تو حلال فرمائیں اور سود کو حرام فرمایا ہے اور بندے کو مالک کے حکم پر سرخم کرنا چاہیے اور شیطان کی طرح محض قیاس سے اس کا مقابلہ نہیں کرنا چاہیے جس تک یہ ممانعت کا حکم پہنچے اور وہ فوراً سود سے توبہ کرے تو ممانعت سے پہلے وہ جو

Marfat.com

کچھ سود لے چکا ہے وہ اس کے لیے مباح ہے اور اس کا واپس کرنا ضروری نہیں ہے۔ بندے کا کام اللہ ربّ العزت کے سپرد ہونا چاہیے جو چاہے حلال کرے جو چاہے حرام کرے اور اللہ ربّ العزت کے بندے کو دم مارنے کی کیا مجال اور جو کوئی اب ایسی حرکت کرے گا کہ توبہ کرکے پھر سود لے تو وہ خالص دوزخی ہے اور ایک طویل ترین عرصہ دوزخ میں رہے گا یا جو کوئی پھر سود کو حلال سمجھنے لگے وہ کافر دوزخی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ ہی میں رہے گا۔

درج بالا آیت کے فوائد

1- خبیث' جنات اور بھوت پریت وغیرہ کا وجودِ برحق ہے اور ان کا انکار اس آیت کا انکار ہے۔

2- یہ خبیث جن بھوت پریت وغیرہ انسان کو دیوانہ یا مجنون کر دیتے ہیں اور ان کے لپٹنے یا پکڑ لینے سے انسان بدحواس ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ

(i) چھوٹے بچوں کو سورج نکلتے اور غروب ہوتے وقت گھر سے باہر نہ نکالو۔

(ii) خود بھی زیادہ رات گئے بلاوجہ گھر سے باہر نہ نکلو کہ یہ وقت شیاطین اور جنات کے پھیلنے کا ہے۔

(iii) بحالتِ سفر بیچ راستہ پر نہ اترو بلکہ علیحدہ ہٹ کر کہ وہ شیاطین کی گزرگاہ ہے۔

(iv) مرگی اور طاعون جنات کے اثر سے ہے۔ اس لیے طاعون میں اذانیں دی جاتی ہیں کہ شیاطین اذان سے بھاگتے ہیں۔

(v) ہر بچہ کو بوقت پیدائش شیطان اس کی کوکھ میں مارتا ہے جس سے وہ روتا ہے۔ بجز حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم کے۔

(vi) سوراخ میں پیشاب نہ کرو' ممکن ہے کہ اس میں سانپ' بچھو یا جن ہو۔ غرضیکہ قرآن

Marfat.com

وحدیث سے جنات وغیرہ کا انسانوں کو تکلیف پہنچانا ثابت ہے اور دن رات اس کا مشاہدہ بھی ہوتا ہے لہٰذا اس کا انکار کرنا عقل ونقل کی مخالفت ہے۔ البتہ مزاج کی قوت اور ضعف کی وجہ سے اسکے اثر مختلف ہوتے ہیں۔ ضعیف المزاج لوگوں کو زیادہ تکلیف پہنچ جاتی ہے اور قوی مزاج والوں کو کم پہنچتی ہے اور یہی عام بیماریوں کا حال ہے کمزور آدمی معمولی سردی یا گرمی سے بیمار ہو جاتا ہے مگر قوی انسان برداشت کر لیتا ہے۔

3- سود لینا گناہِ کبیرہ اور قطعی حرام بھی ہے کہ لینے والا فاسق اور حلال جاننے والا کافر ہے۔ جیسا کہ ''خلدون'' کی دو تفسیروں سے ثابت ہوا۔

5- سود لینے کی سزا دیگر گناہِ کبیرہ سے سخت ترین ہے کہ قیامت میں کفار بھی اپنی اپنی قبور سے اٹھ کر باآسانی چلیں گے مگر سود خور کو چلنا پھرنا مشکل ہوگا اور یہ سود خور کی اس دن خاص پہچان ہوگی کیونکہ سود خور مجرم بھی ہے اور ظالم وخونخوار بھی ہے کہ گھروں کے گھر تباہ وبرباد کرتا ہے اور سب کو اجاڑ کر اپنا گھر بناتا ہے اور مال کی طلب میں دیوانہ وار سرگرداں رہتا ہے لہٰذا اس کے لیے یہ سزا تجویز ہوئی۔

5- تفسیرِ کبیر نے فرمایا کہ یا تو سود خور واقعی اس دن دیوانہ ہوگا جیسا کہ اس تشبیہ سے معلوم ہوا یا پھر اس کا پیٹ اتنا بڑا ہوگا کہ جس کے بوجھ سے گرتا پڑتا چلے گا جیسا کہ معراج شریف والی حدیث میں ہے۔ ''کہ حضورِ اقدس ﷺ نے سود خوروں کے پیٹ بڑی کوٹھریوں کی مانند دیکھے'' جس سے وہ گرتے پڑتے ہیں گویا کہ اس دن اس کی اس ہوس کا ظہور ہوگا جو کہ اسے دنیا میں لگی ہوئی تھی یا اس جنونِ مال کا اظہار ہوگا جس میں کہ وہ مبتلا تھا۔

6- سود کی حرمت سے پہلے کا سود معاف ہے بشرطیکہ اب توبہ کرلے جیسا کہ ''فانتھی''

Marfat.com

سے معلوم ہوا اور جو کوئی ممانعت کے بعد بھی باز نہ آئے اس پر اگلے پچھلے تمام گناہوں کا وبال ہوگا۔

7- قیامت کے دن ہر مجرم چہرے سے ہی پہچان لیا جائے گا کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے گی اور سود خور کو گرتا پڑتا دیکھ کر ہی پہچان لیتے ہیں کیونکہ ہر ایک کے گلے میں اس کی تختی اللہ ربّ العزت نے ڈال دی ہے جسے آنکھ والے دیکھ بھی لیتے ہیں اور پڑھ بھی لیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ○ (الاسراء:۱۳)

ہر ایک کی تختی اس کے گلے میں پڑی ہوئی ہے۔ کل قیامت میں یہی تختی نامۂ اعمال کی صورت میں نمودار ہوگی۔

ضروری نوٹ: سود لینا بھی اور دینا بھی گناہ ہے اور سود دلوانا بھی گناہ ہے بلکہ سود لکھنا اور اس کا گواہ بننا سب ہی سود والے جرم میں شامل ہیں مگر چونکہ سود دینا حرام ہے۔ جرم اور گناہ ہے مگر کسی پر ظلم نہیں، کسی کا حق مارنا نہیں مگر سود لینا بھی جرم ہے اور انسان بلکہ انسانوں پر بھی ظلم ہے اس واسطے اللہ ربّ العزت نے اس کی ممانعت میں سختی فرمائی حتیٰ کہ سود خور کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کا اعلان فرمایا اور جو کہ حدیث شریف میں ہے۔ ''کہ سود لینے والا اور سود دینے والا دونوں دوزخی ہیں'' وہاں نفسِ گناہ میں برابری مراد ہے نہ کہ مقدارِ گناہ میں اور سود لینے والا مقدارِ گناہ میں زیادہ ہے لہٰذا یہ آیت اور وہ حدیث آپس میں متعارض نہیں ہیں۔

بینک کا سود

کفار سے نفع لینا سود نہیں بلکہ حلال ہے لہٰذا آج کل سیونگ بینک، پنجاب بینک،

Marfat.com

چارٹرڈ بینک' سٹی بینک وغیرہ سے یعنی کفار کے بینکوں سے نفع لینا حلال ہے اگرچہ وہ لوگ اسے سود کہتے ہیں مگر یہ شرعاً سود نہیں ہے البتہ مسلمانوں کے بینک سے نفع لینا سود ہے اور حرام ہے مگر نوٹ کے لین دین میں سب سے نفع لینا حلال ہے۔

بیمہ کرانا

بینک کے مسئلہ سے زندگی یا مال کا بیمہ کرانے کا حکم بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ اگر بیمہ کمپنی خالص کفار کی ہے تو بیمہ حلال ورنہ حرام ہے کہ بیمہ میں بھی روپے پر نفع لیا جاتا ہے۔

سود خور بھوکے کتے کی طرح دنیا کا حریص ہے کہ کھاتا جاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھول جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کا چلنا پھرنا مشکل ہو جاتا ہے اور قیامت میں اس کا ظہور ہو گا۔ عاقل وہ غذا نہیں کھاتا جس کو ہضم نہ کیا جا سکے اور سود وہ غذا ہے کہ جسے مومن کا معدہ ہضم کر ہی نہیں سکتا۔ قرآنِ مجید میں اللہ ربّ العزت فرماتا ہے کہ

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِى الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ○
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ
اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

یعنی اللہ تعالیٰ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آتا' کوئی ناشکرا بڑا گنہگار۔ بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی۔ ان کی نیکی اُن کے ربّ کے پاس ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔

اللہ ربّ العزت دنیا میں سودی مال کو برباد کرتا ہے اور جس مال سے زکوٰۃ نکالی جائے اسے بڑھاتا ہے کیونکہ اکثر سود خور ذلالت اور عبرتناک موت مرتا ہے۔ اور لوگ بھی سود خور

Marfat.com

کو برا جانتے ہیں اور اسے کوئی امین سمجھ کر اپنی امانت نہیں سونپتا۔ سود خور کو ہر ایک فاسق و فاجر کہتا ہے۔ وہ فقراء اور غرباء جو اس کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوتے ہیں۔ دن رات اس پر لعنت اور بددعا کرتے ہیں اور اس کے مال پر ہر ظالم اور چور دست درازی کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ دولت اس کی محنت سے جمع شدہ نہیں ہے مگر سخی کے مال میں بہت برکت ہوتی ہے کیونکہ جب وہ اللہ کے بندوں کی پرورش کرتا ہے تو ربّ تعالیٰ ضرور اس پر کرم فرماتا ہے اور روزانہ اس کی عزت بڑھتی ہے۔ لوگ اس کی تعریف اور اس کے حق پر ہر وقت دعائیں کرتے ہیں لوگوں کے دل اس کی جانب مائل ہوتے ہیں اور ایسے شخص کے مال پر ظالم اور چور اپنی گندی نظر کم کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آخرت میں سود خور کو ہلاک کرے گا۔ اس کے صدقات حج، زکوٰۃ اور صلہ رحمی سب کچھ برباد ہوگا کیونکہ اس نے ساری نیکیاں سودی رقم سے کیں۔ اور خراب تخم سے پھل بھی خراب ہو جاتے ہیں اس کا مال اسے موت کے وقت کام آئے گا نہ بعد از موت جب حلال مال جمع کرنے والے امراء پانچ سو سال بعد جنت میں جائیں گے تو اس حرام خور غنی کا کیا پوچھنا۔

رہا سخی تو اللہ ربّ العزت اس کے صدقات قبول فرمائے گا اس کی برکات کو بڑھائے گا اور اس کے صدقات جاریہ سے بعد از موت بھی اسے ثواب ملتا رہے گا۔

قرآنِ مجید میں ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ○ (البقرہ: ٢٧٨، ٢٧٩)

یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے۔ سود اگر مسلمان ہو، پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا

Marfat.com

اور اگر تم توبہ کرلو اور اپنا اصل مال لے لو۔ تم کسی کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ نہ تمہیں کوئی ہو۔

مشرکینِ مکہ سود کے بہت زیادہ عادی تھے جب فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا اور حرمتِ سود کے احکام سنے تو انہوں نے چاہا کہ آئندہ باز رہیں مگر پچھلا سود وصول کرلیں تو اس پر درج بالا آیت نازل ہوئی۔ (کبیر) قبیلہ بنی ثقیف میں چار بھائی تھے۔ مسعود عبد یالیل، حبیب اور ربیعہ یہ لوگ بنی مغیرہ کو سود پر قرض دیا کرتے تھے جب طائف فتح ہوا اور یہ چاروں بھائی اسلام لے آئے۔ تب انہوں نے بنی مغیرہ سے اپنا پچھلا سود مانگا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ربّ کی قسم ہم نہ دیں گے کیونکہ سود حرام ہو چکا تو یہ مقدمہ حضرت عتاب ابن السید رضی اللہ عنہ کی کچہری میں آیا۔ حضرت عتاب رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ لکھا، تب یہ آیت درج بالا نازل ہوئی اور ان چاروں بھائیوں کو سود لینے سے روک دیا گیا۔ (تفسیر خازن وکبیر)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ممانعتِ سود سے قبل کھجوریں سود پر قرض دی تھیں اور جب مقروض کے باغ کے پھل کٹے تو انہوں نے لیے اور کچھ باقی رہ گیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیرِ کبیر)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شرکت میں تجارت کرتے تھے اور سودی لین دین بھی کیا کرتے تھے ان اصحابِ رضوان اللہ عنہم کا مقروض پر بہت بڑا مال پھیلا ہوا تھا۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر کبیر وروح المعانی)

اس درج بالا آیت میں بھی اللہ ربّ العزت فرماتا ہے کہ اے وہ لوگو! جو کہ بظاہر مومن ہو چکے تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے عذاب سے بچو اور تمہارے مقروضوں پر جو کچھ کہ تمہارا سود باقی رہ گیا ہے وہ ایک دم چھوڑ دو۔ اگر تم مخلص اور سچے مومن ہو کیونکہ ایمان کا تقاضا ہے کہ تم اس پر عمل نہ کرو ورنہ پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

Marfat.com

اعلانِ جنگ سن لو۔ یعنی تم پر دنیا میں بھی جہاد ہوگا اور آخرت میں بھی عذاب شدید ہوگا۔

پھر ایک اور جگہ اللہ ربّ العزت فرماتا ہے کہ

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ (البقرہ: ۲۸۰،۲۸۱)

یعنی' اور اگر قرض دار تنگی والا ہے تو اسے مہلت دو' آسانی تک اور قرض اس پر بالکل چھوڑ دینا۔ تمہارے لیے بھلا ہے۔ اگر جانو اور ڈرو' اس دن سے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف پھرو گے۔ اور ہر جان کو اس کی کمائی پوری بھر دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

یہ آیت ان چار ثقفی بھائیوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی کہ جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد کہا تھا کہ ہم اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور ہم سود لینے سے توبہ کرتے ہیں اب اپنا اصل قرض ہی واپس لیں گے یہ کہہ کہ وہ اپنے مقروضین بنی مغیرہ کے پاس گئے اور بولے کہ سارا سود معاف' اب ہمارا اصل قرض واپس کرو تو قبیلہ والوں نے کہا کہ ابھی تو ہم تنگدست ہیں۔ کچھ مہلت دے دو' آمدنی ہوتے ہی سب سے پہلے تمہارا قرض ادا کریں گے۔ انہوں چاروں بھائیوں نے بات ماننے سے انکار کیا اور فوراً ادا کرنے کا حکم دیا۔ تب درج بالا آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر روح المعانی واحمدی)

اس درج بالا آیت میں اللہ ربّ العزت فرماتا ہے کہ اے مسلمانوں! تمہارا مقروض تنگدست ہو اور وعدہ پر قرض ادا نہ کر سکے تو اس کو مہلت دے دو کہ جب گنجائش ہو تب ادا کر دے اور ایسے مساکین اور غرباء سے بالکل قرض معاف کر دینا۔ تمہارے لیے مہلت دینے سے زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ اگر تم اپنے قرض سے آزاد کرو گے تو انشاء اللہ تم اللہ ربّ

Marfat.com

العزت کے قرض سے بھی آزاد ہو جاؤ گے اور اگر تمہیں اس نیکی کے اجر کی خبر ہو تو تم ضرور معاف کر دو گے اور تم بھی کسی کے مقروض ہو اور اپنی اس پیشی کے دن سے ڈرتے رہو جب تمہیں بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا جائے گا اور ہر شخص کو اس کے برے بھلے عمل کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہو گا۔ نہ ان کی نیکیاں کم ہوں گی اور نہ بڑھیں گے لہٰذا اگر تم اس دن اپنی بھلائی چاہتے ہو تو آج اپنے مقروض قیدیوں یعنی مقروضوں کو اپنے قرض سے آزاد کر دو۔

ضروری وضاحت

مفسرین فرماتے ہیں کہ "واتقوا یوما" یہ سب سے آخری آیت ہے جو کہ حضور اقدس ﷺ پر نازل ہوئی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اسے سورۃ بقرۃ میں 280 آیتوں کے بعد رکھیں۔ چنانچہ یہاں رکھ دی گئی اس کے بعد سرکارِ دوعالم ﷺ دنیا میں تقریباً اکیس روز تشریف فرما رہے اور بعض روایات میں ہے کہ سات روز اور بعض روایات کے مطابق نو دن اس دنیا میں تشریف فرما رہے۔ (تفسیر خازن وخزائن) اور بعض روایات میں ہے کہ یہ آیت حضورِ اقدس ﷺ کے وصال شریف سے صرف تین گھنٹے قبل نازل ہوئی۔ (تفسیر روح المعانی) مگر حضرت سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آخری آیت سود والی آیت ہے۔

ہوسکتا ہے' احکام کی آیت میں سود کی آیت آخری آیت ہو اور مطلقاً آیات میں سے یہ آیت آخری ہے خیال رہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہے اور اس عرصۂ دراز میں بہت کام ہوں گے' 1-حیرانگی' 2-پریشانی' 3-شفیع کی تلاش' 4-گواہیاں' 7-فیصلے' 8-ٹھکانہ پر پہنچانا' 9-شفاعت' اس لیے یہاں "ثم توفی" ارشاد ہوا۔

سود خور سارے گنہگاروں سے بدتر ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنی کمائی میں اللہ رب

Marfat.com

العزت پر توکل کرتا ہے۔ نہ کہ اپنی عقل پر تاجر' کسان' پیشہ ور کوشش کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف کوشش کرتا ہے اور توجہ کرتا ہے اور اگر وہ اس میں گناہ بھی کریں تب بھی ہلکے گنہگار ہیں۔ نیز ان تمام نے اپنے معاملات کو نفع و نقصان کے درمیان سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ مگر سود خور توکل چھوڑ کر اپنے معاملات کو ظاہری نقصان سے بچا کر اپنی عقل پر اعتماد کرتا ہے اور اللہ ربّ العزت کے دروازے سے ہٹ جاتا ہے۔ مقروض متوکل ہے مگر وہ معاند چونکہ اس نے اپنا رزق اپنی عقل پر رکھا اس لیے نفسانی حجاب میں پھنس کر ربانی نور سے محجوب ہو گیا اور چونکہ اس نے رزق کے معاملہ میں اللہ سے رشتہ توڑا۔ اور ربّ نے بھی اس کی حفاظت چھوڑی' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس پر شیاطین نے قبضہ جما لیا چونکہ قیامت میں ہر شے کی اصلی ظاہر ہو گی۔ اس لیے سود خور پر شیاطین کے قبضہ کا اثر بھی اس دن نمودار ہو گا کہ یہ تو اللہ ربّ العزت سے بے تعلق ہو گا اور تمام لوگ اس سے متعلق ہوں گے اور ان کا یہ حجاب اس لیے ہے کہ انہوں نے بمقابلۂ حکمِ الٰہی قیاس کرنے میں شیطان کی شاگردی کی چونکہ اس نے بھی سجدہ پا کر قیاس کیا تھا اور چونکہ قیامت میں ہر شخص اپنی جنس کے ساتھ ہو گا لہٰذا سود خور اپنے ہم جنس شیطان کے ساتھ ہو گا اور اس ہی کے زیرِ سایہ اٹھے گا۔

حضرت سیّدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک شخص پر کچھ درہم قرض تھے وہ سفید درہم لایا تو آپ نے لینے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں خوف کرتا ہوں کہ درہموں کی یہ سفیدی سود نہ ہو جاوے۔ اس لیے کالے درہم وصول فرمائے۔

حضرت امام ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیّدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ایک شخص کے دروازہ پر کھڑے ہیں دھوپ سخت ہے مگر آپ کواڑ بجا کر دھوپ میں کھڑے ہو جاتے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ دیوار کے سائے میں کیوں نہیں کھڑے ہوتے آپ نے فرمایا کہ اس گھر والے پر میرا کچھ قرض ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس دیوار کا سایہ

Marfat.com

سود میں شمار ہو جائے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمدان شہر سے کچھ غلہ خرید اجب لوٹ کو بسطام آئے تو اس میں دو چیونٹیاں پائیں۔ پھر واپس لوٹ کر ہمدان شہر گئے اور چیونٹیاں اپنی دکان پر چھوڑ آئے یہ وہ تقویٰ ہے جس کی برکت سے زمین و آسمان قائم ہیں۔

نفع ونقصان نتیجے کے اعتبار سے ہے' سودی مال چونکہ اللہ ربّ العزت کی مخالفت سے حاصل ہوا۔ لہٰذا اس کا انجام نقصان ہے چونکہ سود خور سارے گناہ کرتا ہے۔ لہٰذا اس کی سزا بھی تمام گناہوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ جیسی غذا ویسا نتیجہ' حرام غذا سے حرام فعل صادر ہوتے ہیں اور مکروہ غذا سے مکروہ فعل ہی صادر ہوں گے۔ مباح غذا سے مباح افعال بہتر غذا سے بہتر اعمال کی توفیق ملتی ہے۔ لہٰذا سود خور پر سود کا گناہ بھی ہے اور ان حرام اعمال کا بھی جو کہ سود کھانے سے پیدا ہوئے۔

حدیث شریف میں ہے کہ پچھلا گناہ اگلے گناہ کی سزا ہوتا ہے اور اس کے برے نتائج بڑھتے رہتے ہیں اور سود خور اپنے مال کا نتیجہ زندگی میں دیکھے نہ قبر میں نہ آخرت میں دیکھ سکے گا مگر صدقہ اس باغ کی مانند ہے کہ جس کے پھل ہمیشہ کھائے جائیں اور اس کی جڑ بھی ہمیشہ محفوظ رہے۔ یہ بھی معنی ہیں سود کی بربادی اور صدقہ کی برکت کے کہ سخی کا مال اس کی اولاد اور مسلمانوں میں باقی رہتا ہے۔ اس کی مسجدوں میں نمازیں ہوتی ہیں اور اس کی سراؤں میں مسافر آرام فرماتے ہیں۔ لہٰذا وہ اپنے مال کا پھل زندگی قبر اور حشر میں بھی پاتا ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اپنی غذا سنبھالو تا کہ تمہارے اعمال سنبھل جائیں۔ (ابنِ عربی) صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جنت اور وہاں کی نعمتیں ہمارے اعمال کی جزا ہے مگر دیدارِ الٰہی کسی عمل کا بدلہ نہیں بلکہ محض ربّ تعالیٰ کا فضل ہے جیسے تخم اچھی زمین میں بوؤ تو اچھا پھل ملے گا۔ ایسے ہی زکوۃ وغیرہ کا اجر عنداللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے [illegible] اس کا پھل بھی بہت زیادہ اور جیسے سرکاری بینک میں مال [illegible]

Marfat.com

ربّ العزت کے بینک کا جمع شدہ مال برباد نہیں ہوسکتا۔ بہر حال مال ہو یا اعمال جزا کا استحقاق ازروئے قانون اس کو ہے جو عمل کرے بغیر عمل جزا کی امید خیالِ خام ہے۔ لہٰذا تخم بو کر کاٹنے کی امید رکھو۔

چونکہ سود کی حرمت صرف مال ہی میں نہیں بلکہ ہر چیز میں ہے۔ مثال کے طور پر اعضائے ظاہری و باطنی سے جائز کام لینا حلال ہے اور ان سے حرام کام لینا گویا سود ہے اور حرام ہے۔ لہٰذا اوپر درج بالا آیاتِ کریمہ میں حکم ہو رہا ہے کہ اے غافل مسلمانوں! تم زمانۂ غفلت میں اپنے اعضا سے جو کچھ حرام کام کر چکے اب ہوش آنے پر اس سود خوری سے بچو اور گزشتہ گناہوں کا اثر مٹا دو اور یہ مت سمجھو کہ۔

عمر ساری تو کٹی عشقِ بتاں میں مومنؔ
آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہوں گے

اس لیے جو دم بھی ملے اسے غنیمت جانو اور جو نیکی ممکن ہو سکے اسے مت چھوڑو، ممکن ہے کہ ایک نیکی تمام گناہوں کو تباہ کر کے رکھ دے کیونکہ اللہ ربّ العزت غفور ورحیم ہے اور اگر تم ہوش آنے پر بھی اس سود خوری سے باز نہ آئے تو اب تک تو غافل مجرم رہے اور اب عاقل باغی قرار دیئے جاؤ گے کہ جان بوجھ کر ربّ کے احکامات کی نافرمانی کی۔ لہٰذا اب اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے ساتھ کھلی جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ اور اگر تم گناہوں سے توبہ کر لو تو زمانۂ غفلت کی نیکیوں کے ثواب سے محروم نہ رہو گے اور ممکن ہے کہ اس توبہ کی برکت سے تمہارا گزشتہ زمانہ کا لیا ہوا سود بھی معاف ہو جائے چونکہ صوفیائے کرام کے نزدیک اللہ تبارک تعالیٰ سے ناامیدی کفر ہے اور بڑے سے بڑے مجرم کو بھی رحمتِ الٰہی کا اعلانِ عام ہے کہ اب بھی آجاؤ اور یاد رکھو کہ اپنے اعضاء سے دنیاوی کام لینے کا صرف اسی کو حق ہے جو کہ ان سے دینی کام بھی لے دین سے غافل ہر وقت کا ظالم ہے اور وہ اپنے آپ پر ہر دم ظلم ہی کرتا رہتا ہے۔ "لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا

Marfat.com

تُظْلَمُوْنَ '' نہ اپنے بدن پر ظلم کرو اور نہ روزِ قیامت یہ تم پر ظلم کرے۔ ورنہ سمجھ لو! ''جزاءِ سیئۃ سیئۃ'' آج یہ اعضا تمہارے تابع ہیں اور تمہارا ظلم برداشت کر لیں گے مگر روزِ قیامت جب انہیں موقع ملے گا تو بارگاہِ الٰہی میں تمہاری شکایت کر کے تمہیں ضرور سزا دلوائیں گے۔ ''وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ '' صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جیسے مال کو صرف سنبھال کر نہ رکھو۔ اسے کاروبار میں لگا کر بڑھاؤ' جمع شدہ مال برباد ہو جاتا ہے اور کاروبار میں لگا ہوا روپیہ بڑھتا ہے مزید یہ کہ روپیہ حلال کاروبار میں لگاؤ اور حرام کے ذریعے اسے نہ بڑھاؤ' تجارت سے بڑھاؤ' جوئے اور سود جیسی لعنت سے نہ بڑھاؤ۔

اور ایسے ہی اعضائے ظاہری اور دل کو بیکار نہ رکھو۔ ورنہ زنگ آلود ہو کر بیکار ہو جائیں گے کیونکہ اللہ ربّ العزت نے بیکاری کے لیے یہ نعمتیں نہیں دی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ''اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا '' بلکہ انہیں کام لگاؤ تاکہ ان سے برکتیں نصیب ہوں مگر پھر یہ خیال رکھو کہ انہیں ناجائز کاروبار' کفر و شرک' بدکاری' فسق و فجور میں نہ پھنساؤ۔ ورنہ بجائے نفع کے تمہیں نقصان دیں گے جیسے سود میں لگا ہوا مال بلکہ جائز کاروبار میں اور ادائے حقوقِ الٰہیہ اور حقوقِ شرعیہ میں مشغول رکھو۔ تاکہ ان سے خاطر خواہ نفع کمایا جا سکے۔ جیسے کچھ مالِ زکوٰۃ و صدقات دیکر آگے کے لیے توشہ بناتے ہیں اور کچھ اپنی ضروریات میں صرف کرتے ہیں ایسے ہی ان ظاہری و باطنی اعضاء سے کچھ اپنے کام لو اور کچھ آخرت کے لیے توشہ بناؤ۔

سود پر وعید کے متعلق احادیث

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ

Marfat.com

ﷺ نے سود کھانے والے سود کھلانے والے سود پر گواہی دینے والے اور سود کے لکھنے والے پر لعنت کی ہے اور فرمایا یہ سب برابر ہیں۔

اس حدیث شریف سے واضح ہو گیا کہ بینک سے سود وصول کر کے غریبوں کو کھلانا جائز نہیں ہے اور نہ ہی بینک کی ملازمت کرنا جائز ہے۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ برحق ہے کہ وہ چار آدمیوں کو جنت میں داخل نہ کرے اور ان کو جنت کی نعمتیں نہ چکھائے۔

1-عادی شرابی' 2-سود خور' 3-ناحق مالِ یتیم کھانے والا' 4-ماں باپ کا نافرمان۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' انسان سود کا جو ایک درہم وصول کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام میں تینتیس 33 بار زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے معجم اوسط میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سود کے بہتر 72 درجات ہیں اور سب سے کم درجہ یہ ہے کہ انسان اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرے۔

امام ابویعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس قوم میں زنا اور سود کی کثرت ہو جاتی ہے اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب حلال ہو جاتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس قوم میں سود کی کثرت ہوتی ہے اس قوم پر قحط مسلط کر دیا جاتا ہے اور جس قوم میں رشوت کی کثرت ہوتی ہے۔ اس پر رعب طاری کر دیا جاتا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ' امام ابنِ ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سنن میں حضرت

Marfat.com

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ کوئی شخص سود کھانے سے نہ بچے گا اور جو شخص سود نہ کھائے گا اس کو سود کا غبار پہنچے گا۔ (الدرالمنثور جلد اوّل' مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

امام ابنِ ماجہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج کرائی گئی مجھے ایک ایسی قوم کے پاس سے گزارا گیا۔ جس کے پیٹ کوٹھریوں کی طرح تھے۔ ان کے پیٹوں میں باہر سے سانپ دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے پوچھا' اے جبرائیل علیہ السلام! یہ کون ہیں؟ کہا کہ یہ لوگ سود کھانے والے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کے ستر گناہ ہیں اور ان میں سب سے ہلکا یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے۔ (ابنِ ماجہ)

Marfat.com

اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ

ہم تجھ ہی کو پوجیں اور تجھ ہی سے مدد چاہیں

صوفیائے کرام کے نزدیک وہی عبادت کامل ہے۔ جس میں فقط اللہ ربّ العزت کو راضی کرنا مقصود ہو اور اگر حصولِ جنت یا دوزخ سے نجات کے لیے عبادت کی تو وہ عبادت کیا ہوئی وہ تو فقط ایک قسم کا بیوپار ہوا۔ اس لیے اللہ ربّ العزت نے فرمایا کہ بندے تو کہہ کہ ایاك یعنی اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں یعنی ہماری عبادت کا مقصد صرف تیری ہی ذاتِ پاک ہے اور اسی وجہ سے نماز کی نیت میں کہا جاتا ہے کہ واسطے اللہ تعالیٰ کے اور یہ ہرگز نہیں کہتے کہ واسطے حصولِ جنت کے یا واسطے خلاصی دوزخ کے نیز جو شخص جنت کے حاصل کرنے یا دوزخ سے بچنے کے لیے عبادت کرتا ہے تو وہ اپنی عبادت کا نتیجہ کبھی بھی قیامت سے قبل نہ دیکھ سکے گا۔ کیونکہ جنت کا دوزخ کا معاملہ تو قیامت کے بعد کا ہے لیکن جو کوئی صرف اللہ ربّ العزت کی رضا کے لیے کرتا ہے تو اس کا مقصد آج ہی سے حاصل ہو گیا لہٰذا یہ ہر طرح سے نفع میں رہا۔

عبادت کی روح

یہ ہے کہ انسان غرور (دھوکہ) سے سرور (خوشی) کی طرف منتقل ہو جائے اور دنیا کی تاریکی سے نکل کر حق کے نور اور مشاہدۂ جمال میں پہنچ جائے کیونکہ دنیا اور دنیاوی اشیاء

Marfat.com

ایک بہت بڑا اور خوشنما اندھیرا اور دھوکہ ہے اور دین نورِ پاک ہے اور دنیا بے چین اور تکلیف دہ ہے اور عبادتِ الٰہی میں چین اور سکون ہے۔ اللہ ربّ العزت قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ اے محبوب ﷺ! ہم جانتے ہیں کہ کفار کی باتوں اور بکواس سے آپ ﷺ کے دل کو دکھ اور صدمہ پہنچتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے' کہ ''فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ'' لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عبادتِ الٰہی تمام دنیاوی مصائب اور تکلیفوں کا مکمل علاج ہے۔ لہٰذا جس عبادت میں یہ بات نہ ہو وہ بالکل بے جان اور لاحاصل عبادت ہو گی۔ نیز جس چیز سے اپنا پیارا راضی ہو وہ عبادت ہے اور جس سے وہ ناراض ہو وہ کام صریحاً گناہ ہے۔

حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے لیے غزوۂ خیبر کے دن سرکارِ دوعالم ﷺ کی نیند مبارک پر اپنی فرض نماز کو قربان کر دینا عین عبادت تھا کیونکہ اس میں پیارے کے آرام اور سکون کا معاملہ تھا اور ہر عبادت اس پیارے کے آرام اور سکون کے لیے سکون اور آرام کا ذریعہ ہو تو ہی بارگاہِ الٰہیہ میں قبول ہو گی۔ لہٰذا اگر نماز یا عبادت چھوڑنے میں اس پیارے ﷺ کی رضا ہو تو عبادت کا چھوڑ دینا ہی اصل عبادت ہے اور اگر نماز پڑھنے یا عبادت کرنے میں اس پیارے ﷺ کی رضا اور خوشی ہے تو پڑھنا ہی عبادت ہے لہٰذا آفتاب نکلتے وقت نماز پڑھنا گناہ کیوں ہے۔ اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کا محبوب ﷺ راضی نہیں۔ دیکھو اگر ایک صحابی کے لیے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ نے فرما دیا کہ اس کے لیے سونا حلال ہے تو پھر اس کے لیے حلال ہے اور باقی ماندہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور دیگر امت کے لیے حرام ہی رہے گا' وغیرہ۔

درج بالا آیت میں اللہ ربّ العزت اپنے بندوں سے ارشاد فرماتا ہے کہ اے بندے کہہ کہ ''اے اللہ! ہم خاص تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں'' اس سورۂ فاتحہ میں یہ فقرہ شرطیہ ہے اور اس کی جزا' مطلب اور مراد اللہ ربّ العزت اگلی

Marfat.com

آیات میں یوں بیان فرماتا ہے۔ ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ'' یعنی اے اللہ اس غرض سے ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تیری مدد طلب کرتے ہیں کہ تو ہمیں سیدھا راستہ دکھا دے جو ہمیں تیری رضا مندی قرب اور وصال تک پہنچا دے۔ آگے اس راستے کی صفت اللہ ربّ العزت نے یوں بیان فرمائی کہ ''صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ'' کہ ان لوگوں کو سیدھا راستہ دکھا دے کہ جن پر تو نے انعام کیا ہے لہٰذا ہمیں ان لوگوں کی صفت کہ جن پر اللہ ربّ العزت نے انعام فرمایا ہے۔ قرآنِ مجید میں تلاش کرنا ہوگی کہ وہ کون سے کون ہیں جن پر اللہ ربّ العزت نے انعامات کی بارش جاری فرمائی ہے قرآنِ مجید خود ان برگزیدہ لوگوں کو واضح طور پر بیان کرتا ہے کہ جن لوگوں پر اللہ ربّ العزت نے انعام کیا ہے۔

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِينَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِينَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيمًا ۝ (النساء: ۶۹، ۷۰)

وہ لوگ ہیں ساتھ ان کے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔ وہ انبیا' صدیقین' شہداء اور صالحین لوگوں کا گروہ ہے اور آگے بیان ہے کہ ''وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيقًا'' اور صراط مستقیم پر چلنے چلانے کے لیے یہ لوگ بہترین رفیق اور راہ نما ہیں اور آخر میں نفس مطمئنہ کو اللہ ربّ العزت یوں خطاب فرما کر قصہ تمام کرتا ہے۔ ''يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبٰدِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝'' (الفجر: ۲۷ تا ۳۰) اے نفس مطمئنہ اللہ تعالیٰ کی طرف مڑ جا اس حالت میں کہ وہ تجھ سے راضی ہو اور تو اس سے راضی ہو اور میرے خاص بندوں میں شامل ہو کر بہشت میں داخل ہو جا۔

یعنی جنت میں داخل ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کے گروہ میں شمولیت لازمی گردانی گئی ہے۔ لہٰذا اب غور کرنے کا مقام ہے کہ جس آیت کو سارے قرآنِ مجید میں

Marfat.com

سے چن کر یہ حاسد، متکبر اور بدمذہب لوگ انبیاء اور اولیائے کرام کی مخالفت میں غلط طور پر پیش کرتے ہیں۔ وہی آیتِ مبارکہ ان مقدس لوگوں کی عین پیروی اور رہنمائی کی تاکید کرتی ہے کہ اللہ ربّ العزت کی جنت قرب و وصال میں داخل ہونے کے لیے انعام یافتہ انبیاء صدیقین، شہدا صالحین کی پیروی اور رہنمائی کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں ہے اور شیطانی کبر اور شیطانی حسد کے مارے ہوئے اور اللہ ربّ العزت کے صراطِ مستقیم سے بہت دور اور گمراہ ہیں اور خالی جھوٹی اور زبانی توحید کے مدعی حقیقت سے بھٹکے ہوئے شیطان کی طرح راندۂ درگاہ اور گمراہ ہیں۔ شیطان کو بھی حضرت آدم علیہ السلام کے سجدے سے نفسانی حسد اور کبر مانع ہوئی اور اس نے توحید کو آڑ بنا کر ''لا اسجد لغیر اللہ (میں غیر اللہ کو سجدہ نہیں کرتا) کہہ دیا۔

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا
پلنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا
نہ مارا نفس امّارہ کو گر مارا تو کیا مارا
نہ مارا آپ کو جو خاک سے اکسیر ہو جاتا
اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ صاحب اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ لوگو یہ کہ سورۂ فاتحہ میں اب تک اللہ ربّ العزت کا ذکر اس کے صفاتی ناموں کے ساتھ تھا اب اس کو خطاب کیا گیا ہے۔ دوسرے اب تک اللہ تعالیٰ ہی کا ذکر تھا اور اس درج بالا آیت میں بندے کا ذکر بھی ہے۔ تیسرے اب تک اللہ ربّ العزت کا صفاتی ذکر تھا، اب بندے کی صفات کا ذکر بھی فرمایا جا رہا ہے۔ لیکن اس طرح کہ پہلے ''ایاک'' اور ''نعبد'' بعد میں ''ایاک'' کو اس لیے پہلے رکھا گیا تا کہ اس میں حصر کے معنی پیدا ہو

Marfat.com

جائیں۔ یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں نیز حق تعالیٰ قدیم اور ہمیشہ سے ہے اور ہم حادث بعد میں پیدا ہونے والے لٰہذا جو پہلے ہو اس کا ذکر بھی پہلے ہونا چاہیے۔ اور جو بعد میں ہو اس کا ذکر بھی بعد میں ہونا چاہیے نیز اس میں اشارہ اس جانب ہے کہ عبادت کرنے والے کی نیت خالص اور ربّ کو راضی کرنے کی ہو نہ کہ دنیا کے دکھانے کی کیونکہ جو شخص بھی ریا سے عبادت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا عابد نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا عابد ہے کہ جس کو دکھا کر عبادت کر رہا ہے۔

میں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے تو بہت زیادہ روتے۔ میں نے رونے کی وجہ دریافت کی تو فرمانے لگے کہ مجھے خبر نہیں کہ میں نماز پڑھنے میں سچا ہوں یا کہ جھوٹا کہ زبان سے تو کہہ رہا ہوں۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ اور اگر میرے قلب میں ذرہ بھر بھی ریا کاری ہوئی تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہو گا کہ تو جھوٹا ہے۔ ارے کمبخت! میرے گھر میں کھڑا ہو کر (نماز کی حالت میں میرے سامنے ہاتھ باندھ کر مجھ سے ہی ......) بول رہا ہے۔ کہ تو اپنی زبان سے کہتا ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ (ہم تجھ ہی کو پوجتے ہیں) اور اپنے دل میں کسی اور کی پوجا کر رہا ہے اللہ تعالیٰ ربّ العزت ہم سب کو اس قول میں سچا کرے۔ (آمین)

خطاب کا صیغہ اس لیے لایا گیا تاکہ بندہ اس وقت اپنے ربّ کو حاضر و ناظر جانے کہ گویا میں اس کو دیکھ رہا ہوں وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اس لیے میں عرض کر رہا ہوں کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ گویا کہ نمازی نماز شروع کرتے وقت ربّ سے غائب تھا۔ اور اب ربّ تعالیٰ کی صفات بیان کرنے کی برکت سے بارگاہِ الٰہیہ میں اس طرح حاضر ہو گیا کہ اس کو دیکھ رہا ہے اور اس سے کلام بھی کر رہا ہے۔

نوٹ:- نماز میں کسی کو خطاب کر کے کلام کرنا شرعاً جائز نہیں ہے اور اگر کوئی ایسا کرے گا تو نماز جاتی رہے گی۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اس کے محبوب ﷺ کے

Marfat.com

نیز اب تک اللہ تعالیٰ کی صفتوں کا بیان تھا۔ اور اب عرض و معروض ہے اور ویسے ہی صفات کا بیان غائب کے صیغہ سے اچھا ہوتا ہے اور عرض و معروض حاضر کے صیغے سے اچھا ہوتا ہے اس طرح کہ یہاں کہتا ہے اِیَّاكَ نَعۡبُدُ اور التحیات میں کہتا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیۡكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ نمازی جس طرح اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جانے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کو بھی حاضر و ناظر جانے اور جس طرح کہ اللہ ربّ العزت کو راضی کرنے کی نیت کرے اور ایسے ہی اس کے اور ایسے ہی اس کے پیارے حبیب ﷺ کو بھی راضی کرنے کا یقین اور نیت رکھے اور اس طرح حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عین حالت نماز میں حضورِ اقدس ﷺ کا کامل ادب کیا ہے۔

درج بالا آیت میں نَعۡبُدُ عبد سے بنا ہے جس کے معنی میں ''اظہارِ عجز'' اس واسطے عام راستے کو عربی محاورے میں طریق معبد کہتے ہیں کیونکہ راستہ ہر ایک کے پاؤں تلے آتا ہے۔ (تفسیرِ کبیر) اصطلاحِ شریعت میں یا پھر یہ عبادۃ سے بنا ہے یا عبودۃ سے اور عبادت کے معنی ہیں عابد بننا۔ (روح البیان) لہٰذا درج بالا آیت کے دو طرح معنی ہوئے کہ 1- ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں یا 2- ہم تیرے ہی بندے بنتے ہیں۔ چونکہ قرآنِ مجید میں عبد چار معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مخلوق جیسے عِبَادًا لَّنَآ اُولِیۡ بَاۡسٍ شَدِیۡدٍ جیسے مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَاِمَآئِکُمۡ جیسے اِنَّهٗ کَانَ عَبۡدًا شَکُوۡرًا فنافی اللہ جیسے اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لہٰذا مخلوق کا سب سے بڑا کمال عبدیت ہی ہے اس لیے کلمہ شریف میں عبدہ و رسولہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا بندہ صحیح ہونے کے دو ارکان ہیں۔ 1- اغیار سے خالی ہو 2- یار کا کاشانہ ہو اور اس کی فرمانبرداری میں لذت سرور اور سکون محسوس کرے۔

عبادت کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ کسی کو خالق یا خالق کا حصہ دار مان کر اس کی اطاعت کرنا لہٰذا جب تک یہ نیت نہ ہو تب تک اسے عبادت نہ کہا جائے گا۔ اب بت پرست بت کے سامنے سجدہ کرتا ہے اور مسلمان کعبہ معظمہ کے سامنے اور وہاں معنی بھی

Marfat.com

ہیں لیکن وہ مشرک ہے اور ہم موحد ہیں۔ فرق یہ ہے کہ وہ انہیں الوہیت میں حصہ دار مانتا ہے ہم ان کو اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ مانتے ہیں۔ بہرحال عبادت بہت سی اقسام کی ہے۔ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ بلکہ یوں سمجھو کہ جو کام بھی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت سے کیا جائے وہ عبادت ہے۔ یہاں تک کہ بندہ اپنے ربّ کو راضی کرنے کے لیے اپنے بچوں کی پرورش کرے تو یہ بھی عبادت ہے اور اس سے ثواب ملتا ہے اور یہ کلمہ ان سب کو شامل ہے۔ اور اسی طرح بندہ بننے کی بھی بے شمار صفات ہیں۔ ربّ کی رضا میں راضی رہنا' اس کی نعمت پر شکر ادا کرنا اس کی بلاؤں پر صبر کرنا۔ اپنے عقائد درست کرنا۔ غرض کہ اپنے میں بندوں کی سی صفات پیدا کرنا لہٰذا یہ سب معانی بھی اسی کلمہ میں شامل ہوں گے۔

نَعۡبُدُ کو جمع کے صیغے سے فرمایا اور اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ اے اللہ ربّ العزت میں تیری بارگاہ میں اکیلے سے حاضر نہیں ہوا اور نہ صرف اپنی عبادت لایا ہوں بلکہ تیرے سب بندوں کے ساتھ ہوں جن میں انبیاءؑ اولیاء اور صالحین سب شامل ہیں اور اگر میری عبادت قابلِ قبول نہ ہو تو ان سب کے صدقے میں قبول فرمالے کیونکہ جو موتی خریدتا ہے وہ ڈورے کو واپس نہیں کرتا۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ جو شخص خراب اور عمدہ مال ملا کر فروخت کرے تو خریدار یہ نہیں کرسکتا کہ اچھا لے لے اور برا مال واپس کر دے بلکہ وہ سارا مال لے لے گا یا پھر سارا ہی واپس کر دے گا اور اس طرح ہر ایک کی عبادت بارگاہِ الٰہیہ سے واپس نہیں ہوتی تو نیک لوگوں کے طفیل امید ہے کہ ہم بدوں اور نکموں کی بھی وہاں رہائی رسائی ہو ہی جائے۔

ضروری نوٹ:- اگر کوئی شخص اللہ ربّ العزت کی عبادت اکیلا ہی کرے جب بھی یہ سمجھ کر کرے کہ مجھ سے پہلے بہت لوگوں نے اس کام کو کیا اور اب بھی کر رہے ہوں گے میں اپنے کو ان میں شامل کرتا ہوں۔ مثلاً ایک آدمی نیتِ خیر سے یہ سمجھ کر اپنی اولاد کی پرورش کرتا ہے یا نوکری کرتا ہے کہ یہ ربّ تعالیٰ کا حکم ہے تو اس وقت یہ نیت کرے کہ

Marfat.com

حضور پرنور ﷺ نے بھی اپنے اہل و عیال کی پرورش فرمائی اور دیگر انبیاء و اولیائے کرام نے بھی رزق حاصل کرنے کے لیے بہت سے ذرائع اور پیشے اختیار فرمائے لہٰذا میں بھی انہی کی اتباع میں یہ کام کر رہا ہوں۔ اس لیے جمع کا صیغہ یہاں بھی صادق ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے دنیاوی کاموں کو خود کیا تاکہ یہ کام سنت بن جائیں۔ یونہی اگر کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہے تو وہ بھی یہی کہے گا کہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ کیونکہ ہزاروں بندے اس سے قبل یہ نماز پڑھ چکے ہیں اور ہزاروں اب بھی یہ عبادت کر رہے ہیں نیز ان کے ساتھ فرشتے بھی حق تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں۔ لہٰذا یہ دیکھنے میں اکیلا معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں بہت سوں کے ساتھ ہے۔ اس لیے اگر ایک آدمی کو سلام کرتے ہیں تو بھی السلام علیکم (یعنی تم سب پر سلام) ہی کہتے ہیں کیونکہ اس کے ساتھ فرشتے بھی ہیں۔

لہٰذا اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جماعت سے نماز ادا کرنی چاہیے بلکہ ہر عبادت مسلمانوں کے اجتماع کا مقام ہے کہ بغیر جماعت نماز تقریباً ناقص ہوتی ہے۔

ایک بزرگ ابنِ سعود نجدی (بدمذہب) کے زمانہ میں مدینہ شریف میں حاضر ہوئے۔ روضۂ مطہرہ کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ نجدی پولیس مین نے کہا کہ کیا تو نماز پڑھ رہا ہے۔ تو مشرک ہو گیا ہے۔ اس بزرگ نے پوچھا وہ کیسے؟

نجدی پولیس مین بولا کہ کسی کے سامنے نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا یہ اس کی عبادت ہے تو بزرگ فرمانے لگے کہ پھر کیسے کھڑا ہوں؟ نجدی پولیس مین بولا کہ ہاتھ چھوڑ کر۔ اس بزرگ نے کہا کہ اس طرح کھڑے ہونا تو مالکی نماز کا قیام ہے۔ لہٰذا پھر بھی نماز کی مشابہت تو رہی اور اگر ناف کے نیچے ہاتھ باندھوں تو حنفی نماز ہے اور اگر ناف کے اوپر باندھوں تو شافعی نماز اور ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہوں تو مالکی نماز ہے۔ اب بتا کیا کروں؟ تو وہ بد مذہب پولیس مین مارے شرم کے خاموش ہو گیا تو وہ بزرگ فرمانے لگے۔ کہ کسی کام کا عبادت بننا یا نہ بننا نیت پر موقوف ہے۔

Marfat.com

اب ہم اس درج بالا آیت کے دوسرے حصہ کو لیتے ہیں کہ ''وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ'' یہاں مدد سے مراد یہ تو صرف عبادت کے لیے مدد مانگنا ہے یا پھر سارے دنیاوی اور دینی کاموں کے لیے ہے اور دوسرے معنی زیادہ مناسب محسوس ہوتے ہیں تو گویا یہ کہا جارہا ہے کہ اے اللہ! جس طرح کہ ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اسی طرح تجھ سے ہی تمام دینی و دنیاوی امور میں مدد مانگتے ہیں اور ہم مشرک نہیں ہیں کہ بعض کاموں میں تجھ سے اور بعض کاموں میں تیرے کسی غیر سے مدد لیں ہر کام میں دنیاوی ہو یا دینی تجھ پر ہی اعتماد ہے اور تیری ہی مدد سچی مدد ہے۔

لہٰذا درج بالا آیت کے اس حصے میں بندے کو تعلیم ہے کہ وہ حق تعالیٰ پر نظر رکھے اور اسی کو اپنا حقیقی مددگار اور مشکل کشا جانے اور اگر مخلوق میں سے کبھی کوئی مدد کر بھی دے تو یہ سمجھے کہ یہ بھی حق تعالیٰ کی طرف سے وسیلہ کی شکل میں ہے اور یہ سب چیزیں اس کے خدام اور آلات ہیں بلکہ بلاتشبیہ یوں سمجھو کہ بجلی صدہا کام کر رہی ہے۔ روشنی دیتی ہے' پنکھے چلاتی ہے گاڑیاں کھینچتی ہے مگر یہ کام صرف بجلی کے تار کا نہیں ہے بلکہ یہ سارے کام پاور ہاؤس سے ہو رہے ہیں لہٰذا جس کسی نے ہماری مدد کی اس میں مدد کی طاقت نہ ہوتی یا اس کے دل میں رحم نہ آتا تو وہ کبھی بھی ہماری مدد نہ کرتا اور یہ طاقت اور رحم دلی ربّ تعالیٰ کی طرف سے ہے لہٰذا حقیقی مددگار تو اللہ ربّ العزت ہی ہوا اور ربّ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور پر اعتماد کرنا حماقت اور نادانی ہے۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ ایک درجہ ہمارے یہاں وہ بھی ہے کہ وہاں پہنچ کر انسان ظاہری اسباب پر بھی نظر نہیں رکھتا بلکہ بعض مواقع پر اللہ ربّ العزت سے بھی اپنی زبان سے عرضِ حال نہیں کرتا تاکہ یہ دعائیہ الفاظ بھی آڑ نہ بن جائیں۔ حضرت ابراہیم علیہ اسلام جب نمرودی آگ کی طرف چلے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ کیا کچھ آپ علیہ السلام کو حاجت ہے؟ فرمایا کہ تم سے کچھ نہیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ ربّ

Marfat.com

تعالیٰ ہی سے عرض کیجئے' فرمایا'' حسبی من سوالی علمه بحالی '' یعنی وہ خود سب کچھ جانتا ہے اور اس کا جاننا ہی کافی ہے۔ پھر میری عرض کی کیا ضرورت ہے۔ سبحان اللہ یہ وہ حالت ہے کہ جس میں دعا مانگنے سے بھی گریز ہے اور اس طرف اشارہ کیا جا رہا ہے '' وایاك نستعین '' ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں ایک بات ذہن نشین رکھیں کہ اولیائے کرام کی یہ حالت ہر وقت نہیں ہوتی۔

اگر درویش بر حالے بماندے سر دست از دو عالم برفشاندے

جب وقتِ امتحان ہو تو دعا نہ مانگنا اور صابر بن کر راضی برضا رہنا عبادت ہے۔ اس لیے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے کسی نے دعا نہ کی کہ یارب کربلا کی مصیبت ان سے ٹال دے اور جب بندگی کے اظہار کا وقت ہو تو ہر چیز رب تعالیٰ سے مانگو اور بار بار مانگو۔ یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ بھی اس سے مانگو کیونکہ بندے کا کام مانگنا ہی ہے۔ (تفسیر کبیر) تفسیر روح البیان شریف نے اس مقام پر فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب '' اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ '' پر عمل کیا تو ان پر نمرودی آگ گلزار بنا دی گئی تو جو مسلمان یہ عرض کرے تو انشاء اللہ جہنم کی آگ اسے نقصان نہ پہنچا سکے گی بلکہ جب مومن پل صراط سے گزرے گا تو آتشِ دوزخ پکارے گی کہ تیرا نورِ ایمانی مجھے بجھا دیتا ہے۔ ایک وقت جنتی مسلمان گنہگار مسلمانوں کو نکالنے کے لیے جہنم میں جائیں گے تو ان پر بھی آگ اثر نہ کر سکے گی۔

Marfat.com

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ O (البقرة:۱۱۵)

یعنی مشرق اور مغرب اللہ ہی کے لیے ہیں تم جہاں کہیں بھی منہ کرو گے وہیں اللہ کی طرف منہ کرو گے۔ بیشک اللہ بڑی وسعت والا بہت علم والا ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو جب مکہ مکرمہ اور بیت اللہ شریف سے نکال دیا تھا اس آیتِ مبارکہ میں تسلی دی جا رہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ مکہ میں بیت المقدس کی جانب منہ کر کے نماز پڑھا کرتے اور کعبہ آپ ﷺ کے سامنے ہوتا اور جب آپ ﷺ کو مدینہ منورہ شریف ہجرت فرمائے ہوئے تقریباً سولہ ماہ ہو گئے اس کے بعد کعبہ کی جانب رخ کرنے کا حکم نازل ہوا۔ اسی لیے اللہ ربّ العزت فرما رہے ہیں کہ مشرق و مغرب سب سمتیں اسی کی ہیں۔ ابوعبیدہ قاسم بن سلام اپنی کتاب ناسخ و منسوخ میں بروایتِ عطاء حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ قرآنِ مجید میں سب سے پہلا منسوخی کا حکم یہی قبلہ شریف کی تبدیلی کا حکم ہے اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے اور بیتِ عتیق کو چھوڑ دیا۔ پھر یہ حکم منسوخ کر کے بیتِ عتیق (کعبہ) کی طرف رخ کرنے کا حکم ہوا۔ ارشاد ہوا:

''وَمِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ'' (بقرہ:149)

Marfat.com

حضرت علی بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید میں سب سے پہلے قبلہ کا حکم منسوخ ہوا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ شریف میں قیام پذیر ہوئے۔ وہاں کے باشندوں کی اکثریت یہودی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا تو یہودی بہت خوش ہوئے۔ لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس سے کچھ اوپر چند ماہ اسی طرح نماز ادا فرماتے رہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبلہ ابراہیمی پسند تھا اور آسمان کی طرف نگاہیں اٹھائے دعائیں فرمایا کرتے تھے تو اس وقت آیت مبارکہ ''قَدْنَرٰی تَقَلُّبَ وَجْھِكَ سے لے کر وُجُوْھَكُمْ شَطْرَهٗ (سورہ بقرہ:144) تک نازل ہوئی تو یہودی یہ سن کر شبہ میں پڑ گئے اور کہنے لگے۔ مَا وَلّٰھُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَیْهَا (بقرہ 142) انہیں اپنے قبلہ سے کس چیز نے پھیر دیا تو یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ ''قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ'' اور فرمایا کہ تم جس طرف بھی رخ کرو اسی طرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبلہ کی طرف ہے لہٰذا جس طرف تمہارا منہ ہو مشرق ہو خواہ مغرب ہو۔

مجاہد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ تم جہاں کہیں بھی ہو۔ تمہارا قبلہ بیت اللہ شریف ہے اور اسی کی طرف رخ کرو۔ ابوالعالیہ، حسن، عطاء خراسانی، عکرمہ، قتادہ، سدی اور زید بن اسلم سے اسی طرح مروی ہے۔ بعض علمائے کرام کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت کعبہ کی طرف رخ کرنے سے پہلے نازل ہوئی تھی اور اس کے نزول کا مقصد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ بتایا جائے کہ سب جہتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ لہٰذا مشرق و مغرب جس طرف رخ پھیرو اسی طرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ ''وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا'' (مجادلہ:7) اور نہ اس سے کم ہیں اور نہ زیادہ ہیں مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں وہ ہوں پھر یہ حکم منسوخ کر کے خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنے کو فرض قرار دیا گیا۔

Marfat.com

اور یہ قول کہ اس سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔ مراد اس کا علم لیا جائے تو بھی کلام صحیح ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام معلومات کو محیط ہے کیونکہ اس کی ذات عالیہ کسی چیز میں محصور نہیں ہو سکتی اور اللہ ربّ العزت کی ذات اس سے بہت بلند و بالاتر ہے۔

ابن جریر کا قول ہے کہ بعض علمائے کرام کے نزدیک یہ آیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کی اجازت تھی کہ سفر اور خوف میں نوافل میں جس طرف چاہیں منہ کر سکتے ہیں۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ اسی طرف منہ کر کے نماز ادا فرماتے کہ جس طرف سواری کا رخ ہوتا اور ذکر فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بھی یہی معمول تھا۔ اور اس آیتِ مبارکہ کی تاویل کرتے۔

مسلم، ترمذی، نسائی، ابنِ ابی حاتم اور ابنِ مردویہ نے اسے روایت کیا ہے۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے صحیحین میں اس کی اصل موجود ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے جب نمازِ خوف کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ اس کا طریقہ بیان فرماتے اور فرماتے کہ اگر خوف اس سے بھی شدید ہو تو پیدل اور سوار کھڑے کھڑے نماز پڑھ لیا کرو۔ خواہ منہ قبلہ کی طرف ہو یا نہ ہو جبکہ نافع کا خیال ہے کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ اسے مرفوع بیان فرماتے تھے۔

درج بالا آیت ''وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ'' للہ میں لام ملکیت کا ہے۔ یعنی اللہ کی ملک میں اس میں مشرق شرق کا ظرف ہے۔ جس کے معنی ہیں چمکنا ''وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا'' لہٰذا پورب کو اس لیے مشرق کہتے ہیں کہ اس طرف سے سورج اور تمام ستارے چمکتے اور طلوع کرتے ہیں اور مغرب غرب کا ظرف ہے جس کا معنی ہے' ڈوب جانا' اس لیے بڑے ڈول یا ڈرم یا برتن کو غرب کہتے ہیں کہ اسے پانی میں ڈبویا جاتا ہے اور بہت زیادہ امکان ہے کہ مسافر اور انوکھی چیز کو بھی اس لیے غریب کہا جاتا ہے کہ وہ ڈوبے ہوئے کی طرح لوگوں کی نظر وغیرہ سے چھپے رہتے ہیں۔

Marfat.com

بہرحال اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف پورپ اور پچھم ہی اللہ کا ہے اور شمال وجنوب کسی اور کا ہو۔ مشرف ومغرب یا پورپ پچھم کا مطلب ہے کہ مشرق سے مغرب تک سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جیسے کہہ دیتے ہیں کہ سر سے پاؤں تک اس میں دایاں یا بایاں ہاتھ یا بازو کا نام نہیں لیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب ہوتا ہے کہ سر سے پاؤں تک جو کچھ بھی ہے جسم کا باقی ماندہ حصہ خود بخود اس میں شامل ہوتا ہے۔ اسی طرح مشرق سے مغرب تک سے یا مشرق ومغرب سے مراد کہ ہر ایک چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لہٰذا اگر کفار تم کو مساجد میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرنے دیں تو "فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا" جدھر بھی تم رخ کرلو تو پھر ہر طرف اللہ ہی اللہ ہے۔ یعنی جدھر بھی منہ کرو یا مسجد سے پیٹھ پھیر کر جہاں بھی جا کر نماز پڑھو یعنی تم دعا یا نماز میں جدھر بھی منہ کرلو "فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ" ادھر ہی اللہ تعالیٰ کو پاؤ گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مسلمانو! اگر مشرکین تم کو مساجد میں عبادت سے منع کرتے ہیں تو تم اس کی پرواہ نہ کرو۔ اس سے اللہ کا ذکر رک سکتا ہے اور نہ ہی تمہاری نمازیں کیونکہ اس کی عبادت صرف مساجد کی چاردیواری میں محدود نہیں ہے بلکہ سارا مشرق ومغرب اسی کا ہے اور سارے عالم میں اسی کی سلطنت قائم ہے۔ لہٰذا تم جہاں کہیں بھی موقع پا کر نماز پڑھ لو گے تو ادھر ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور اس آخری صورت میں یہ آیت "فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ" سے منسوخ ہے۔ یا پھر اے لوگو! تم جدھر بھی منہ کرو، ہر طرف اللہ تعالیٰ کی معبودیت ہے اور ہر جگہ اسی کی عبادت ہو رہی ہے۔ لہٰذا تم بھی اسی کی عبادت کرو۔

اس درج بالا آیت سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ عبادت اور بالخصوص دعا سمت انبیاء سے اور ان کی اطاعت سے دعا زیادہ اور جلد قبولیت اختیار کرتی ہے۔ دوسرے یہ کہ آسمان تمام نعمتوں کا خزانہ ہے۔ "وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ" تو اس طرف اشارہ کرکے کہتے ہیں کہ اے مولیٰ تو ہمیں یہاں سے نعمتیں دے کیونکہ جیسے شاہی نوکر خزانہ پر جمع ہوتے ہیں اور وہاں سے ہاتھ پھیلا کر تنخواہیں لیتے ہیں۔ تیسرا فائدہ یہ کہ ہم کو بڑی بڑی نعمتیں آسمان سے ہی آتی

Marfat.com

ہیں۔ بارش، دھوپ، موسم کا بدلنا، تندرستی، بیماری، آسمانی اثرات سے ہوتی ہیں تو چونکہ اس طرف سے نعمتیں مانگنے کی عادت پڑ چکی ہے اس لیے ادھر سے ہی مانگتے ہیں۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ کعبہ قبلۂ نماز ہے اور آسمان قبلۂ دعا ہے اور بیت المعمور قبلۂ ملائکہ ہے اور کرسی قبلۂ کروبین اور اسی طرح عرش قبلۂ حاملین اور عرش اور ذاتِ رسول اللہ ﷺ قبلہ قلب اور کعبۂ روح ہے جس کے طفیل یہ سارے قبلے پیدا ہوئے۔ اسی لیے حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عین نماز پڑھانے کی حالت میں جب حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو خود مقتدی بن گئے اور اسی وقت سے حضور پر نور ﷺ امام کیونکہ قبلہ کو پیٹھ کر کے نماز نہیں ہوتی اس لیے مسجدِ نبوی شریف میں صف کے بائیں جانب دائیں طرف سے زیادہ افضل ہے اور باقی دیگر مساجد میں بائیں طرف سے زیادہ دائیں طرف افضل ہے کیونکہ ادھر روضہ اطہر ہے۔ جیسے دل سے جسم کی بقاء ہے اور دل بھی بائیں پہلو میں ہوتا ہے۔ ایسے ہی حضور سے نماز کی بقاء ہے اس لیے وہ مسجد کے بائیں جانب آرام فرما ہیں۔

لہٰذا وہی نماز قبول ہے جس میں غازی کا چہرہ کعبہ کی جانب اور دل حضرت محمد ﷺ کی جانب ہو۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اللہ ربّ العزت کے کسی بھی جسم سے پاک ہونے کی یہ دلیل ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے عرش پر پہنچ کر بھی فرمایا ''اَنْتَ'' اور حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں رہ کر فرمایا ''لا الٰہ الا انت'' نیز ہر مخلوق دریا، خشکی اور ہوا وغیرہ ہر جگہ سے اسے ''انت'' ہی سے خطاب کرتے ہیں اور اگر جسم ہوتا تو کسی جگہ میں ہوتا اور ہر جگہ سے خطاب نہ ہوتا۔

شریعت مشرق ہے اور طریقت مغرب ہے۔ ظاہر مشرق ہے او باطن مغرب ہے کیونکہ مغرب کے بعد ہر چیز چھپ جاتی ہے۔ نورِ مشرق ہے اور ظہورِ مغرب ہے۔ لہٰذا شریعت میں رہ کر ظاہری عبادت کرو۔ سر سے سجدے کرو یا طریقت میں آ کر قلبی سجدے گزارو۔ غرض کسی

Marfat.com

بھی طرف جاؤ رب کو پاؤ گے۔ لہٰذا شریعت اور ظاہر بھی اس لیے ہیں اور طریقت و ظلمت اور ظہور بھی اسی لیے ہیں۔ نیز زاہدین حرم کے میدان میں کعبہ کی دیوار کے سایہ میں نمازِ شریعت پڑھتے ہیں مگر عاشقین کربلا کے میدان میں تلواروں کے سائے تلے نمازِ عشق ادا کرتے ہیں مگر جہاں بھی جاؤ گے رب کو ضرور موجود پاؤ گے۔ مگر خیال رہے کہ جب عشق کی وادی سینا میں قدم رکھو تو طبیعت اور نفس کے جوتے اتار دو تا کہ ''انا اخترو'' تک کا خطاب پاؤ۔

کہ اے جماعتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم تمہاری مشرق و مغرب یعنی پیدائش و ذات اللہ ربّ العزت کے لیے ہے تو اے صحابہ! تم جدھر چہرہ کرو گے ہر طرف اور ہر پل اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ پس اس آیت کی تفسیر وہ آیت ہے۔ ''فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا '' اور وہ حدیث شریف ہے کہ میری امت کے 73 فرقے ہوں گے ان میں سے ایک جنتی اور باقی دوزخی ہوں گے۔ ان میں جنتی فرقہ وہ ہے جو میرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقہ پر ہو۔ اور جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو چھوڑ کر کلمہ قرآنِ مجید پڑھے۔ حج وغیرہ کرے وہ پھر بھی مردود ہے کیونکہ مقبولیت تو صحابہ کرام کے ساتھ ہے۔ لہٰذا جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام مکہ معظمہ سے ہجرت کر گئے تو مسلمانوں کو بلا عذر مکہ مکرمہ میں رہنا حرام ہو گیا حالانکہ مکہ معظمہ میں بیت اللہ شریف وغیرہ سب کچھ تھا اور جب صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ صلح کا پیغام لیکر مکہ مکرمہ گئے تو کفار نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے لیے کعبہ حاضر ہے۔ طواف و سعی اور عمرہ وغیرہ کر لیں۔ تو حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بغیر آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کعبہ میرے لیے ویران ہے۔ میں عمرہ نہیں کر سکتا جبکہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود نہ ہوں۔ کعبۂ جسم طواف، کعبۂ دل حضرت محمد مصطفیٰ کے ساتھ ہی کروں گا۔ لہٰذا جس مذہب میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ہوں وہاں ہی اللہ ربّ العزت کی رحمت ہے اور جہاں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قبریں ہوں وہاں اللہ تعالیٰ کی [illegible]

Marfat.com

وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ وَنَعۡلَمُ مَا تُوَسۡوِسُ بِهٖ نَفۡسُهٗ وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ (ق:۱۶)

(اور بیشک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم ان وسوسوں کو جانتے ہیں جو اس کا نفس (امارہ) (اس کے دل میں) ڈالتا رہتا ہے اور ہم (اس کی) شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر اپنی تفسیر ابنِ کثیر میں لکھتے ہیں کہ درج بالا آیت میں اللہ ربّ العزت انسان پر اپنی قدرت کے بارے خبر دے رہا ہے کہ وہی اس کا خالق ہے اور اس کا علم تمام امور کو محیط ہے۔ حتیٰ کہ وہ ان وساوس سے بھی آگاہ ہے جو کہ بنی آدم کا نفس اس کے دل میں ڈالتا ہے اور وساوس خیر سے ہوں یا شر سے ہوں صحیح میں ہے کہ بیشک اللہ ربّ العزت نے میری امت سے تجاوز فرما لیا ہے۔ ان چیزوں کے بارے میں جو کہ ان کا نفس ان سے کہتا ہے جب تک وہ اسے انجام نہ دے۔

''وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ'' یعنی اللہ تعالیٰ کے فرشتے انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں اور جس نے ان کی تاویل علم سے کی ہے اس نے حلول اور اتحاد کے لزوم سے فرار اختیار کیا ہے اور ان دونوں چیزوں کی نفی اجماع سے ہوتی ہے لیکن لفظ اس کا متقاضی نہیں کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا'' وانا اقرب الیہ من حبلِ

الْوَرِيْدُ" بلکہ فرمایا کہ "وَنَحْنُ اَقْرَبُ" جیسے فرمایا کہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ (واقعہ:85) یعنی ملائکہ پھر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔"اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" (الحجر:9) اور ملائکہ ہی قرآنِ مجید لے کر اترے اسی طرح ملائکہ شہ رگ سے بھی زیادہ انسان کے قریب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ قدرت عطا فرمائی ہے اور فرشتے کی طرف سے انسان کے دل میں اسی طرح یہ خیال آتا ہے جس طرح شیطان دل میں خیال ڈالتا ہے۔ اسی طرح حدیث شریف میں ہے کہ انسان بنو آدم کے خون میں دوڑتا ہے۔ (متفق علیہ)

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب اپنی تفسیر تبیان القرآن میں درج بالا آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہمیں علم ہے کہ کیا کیا چیزیں انسان کے دل میں کھٹکتی ہیں اور اس میں انسان کو ان گناہوں سے منع کیا گیا ہے جو کہ وہ چھپ کر تنہائی میں کرتا ہے اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور شیطان کے ورغلانے سے ان کے دل میں شجرِ ممنوع کی خواہش پیدا ہوئی تاہم انہوں نے معصیت کے قصد سے شجرِ ممنوع سے نہیں کھایا بلکہ اجتہادی خطا سے کھایا۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ ممانعت تنزیہہ کے لیے ہے اور وہ یہ بھول گئے تھے کہ یہ ممانعت تحریم کے لیے تھی پھر ان کی اولاد کے دل میں ممنوع کاموں کا شوق اور تحریک پیدا ہوئی۔ اس کو حدیثِ نفس اور کلامِ خفی بھی کہتے ہیں۔

اور فرمایا کہ ہم اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں "ورید" اس رگ کو کہتے ہیں کہ جس کے کٹنے سے موت واقعہ ہو جاتی ہے اور یہ رگ حلق کے ایک کنارہ سے کندھے تک ہوتی ہے اور اس آیتِ مبارکہ میں اللہ ربّ العزت کے قریب تر ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس کو ہماری ہر ظاہری اور باطنی چیز نیت اور ارادہ کا علم ہے۔ حتیٰ کہ اس کو ہمارے دل میں آنے والے خیالات کا بھی علم ہے۔

Marfat.com

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شہ رگ سے مراد رگِ جان ہے جو کہ دل کے ساتھ معلق ہے اور اس قرب سے مراد قربِ مسافت نہیں ہے لہٰذا اب ربّ العزت انسان کے دل سے زیادہ اس کے قریب ہے یعنی دل میں کسی خیال کے آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو اس خیال کا علم ہوتا ہے۔ مقاتل نے کہا۔ کہ اس قرب سے مراد علم اور قدرت ہے کیونکہ انسان کے بعض اعضاء اس کے علم کے لیے حجاب بن جاتے ہیں جبکہ اللہ ربّ العزت کے علم کے لیے کوئی چیز حجاب نہیں بنتی۔ ہمیں معلوم نہیں کہ ہمارے خون میں کیا کیا کیمیاوی اجزاء ہیں' کیا کیا بیماریاں ہیں اور ہمارے معدہ اور جگر میں قوت اور ضعف اور صحت اور سقم کی کیا کیفیت ہے اور ہمارے جسم میں کتنے مسامات اور کتنے بال ہیں لیکن اللہ ربّ العزت کو ہمارے جسم کے ہر حال اور ہر کیفیت کا علم ہوتا ہے۔

میرے پیر و مرشد حضور قبلہ سید احمد حسین شاہ گیلانی المعروف سرکار محبوبِ ذات رضی اللہ عنہ نے درج بالا آیت کی تشریح یوں فرمائی کہ روح کا مقام سینے میں گہری جگہ سے دائیں جانب دو انگل کے فاصلے پر ہے جبکہ اللہ ربّ العزت کا مقام قلب میں گہری جگہ سے بائیں جانب دو انگل کے فاصلہ پر ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ روح کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اے روح انسان! میں تمہاری شہ رگ سے بھی قریب تر ہوں کیونکہ مقام روح سے شہ رگ ایک یا سوا بالشت کے فاصلہ پر ہے جبکہ اللہ ربّ العزت کا مقامِ روح سے صرف چار انگل کے فاصلہ پر ہے اور روحِ سر سے پاؤں کی انگلیوں تک ہوا کی مانند حرکت کرتی ہے اور جو روح اللہ ربّ العزت کی طرف متوجہ ہو جائے وہ لطیف ہو جاتی ہے اور جب روح لطیف ہو جاتی ہے تو پھر پرواز کرتی ہے اور جب روح پرواز کرتی ہے تو ذات سے واصل ہو جاتی ہے پھر اس پر طرح طرح کے اسرار کھلتے ہیں اور آخر کار معرفتِ الٰہیہ سے ممتاز ہو جاتی ہے اور جو روح اپنے ربّ کی طرف متوجہ نہیں ہوتی کبھی بھی لطیف نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس کی پرواز شروع ہوتی ہے اور اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے وصل سے بھی محروم رہتی ہے۔

Marfat.com

ذاتِ اقدس کی طرف کامل توجہ کیسے کی جائے

ایک بار میں راقم الحروف نے اپنے شیخ و مرشد حضرت سید افتخار احمد حسین شاہ گیلانی المعروف حضور غوثِ زمان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ حضورِ اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس کی طرف کامل توجہ کس طرح حاصل کی جاسکتی ہے۔؟ تو حضور سید افتخار احمد حسین شاہ گیلانی المعروف حضور غوثِ زمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تین چیزوں کے ذریعے۔ 1۔محبت' 2۔تعظیم 3۔آپ ﷺ کے فضائل و کمالات کو پیشِ نظر رکھنے سے پھر فرمایا کہ اگر مصر کی حسین و جمیل عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں یہ کہہ سکتی ہیں جیسا کہ خود قرآنِ مجید گواہ ہے کہ

وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ۖ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۝ (یوسف:۳۱)

خدا کی قسم یہ کوئی انسان نہیں بلکہ یہ کوئی معزز فرشتہ ہے۔

تو پھر کوئی صاحبِ معرفت حضورِ اکرم ﷺ کے بارے میں کیا رائے رکھ سکتا ہے
اور یہ تینوں نعمتیں اسی وقت حاصل ہوسکتی ہیں کہ جب انسان کے وجود کے سات حصے مکمل طور پر حضورِ اقدس ﷺ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ 1۔سوچ' 2۔غور وفکر' 3۔عقل' 4۔مثال (یعنی عقل کی مکمل توجہ)' 5۔ذات' 6۔روح' 7۔علم'

جب یہ ساتوں انوار انسانی وجود کا حصہ بن جائیں گے تو پھر محبت تعظیم اور حیرانگی تینوں نصیب ہو جائیں گی اور انسان کی توجہ خود بخود دیگر تمام اشیاء سے ہٹ جائے گی یہاں تک کہ اگر ایسی کیفیت کے دوران اگر کسی صاحبِ معرفت شخص سے یہ دریافت کیا جائے کہ تمہارے بیٹے کا رنگ کیا ہے؟ کیا وہ سفید ہے؟ یا کوئی اور رنگ ہے؟ تو وہ صاحبِ معرفت حیران اور ششدر رہ جائے گا اور واقعی کوئی جواب نہ دے سکے گا اور اگر بالفرض ایسی حالت میں وہ کوئی جواب دے دیتا ہے تو یہ جواب اس کے ذاتی شعور کے باعث نہ ہو گا اور اگر ایسی حالت میں وہ کوئی درست جواب دے دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہر بات کا صحیح جواب دینا اس کی غیر شعوری عادت کا حصہ ہے۔

Marfat.com

نحن اقرب کی برکت

اللہ ربّ العزت نے اُمتِ مصطفیٰ ﷺ پر تمام مخلوقات میں سے ہر ایک سے پہلے فضل و رحمت فرماتے ہوئے ہمیں درج بالا آیت میں بشارت کے طور پر یہ خبر دی ہے کہ وہ ہمارا سب سے قریبی پڑوسی ہے پس ہم اس کے عفو' معرفت' فضل اور درگزر کے زیادہ قریب ہیں کیونکہ پڑوس کا حق پورا کرنا اس کے زیادہ شایان ہے اگرچہ ہم نے اس کا حق پورا نہیں کیا اور ہمارا ہر اس شخص کے افعال سے عداوت رکھنا کہ جس کی عداوت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ عداوتِ شرعیہ ہے اور ہمارا اس کی ذات سے عداوت رکھنا عداوتِ طبعیہ ہے جبکہ سعادت عداوتِ شرعیہ میں ہے۔

چونکہ اللہ ربّ العزت ہر مسئلہ میں اپنے بندے کی دعا قبول نہیں فرماتا اور بندہ بھی اس کے ہر امر کی اطاعت نہیں کرتا۔ فقیر پر واجب ہے کہ اپنے شیخ کے سامنے اپنی باطنی امراض کا ذکر کرے گرچہ کتنے ہی قبیح کیوں نہ ہوں تاکہ شیخ اپنے مرید کی ان امراض سے شفا کے لیے اس کی رہنمائی فرمائے اور اگر اس نے ایسا نہ کیا اور طبعی حیا کی وجہ سے اسے ترک کر دے تو اکثر اپنی بیماری کے ساتھ مر جاتا ہے کیونکہ حیا طبعی مذموم ہے کیونکہ مرض کو صاف بیان کرنے میں ان کی سرداری اور مذمت کا زوال ہے۔ شیخ زون بہار جو کہ قرافہ میں سید یوسف العجمی کے بالکل قریب ہی مدفون ہیں کے لیے یہ واقعہ گزرا ہے کہ اللہ ربّ العزت کی محبت میں اس طرح کڑکتے کہ اس کی وجہ سے حاملہ عورتوں کے حمل گر جاتے تو اللہ ربّ العزت نے اس کی محبت کا رخ ایک فاحشہ عورت کی طرف پھیر دیا چنانچہ وہ صوفیاء کے پاس آئے اور اپنا خرقہ ان کی طرف پھینک دیا اور کہا کہ کیا میں طریقت میں جھوٹ بولوں؟ اب میری قلبی کیفیت فلاں عورت کی محبت کی طرف پھر گئی ہے پھر ہر وقت اس کی سارنگی اٹھائے پھرتے دکھائی دیتے۔ کبھی اس فاحشہ عورت کو سواری پر بٹھاتے اور ہر وقت

Marfat.com

اس کی خدمت میں پیش پیش رہتے۔ یہاں تک کہ دس ماہ کے بعد ان کی قلبی کیفیت اور
محبتِ الٰہی کی طرف پھر گئی۔

پس صوفیاءِ کرام کے پاس آئے اور کہا کہ مجھے خرقہ پہنا دو کہ میری کیفیت فلاح عورت کی محبت سے پھر گئی ہے۔ جب یہ خبر اس فاحشہ عورت کو پہنچی تو اس نے اپنے تمام گناہوں سے توبہ کر لی اور آپ کی خدمت کو اپنے لیے لازم کر لیا یہاں تک کہ وہ فوت ہو گئی۔

نحن اقرب کے باوجود ہماری بے علمی

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ ربّ العزت تو بشارت دیتا ہے کہ وہ شہ رگ سے بھی زیادہ ہمارے قریب ہے لہٰذ جب ہم سے اس قربِ عظیم پر ہے تو پھر ہم اس سے متعلق جاہل کیونکر ہوئے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ شدتِ قرب حجاب ہے جس طرح کہ شدتِ بعد حجاب ہے اگر غور کریں کہ ہوا جب اپنی لطافت کی وجہ سے آنکھوں کے ساتھ ملی ہوتی ہے تو پھر نگاہ نے کس طرح اس کا ادراک نہیں کیا اور اسی طرح پانی ہے کہ جب آدمی اس میں غوطہ لگاتا ہے اور جب حالتِ غوطہ میں آنکھیں کھولتا ہے تو شدتِ قرب کی وجہ سے اسے نہیں دیکھتا۔

نحن اقرب اور 70 ہزار حجابات

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اللہ ربّ العزت ہم سے اس قربِ عظیم پر ہے تو پھر نور وظلمت کے ستر ہزار حجاب کہاں ہیں جن کی ہمیں خبر دی گئی ہے کہ یہ ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واقع ہیں۔

بہرحال اس موضوع پر میرا جواب یہ ہو گا کہ یہ حجابات بندے کا مثلاً معصیت کے وقت بارگاہِ الٰہیہ سے اپنے بعدِ مشاہدہ کا کنایہ ہے لہٰذا یہ اللہ ربّ العزت کے متعلق بندے

Marfat.com

کے مشاہدے کی طرف لوٹتے ہیں جبکہ اللہ ربّ العزت کیلئے کوئی حجاب نہیں اور اس کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ بندۂ مومن علم و جہالت پر مشتمل ہے جبکہ نوری علم حجابات کا ادراک کرتا ہے اور جہالت حجاباتِ ظلمت کا ادراک کرتی ہے اور یہ دونوں کسی بھی انسان کے اندر اپنی اپنی مناسبت کے ساتھ موجود ہوتے ہیں لہٰذا سمجھنے والا اتنے ہی جواب سے سب کچھ سمجھ سکتا ہے۔

ان اللہ معنا

یہ بات اس عقیدہ کے وجوب میں ہے کہ اللہ ربّ العزت ہمارے ساتھ ہے۔ خواہ ہم کہیں بھی ہوں درآنحالیکہ وہ آسمان میں ہے یا اس حال میں کہ وہ عرش پر مستوی ہے یا درآنحالیکہ وہ آسمانوں میں ہے۔ یا زمینوں اور پانیوں میں ہے جبکہ وہ ہمارے ساتھ ہماری شہ رگ سے بھی قریب تر ہے لہٰذا ان پانچ معیتوں میں سے ہر ایک کی ایک حالت ہے جو کہ مراتبِ اختصاص اور مراتبِ علم سے اسے خاص کرتی ہے جیسا کہ اس مسئلہ پر حضرت شیخ محی الدین ابنِ عربی نے بھی فتوحات میں سیر حاصل تحریر فرمایا ہے۔

معیتِ الٰہی کا مفہوم

میرے خیال کے مطابق اگر کوئی اس موضوع کے متعلق کہے کہ اللہ ربّ العزت ان تمام مقامات میں بالذات ہمارے ساتھ ہے یا کہ صرف بالصفات جیسے ہمارے متعلق علم رکھتا ہے۔ ہمیں دیکھتا ہے اور ہماری سنتا بھی ہے تو میرا خیال ہے کہ بلند و بالا ذات پر معیت کا اطلاق جائز نہیں جیسا کہ اس پر استواء علی العرش کا اطلاق جائز نہیں ہے اور یہ اس لیے کہ ہمارے لیے اس کے متعلق قرآنِ مجید یا احادیثِ مبارکہ میں کوئی تصریح وارد نہیں ہوئی۔ لہٰذا ہم اللہ ربّ العزت پر وہ اطلاق نہ کریں گے جس کا کہ ہمیں علم نہیں ہے۔

ہمیں ایک بات لازمی سمجھنی چاہیے کہ حضرات اسمائے الٰہیہ میں اس کے اسم ''الرقیب'' کے سوا کوئی نہیں جو کہ ہمیں اس امر پر تنبیہہ کرے کہ اللہ تعالیٰ بذاتہٖ ہمارے

Marfat.com

ساتھ ہے کیونکہ اس نے اس پر تنبیہہ کی ہے کہ ذات غور کرنے والے کے لیے صفات سے جدا نہیں ہے اور اس کی تائید حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اعرابی کا یہ قول کرتا ہے کہ ہم ربّ تعالیٰ سے کوئی خیر معدوم نہیں پاتے جو کہ ضحک فرماتا ہے یعنی اظہار خوشنودی فرماتا ہے کیونکہ اس نے مسکراہٹ توابع اس کے تابع کر دیئے۔

اس مسئلہ میں قدیم و جدید دور میں سلف کا اختلاف ہے لیکن جو کہتا ہے کہ معیت صفات کی طرف لوٹتی ہے نہ کہ ذات کی طرف لہٰذا وہ ادب میں اس سے زیادہ کامل ہے جو کہ اس بات کا قائل ہے کہ اللہ ربّ العزت اپنی ذات و صفات کے ساتھ ہمارے ساتھ ہے اگرچہ صفتِ الٰہیہ موصوف سے جدا نہیں ہوتی۔

مسئلہ معیت بالصفات یا معیت بالذات والصفات

905ھ میں جامعہ ازہر میں اس مسئلہ کے بارے میں شیخ بدرالدین علائی حنفی اور شیخ ابراہیم المواہبی الشاذلی کے درمیان ایک نشست منعقد ہوئی تھی اور پھر بعد میں شیخ ابراہیم نے اس کے متعلق ایک رسالہ بھی تصنیف فرمایا تھا۔

شیخ بدر الدین علائی حنفی، شیخ زکریا، شیخ برہان الدین بن ابی شریف اور ایک جماعت نے کہا کہ اللہ ربّ العزت اپنے اسماء وصفات کے ساتھ ہمارے ساتھ ہے نہ کہ ذات کے ساتھ تو شیخ ابراہیم نے فرمایا کہ بلکہ وہ اپنی ذات و صفات کے ساتھ ہمارے ساتھ ہے تو انہوں نے کہا کہ اس پر کیا دلیل ہے؟ تو شیخ ابراہیم نے کہا کہ اللہ ربّ العزت کا قول ''واللہ معکم'' (محمد ﷺ آیت: 35) اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور پھر اللہ ربّ العزت کا یہ ارشاد ''وہو معکم'' (الحدید: 4) یعنی اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔

اور یہ معلوم ہے کہ ''اللہ'' ذات کا اسم علم پس ذوق'' اور عقل'' معیت ذاتیہ کا عقیدہ واجب ہے کہ یہ نقل وعقل کے ساتھ ثابت ہے۔

اب میں اس موضوع کو تھوڑا سا اور وضاحت سے لکھتا ہوں کہ حقیقت معیت ایک جز

Marfat.com

کا دوسری چیز کے ساتھ ہونا ہے اور برابر ہے کہ دونوں واجب ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی صفات میں یا پھر اپنی صفات کے ساتھ یا پھر دونوں جائز ہوں جیسے انسان اپنے جیسے کے ساتھ یا واجب اور جائز اور وہ اپنی مخلوق کے لیے اور اللہ ربّ العزت کی اپنی ذات اور صفات کے ساتھ معیت ہے جو کہ اللہ ربّ العزت کے قول ''وَاللّٰهُ مَعَكُمْ'' (محمد:٣٥) اور ''اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ'' (العنکبوت:٦٩) اور ''اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ'' (البقرة:١٥٣) جیسی آیات سے سمجھ میں آتی ہے اور اس کی وجہ وہی ہے جو کہ میں پہلے تحریر کر چکا ہوں کہ اسمِ کریم ''اللہ'' کا مدلول وہ ذات ہی تو ہے جسے صفاتِ متعینہ لازم ہیں۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ تمام ممکنات کے ساتھ متعلق ہے اور یہ مکان میں محصور دو اجسام کی معیت کی طرح نہیں کیونکہ اللہ رب العزت اپنی خلق کی مماثلتِ قطعی سے پاک ہے جو کہ جسمیت کے ساتھ موصوف ہیں اور جسے اپنے لوازمِ ضروریہ کا احتیاج ہے جیسے اینیت زمانیہ اور مکانیہ کی جہت میں حلول۔

پس اللہ ربّ العزت کی معیت اللہ تعالیٰ کے کمال کی وجہ سے اور اپنی خلق کی صفات سے مبرا ہونے کی وجہ سے شبیہہ اور نظیر سے ہر طرح بلند و بالا ہے۔ ''لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ'' (الشوریٰ: 11) یعنی اس کی مثال کوئی چیز (شے) نہیں اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔

باوجود یہ کہ ذات کے بغیر معیت صفات سے اور صفات کا ذات سے جدا ہونا اور نہ ہی ان کا دور ہونا یا محصور ہونا لازم نہیں اور اس وقت کسی چیز کے لیے معیتِ صفات سے اس کے لیے معیتِ ذات اور اس کا عکس لازم آتا ہے کیونکہ دونوں مکان اور لوازم امکان سے بلند و بالا ہونے کے باوجود دونوں ہی ایک دوسرے کو لازم ہیں کیونکہ اللہ ربّ العزت اپنی خلق سے مطلقاً جدا ہے۔

یہاں پر میں علامہ غزنوی صاحب نے شرح عقائد نسفی میں جو فرمایا اس کا حوالہ دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ علامہ غزنوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ معتزلہ اور جمہور بخاریہ کا

Marfat.com

یہ کہنا کہ حق تعالیٰ ہر مکان میں اپنے علم قدرت اور تدبیر کے ساتھ ہے نہ کہ اپنی ذات کے ساتھ باطل ہے کیونکہ یہ لازم نہیں کہ وہ کسی مکان کا علم رکھے وہ اس مکان میں صرف علم کے ساتھ ہو مگر جبکہ اس کی صفات اس کی ذات سے جدا ہو جاتی ہوں جیسا کہ خلق کے علم کی صفت ہے نہ علم حق کی۔

علاوہ ازیں اس قول سے کہ اللہ ربّ العزت ہمارے ساتھ صرف علم کے ساتھ ہے نہ کہ ذات کے ساتھ اور صفات کا ذات کے بغیر خود مستقل ہونا لازم آتا ہے اور یہ بالکل غیر مناسب اور غیر معقول ہے۔

اللہ ربّ العزت کے قول ''نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ'' (واقعہ: 85) (یعنی اور ہم تم سے زیادہ اس کے قریب ہوئے ہیں' البتہ تم دیکھ نہیں سکتے)

اس آیت میں اللہ ربّ العزت کی اپنے بندے سے قربِ حقیقی کی صورت میں اقربیت پر دلیل ہے جیسا کہ اس کی ذات کے لائق ہے کہ وہ مکان سے برتر و بلند و بالا تر ہے کیونکہ اگر اللہ ربّ العزت کے اپنے بندے سے قرب سے مراد مثلاً علم یا قدرت یا پھر تدبیر کے ساتھ قریب ہوتا تو فرماتا کہ ''وَلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ'' (یعنی لیکن تم نہیں جانتے) اور جب اس نے ''وَلٰكِنْ لَّاتُبْصِرُوْنَ'' فرمایا کہ تم نہیں دیکھتے تو یہ دلالت کرتا ہے کہ اس سے مراد قربِ حقیقی ہے کہ اگر اللہ ربّ العزت ہماری نگاہ سے پردہ ہٹا دے تو بصر کے ساتھ اس کا ادراک ہو سکتا ہے اس لیے کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ آنکھ کے ادراک کا صفات معنویہ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ وہ تو صرف دیکھے جانے والے حقائق سے متعلق ہے۔

لہٰذا یہی گفتگو اللہ ربّ العزت کے فرمان ''نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ'' (ق:16) (یعنی ہم اس سے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) [illegible]

اور قربِ صفات اور قربِ حبل الورید میں کوئی اشتراک نہیں کیونکہ قربِ صفات معنوی ہے جبکہ قربِ حبل الورید حسی ہے۔ پس اللہ ربّ العزت کی انسان کی طرف [illegible]

Marfat.com

اقربیت کی نسبت میں جو کہ حقیقی ہے اس پر دلیل ہے کہ اللہ ربّ العزت کا قرب حقیقی ہے۔ یعنی بالذات جسے صفات لازم ہیں۔

لہٰذا اس سے اس بات کی نفی ہو گئی کہ اللہ ربّ العزت کے ہم سے قرب سے مراد قرب بالصفات ہے اور نہ کہ بالذات اور یہ کہ حق صریح اس کا ہم سے قرب بالذات بھی ہے کیونکہ برتر و بلند و بالا ذات کے بغیر صرف صفات سمجھ نہیں آسکتیں۔

اور اگر اللہ ربّ العزت کا ایک اور فرمان دیکھیں جس میں اللہ ربّ العزت فرماتا ہے کہ ''وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ'' (الحدید:4) (یعنی تم جہاں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے) اللہ ربّ العزت کے اس فرمان سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان میں ہے؟ اگر سورہ الحدید کی اس آیت کو بغور دیکھیں تو اس سے اللہ ربّ العزت کے بارے میں مکان لازم نہیں آتا کیونکہ آیت شریف میں ''این'' کا اطلاق مخاطبین کے لیے اللہ ربّ العزت کی معیت کا اس ''این'' میں فائدہ دینے کے لیے ہے جو کہ ان کو لازم ہے نہ کہ حق تعالیٰ کو پس وہ ہر صاحبِ این کے ساتھ بلا این ہے۔

معیت الٰہیہ شیخ شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

حضرت شیخ عارف باللہ تعالیٰ سید محمد المغز لی الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ اور مرشد ہیں ان کی خدمتِ عالیہ میں کسی نے نَحْنُ اَقْرَبُ والا مسئلہ پیش کر دیا تو حضرت شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ تم لوگ اس امر کا ذوقی علم چاہتے ہو یا کہ سماعی؟ لوگوں نے عرض کیا کہ سماعی علم چاہتے ہیں تو حضرت شاذلی نے فرمایا کہ اللہ ربّ العزت کی معیت ازلی ہے اور اس کی ابتداء نہیں اور تمام اشیاء اس کے علم میں ازل سے یقینی طور پر ابتداء کے بغیر ثابت ہیں کیونکہ اشیاء اس علم کے ساتھ اس طرح متعلق ہیں کہ اس تعلق پر عدم محال ہے کیونکہ اس کے واجب الوجود علم کا معلوم کے بغیر پایا جانا محال ہے

Marfat.com

اور اس علم کا اشیاء کے ساتھ طاری ہونے کا محال ہونا اس لیے ہے کہ اس سے اللہ رب العزت کے علم کا نہ ہونے کے بعد حادث ہونا لازم آتا ہے اور جس طرح اللہ رب العزت کی معیت ازلی ہے اسی طرح وہ ابدیہ بھی ہے اور اس کے لیے انتہا نہیں پس اللہ تعالیٰ ان اشیاء کے عدم سے عینی طور پر علمِ الٰہی کے مطابق حادث ہونے کے بعد یقیناً ان کے ساتھ ہے اور اشیاء اپنی بساطت' ترکیب' اضافت اور تجرید کے جہانوں میں جہاں بھی ہوں ازلی سے غیر محدود زمانوں تک یہی حال ہوگا۔

آپ کی گفتگو نے حاضرین کو مدہوش کر دیا۔ پھر حضرت شیخ شاذلی نے فرمایا کہ معیت کے بارے میں جو تقریر میں نے کی ہے اس پر عقیدہ اور اعتماد رکھو اور جو اس کے منافی ہے اسے ترک کر دو تم اپنے مولا کی تنزیہہ کا حق ادا کرنے والے ہو جاؤ گے اور اپنی معقول کو تشبیہہ کے شبہات سے خلاصی بخشنے والے ہو گے اور اگر تم میں سے کسی کا ارادہ ہو کہ اس مسئلہ کا عرفانِ ذوقی حاصل کرے تو اپنی لگام میرے سپرد کر دے میں اسے اس کے معمولات' لباس' مال اور اولاد سے جدا کر کے خلوت میں داخل کروں گا اور اسے سونے اور مرغوب چیزوں کے استعمال سے روک دوں گا اور ذوق و کشف کے طور پر اس مسئلہ کے علم تک اس کی رسائی کا میں ضامن ہوں۔

شیخ ابراہیم فرماتے ہیں کہ کسی نے آپ کے ساتھ اس عہد میں داخل ہونے کی جرأت نہ کی اور تمام لوگوں نے کھڑے ہو کر شیخ شاذلی کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور چل دیئے۔

ایسے ہی میرے (راقم الحروف) شیخ و مرشد حضرت سید افتخار احمد حسین شاہ گیلانی المعروف حضور غوثِ زمان قدس سرہ العزیز سجادہ نشین منڈیر سیداں شریف سیالکوٹ نے مغلپورہ لاہور میں ایک موقع پر اپنے پورے وجد کی کیفیت میں بار بار اعلان فرمایا کہ میں ٹھوکر مار کر ولایت بانٹتا ہوں کوئی ہے طالب مگر لوگوں میں سے کوئی بھی آگے بڑھ کر حصولِ ولایت کی جرأت نہ کر سکا۔ یہ واقعہ 1999ء کا ہے۔

Marfat.com

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا
مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ
يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ لا يَكَادُ
زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي
اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (النور: ۳۵)

یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایسے طاق کی طرح ہے جس میں چراغ ہو وہ چراغ ایک فانوس میں ہو وہ فانوس ایک روشن ستارے کی مانند ہو وہ چراغ برکت والے زیتون کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے۔ وہ (درخت) مشرقی ہے نہ مغربی، عنقریب اس کا تیل خود ہی بھڑک اٹھے گا خواہ اسے آگ نہ چھوئے وہ نور بالائے نور ہے۔ اللہ جسے چاہے اپنے نور تک ہدایت دیتا ہے اور اللہ لوگوں (کو سمجھانے) کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

نور کا لغوی معنی

امام محمد بن ابوبکر رازی حنفی متوفی 660ھ نے لکھا کہ نور کا معنی ہے ضیاء (روشنی)

(مختار الصحاح، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

Marfat.com

علامہ میر سید شریف علی بن محمد الجرجانی لکھتے ہیں۔

کہ نور اس کیفیت کو کہتے ہیں جس کا آنکھیں سب سے پہلے ادراک کرتی ہیں پھر اس کیفیت کے واسطے سے باقی دکھائی دینے والی چیزیں ادراک میں آتی ہیں۔ (یعنی جو کیفیت خود ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کے لیے مظہر ہو) (التعریفات' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

نور اس کیفیت کو کہتے ہیں جو کہ سورج چاند اور چراغ وغیرہ سے زمین اور دیواروں پر فائض ہوتی ہے۔ (تفسیر کبیر' جلد 8 بیروت)

اللہ تعالیٰ پر نور کے اطلاق کی توجیہات

امام رازی فرماتے ہیں کہ نور چونکہ اس کیفیتِ حادثہ کو کہتے ہیں جس کا اطلاق اللہ رب العزت پر محال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ ''جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ (الانعام:1) اللہ تعالیٰ نے ظلمات (اندھیروں) اور نور (روشنی) کو پیدا کیا۔

لہٰذا اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نور مجعول اور مخلوق ہے اور اللہ رب العزت خالقِ نور ہے اور خود نور نہیں ہے کیونکہ درج بالا آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نور مخلوق ہے جبکہ اس آیت میں اللہ رب العزت اپنی ذات پر نور کا اطلاق فرماتا ہے اس لیے اس میں درج ذیل توجیہات پیدا ہوتی ہیں۔

نور ظہور اور ہدایت کا سبب ہے جیسا کہ درج ذیل آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (البقرہ:257)

اللہ تعالیٰ مومنوں کا کارساز ہے اور وہ ان کو ظلمات (اندھیروں) سے نور (روشنی) کی طرف نکال لاتا ہے۔

Marfat.com

جیسے مؤمنین کے بھی طبقات میں عام' خاص اور خاص الخاص لہٰذا اسی لحاظ سے ظلمت اور نور کے بھی تین درجات ہیں ربّ تعالیٰ عام مسلمانوں کو تاریکیِ کفر' ضلالت سے نورِ ایمان اور ہدایت کی طرف نکالتا ہے اور خواص کو نفسانی و جسمانی ظلمتوں سے رحمانی و ربانی انوار کی طرف نکالتا ہے اور پھر خاص الخاص کو ظلمتِ حدوث سے نورِ قدم کی طرف نکالتا ہے کہ وہ فانی ہو کر باقی سے ملتے ہیں اور پھر بعدِ فنا بقا کے لطف اٹھاتے ہیں اور اللہ ربّ العزت ان کے دینی اور دنیاوی سارے امور کا خود متولی ہے لہٰذا درج بالا آیت میں تینوں صورتوں کی جانب اشارہ ہے۔ (روح البیان)

خیال رہے کہ جیسے جسمانیات میں بہت قسم کی ظلمتیں ہیں اور ان کو توڑنے والے نور بھی بہت قسم کے آنکھ کی ظلمت اندھا پن اس کا توڑ آنکھوں کا نور یعنی انکھار پن دل کی ظلمت جہالت پھر اس کا توڑ دل کا نور یعنی علم و دماغ کی ظلمت دیوانگی اور بے عقلی اس کا توڑ دماغ کا نور یعنی عقل ایسے ہی روحانیات میں لاتعداد ظلمتیں ہیں اور ان کے توڑ نور بھی بہت ہیں چنانچہ ظلمت طغیانی کا توڑ نورِ ایمان' ظلمتِ عصیانی کا توڑ نورِ غفرانی' چنانچہ گناہ تاریکی ہے تو یہ مغفرت نور ہے۔

ظلمتِ نفسانی اس کا توڑ نورِ عرفانی کیونکہ غفلت و تاریکی ہے اور معرفتِ الٰہی نور ہے۔ ظلمت فنا ہے اس کا توڑ نورِ بقا ہے۔ اور دنیا کی مشغولیت تاریکی ہے اور اللہ ربّ کا وصال بقا باللہ نور ہے۔ اسی طرح حسد' بغض' عداوتیں ریا' تکبر' تمام کی تمام ظلمتیں فانی ہیں اور ان کے مقابل کی خوبیاں نور ہیں اور ان کا توڑ ہیں اللہ ربّ العزت اپنے خاص فضل و کرم سے مومنوں کو تمام تاریکیوں سے نکال کر ان کے انوار میں داخل فرماتا ہے۔ چونکہ ان تاریکیوں کے مراکز بھی مختلف تھے اس نے ان تمام کو جمع کر کے فرمایا: ظلمات' مگر تمام انوار کا مرکز ایک ہی ذاتِ اقدس جو کہ سید الانوار احمد مختار ﷺ کی ذات و صفات ہے اس لیے اسے واحد کر کے فرمایا ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ ''قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ '' لہٰذا

Marfat.com

جس کی رسائی دامنِ پاک مصطفیٰ ﷺ تک ہوگئی اسے تمام انوار مل گئے کیونکہ حضور اقدس ﷺ کے نور سے تو جانور بھی فائدہ اٹھاتے ہیں ہیں جیسے چیل جب حضور انور ﷺ کے سر مبارک کے مقابل ہوئی تو تحت الثریٰ تک اس کی نگاہ پہنچ گئی تھی۔

اب میں واپس اپنے اصل موضوع کی طرف آتا ہوں جیسا کہ اللہ ربّ العزت نے پھر ارشاد فرمایا کہ۔

وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ۔ (الشوریٰ:52)

لیکن ہم نے اس (کتاب) کو نور بنایا۔ ہم اس کے ذریعے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہیں ہدایت دیتے ہیں۔ لہٰذا یہاں یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآنِ مجید میں نور کا اطلاق ہدایت پر کیا گیا ہے تو "اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کا معنی ہے کہ اللہ آسمانوں اور زمینوں کے نور والا ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ آسمانوں والوں اور زمینوں والوں کو اللہ ربّ العزت سے ہی ہدایت حاصل ہوتی ہے یعنی وہی ان کا ہادی اکبر ہے۔

عالم دو ہیں 1- عالمِ اجسام جسے ظلمت بھی کہتے ہیں۔ 2- عالمِ ارواح کہ جسے عالمِ نور بھی کہا جاتا ہے۔ چونکہ اس عالم اجسام میں نفس، خیال، وہم، دنیاوی تعلقات، مال اولاد وغیرہ ہزار ہا حجاب ہیں گویا یہ مجموعۂ ظلمات ہیں اور اللہ ربّ العزت اپنے خاص بندوں کے سارے معاملات اور محبت کا خود متولی اور منتظم کار ہے کہ انہیں خود ان کی کوشش سے نہیں بلکہ اپنے کرمِ خاص سے ان ظلمات سے نکال کر عالمِ نور میں پہنچا دیتا ہے کہ یہاں کی کوئی چیز ان کے لیے حجاب نہیں رہتی اور کفار کے مددگار وہ اغیار ہیں جن پر ان کی ہر وقت نظر ہے وہ انہیں فطری ہدایت کے نور سے نکال کر صفاتِ نفس اور شکوک وشبہات کے اندھیروں میں پھنسا دیتے ہیں۔ حق تعالیٰ ہر ایک کے کلام کو سننے والا اور ہر ایک کی حالت کو جاننے والا ہے اور سب کو ان کی استعداد کے مطابق دیتا ہے۔ (ابنِ عربی) فرعون نے "اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى" کہا اور بے ایمان ہوا۔ حضرت منصور حلاج نے انا الحق کہا [illegible]

رہے کہ وہ حجاب میں رہ کر کہتا تھا یہ ظلمتِ حجاب سے گزر کر۔ صوفیائے کرام کے یہاں دل کی بے چینیاں ظلمت اور تاریکیاں ہیں اور دل کا چین اور اطمینان نور ہے۔ اللہ ربّ العزت مومنوں کو بے چینیوں سے نکال کر چین اور سکون کے نور میں داخل فرماتا ہے۔ ''اَلَابِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب'' دنیا کا عیش بے چینی کا باعث ہے اور اللہ ربّ العزت سے تعلق چین کا ذریعہ اس زندگی کا نام ہی حیاتِ طیبہ ہے۔

بہر حال روح سب ہی کی نور ہے کہ عالمِ امر کی چڑیا ہے۔ ''قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ'' اور نفسِ امارہ ظلمات ''اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ'' مومن کو اللہ ربّ العزت نفس کی ظلمات سے نکال کر روح کے نور میں داخل فرماتا ہے اور کافر کو روح کے نور سے نکال کر نفس کی ظلمت میں داخل کر دیتا ہے جیسا کہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کا مؤاخذہ فرماتا ہے تو اسے نفس میں مشغول کر دیتا ہے لہٰذا مومن کا نفس روح کی صحبت سے منور ہو جاتا ہے اور کافر کی روح نفس کی صحبت سے سیاہ و تاریک ہو جاتی ہے۔ انسان کا دل اور روح کے درمیان ہے جیسے زمین پر کبھی دن آتا ہے اور کبھی رات آتی ہے ایسے دل پر کبھی نفس کی رات ہوتی ہے اور کبھی روح کا دن ہوتا ہے اور اللہ ربّ العزت مومن کے دل کو نفس کی رات سے نکال کر روح کے نور یا دن میں لاتا ہے اور کافر کے دل کو روح کے نور سے نکال کر نفس کی رات میں داخل فرماتا ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ روزِ ازل میں جس پر نور کا چھینٹا پڑ چکا ہے وہ اگر دنیا میں کافر بھی ہو گیا تو اس کا کفر عارضی ہوگا اور آخر کار مومن ہو جائے گا۔ جیسے سونا کیچڑ میں پڑ کر عارضی طور پر گندہ ہو جائے اور جس پر وہ چھینٹا نہ پڑا ہو۔ اگر وہ دنیا میں مومن بھی ہو جائے تو اس کا ایمان عارضی ہوگا اور آخر کار کافر ہو جائے گا جیسے کوئلہ پر چونا لگ کر سفید ہو جائے اور اس کی سفیدی عارضی ہی ہوگی اور یہی درج بالا آیت کا منشاء ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر کا یہی قول ہے۔

Marfat.com

اللہ ربّ العزت اپنی حکمتِ بالغہ سے آسمانوں اور زمینوں کا مدبر ہے جیسے بہت بڑے عالم کیلئے کہا جاتا ہے وہ شہر کا نور ہے کیونکہ وہ شہر والوں کی عمدہ تدبیر کرتا ہے تو وہ ان کے لیے بہ منزلہ نور ہوتا ہے جس سے ان کو شہر کے معاملات میں رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

اللہ ربّ العزت آسمانوں اور زمینوں کا ناظم ہے کیونکہ اس نے انتہائی حسین ترتیب سے ان کا نظام قائم کیا ہوا ہے۔

اللہ ربّ العزت ہی آسمانوں اور زمینوں کو منور فرمانے والا ہے۔ اس کا ایک عمل یہ ہے کہ وہ آسمانوں کو ملائکہ سے منور فرماتا ہے اور زمینوں کو انبیائے کرام علیہم السلام سے منور فرماتا ہے اور اس کا دوسرا عمل یہ ہے کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کو سورج چاند اور ستاروں سے منور کرتا ہے اور اس کا تیسرا عمل یہ ہے کہ اس نے آسمان کو سورج چاند اور ستاروں سے مزین کیا ہوا ہے اور زمینوں کو انبیاء اور اولیاء حضرات سے مزین کیا ہوا ہے اور یہ تفسیر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حسن بصری رضی اللہ عنہ اور ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔

(تفسیر کبیر، جلد 8، بیروت)

احادیثِ مبارکہ میں اللہ پر نور کا اطلاق

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اللہ تعالیٰ کی ذات پر نور کا اطلاق فرمایا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد کی نماز میں پڑھتے تھے۔

اللھم لك الحمد انت نور السموٰت والارض

اے اللہ تیرے لیے حمد ہے تو آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔

(بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ربّ کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے ربّ کو

Marfat.com

جہاں سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے۔

(صحیح مسلم الایمان: 291 'رقم الحدیث بلا تکرار: 178 'الرقم المسلسل: 436 'ترمذی رقم الحدیث: 3282)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے نور کو دیکھا۔ (مسلم شریف)

علامہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پر بھی نور کا اطلاق فرمایا۔

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ○ (النساء: 174)

ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کیا ہے۔

اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی نور کا اطلاق فرمایا۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ○ (المائدہ: 15)

بیشک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آ گیا نور اور روشن کتاب

اوپر درج بالا آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کمشکوۃ فیھا مصباح" یعنی وہ ایک طاق کی مثل ہے کہ جس میں چراغ ہو۔ مشکوۃ حبشی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی طاق ہے۔ اب سے پچاس ساٹھ سال پہلے مکانوں میں کمرے کی دیوار کے عمق اور گہرائی میں محراب نما ایک خانہ یا شیلف بنایا جاتا تھا جس میں استعمال کی اشیاء رکھی جاتی تھیں اور اس کے دروازے نہیں بنائے جاتے تھے جبکہ شہروں کی نئی نسل اب اس ڈیزائن سے بالکل ناواقف ہے۔ بہرحال گاؤں یا شہروں میں اب بھی انتہائی پرانے مکانات مل جاتے ہیں جن میں اس طرز کے مکانات ہوں گے جبکہ "مصباح" کا معنی ہے۔ روشنی کا آلہ اس میں صبح اسی سے ماخوذ ہے اور اس کا دوسرا معنی ہے چراغ "المصباح فی زجاجۃ" زجاجہ کا معنی ہے۔ شیشے کا چراغ یعنی فانوس اور وہ چراغ ایک فانوس میں ہے۔

"کانھا کوکب دری" گویا کہ وہ ایک چمکتا ہوا روشن ستارہ ہے۔ یعنی وہ چراغ

Marfat.com

روشن ہونے میں ایک روشن ستارہ کی مانند ہے"یوقد من شجرة مبارکه زیتونة" چراغ برکت والے زیتون کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے۔ ایک بات یاد رہے کہ زیتون وہ درخت ہے جو دنیا میں سب سے پہلے اگایا گیا اور پھر یہی درخت طوفانِ نوح کے بعد سب سے پہلے اگا اور یہ انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کے مقامات پر اگایا گیا ہے اور ارضِ مقدسہ میں اس کے لیے ستر (70) انبیاء کرام علیہم السلام نے برکت کی دعا بھی فرمائی۔

حضرت ابو اُسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ زیتون کا تیل کھاؤ اور اس کو جسم پر لگاؤ کیونکہ وہ مبارک درخت سے نکلتا ہے اور یہ حدیث شریف صحیح الاسناد ہے۔ مگر شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا۔ (ترمذی، المعجم الکبیر، المستدرک، دارمی، شرح السنہ)

"لاشرقية ولا غربية" وہ (درخت) مشرقی ہے نہ مغربی یعنی وہ درخت نہ مشرق کے ساتھ مختص ہے کہ اس کو شرقیہ کہا جائے اور نہ ہی مغرب کے ساتھ مختص ہے کہ اس کو غربیہ کہا جائے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ درخت دنیا کے درختوں میں سے نہیں ہے کیونکہ دنیا کا جو بھی درخت ہوگا وہ مشرقی ہوگا یا پھر مغربی ہوگا بلکہ یہ جنت کا درخت ہے۔

امام ثعلبی نے کہا ہے کہ قرآنِ مجید نے یہ تصریح کی ہے کہ یہ دنیا کا درخت ہے کیونکہ قرآنِ مجید نے فرمایا کہ یہ زیتون کا درخت ہے۔

ابن زید نے کہا ہے کہ وہ ملکِ شام کا درخت ہے کیونکہ شام کے درخت شرقی ہوتے ہیں اور نہ ہی غربی ہوتے ہیں اور ملک شام کے درخت ہی سب سے افضل درخت شمار ہوتے ہیں کیونکہ وہ برکت والی زمین ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ درخت دوسرے گھنے درختوں کے درمیان ہوتا ہے لہٰذا اس کو دھوپ نہیں پہنچتی اس لیے فرمایا کہ وہ شرقی ہے اور نہ ہی غربی۔

حضرت سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ درخت بلند پہاڑوں اور صحراؤں میں ہوتا

Marfat.com

ہے۔

نیز اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ عنقریب اس کا تیل خود ہی بھڑک اٹھے گا، خواہ اسے آگ نہ بھی چھوڑے وہ نور بالائے نور ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنے نور تک ہدایت دیتا ہے۔

امام محمد بن عمر رازی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں "مشکوٰۃ" سے مراد حضرت سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک ہے اور "الزجاجۃ" سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلبِ مبارک ہے اور "مصباح" سے مراد دین کے اصول اور فروع کی وہ معرفت ہے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں ہے اور شجرۂ مبارکہ سے مراد ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی اولاد سے ہیں اور ان کی ملت کی اتباع کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے۔ پھر حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی صفت میں فرمایا نہ وہ شرقی ہیں اور نہ غربی کیونکہ آپ عیسائیوں کی طرح مشرق کو منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور نہ یہود کی طرح مغرب کو منہ کر کے نماز پڑھتے تھے بلکہ آپ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

اللہ ربّ العزت نے اس چراغ کے تیل کی صفت میں فرمایا کہ وہ عنقریب بھڑک اٹھے گا اور روشن ہو جائے گا خواہ اس کو آگ نے نہ بھی چھوا ہو۔ کعب احبار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس تیل سے مراد حضرت سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صفائے جوہر اور اپنی مقدس ذات میں اس قدر کامل تھے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نہ بھی نازل ہوتی تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہی کمالات ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح نیکی کی ہدایات دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی پاکیزہ صفات ہوتیں اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآنِ مجید نہ بھی نازل ہوتا تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت لوگوں پر آشکارا ہو جاتی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآنِ مجید کا نازل ہونا "نورٌ علیٰ نور" ہے اور نور بالائے نور ہے۔

(تفسیرِ کبیر، جلد 8، بیروت، تفسیر امام ابن ابی حاتم جلد 8، مکتبہ نزار مصطفیٰ، بیروت)

Marfat.com

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝(البقرۃ:۱۵۲)

تم مجھے یاد کرو، میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔

اللہ ربّ العزت کا ذکر سب سے بڑی عبادت ہے اور احادیثِ مبارکہ میں بھی اس کے بہت فضائل بیان ہوئے ہیں۔ ان میں سے چند ایک تحریر کیے دیتا ہوں۔

1- جو قوم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اسے فرشتے اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور رحمتِ الٰہی انہیں گھیر لیتی ہے اور انہیں سکونِ قلب نصیب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ملائکہ میں ان کا ذکر خیر فرماتا ہے۔ (مسلم شریف)

2- بندہ کثرتِ نوافل سے اللہ ربّ العزت کا پیارا بن جاتا ہے جس سے کہ اللہ تعالیٰ اس کے کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پیر (پاؤں) ہو جاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے۔ (بخاری شریف) یعنی اللہ تعالیٰ کے ذاکر کو ربانی قوتیں ملتی ہیں اور اس سے عجیب کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں جیسے کوئلہ آگ میں رہ کے آگ کا سا کام کرتا ہے۔

3- بہترین عمل یہ ہے کہ انسان کی زبان ذکر اللہ سے تر رہے اور اس حال پر دنیا سے رخصت ہو (احمد و ترمذی)

Marfat.com

4- ذکر کے حلقے جنت کے باغ ہیں۔ (ترمذی)

5- شیطان انسان کے دل پر چپٹا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بھاگتا ہے۔ (بخاری)

6- غافلوں میں ذاکر ایسا ہے جیسے بھاگے ہوئے لشکر میں جہاد کرنے والا اور جیسے خشک درخت میں سبز شاخ اور اندھیرے گھر میں چراغ۔ (رزین)

7- جو اللہ تعالیٰ کو دل میں یاد کرے تو ربّ بھی اس کو ایسے ہی یاد فرماتا ہے اور جو جماعت میں یاد کرے تو اللہ ربّ العزت اسے ملائکہ کی جماعت میں یاد فرماتا ہے۔

(مسلم و بخاری)

8- ہر گھر کی کچھ زینت ہوتی ہے اور مساجد کی زینت ذکر اللہ اور ذاکرین ہیں۔ (درمنثور)

9- قیامت میں کچھ نورانی لوگ نوری قبروں پر ہوں گے لوگ ان پر رشک کریں گے یہ لوگ ہیں جو مل کر اللہ اللہ کرتے تھے۔ (طبرانی، درمنثور)

10- کچھ ملائکہ ذکر کے حلقوں کو ڈھونڈتے رہتے ہیں جہاں پاتے ہیں انہیں گھیر لیتے ہیں پھر اللہ ربّ العزت سے عرض کرتے ہیں کہ ہم ان بندوں کے پاس سے آرہے ہیں جو تیری کتاب اور حضورِ اقدس ﷺ پر درود وسلام پڑھ رہے تھے۔ اللہ ربّ العزت فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں بخش دیا وہ عرض کرتے ہیں کہ ان میں بعض بلا قصد اتفاقیہ آگئے تھے تو اللہ ربّ العزت فرماتا ہے کہ وہ بھی بخش دیئے گئے۔ لہٰذا ذاکرین کا ساتھی بھی محروم نہیں رہتا۔ (بزار، درمنثور)

ذکر اللہ کے فوائد

ذکر اللہ کے لاتعداد فضائل تو معلوم ہو چکے اب کچھ فوائد بھی لکھ رہا ہوں۔

1- ذکر اللہ زنگ آلود دل کی صیقل ہے۔

2- ذکر اللہ گندے دل کے لیے آبِ رحمت ہے، مولانا فرماتے ہیں۔

Marfat.com

ذکرِ حق پاکیست چوں پاکی رسید　　رخت ے بندد برول آید پلید

چوں بیاید ذکر حق اندر دھان　　نے پلیدی ماند و نے آں دھان ہے

3- ذکر اللہ بے چین قلوب کا چین اور سکون و اطمینان ہے۔

اَلاَ بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب (الرعد:۲۸)

4- ذکر اللہ ہمارے اصل وطن کا خط ہے جیسے مسافر کو پردیس میں وطن کے خط سے تسکین ہو جاتی ہے ایسے ہی ربّ کے ذکر سے دل اور روح کو سکون ہو جاتا ہے۔

5- ذکر اللہ مصیبتوں کو ٹالتا ہے' حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ اسی کی بدولت قبول ہوئی۔ ''فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ ''(البقرۃ:۳۷) حضرت یونس علیہ السلام نے اسی کی برکت سے مچھلی کے پیٹ سے رہائی پائی۔ ''فَلَوْلَآ اَنَّہٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ'' (الصافات:۱۴۳) ذکر ہی کی برکت سے کشتی نوح پار لگی۔ ''بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا'' (ھود:۴۱) اب بھی ہر مصیبت میں ذکر ہی کام آتا ہے۔

6- مصیبت کے وقت نمازِ حاجت پڑھو' خشک سالی میں نمازِ استسقاء ادا کرو' اگر کوئی کام درپیش آجائے تو اس کے لیے دعا استخارہ پڑھو اگر چاند سورج کو گرہن لگے تو نمازِ کسوف اور خوف پڑھو بلکہ ہر حال اللہ ہو اللہ ہو کرتے رہو۔ بچے کے کان میں اذان کہو۔ مرتے وقت کلمہ شریف پڑھو۔ چھینک کر الحمد للہ کہو۔ تعجب پر سبحان اللہ کہو' بری بات پر معاذ اللہ کہو۔ مزاج پرسی پر الحمد للہ کہو۔ غصہ میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ غرضیکہ ہر حال میں اللہ ہی اللہ ہے لہٰذا اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے اسی کا ذکر کرو'

ذکر اللہ اور مقصد حیات

اصل کے روز جب اللہ ربّ العزت نے کل ارواح کو جو ہر نور اسم اللہ ذات سے لفظ کن کہہ کر پیدا فرمایا اور پھر تمام ارواح کو اپنے سامنے لا کر حاضر کیا پھر ان پر اپنی ربوبیت

Marfat.com

کا اظہار فرمایا اور اس وقت سوال کیا۔ ''اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ '' کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں۔ اس وقت چونکہ تمام ارواح کی آنکھیں نورِ اسم اللہ ذات سے منور اور سرمۂ معرفت سے سر مگیں تھیں اور ہر کدورت اور آلائش سے پاک تھیں سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا ''بلیٰ'' یعنی ہاں بیشک تو ہمارا ربّ ہے۔ پھر اس کے بعد صرافِ حقیقی نے ان کے نقدِ قال اور متاعِ اقرار کو اعمال اور افعال کی کٹھالیوں یعنی عنصری جسوں میں ڈال کر دارِ امتحان دنیا کی بھٹی میں گال کر دیکھا اور پرکھنا چاہا لہٰذا انہیں احسنِ تقویم سے اتار کر اَسْفَلَ السّٰفِلِیْنَ میں اتارا اور ان کی فطرتِ نورانی میں نارِ شیطانی اور دود ظلمت نفسانی اور کدورت و آلائش دنیائے فانی ملا دی اور ارواح کی طاقتِ ایفاء اور اخلاصِ وعدۂ بلیٰ اور قوتِ اقرارِ عبودیت کی پوری پوری پرکھ اور آزمائش فرمائی چنانچہ ان بہشتِ قرب و وصال اور جنتِ حضور سے نکال کر فراق اور بعد کے بیابانِ دنیا میں لا کر اتارا اور ارواح کے آزاد روحانی طیور کو باغِ پاک سے نکال کر اجسامِ خاک کے پنجروں میں ڈال دیا اور پھر نفس اور شیطان جیسے طاقتور ترین صیادوں کے ہاتھ میں ان کی ڈوریں دے دیں جس وقت انسان ضعیف البیان دنیا کے کمرۂ امتحان میں اتارا گیا تو اس کے ازلی دل و دماغ کو جیفۂ دنیا کے کلورو فارم نے اپنے ازلی ہوش سے مدہوش کر دیا اور اس معبود و محبوبِ حقیقی کے وعدۂ الست اور اس کی یاد کو اس سے یکدم فراموش کر دیا۔

الحدیث: روی جویر: عن الضحاك قال اهبط الله اٰدم و حواء الی الارض ووجدا ریح الدنیا و فقدا رائحة الجنة فغشی علیهما اربعین صباحا من نتن الدنیا۔ جویر نے ضحاک سے روایت کی ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا! کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حوا رضی اللہ عنہا کو جب اللہ ربّ العزت نے زمین پر اتارا تو ان کے دماغ اور مشام میں دنیا کی بدبو گھس گئی اور جنت کی ہوا جاتی رہی تو چالیس روز تک وہ دنیا کی بدبو سے بے ہوش پڑے رہے۔

Marfat.com

اسی لیے انسان کا ازلی فطرتی نوری چراغ اسم اللہ ذات دنیا کے کثیف تاریک اور نفسانی تاریکیوں اور شیطانی ظلمتوں میں چھپ گیا گویا کہ روح کا یونس مادے کی مچھلی کے پیٹ میں پڑ گیا۔ جس سے بغیر ذکرِ اسم اللہ ذات کے نکلنا محال ہے۔ اللہ ربّ العزت کا فرمان ہے۔ ''فَلَوْ لَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ (الصافات:۱۴۳،۱۴۴) یعنی اگر یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں اسم اللہ کی تسبیح نہ پڑھتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

اب بیچارا انسان اغلال و سلاسلِ عوائق دنیا میں جکڑا ہوا قرب و معرفت کی نوری بارگاہ سے دوڑ پڑا ہوا ہے اور دنیا کے بحرِ ظلمت میں اس ازلی آبِ حیات کے سرچشمے کی تلاش میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہے جو اس کے خاکی وجود کی مٹی میں دبا ہوا پڑا ہے لہٰذا اب سوائے ذکرِ اسم اللہ ذات کے بیلچے کے اس چشمے کا نکالنا محال ہے اور سوائے ذکر کے عروۃ الوثقی (مضبوط رسی) یوسفِ روح کا چاہِ غفلتِ دنیا سے باہر آنا بہت دشوار ہے اس دنیا کے ظلمت کدہ اور اندھیری رات میں انسان کا انیس، غمگسار اور مشعلِ راہ صرف چراغِ اسم اللہ ذات کا تصور اور قندیلِ خیال اسم اللہ ہی ہے اور بس۔

اب اللہ ربّ العزت کی معرفت اور شناخت کے لیے سوائے ذکر اللہ کے کوئی ذریعہ اور وسیلہ نہیں ہے کیونکہ خالق و مخلوق اور رازق و مرزوق اور واجب و ممکن اور قدیم و حادث اور معبود عابد کے درمیان سوائے ذکر اللہ کے اور کوئی رشتہ یا واسطہ ممکن نہیں ہے۔ اللہ ربّ العزت فرماتا ہے: ''اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ '' یہی باطنی ٹیلیفون اور روحانی برقی تار ہے کہ جس نے عبد اور معبود کو آپس میں ملایا ہے اور بندہ اپنے ربّ کے ساتھ محض ذکر اللہ ہی کے رشتے سے وابستہ ہے ''وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا '' سے یہی رسی مراد ہے کہ جس کا ایک سرا خالق کے ساتھ آسمان میں اور دوسرا مخلوق کے اندر زمین میں لگا ہوا ہے لہٰذا جس نے اس رسی کو مضبوط پکڑ لیا وہ اپنے خالق کی نوری بارگاہ تک چڑھ گیا اور جس نے اس سے اعراض

Marfat.com

اور کنارہ اختیار کیا وہ دنیا کے ظلمت کدہ میں ابدالآباد تک اندھا رہے گا۔

مل مل کے غیروں سے آشنا کو بھولے　　یاں آ کے ہم اپنے مدعا کو بھولے
اس مس کی طلب میں کیمیا کو بھولے　　دنیا کی تلاش میں گنوائی سب عمر

جس کسی انسان کا دوست یا آشنا طویل عرصہ کے لیے جدا ہو جاتا ہے تو اس کے دل و دماغ سے اس کی یاد بھی کافور ہو جاتی ہے اور اگر ایک مدت بعد اس کا دوست دوبارہ آ ملے تب بھی اس کو پہچان نہیں سکتا۔ ہاں البتہ آپس میں گفت و شنید ذکر و اذکار اور پتہ ونشان بتانے سے پہچان تازہ اور معرفت واضح ہو جاتی ہے۔ یا پھر وہ دوست سے جدائی کے عرصہ میں اگر نامہ پیام اور خط و کتابت جاری رکھے تب بھی اس دوست سے جان پہچان قائم رہتی ہے او وہ اس کو فراموش نہیں کرتا اور یہی حال اس ازلی بچھڑی ہوئی انسانی روح کا ہے جو کہ بہشتِ قرب و حضور سے نکل کر دور دراز بیابانوں میں اپنے محبوبِ حقیقی سے دور جا پڑی ہے لہٰذا اب اس جدائی کے عرصہ میں اگر وہ اپنے محبوب و مطلوب کے ساتھ ''فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ'' کے مطابق ذکر اللہ کی خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھے گا تو البتہ وہ اپنے محبوبِ حقیقی کو نہ بھولے گا کیونکہ محبوبِ ازلی بھی جواباً اور ایجاباً بمقتضائے ''وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ اپنی طرف بلانے اور اپنے ساتھ ملانے کا اہتمام اور انتظام فرما دے گا اور اسم اللہ ذات کی برق براق پر سوار کر کے اپنے محبوب اور مشتاق کو اپنی پاک اور نوری بارگاہ میں شرفِ باریابی بخشے گا۔ ''وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ '' اس مادی دنیا میں کچھ عرصہ کے جدا شدہ دوست کی شناخت اور پہچان جس وقت ملنے اور پھر آنکھوں سے ایک دوسرے کو دیکھنے کے بعد بھی بغیر ذکر و اذکار اور گفتگو کے مشکل ہو جاتی ہے تو پھر بھلا ازل کے جدا شدہ مطلوب و مقصود معبود کی شناخت اور معرفت بغیر ذکر و اذکار کیوں مشکل اور دشوار نہ ہو لہٰذا ثابت ہوا کہ آنکھیں بھی ذکر کی محتاج ہیں۔ اور دید کو قوت شنید سے ہوتی ہے۔ عیان کو طاقت بیان سے ہوتی ہے اور ہوش کو راستہ گوش سے ملتا ہے۔ درج ذیل کے شعر سے

Marfat.com

ذکر کی اہمیت عیاں ہو جاتی ہے۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد　　　بسا کیں دولت از گفتار خیزد

یعنی عشق صرف دیدار سے ہی پیدا نہیں ہوتا اکثر اوقات یہ دولت گفتگو سے بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

لہٰذا انسان کو اس دنیا میں اس ازلی یاد کو تازہ کرنے کے لیے اور وعدہ بلیٰ کے ایفا کرنے اور اپنے محبوبِ حقیقی کی معرفت اور شناخت کے لیے ذکر اللہ کی اشد ضرورت ہے اور اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ جب کسی شخص کو نام سے یاد کیا جاتا ہے تو یاد کرنے والے ذاکر کے دل کی ایک برقی رو شخصِ مذکور تک جاتی ہے اس طرح اللہ ربّ العزت کو یاد کرنے والے ذاکر کے دل کی برقی رو بھی مذکور اللہ ربّ العزت تک چلی جاتی ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کتنی ہی بے مثل و بے مثال ہے اور اس کا کوئی مکان و نشان معلوم نہیں لیکن اس نے اپنے مقبول اور مقرب بندوں یعنی پیغمبروں اور اولیائے کرام کے ذریعے اپنا پتہ نشان اور اپنے ملنے ملانے کا ذریعۂ وسیلہ اور سامان یوں بیان فرمایا ہے کہ میں انسان کے بہت قریب ہوں بلکہ اس کی شہ رگ اور اس کی ذات سے بھی اس کے بہت ہی قریب ہوں اگر کوئی شخص مجھے ملنا چاہے تو وہ میرے ذکر کے ذریعے مجھے مل سکتا ہے۔ جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔

پس جس وقت ذاکر اللہ ربّ العزت کو یاد کرتا ہے تو اس کے ذکر کی برقی رو اللہ ربّ العزت تک دوڑ جاتی ہے اور اللہ ربّ العزت بھی ایجاباً اس ذکر کا جواب دیتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ ''فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ'' ''یعنی تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا لہٰذا یہ تو معلوم ہو گیا کہ ذاکر و مذکور یعنی عبد اور معبود کے درمیان ذکر کی برقی تار سی قائم ہو جاتی ہے۔ اب رہی یہ بات کہ اس ذکر برقی تار سے کیا اور کیونکر فائدہ حاصل ہو سکتا ہے؟ یاد رہے کہ ذاکر کی یہ برقی رو چونکہ انسان کے دل و دماغ کے درمیان سے گزرتی ہے۔

Marfat.com

لٰہذا اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جو سانس ذاکر کا باہر جاتا ہے وہ ذاکر کے دل کی صفت مذکور کے دل تک پہنچاتا ہے اور جب واپس آتا ہے تو مذکور کے دل کی صفت اور باطنی بو کو ذاکر کے دل تک لاتا ہے اسی طرح باطن میں ذاکر اور مذکور کے دل اور دماغ کی صفات اور باطنی حالات اور خیالات کا تبادلہ ہوتا ہے۔ پس ناقص اور خام ذاکر کامل مذکور کی اعلیٰ اور پاک صفات سے متصف ہوتا ہے اور اس کے حمیدہ اور منزہ اخلاق سے متخلق ہو جاتا ہے۔ لٰہذا عبد اور معبود کے درمیان جس وقت ''فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ'' کا ٹیلیفون یا ''رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ'' کی برقی تار اور ''يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ'' کی لاسلکی رو جاری ہو جاتی ہے۔ تو بندۂ ناتواں انسان جو کہ دنیاوی علائق وعوائق کی زنجیروں میں جکڑا ہوا اور نفسانی شہوات اور خواہشات کے سلاسل اور اغلال اور شیطانی ظلمتوں اور تاریکیوں میں گرفتار ہے تو ذکر کے اس پاک رشتے اور تعلق سے اس کو تائیدِ غیبی پہنچتی رہتی ہے اور اس کی باطنی بیڑیاں اور روحانی زنجیریں ٹوٹنے لگ جاتی ہیں اور اگر وہ کثرتِ ذکر پر استقامت اور مداومت کرے تو اسے کلی طور پر چھٹکارا حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ ربّ العزت فرماتا ہے۔ وَاذْكُرُو اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو تا کہ تم چھٹکارا اور خلاصی پالو۔

اور اللہ ربّ العزت کے ذکر سے ذاکر کے اوصافِ ذمیمہ اور اخلاقِ قبیحہ رفتہ رفتہ اوصافِ حمیدہ اور اخلاقِ حسنہ سے بدل جاتے ہیں حتیٰ کہ ملکوتی اوصاف سے موصوف ہو کر اللہ ربّ العزت کے قرب' وصال اور مشاہدے کے قابل ہو جاتا ہے اور آخر کار اللہ تعالیٰ اسے اپنے انوارِ دیدار میں جذب کر کے باطن میں اپنے ساتھ ملا لیتا ہے۔ غرضیکہ اللہ ربّ العزت کی معرفت' قرب اور وصال کا ذریعہ اور وسیلہ محض ذکر ہے اور تمام اذکار میں افضل الاذکار اور تمام ذاکروں کا خلاصہ اور جامع اذکار ذکرِ اسم اللہ ذات ہے۔ ذکر اور اسم اللہ ذات کے فضائل سے قرآنِ مجید بھرا ہوا ہے اور احادیثِ نبوی ﷺ میں بھی جابجا ذکر

Marfat.com

اللہ کی کمال تاکید موجود ہے۔ جیسا کہ اللہ ربّ العزت فرماتا ہے۔ "یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ" ۔ یعنی اللہ ربّ العزت کے خاص الخاص بندے ہیں جو اسے کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہر حالت میں یاد کرتے ہیں اور مزید فرمایا کہ "اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ ۔ یعنی تحقیق نماز برائیوں اور بے حیائیوں سے انسان کو روک دیتی ہے۔ واقعی ذکر اللہ بہت بڑی چیز ہے اور میری یاد اور ذکر کی خاطر نماز قائم کر۔ مزید ارشاد ہوتا ہے۔ "وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرَاتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا" ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لیے اللہ ربّ العزت نے بڑی مغفرت اور عظیم اجر اور انعام تیار کر رکھے ہیں۔ اللہ ربّ العزت فرماتا ہے کہ "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّ سَبِّحُوْهُ بُکْرَةً وَّ اَصِیْلًا ۔" یعنی اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا ذکر بکثرت کرو اور صبح و شام اس کے نام کی تسبیح پڑھا کرو۔

الحدیث: رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے فرمایا کہ آیا میں تم کو ایسا عمل نہ بتاؤں جو کہ تمام اعمال سے بہتر ہو اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہو اور تمہارے تمام درجات سے بلند تر ہو اور تمہارے لیے اللہ ربّ العزت کی راہ میں سونا چاندی خرچ کرنے سے بھی بہتر ہو اور اس بات سے بھی افضل ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں دشمن سے لڑو۔ ایسی حالت میں کہ تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا کہ ہاں: یا رسول اللہ ﷺ ہمیں وہ بہترین عمل ضرور بتایئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ عمل ذکر اللہ ہے۔" بعض لوگ اس حدیث شریف سے ضرور تعجب کرتے ہوں گے کہ بھلا ذکر اللہ جیسا زبانی عمل جہاد جیسے کٹھن اور جانبازانہ عمل سے کیونکر افضل اور بہتر ہو سکتا ہے لہٰذا ہم اس حدیث شریف کی تائید اور تصدیق میں قرآنِ مجید کی آیت پیش کرتے ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ

Marfat.com

الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع و بیع وصلوٰتٌ و مساجد یذکر فیها اسم الله کثیرا" یعنی اللہ تعالیٰ اگر بعض (مسلمان) لوگوں کو بعض (کافر) لوگوں سے لڑا کر ان کے دفعیے اور روک تھام کا اہتمام اور انتظام نہ کر لیتا تو البتہ عابدوں کے عبادت خانے' منڈیاں' مساجد' نماز گاہیں' سب کافروں کے ہاتھوں ویران اور برباد ہو جاتیں جن میں کہ کثرت سے ذکراللہ کیا جاتا ہے۔ سو اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافروں کے ساتھ جہاد کی غرض اور غایت محض مساجد اور عبادت گاہوں اور مذہبی اور روحانی محافل اور تقریبات کی حفاظت اور نگرانی ہے اور ان سب کا آخری اور حقیقی مقصد جو کہ آخر میں بیان کیا گیا ہے

ایک اور حدیث شریف ہے کہ "قال علیه الصلوٰة والسلام مامن شیء انجی من عذاب الله من ذکر الله قالوا ولا الجهاد یا رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ولا الجهاد ولو یضرب بالسیف حتی ینقطع ۔" یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ذکر اللہ سے بہتر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دینے والی چیز اور کوئی نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا کہ کیا جہاد بھی ذکر اللہ سے بہتر نجات دینے والا نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہاد بھی نہیں ہے اگرچہ تم اس میں تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کیوں نہ ہو جاؤ۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس یتحیّر اهل الجنة الا علی ساعة مرت بهم و لم یذکرو الله تعالیٰ فیها ۔ یعنی حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جنتی لوگ دنیا کی کسی چیز کے فوت ہو جانے کی حسرت اور ارمان نہیں کریں گے۔ سوائے اس گھڑی اور دم کے جو ان پر دنیا میں یادِ الٰہی کے بغیر گزرا ہو۔ (وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے ایک لمحہ بھی غافل ہے۔ اسے لمحے وہ کافر ہے۔ البتہ اس کا یہ کفر چھپا ہوا ہے)

اذا ذکر تنی شکرتنی و اذا نسیتنی کفرتنی ۔ یعنی جس دم میں اے بندے تو

Marfat.com

And God was word.

یعنی ابتداء میں کلمہ تھا اور کلمہ اللہ ربّ العزت کے ساتھ تھا اور اللہ ربّ العزت خود وہ کلمہ تھا۔ گو اس کلمہ کی توجیہ اور تفسیر سے پادری لوگ ناواقف ہیں۔ صرف طوطے کی طرح اسے زبان سے رٹ لیتے ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی پرانی کتاب کا مقولہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کلمہ اسم اللہ ذات ہے جو کہ ابتداء میں تخلیقِ کائنات سے پہلے اللہ ربّ العزت کے ساتھ موجود تھا اور وہ کلمہ خود اللہ ربّ العزت ہی تھا یعنی اس اسم کے ساتھ مسمّی کا اتصال اور اتحاد تھا اور یہی اسم اور مسمّٰی کا معمّہ بھی ہے جس سے کہ مادی عقل والے ناواقف بھی ہیں جو کہ ذکر اللہ کو محض جمود بیکاری اور اعضائے انسانی کا انعطال سمجھتے ہیں لفظ انگریزی (word اور world) یعنی کلمہ اور کائنات کی تشبیہہ اور تجنیس سے بھی ایک دانا آدمی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ لفظ ورڈ (word) یعنی کلمہ کن یا اسم اللہ ذات اور (world) یعنی تمام جہان کی اصل ایک ہی ہے اور اسم اللہ ذات کے نور سے تمام کائنات خصوصاً انسانی وجود کی بنیاد پڑی ہے اور انسان کی باطنی فطرت اور سرشت میں اسم اللہ ذات کا نور بطورِ ودیعت اور امانت روزِ ازل سے اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ رکھ دیا ہے اور اسم اللہ ذات ہی وہ نوری رشتہ ہے جس سے انسان اپنے خالق کے ساتھ وابستہ ہے۔ لہٰذا اسی وسیلے اور ذریعے سے انسان کے اندر عالمِ غیب اور باطنی دنیا کی طرف نوری روزن اور باطنی راستہ کھل جاتا ہے اور یہی اسم اللہ ذات تمام ظاہری و باطنی علوم و معارف و اسرار اور جملہ ذاتی و صفاتی و افعال و اسمائی انوار اور کل عوالمِ ناسوت، ملکوت، جبروت اور لاہوت اور سارے مقامات شریعت و طریقت اور معرفت اور جمیع اذکار اور لطائفِ نفسی، قلبی، روحی، سری خفی، اخفی و انا اور کل درجاتِ اسلام و ایمان و ایقان و عرفان و قرب و محبت و مشاہدہ اور وصال تک پہنچنے کا واحد ذریعہ اور ان باطنی خزائن کے کھولنے کی واحد کنجی ہے۔

قومِ بنی اسرائیل سے کہا گیا کہ ''اُذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ'' اور اسے

Marfat.com

مصطفیٰ ﷺ کو حکم ہوا کہ ''فَاذْکُرُوْنِیْ '' یعنی بنی اسرائیل کو نعمتوں کی یاد کا حکم دیا اور اس امتِ مصطفیٰ ﷺ کو اللہ ربّ العزت نے اپنی یاد کا حکم دیا اور ظاہر ہے کہ نعمت کی یاد سے ربّ کی یاد افضل ہے۔ کیونکہ وہ گویا کہ لالچ ہے اور اس میں ربّ تعالیٰ کا عشق ہے اور درج بالا آیت گزشتہ کی طرح مسلمانوں کی فضیلت بتا رہی ہے کہ تم کو سید الانبیاء ﷺ کی غلامی عنایت فرمائی لہٰذا ایسے ہی اپنا عشق بھی عطا فرمایا۔ نیز ذکر اللہ کی تین صورتیں ہیں۔ 1- جنت کی امید' 2- دوزخ سے نجات' 3- ربّ تعالیٰ سے عشق۔ اور ان میں آخری صورت سب سے افضل ہے جو بیماری یا ناداری یا مصیبت میں ذکر اللہ کی طرف رہبری کرے وہ اس تونگری' مالداری اور راحت سے بہتر ہے۔ جو کہ ربّ تعالیٰ سے غافل کر دے۔

ذکر کی اقسام

سلطان العارفین حضرت قبلہ سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب محک الفقر کلاں میں ذکر اللہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ ذکر چار اقسام کے ہوتے ہیں۔

1- ذکرِ رسم

پہلا ذکر ذکرِ رسم کے موافق ہوتا ہے کہ جس میں دم کا باندھنا اور پھر دل کو دل کے ساتھ باندھنا اور پھر دل کو دم کے ساتھ لپیٹنا اور پھیرنا ہے اور جو لوگ مردہ دل ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بے خبر رہتے ہیں اور تفکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام لینا دل کی زبان سے ہے پس اس ذکر میں طیر اور سیر طبقات اور خلق کی طرف رجوع اور دنیا کی عزت اور ناموس کا پاس مقصود ہوتا ہے پس اس طریقہ سے ذکرِ نور معرفتِ الٰہی سے ہمیشہ محروم رہتا ہے۔

2- ذکرِ قلبی

جس میں مرشدِ کامل کی توجہ سے دل میں جنبش آتی ہے اور قلب زندہ ہو جاتا ہے اور پھر سلطان الاذکار ہمیشہ زندہ اور جاری رہتا ہے اور ماسویٰ اللہ کی طلب اس کے دل سے

Marfat.com

دور ہو جاتی ہے اس طریقہ و سے ذاکر خام الہام مذکور پر نہیں پہنچتا ہے اور اس کا اثر ایسا ہوتا ہے جیسا کہ دیگ کا جوش لیکن مطلق جہالت خودفروشی کے ساتھ ہوتی ہے۔

3- ذکرِ دماغی

تیسرا ذکر جو کہ دماغ میں متحرک ہوتا ہے اور دن رات آنکھوں میں نیند سی رکھتا ہے اور آنکھوں کو بند نہیں ہونے دیتا اس طریقہ سے ذاکر پریشان اور مجنون ہو جاتا ہے اور مشاہدہ وصال حقیقی سے بالکل محروم رہتا ہے۔

4- ذکرِ اسم اللہ ذات

چوتھا ذکر تصورِ اسم اللہ ذات ہے جس سے مشاہدہ اور تجلیاتِ مطلق حاصل ہوتی ہیں اور یہ مقام توحید کا ہوتا ہے۔ جس میں ''الا اللہ'' کی آواز اس کے وجود میں ہویدا ہوتی ہے اور اس کی تاثیر سے ذاکر کا وجود پاک ''نورٌ علےٰ نور'' ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا اور پینا نور اور اس کا دل نور اور اس کی نظر نور اور اس کا وہم نور اور اس کا خیال نور اور اس کا کلام سراسر نور اور توجہ پر زور ہو جاتی ہے اور اسی طریقہ سے اس کا وجود پاک کامل تر اور مکمل ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ چند اور ذکر اللہ کے طریقے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

(i) ذکرِ جہر چہار ضربی

چار زانو بیٹھے۔ اس میں بائیں زانو کی رگ کیماس دائیں پاؤں کے انگوٹھے اور اس کے برابر کی انگلی میں دبا لے پھر سر جھکا کر بائیں گھٹنے کے محاذی لا کر ''لا'' کا لام یہاں سے شروع کر کے دائیں گھٹنے کے محاذات تک کھینچتا ہوا لے جائے اب یہاں سے ''اللہ'' کا ہمزہ شروع کر کے لام کے بعد کا الف دائیں شانے تک کھینچتا لے جائے۔ اور ''ہ'' دائیں طرف خوب منہ پھیر کر کہے۔ پھر وہاں سے ''الا اللہ'' بقوت دل پر ضرب کرے۔ کم از کم

Marfat.com

سو بار یا پھر حسبِ قوت کم سے کم شروع کرے۔ پھر حسبِ طاقت اور فرصت بڑھاتا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ پانچ ہزار بار روزانہ تک بڑھائے اور جب حرارت بڑھنے لگے ہر سو بار کے بعد ایک یا تین بار ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ و سلم'' کہہ لے۔

انتہائی تسکین پائے۔ ایسے وقت یا اسی جگہ ہو کہ ریا نہ آنے پائے کسی نماز ذاکر یا مریض یا سوتے کو تشویش نہ ہو اگر دیکھے کہ ریا آتا ہے تو نہ چھوڑے اور خیالِ ریا کو دفاع کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے نبی ﷺ وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے توسل سے رجوع لائے اور تائب ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ ریا دفع ہوگا۔

(ii) ذکرِ خفی

دو زانو آنکھ بند کیے زبان کو تالو سے جمائے کہ متحرک نہ ہو۔ محض تصور سے کہ سانس کی آواز بھی سنائی نہ دے پھر ان درج ذیل پانچ طریقوں سے جو طریقہ چاہے اختیار کر لے۔ خواہ وقتاً فوقتاً سارے استعمال کر لے۔

(ا) سر جھکا کر ''لا'' کا لام نکال کر سر بتدریج اوپر اٹھاتا ہوا۔ ''الـــہ'' کی ''ہ'' دماغ تک لے جائے اور معاً ''الا اللہ'' کا پہلا ہمزہ وہاں سے شروع کرکے اس کی ضرب ناف خواہ دل پر کرے۔

(ب) اس طور پر ''لا الہ الا ھو'' اس میں دوسرا جز ''الا ھو'' ہوگا۔

(ج) صرف ''الا اللہ'' کا پہلا ہمزہ ناف سے اٹھا کر ''الا ال'' دماغ تک لے جائے اور معاً ''لاہ'' وہاں سے اتار کر ناف یا دل پر ضرب کرے۔

(د) فقط ''اللہ'' پہلا ہمزہ ناف سے شروع کرکے ''لا'' کو دماغ تک پہنچائے اور بدستور ''ہ'' کی ضرب کرے۔

Marfat.com

(ہ) محض ''اللہ'' بسکون ہا پہلا ہمزہ ناف سے اٹھا کر لام دماغ تک اور [illegible] ضرب۔ اسے روزانہ سو بار سے شروع کر کے حسب وسعت ہزاروں تک پہنچائے۔

بہر حال ان پانچوں میں افضل پہلا طریقہ ہے۔

درج بالا طریقے اس قدر مفید ہیں کہ انہیں اخفا کرتے ہیں اور رموز میں لکھتے ہیں فقیر نے خاص اپنے برادرانِ طریقت کے لیے انہیں عام کر دیا۔

(iii) پاسِ انفاس

اسے گزشتہ پانچوں طریقوں میں سے جسے چاہیں ہر سانس کی آمد و رفت میں کھڑے بیٹھے چلتے پھرتے وضو اور بے وضو بلکہ قضائے حاجت کے وقت بھی ملحوظ رکھے۔ یہاں تک کہ اس کی عادت پڑ جائے اور کسی قسم کے تکلف کی حاجت نہ رہے لہٰذا اب سوتے میں بھی ہر سانس کے ساتھ ذکر جاری رہے گا۔

Marfat.com

تصورِ شیخ

خلوت میں آوازوں سے دور' روبمکان شیخ اور اگر شیخ کا وصال ہو گیا ہو تو جس طرف مزارِ شیخ ہو۔ ادھر متوجہ بیٹھے۔ محض خاموش' باادب' بکمالِ خشوع اور صورتِ شیخ کا تصور کرے اور اپنے آپ کو اس کے حضور حاضر جانے اور یہ خیال جمائے کہ سرکارِ رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰۃ ﷺ سے انوار فیوض شیخ کے قلب پر......... فائض ہو رہے ہیں۔

اور میرا قلب قلبِ شیخ کے نیچے بحالتِ دریوزہ گری لگا ہوا ہے اور اس میں سے انوار و فیوض اُبل اُبل کر میرے دل میں آ رہے ہیں۔ پھر اس تصور کو بڑھاتا جائے۔ یہاں تک کہ جم جائے اور تکلف کی حاجت نہ رہے۔ پھر اس کی انتہا پر صورتِ شیخ خود متمثل ہو کر مرید کے ساتھ ساتھ رہے گی اور ہر کام میں مدد بھی کرے گی اور اس راہ میں جو مشکل پیش آئے گی اس کا حل بھی بتائے گی۔

تنبیہ

1- ذکر و اذکار و اشغال میں مشغولی سے پہلے اگر نمازیں یا روزے ہوں ان کا ادا کر لینا جس قدر بھی ممکن ہو' نہایت ضروری ہے اور جس پر فرض باقی ہو اس کے نفل و اعمال کام نہ دیں گے بلکہ قبول نہ ہوں گے۔ جب تک کہ فرائض ادا نہ ہو جائیں۔

2- اذکار و اشغال کے لیے تین بدرقوں کی شدید ضرورت ہے ورنہ محنت ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ 1-تقلیلِ طعام (کم کھانا)' 2-تقلیلِ کلام (کم بولنا)' 3-تقلیلِ منام (کم سونا)

Marfat.com

درود وسلام

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اس غیب بتانے والے نبی پر، اے ایمان والو! تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اللہ ربّ العزت نے قرآنِ مجید میں درج بالا آیت سے مشابہ بہت سے احکامات فرمائے ہیں۔ غرض کے نماز، روزہ، حج وغیرہ میں اور بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کی صفات اور تعریفیں فرمائی ہیں اور ان کے بہت سے اعزاز واکرام بھی فرمائے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کو سجدہ کیا جائے لیکن کسی حکم یا کسی اعزاز و اکرام میں یہ نہیں فرمایا کہ میں بھی یہ کام کرتا ہوں اور تم بھی کرو۔ لہٰذا یہ اعزاز صرف سید الکونین فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے لیے ہے کہ اللہ ربّ العزت نے صلوٰۃ کی نسبت اولاً اپنی طرف اس کے بعد اپنے پاک فرشتوں کی طرف کرنے کے بعد ایمان والوں یعنی مسلمانوں کو فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اے مومنو! تم بھی درود بھیجو۔ لہٰذا اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو گی کہ اس عمل میں اللہ ربّ العزت اور اس کے فرشتوں کے ساتھ مومنین کی شرکت ہے۔ پھر عربی دان حضرات جانتے ہیں کہ آیت شریف کو لفظ "اِنَّ" کے ساتھ شروع فرمایا جو نہایت تاکید پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی یہ قطعی چیز ہے کہ اللہ رب

Marfat.com

العزت اور اس کے فرشتے ہمیشہ درود بھیجتے رہتے ہیں۔ نبی ﷺ پر

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آیتِ شریفہ مضارع کے صیغہ کے ساتھ جو دلالت کرنے والا ہے۔ استمرار اور دوام پر دلالت کرتی ہے۔ اس بات پر کہ اللہ ربّ العزت اور اس کے فرشتے ہمیشہ درود بھیجتے رہتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ پر۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ بعض علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اللہ ربّ العزت کے درود شریف بھیجنے کا مطلب حضورِ اقدس ﷺ کو مقامِ محمود تک پہنچانا ہے اور وہی مقامِ شفاعت ہے اور ملائکہ کے درود شریف پڑھنے کا مطلب ان کی دعا کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضورِ اقدس ﷺ کا مرتبہ و درجہ بلند فرمائے اور ملائکہ کے درود شریف پڑھنے کا مطلب ہے کہ اللہ ربّ العزت حضورِ اقدس ﷺ کے درجات و مراتب کو بلند کرنے کے علاوہ حضورِ اقدس ﷺ کی امت کی بخشش فرمائے اور مؤمنین کے درود پڑھنے کا مطلب حضور اقدس ﷺ کی اتباع اور حضورِ اکرم ﷺ کے ساتھ محبت اور حضورِ اقدس ﷺ کے اوصاف جمیلہ کا تذکرہ اور تعریف ہے۔

ابنِ عدی اپنی کتاب ''الکامل'' میں لکھتے ہیں۔

وشق لہ من اسمہ لیجلہ

فذوا العرش محمود و ھذا محمد

اور اللہ ربّ العزت نے محمد ﷺ کی جلالت شان بتانے کے لیے ان کا نام اپنے نام سے نکالا۔ چنانچہ ذاتِ باری تعالیٰ محمود ہے اور ہمارے نبی اکرم محمد ﷺ ہیں۔

یہ اعزاز و اکرام جو کہ اللہ ربّ العزت نے حضورِ اقدس ﷺ کو عطا فرمایا ہے اس اعزاز سے بہت ہی زیادہ بڑھ کر ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کروا کر عطا فرمایا تھا۔ اس لیے کہ حضورِ اقدس ﷺ کے اس اعزاز و اکرام میں اللہ ربّ العزت خود بھی شریک ہے۔ بخلافِ حضرت آدم علیہ السلام کے اعزاز کے کہ وہاں صرف فرشتوں کو حکم

Marfat.com

فرمایا تھا۔

درج بالا آیتِ مبارک میں حضورِ اقدس ﷺ کو نبی کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے کہ "محمد ﷺ" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو ان کے اسماء کے ساتھ ذکر فرمایا گیا لہٰذا یہ حضورِ اقدس ﷺ کی غایتِ عظمت اور غایت شرافت کی وجہ سے ہے اور ایک جگہ جب حضورِ اقدس ﷺ کا ذکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ آیا تو ان کو تو نام کے ساتھ ذکر کیا اور آپ ﷺ کو نبی کے نام کے ساتھ ذکر فرمایا جیسا کہ "اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ" میں آتا ہے اور اگر جہاں کہیں نام لیا گیا وہ بھی خصوصی مصلحت کی وجہ سے لیا گیا۔ علامہ سخاوی نے اس مضمون کو تفصیل سے لکھا ہے۔

صلوٰۃ کا لفظ جو آیت شریف میں وارد ہوا ہے اور اس کی نسبت بھی اللہ ربّ العزت کی طرف اور اس کے فرشتوں کی طرف اور مؤمنین کی طرف ہے لہٰذا وہ ایک مشترک لفظ ہے جو کہ کئی معنوں میں مستعمل ہوتا ہے اور کئی مقاصد اس سے حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ تفسیر روح البیان میں گزر چکا ہے اور علمائے کرام نے یہاں صلوٰۃ کے بہت سے معانی تحریر کیے ہیں ہر جگہ جو معنی اللہ ربّ العزت اور فرشتوں اور مؤمنین کے حال کے مناسب ہوں گے وہی مراد ہوں گے جبکہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ صلوٰۃ علی النبی ﷺ کا مطلب نبی ﷺ کی ثناء و تعظیم رحمت و عطوفت کے ساتھ ہے۔ پھر جس کی طرف یہ صلوٰۃ منسوب ہو گی اسی کے مرتبہ و شان کے لائق ثناء و تعظیم مراد لی جائے گی۔ جیسا کہ کہتے ہیں کہ باپ بیٹا پر، بیٹا باپ پر، بھائی بھائی پر مہربان ہے تو ظاہر ہے کہ جس طرح کی مہربانی باپ کی بیٹے پر ہے۔ اس نوع کی بیٹے کی باپ پر نہیں اور بھائی کی بھائی پر دونوں سے جدا ہے اسی طرح یہاں بھی اللہ ربّ العزت حضورِ اکرم ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتا ہے یعنی اپنی رحمت اور شفقت کے ساتھ آپ کی ثناء و اعزاز و اکرام کرتا ہے اور فرشتے بھی بھیجتے ہیں مگر ہر ایک کی

Marfat.com

صلوٰۃ اور رحمت و تکریم اپنی شان اور مرتبہ کے موافق ہوگی۔ آگے مؤمنین کو حکم ہے کہ تم بھی صلوٰۃ و رحمت بھیجو۔

امام بخاری نے ابوالعالیہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ ربّ العزت کے درود کا مطلب اس کا آپ ﷺ کی تعریف کرنا ہے فرشتوں کے سامنے اور فرشتوں کا درود ان کا دعا کرنا ہوتا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ''یصلون'' کی تفسیر ''یبرکون'' نقل کی گئی ہے یعنی برکت کی دعا کرتے ہیں۔

حافظ ابنِ حجر کہتے ہیں کہ یہ قول ابوالعالیہ کے موافق ہے۔ البتہ اس سے خاص ہے۔ حافظ صاحب نے دوسری جگہ صلوٰۃ کے کئی معانی لکھ کر لکھا ہے کہ ابوالعالیہ کا قول میرے نزدیک زیادہ اولیٰ ہے کہ اللہ ربّ العزت کی صلوٰۃ سے مراد اللہ ربّ العزت کی طرف سے آپ ﷺ کی جامع تعریف ہے اور ملائکہ وغیرہ کی صلوٰۃ اس کی اللہ ربّ العزت سے طلب ہے اور طلب سے مراد زیادتی کی طلب ہے نہ کہ اصل کی طلب ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا۔ یعنی التحیات میں جو پڑھا جاتا ہے۔ ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ'' صلوٰۃ کا طریقہ مزید ارشاد فرمادیجئے۔ حضورِ اقدس ﷺ نے یہ درود شریف ارشاد فرمایا۔ ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ'' (الخ)

تاج المذکرین میں فقیہہ ابومالک فرماتے ہیں کہ اللہ ربّ العزت نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کو کوئی نہ کوئی کرامت' معجزہ اور فضیلت سے نوازا ہے۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کو مسجودِ ملائکہ سے مکرم فرمایا۔ ''اسجد لادم'' حضرت نوح علیہ اسلام کو قبولیتِ دعا سے نوازا' فرمایا: ''رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیاراً'' حضرت ابراہیم علیہ

Marfat.com

السلام کو اپنی خلت سے مخصوص فرمایا۔ "وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلاً"۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی کلیمی سے سرفراز فرمایا "کَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا" حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنی خلافت سے نوازا۔ "یَادَاؤُدُ اِنَّا جَعَلْنَاکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ" حضرت سلیمان علیہ السلام کو "مَنْطِقَ الطَّیْرِ" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مریضوں کو شفاء اور مردوں کو زندگی بخشنے کی خصوصیت دی۔ "وَاُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِی الْمَوْتٰی" اور حضور سرور کائنات ﷺ کو درجات در درجات درود پاک سے مشرف فرمایا۔ "اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔"

اللہ ربّ العزت کی ذات لم یزل ہے۔ اس کی صفات لامحدود ہیں وہ مقاصد کے راستے اربابِ حاجات پر کھولتا ہے اور مخلوق کے تمام قافلے جو کہ وادی طلب میں پھر رہے ہیں۔ قبلہ مقصود اور کعبہ مطلوب تک وہی پہنچتا ہے۔ اگر اس کی رحمت اس آسمان و زمین سے منقطع ہو جائے تو اس کائنات کو اس کی آتشِ قہر جلا کر خاکستر کر دے۔ اگر اس کی مہربانی کا ایک لمحہ اس خاکدانِ عالم کی تربیت سے علیحدہ ہو جائے تو کسی بھی جاندار کا وجود باقی نہ رہے گا۔

لہٰذا ملائکہ جن کے نام کے ساتھ طغرائے عصمت لکھا جا چکا ہے۔ منشورِ عفت انہی کے دیوان کا عنوان ہے اور وہ بھی اس کے ایوانِ اطاعت کے سامنے سربسجود ہیں۔ "یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ" اور عبدیت کا فتح نامہ "وَمَنْ عِنْدَہٗ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ۔ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ" کے منبر پر پڑھتے ہیں وہ اللہ ربّ العزت کی حمد کے بعد رسولِ اکرم ﷺ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام پڑھتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ اللہ ربّ العزت اور فرشتے تو آپ کی ذات پاک پر درود و سلام پڑھتے ہیں۔ تم بھی اے مومنو! جنہوں نے اپنے شوق کے اوراق کے چہرے

Marfat.com

پر اللہ تعالیٰ کی محبت اور حضورِ اقدس ﷺ کی متابعت کے نقوش ثبت کر رکھے ہیں اور اللہ ربّ العزت کی الوہیت کے جھنڈے اور نبی کریم ﷺ کی رسالت کی نوید کے علم ساتوں آسمانوں کی بلندیوں پر بلند کر رکھے۔''اطاعة الاوامر من شرائط المحبة '' سے ہی حضورِ پاک کے اعلیٰ خصائل پر درود وسلام پڑھ کر اس کی تائید واظہار کرو۔ ''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔''

امیر مصطفیٰ ترکمانی حنفی کی کتاب میں لکھا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں درود وسلام کا حکم فرمایا ہے اور ہم یوں کہہ کر کہ ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ'' خود اللہ تعالیٰ سے الٹا سوال کریں کہ وہ درود بھیجے یعنی نماز میں ہم ''صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ'' کی جگہ ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ'' پڑھیں۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ کی پاک ذات میں کوئی عیب نہیں اور ہم تو سراپا عیوب و نقائص ہیں۔ پس جس شخص میں بہت عیب ہوں وُہ ایسے شخص کی کیا تعریف کرے جو کہ بالکل پاک اور معصوم ہے۔ اس لیے ہم اللہ تعالیٰ ہی سے عرض کرتے ہیں کہ وہ اور اس کے ملائکہ حضورِ اقدس ﷺ پر درود وسلام بھیجے۔تا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پاک نبی ﷺ پر صلوٰۃ ہو۔

ایسے ہی علامہ نیشاپوری سے بھی نقل ہے ان کی کتاب ''لطائف وحکم'' میں لکھا ہے کہ آدمی کو نماز میں ''صَلَّیْتُ عَلٰی مُحَمَّدٍ ''نہیں پڑھنا چاہیے۔اس لیے کہ بندہ کا مرتبہ اس سے قاصر ہے۔ اس لیے اپنے ربّ تعالیٰ ہی سے عرض کرے کہ وہ حضورِ اقدس ﷺ پر درود وسلام بھیجے تو اس صورت میں رحمت بھیجنے والا تو حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی ہے اور ہماری طرف سے اس کی نسبت مجازاً بحیثیت دعا کے ہے۔

ابن ابی مجلہ نے بھی اسی قسم کی بات فرمائی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب اللہ ربّ العزت نے ہمیں درود وسلام بھیجنے کا حکم فرمایا اور ہمارا درود حق واجب تک نہیں پہنچ سکتا تھا

Marfat.com

اس لئے ہم نے اللہ تعالیٰ سے ہی عرض کیا کہ وہی زیادہ اور بہتر جانتا ہے۔ اس لئے آپ نے کہ حضورِ اقدس ﷺ کے درجات کے موافق کیا چیز ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے دوسری جگہ "لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ" حضورِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ یا اللہ میں تیری تعریف کرنے سے قاصر ہوں۔ آپ ایسے ہی ہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے خود اپنی ثناء فرمائی ہے۔

علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ جس طرح حضورِ اقدس ﷺ نے تلقین فرمائی ہے۔ پس اسی طرح تیرا درود بھی ہونا چاہئے کہ اسی سے تیرا مرتبہ بلند ہوگا اور نہایت ہی کثرت سے درود و سلام پڑھنا چاہئے اور اس کا بہت اہتمام اور اس پر مداومت چاہئے اس لئے کہ کثرتِ درود و سلام محبت کی علامات میں سے ہے۔ "فَمَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ مِنْ ذِکْرِہٖ" جس کو کسی سے محبت ہوتی ہے۔ اس کا ذکر بہت ہی کثرت سے کیا جاتا ہے۔

علامہ سخاوی نے حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ پر کثرت سے درود و سلام بھیجنا اہلِ سنت ہونے کی علامت ہے یعنی سنی ہونے کی علامت ہے۔

اللہ رب العزت نے اس آیتِ کریمہ میں درود و پاک پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ حکم واجب کا مقام رکھتا ہے لیکن علمائے کرام نے درود شریف کی تعداد پر اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ساری عمر میں ایک بار پڑھنا واجب ہے اور اسے بار بار پڑھنا مستحب ہے جس طرح کلمہ طیبہ ایک بار پڑھنا واجب ہے کیونکہ [illegible] حکم ایک بار پڑھنے کے لیے ہوتا ہے۔ تکرار یا بار بار پڑھنے کے لیے [illegible] علمائے کرام کا ایک اور طبقہ کہتا ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ کا نام جب بھی سنا جائے ایک بار درود شریف پڑھنا واجب ہے اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ [illegible]

Marfat.com

صیغہ مضارع فرمایا ہے جس سے تکرارِ استمرار اور دوام کا حکم ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اللہ ربّ العزت اپنے فرشتوں کے ساتھ درودشریف پڑھتا ہے۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ مومن بھی استمرار اور تکرار کے ساتھ درودشریف پڑھے اور اپنی زبان کو درودِ مصطفیٰ ﷺ کے آب حیات سے تر رکھے۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں نقل کرتے ہیں کہ مقصود درودشریف سے اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں اس کے امتثالِ حکم سے تقرب حاصل کرنا ہے اور حضورِ اقدس ﷺ کے حقوق جو کہ ہم پر ہیں اس میں سے کچھ کی ادائیگی ہے۔

حافظ عزیز الدین ابنِ عبدالسلام کہتے ہیں کہ ہمارا درودشریف حضورِ اقدس ﷺ کے لیے سفارش نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہم جیسا حضورِ اقدس ﷺ کے لیے سفارش کرنے کی کیا اوقات رکھتا ہے لیکن بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں محسنِ اعظم ﷺ کے احسان کا بدلہ دینے کا حکم دیا ہے اور حضورِ اقدس ﷺ سے احسانات کے بدلہ سے عاجز وقاصر تھے تو اللہ ربّ العزت نے ہمارا عجز دیکھ کر ہم کو اس کی مکافات کا طریقہ بتایا کہ درودشریف پڑھایا جائے اور چونکہ ہم اس سے بھی عاجز تھے اس لئے ہم نے اللہ ربّ العزت سے عرض کیا کہ تو اپنی شان کے موافق مکافات فرما دے۔

چونکہ قرآن مجید کی آیت بالا میں درودشریف کا حکم ہے اس لئے علمائے کرام نے درودشریف پڑھنے کو واجب لکھا ہے جس کی تفصیل میں آگے تحریر کروں گا۔

یہاں پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے جس کو علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیرِ کبیر میں لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ حضور مقدس ﷺ پر درودشریف بھیجتے ہیں تو پھر ہمارے درودشریف کی کیا حاجت رہی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارا حضورِ اقدس ﷺ پر درودشریف حضور ﷺ کی احتیاج کی وجہ سے نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ ربّ العزت کے درودشریف بھیجنے کے بعد فرشتوں کے درودشریف بھیجنے کی بھی ضرورت نہ رہتی بلکہ ہمارا

Marfat.com

درود شریف حضور مقدس ﷺ کی اظہارِ عظمت کے واسطے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک ذکر کا بندوں کو حکم دیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کے کسی بھی قسم کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

فقہائے کرام نے فقیہانہ روایت کے ساتھ یوں رائے قائم کی ہے اور اپنی تصنیفات میں لکھا ہے جس کی تفصیل تو ہم اس کتاب میں تحریر کرنے سے قاصر ہیں۔ تاہم زاد الفقہاء سے ہم ایک بات نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب میں سرکارِ دو عالم ﷺ پر ہر وقت درود شریف پڑھنا لازم ہے۔

حضرت امام معروف کرخی رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ چیز عمر میں ایک بار واجب ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس وقت بھی نامِ مصطفیٰ سنے درود شریف پڑھنا واجب ہو جاتا ہے اور وہ اس حدیث شریف سے رائے قائم کرتے ہیں "من ذکرت عندہ ولم یصل علی فقد جفانی" جس نے میرا نام سنا اور (مجھ پر) درود شریف نہ بھیجا۔ اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

صاحب زاد الفقراء کی رائے میں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول زیادہ صحیح ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک التحیات پڑھتے وقت نماز میں درود شریف پڑھنا فرض ہے لیکن ہمارے نزدیک سنت ہے۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے حضورِ اقدس ﷺ سے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ پر سلام پڑھنے کا طریقہ تو جانتے ہیں۔ درود شریف پڑھنے کا طریقہ بھی بیان فرما دیں تو حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ یوں پڑھا کرو:

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی

Marfat.com

اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ"

ہمارے مقتدر علمائے کرام نے تشہد میں بھی اسی درود شریف کو اختیار فرمایا ہے۔

''ذخیرۂ فقر'' میں لکھا ہے۔ ''وارحم محمد وآل محمد'' کہنا مکروہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رحمت تو تقصیر اور گناہ پر وارد ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا یہ بات درجۂ نبوت کے لیے مناسب نہیں ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام تقصیر اور گناہ سے پاک ہوتے ہیں اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ ایسا پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ان کے نزدیک کوئی انسان بھی لغزش سے خالی نہیں ہے۔ چنانچہ رحمت طلب کرنا آپ ﷺ کی امت کی بخشش کا سبب بن سکتی ہے اور ارحم قلب محمد ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ ''بالشفاعة لامة'' یہاں پر بھی اضافہ ضروری ہے کہ ارحم محمد وان کان مرحوماً کما قال صلی اللہ علیہ وسلم لعلی رضی اللہ عنہ الا اعلمك دعوة يغفر الله لك وان كنت مغفورا قال بلى قال قل لا اله الا الله العلى العظيم۔ لا اله الا الله الحليم الكريم۔ لا اله الا الله ربّ السموت السبع ورب العرش العظيم۔ وزاد بعضهم والحمد لله ربّ العٰلمين ۔ حضور ﷺ نے حضرت موسیٰ کے لیے جو دعا مانگی تھی اس میں ان کے لیے رحمت طلب فرمائی تھی۔ ''رحم الله اخى موسىٰ اوذى باكثر من هذا فصبر'' یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے رحمت طلب کرنا درست ہے۔ ''واللہ اعلم''

اللهم صل على محمد کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! حضورِ اقدس ﷺ کی تعظیم بڑھا۔ دنیا میں دین کے پھیلانے' دعوتِ خداوندی کے اظہار کرنے اور تیرا ذکر بلند کرنے کی وجہ سے۔

بعض بزرگانِ دین نے اللہ ربّ العزت کا نبی مکرم ﷺ پر درود وسلام پڑھنے میں یہ حکمت بیان کی ہے کہ جب ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کے سجدہ پر مامور کیا گیا تو انہیں

Marfat.com

یہ گمان پیدا ہوا کہ شاید حضرت آدم علیہ السلام مسجود ملائک ہونے کی وجہ سے حضور پرنور ﷺ پر فضیلت رکھتے ہیں تو اللہ رب العزت نے فرشتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں حضور اقدس ﷺ کی فضیلت کو ان پر درود بھیج کر ممتاز اور نمایاں کر دوں گا اور اب میں تمہیں بھی حکم دیتا ہوں کہ تم بھی میرے محبوب ﷺ پر درود شریف پڑھو تا کہ حضور اقدس ﷺ کی فضیلت حضرت آدم علیہ السلام پر واضح ہو جائے۔

ادھر تو حضرت آدم علیہ السلام کو ایک بار سجدہ کیا گیا ادھر فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ میں بذات خود اور تم اور مومنین ازل تا ابد تک درود شریف کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔

حضور سرکار دو عالم ﷺ پر درود و سلام بھیجنے میں دوسری حکمت یہ ہے کہ اللہ رب العزت غنی اور غیر محتاج ہونے کے باوجود اپنے محبوب ﷺ پر درود شریف بھیج رہا ہے۔ اس لئے مومنین کے لیے تو اس کی نسبت درود شریف پڑھنا اور بھی زیادہ ضروری ہے کیونکہ وہ محتاج بھی ہیں اور بے نیاز بھی نہیں ہیں۔

صلی اللہ علیٰ حبیبہٖ محمدٍ وَّآلہٖ وسلم

فرشتوں کو درود پاک پڑھانے میں یہ حکمت تھی کہ انہیں حضور اقدس ﷺ کی قدر و منزلت سے آگاہ کر دیا جائے اور وہ اپنے آپ کو حضور ﷺ کا خادم مطیع اور فرمانبردار سمجھنے لگیں۔

دوسری حکمت یہ تھی کہ حضور کی بعثت سے پہلے کائنات ارضی پر کلیسائی دین کا چرچا تھا اور سارے جہاں پر جہالت اور ضلالت کی سیاہیاں چھائی ہوئی تھیں اور جب نور محمدی ﷺ کی شعاعیں اس ظلمت آباد پر روشن ہوئیں اور کائنات ارضی نے سراجاً منیرا کی روشنی سے کفر و فساد کی تکلیفوں سے نجات پائی تو انہیں تو ان امکانات کے پیش نظر آپ ﷺ کے درود پاک پر مامور کر دیا گیا۔

تیسری حکمت یہ تھی کہ حضرت انسان مصائب و تکالیف میں پھنسا ہوا تھا اور فرشتوں کو

Marfat.com

یہ وہم اور خدشہ لگا رہتا تھا کہ ان کا حشر بھی ابلیس، ہاروت اور ماروت جیسا نہ ہو جائے۔ انہوں نے اطمینانِ قلب اور پناہِ خداوندی حاصل کرنے کے لیے حضورِ اقدس ﷺ پر درود پاک پڑھنا اپنا شعار بنالیا تاکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان خطرات سے محفوظ رہ سکیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ کی ذاتِ پاک پر درود شریف ہی ذریعۂ نجات اور باعثِ اعزاز واکرام ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اسرار التنزیل میں لکھتے ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ پر درود شریف پڑھنے کے لیے حکم فرمانے کی حکمت یہ ہے کہ روحِ انسانی اپنے جبلی ضعف کی وجہ سے انوارِ تجلی الٰہی کے قبول کرنے کی استعداد حاصل کرے لیکن جس وقت یہ فیضان حاصل کرنے کا تعلق اپنے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح کے درمیان مضبوط ہو جاتا ہے تو عالمِ غیب سے فیضان کے انوار وارد ہونا شروع ہو جاتے ہیں جس طرح آفتاب کی کرنیں مکان کے روشن دان سے اندر جھانکتی ہیں تو مکان کی دیواریں اور فرش تو روشن نہیں ہوتے ہاں اگر اس مکان کے اندر پانی کا طشت یا ایک آئینہ رکھ دیا جائے تو روشندان سے آتی ہوئی یہ آفتابی کرنیں اس پر پڑنی شروع ہو جائیں تو اس کے عکس سے چھت اور در و دیوار چمک اٹھتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ جس میں حضورِ اکرم ﷺ کی روح منور کی خصوصیت ہوتی ہے جبلت صافی میں تو پوری قبولیت حاصل کر لیتی ہے اور امت کی ارواح اپنی جبلت اور ضعف کی وجہ سے ظلمت آباد میں پڑے ہوتے ہیں۔ وہ حضورِ اکرم ﷺ کے آفتاب سے روشن تر روح کے انوار کے ان ذرات سے فائدہ حاصل کر کے اپنے اندر استعداد پا لیتے ہیں اور یہ استفادہ صرف درود پاک کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ اسی لیے حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "اولی الناس فی یوم القیٰمۃ اکثرھم علی صلوٰۃ"

لہٰذا اے درویش! اللہ ربّ العزت تجھے اپنے حبیب پاک ﷺ پر درود شریف

Marfat.com

پڑھنے کا حکم فرماتا ہے لہذا تجھے اس بات کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اللہ رب العزت نے تجھے اپنے حبیب پاک ﷺ کی امت میں قبول فرمایا ہے۔ پھر تیرے واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو بھی حکم فرمایا ہے کہ وہ تیرے لئے دعا اور شفاعت فرمائیں۔ اگر آج تم نے اپنے نبی کریم ﷺ کے احسان کو یاد نہ کیا اور اپنی شکر گزاری کو نظرانداز کرتا رہا تو کل قیامت کے دن حضورِ اقدس ﷺ کی نگاہِ رحمت و کرم بھی کہیں تجھے نظرانداز نہ کر دے۔

ایک موقع پر حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جس قدر دولت عطا فرمائی ہے اور جس سعادت سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نوازا ہے۔ کیا اس خوان کرم سے ہمیں بھی کوئی توشہ ملے گا اور کیا اس خرمنِ فیضان سے ہمیں بھی کوئی خوشہ نصیب ہوگا اور اس فیضان' کرم سے ہمیں کس قدر فیضان نصیب ہوگا اور ہمیں کتنا حصہ ملے گا تو حضورِ انور ﷺ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس سوال کے جواب میں خاموش رہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی:

"هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ"۔

خواجۂ دو عالم ﷺ کو جس قدر رحمتِ الٰہی سے حصہ ملا ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل کے لیے آپ حضرات اس آیتِ کریمہ کو سامنے رکھیں۔ "لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ"۔ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کے طفیل اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیئے۔ حضورِ اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس خوشخبری سے بے پناہ خوش ہوئے اور عرض کرنے لگے۔ هنیئًا یارسول اللّٰه! یہ نعمت خوشگوار ہم مفلس اور مشتاقانِ دید کے لیے انعام کی گئی ہے اور شراب محمدی ﷺ سے گھونٹ ان تشنگانِ بادۂ محبت کو بھی ملا ہے۔ پھر آیت نازل ہوئی۔ "اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا" اللہ رب

Marfat.com

العزت نے تمام گناہ معاف کر دیئے۔ پھر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ "وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا" اُمتِ محمدی ﷺ کے مشتاقانِ دید نے اس گفتار کے نوالہ سے اپنی زبان کو محفوظ کیا اور ھنیئا لک پکار اٹھے۔

اللہ ربّ العزت نے اپنے لطف و کرم سے اس کلام کی چاشنی کو کام و دہن سوختہ جانوں میں عطا فرمایا۔ پھر ایک وقت آیا کہ اللہ ربّ العزت سے انعامات اور شرح الصدر کی نعمتیں نازل ہوئیں۔ "اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ" تو امت کے دردمندوں نے نہایت حسرت سے کہا "ھنیئًا یارسول اللہ" پھر ان شکستہ دلوں کو اپنے انعام و اکرام سے نوازا گیا اور آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ "اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ" تو اس طرح ان زخموں پر مرہم تسکین رکھ دی گئی۔

جب اللہ ربّ العزت نے اپنے حبیبِ پاک ﷺ پر درود پاک بھیجا تو اپنے نیک بندوں کو بھی فراموش نہ کیا اور اپنے حبیبِ پاک کے ان غلاموں کو بھی اپنے درود سے نوازا اور اس دارِ دنیا میں وافر حصہ عطا ہوا۔ "هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ" اور جب حضور پاک ﷺ کی اتباع کا ذکر آیا تو حضور ﷺ کے تابعداروں اور غلاموں کو بھی اپنی رحمت سے نوازا اور دنیا میں بھی انہیں یاد فرمایا اور قیامت میں بھی انہیں اپنی رحمت کا امیدوار بنایا اور حضور پاک ﷺ کی برکت سے انہیں شفاعت سے سرفراز فرمایا۔

جب حضورِ اقدس ﷺ پر درود پاک بھیجنے کی آیت کا نزول ہوا تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی بارگاہِ درود سلام پیش کرنے کی کیفیت کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ درود پاک بھیجا کرو (درودِ ابراہیمی)

اس درودِ پاک میں دو حکمتیں ذہن نشین ہونی چاہئیں۔ پہلے یہ بات معلوم کرنا ضروری ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ درود پاک اللہ ربّ العزت کی طرف نسبت سے بھیجا جا رہا ہے۔ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ" اے اللہ اپنے محمد ﷺ پر درود بھیج کیونکہ

Marfat.com

غلاموں کے درود کی وہ قدر و منزلت نہیں ہے کہ اسے بارگاہِ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں [illegible] جائے اس لئے عرض کیا جاتا ہے کہ اے اللہ ربّ العزت تو اپنی شایانِ شان اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رتبہ کے مطابق درود پاک بھیج۔

دوسری حکمت یہ ہے کہ جب ہم فانی اپنی طرف سے کوئی چیز پیش کریں گے تو ابدی اور درجاتِ سرمدی کے مستحق نہ ہو سکیں گے اور جب درودِ پاک کو اللہ ربّ العزت کے حوالہ سے پیش کیا جاتا ہے تو صلوٰۃِ ابدی عطیاتِ سرمدی کی مستحق ہوتی ہے اور اس کی مثال یوں ذہن میں رکھی جائے کہ فانی بندوں کی حمد، صلوٰۃ بھی ناقص ہوتی ہے لہٰذا اس کی بارگاہ کے لائق نہیں اور اللہ ربّ العزت اپنے لطفِ ازل سے اسے قدیم اور لافانی بنا دیتا ہے جس وقت ہم "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" کہتے ہیں تو اس وقت بھی تمام تعریفوں کی نسبت اس قدیم ذاتِ خداوندی سے کر دی جاتی ہے اور اسے آستانۂ قدیم کے لائق بنا دیا جاتا ہے۔ تا کہ اسے قبولیت کا درجہ نصیب ہو اسی طرح ایک بندۂ ضعیف کی صلوٰۃ ناقص اور نارسا ہوتی ہے اور وہ بارگاہِ رسالت میں وہ مقام حاصل نہیں کر سکتی جو کہ بارگاہِ الٰہی سے آئی ہوئی حاصل کرتی ہے۔ اس طرح ہم "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ" کہتے ہیں حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام سے درودِ پاک کو مخصوص کرنے میں یہ حکمت ہے کہ جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لیے کلماتِ خیر حاصل کیے اور دعا مانگی۔ "وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ" تو اللہ ربّ العزت نے اسے قبول فرمالیا اور اس طرح امتِ محمدیہ کو ذکرِ خیر پدرِ امت کے لیے بھی حکم دے دیا ہے۔

اس مقام پر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کا وہ نقطہ بھی سامنے رکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر فضیلت حاصل ہے۔ اللہ ربّ العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا۔ اے ابراہیم علیہ السلام! تم چاہتے ہو کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت تمہارے ذکرِ خیر سے اپنی زبانوں کو مشرف کرتی رہا کرے اور [illegible]

Marfat.com

اعلیٰ سے بھی اوپر اس ذکرِ خیر میں مصروف رہوں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا۔ یااللہ یہ تیری عنایت ہے تو اللہ ربّ العزت نے تمام امتِ محمدیہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود بھیجنے پر مامور فرما دیا۔

تاج المذکرین میں لکھا ہے کہ حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کعبۃ اللہ کی تعمیر فرما رہے تھے تو اللہ ربّ العزت نے اس کعبۃ اللہ کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا قبلہ بنانا تھا تو اس احسان کے بدلے میں اللہ ربّ العزت نے حکم دیا کہ تمہارے قبلہ بنانے کا شکرانہ یہ ہے کہ تم اسے ہر نماز میں ہر صلوٰۃ میں یاد کیا کرو۔ یہ شکرانہ اور احسان بھی میری طرف سے ہو نہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے۔

تاج المذکرین میں ایک اور واقعہ درج ہے کہ لوگوں نے حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ اس بات میں کیا حکمت تھی کہ حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو درود شریف میں مخصوص فرما دیا۔ آپ نے جواب دیا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبۃ اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو آپ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی اور آپ علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت سیّدنا اسمٰعیل علیہ السلام، سیّدنا اسحاق علیہ السلام، سیّدہ ہاجرہ اور سیّدہ سارہ سلام اللہ علیہا اجمعین آمین کہے جا رہے تھے۔ حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے خواہش کا اظہار کیا کہ امتِ محمدیہ کے تمام مشائخ جب کعبۃ اللہ کی زیارت کو آئیں تو دو نفل شکرانہ ادا کریں تو اے اللہ ربّ العزت مجھے ان کا شفیع مقرر فرمانا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کہتے تھے کہ جو شخص حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے بوڑھا ہو کر خانہ کعبہ میں آ کر تیری عبادت کرے گا تو اسے بخش دے سب نے آمین کہا۔ حضرت سیّدنا اسحاق علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا جو نوجوان تیرے اس گھر میں آ کر تیری عبادت کرے تو اسے بخش دے۔ سب نے کہا آمین۔ حضرت سارہ نے اُمتِ محمدیہ کی خواتین اور حضرت ہاجرہ نے اُمتِ محمدیہ کی تمام کنیزوں کے لیے دعا فرمائی کہ جب وہ کعبۃ اللہ کی زیارت کو آئیں اور اس

Marfat.com

میں عبادت کریں تو اے اللہ تو انہیں بخش دے۔ سب نے کہا آمین۔ پھر اللہ رب العزت نے اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کو خطاب فرمایا کہ اے میرے نبی! میرے ابراہیم علیہ السلام اور اس کی آل نے تیری امت کو اس وقت فراموش نہیں کیا تو تیری امت کا ہر فرد جب میری عبادت کرے تو ان کو خیر و برکت سے یاد کر لیا کرے اور نماز کے آخری حصہ میں جو کہ اجابت کا وقت ہوتا ہے۔ ان پر درود پاک بھیجا کرے تا کہ ان کے احسانات کا بدلہ دیا جا سکے۔

ریاض الحسن میں درج ہے کہ صلوٰۃ ذکرِ الٰہی سے بھی اعلیٰ ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ذکرِ خداوندی کے بارے میں فرمایا گیا۔ "فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ" تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا لیکن درودِ پاک کے بارے میں فرمایا گیا کہ تم ایک بار درود پڑھو میں دس بار درود پڑھوں گا یعنی اگر تم میری حمد و ثنا کرو گے تو میں بھی تمہاری ایک بار حمد و ثنا کروں گا۔ لیکن اگر تم میرے حبیب ﷺ کی حمد و ثنا (درود پاک) کرو گے تو میں تمہاری دس بار حمد و ثنا کروں گا کیونکہ محبوب پاک ﷺ کا نام مبارک محب کے پاس لینا اور اس کے اوصاف بیان کرنا' نعت و ثنا پڑھنا اور درود بھیجنا خواہ اکیلے ہو یا میلاد کی حالت میں ہو' مراتب میں کہیں زیادہ ہے۔ اس بات سے کہ خود اس کی ذات کی تعریف کی جائے کیونکہ محبوب کی تعریف محب کی نسبت زیادہ پسندیدہ ہوا کرتی ہے اور اس کی تعریف کے اہتمام سے محب کو زیادہ راحت ہوتی ہے۔

نزہتہ المجالس میں لکھا ہے کہ ایک صاحب کسی بیمار کے پاس گئے۔ ان سے پوچھا کہ موت کی کڑواہٹ کیسی محسوس ہو رہی ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے تو کچھ بھی معلوم نہیں ہو رہا اس لئے کہ میں نے علماء سے سنا ہے کہ جو شخص کثرت سے درود شریف پڑھتا ہے وہ موت کی تلخی سے محفوظ رہتا ہے۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ باہر جا رہا تھا۔ میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ جب وہ قدم اٹھاتا ہے یا رکھتا ہے تو یوں کہتا ہے

Marfat.com

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ" میں نے اس سے پوچھا کہ تیرا یہ عمل کیا کسی علمی دلیل سے ہے؟ (یا محض اپنی رائے سے ہے) تو جواب میں اس نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا کہ سفیان ثوری۔ اس نے کہا کہ عراق والے سفیان؟ میں نے کہا' ہاں! اس نے کہا کہ تمہیں اللہ ربّ العزت کی معرفت حاصل ہے۔ اس نے پوچھا کہ کس طرح معرفت حاصل ہے۔ میں نے کہا کہ رات سے دن نکالتا ہے اور دن سے رات نکالتا ہے۔ ماں کے پیٹ میں بچے کی صورت پیدا کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ کچھ نہیں پہچانا۔ میں نے کہا کہ پھر تو کس طرح پہچانتا ہے؟ اس نے کہا کہ کسی کام کا پختہ ارادہ کرتا ہوں۔ اس کو فسخ کرنا پڑتا ہے اور کسی کام کے کرنے کی ٹھان لیتا ہوں مگر نہیں کر سکتا۔ اس سے میں نے پہچان لیا کہ کوئی دوسری ہستی ہے جو میرے کاموں کو انجام دیتی ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ تیرا درود کیا چیز ہے؟ اس نے کہا! کہ میں اپنی ماں کے ساتھ حج کو گیا تھا۔ میری ماں وہیں فوت ہو گئی۔ فوت ہونے کے بعد اس کا چہرہ کالا ہو گیا اور اس کا پیٹ پھول گیا جس سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ کوئی بہت بڑا سخت گناہ ہوا ہے اس سے میں نے اللہ ربّ العزت کی طرف دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو میں نے دیکھا کہ تہامہ (حجاز) سے ایک ابر آیا۔ اس سے ایک آدمی ظاہر ہوا اس نے اپنا مبارک ہاتھ میری ماں کے چہرہ پر پھیرا۔ جس سے چہرہ بالکل روشن ہو گیا اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو ورم بالکل جاتا رہا۔ میں نے ان سے عرض کی کہ آپ کون ہیں کہ میری اور میری ماں کی مصیبت کو آپ نے دور کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ میں تیرا نبی محمد ﷺ ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے کوئی وصیت فرمائیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تو کوئی قدم رکھا یا اٹھایا کرے تو "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ" پڑھا کر۔

صاحبِ احیاء نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال شریف کے بعد حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ رو رہے تھے اور یوں کہہ رہے تھے کہ یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں

Marfat.com

باپ آپ ﷺ پر قربان ایک کھجور کا تنا جس پر سہارا لگا کر آپ ﷺ منبر بننے سے پہلے خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ پھر جب منبر شریف بن گیا اور آپ ﷺ اس پر تشریف لے گئے تو وہ کھجور کا تنا آپ ﷺ کے فراق میں رونے لگا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک اس پر رکھا جس سے اس کو سکون ہو گیا۔ (یہ حدیث شریف کا مشہور قصہ ہے)

یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی امت آپ ﷺ کے فراق سے رونے کی زیادہ مستحق ہے، بنسبت اس تنے کے (یعنی امت اپنے سکون کے لیے توجہ کی زیادہ مستحق ہے)

یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان آپ ﷺ کا عالی مرتبہ اللہ ربّ العزت کے نزدیک اس قدر اونچا ہوا کہ اس نے آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

"مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ" یعنی جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان آپ ﷺ کی فضیلت اللہ ربّ العزت کے نزدیک اتنی اونچی ہوئی کہ آپ سے مطالبہ سے پہلے معافی کی اطلاع فرما دی۔ چنانچہ ارشاد ہوا

"عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ" اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے۔ تم نے ان منافقوں کو جانے کی اجازت دی ہی کیوں۔ یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان آپ ﷺ کا علوِ شان اللہ ربّ العزت کے نزدیک ایسا ہے کہ آپ ﷺ اگرچہ زمانہ کے اعتبار سے آخر میں آئے لیکن انبیاء علیہم السلام کے میثاق میں آپ ﷺ کو سب سے پہلے ذکر کیا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا "نوح و ابراھیم" (الآیہ)

یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان آپ ﷺ کی فضیلت کا اللہ ربّ العزت کے یہاں یہ حال ہے کہ کافر جہنم میں پڑے ہوئے اس کی تمنا کریں گے کہ کاش آپ کی اطاعت کرتے اور کہیں گے۔ "يٰلَيْتَنَا اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا"

Marfat.com

اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ ربّ العزت نے یہ معجزہ عطا فرمایا ہے کہ پتھر سے نہریں نکال دیں تو یہ اس سے زیادہ عجیب نہیں ہے کہ اللہ ربّ العزت نے آپ ﷺ کی انگشتِ مبارک سے پانی جاری فرما دیا۔ یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا ان کو صبح کے وقت میں ایک ماہ کا راستہ طے کرا دے اور شام کے وقت میں ایک ماہ کا راستہ طے کرا دے تو یہ اس سے زیادہ عجیب نہیں کہ آپ ﷺ کا براق رات کے وقت میں آپ ﷺ کو ساتویں آسمان سے بھی آگے لے جائے اور صبح کے وقت میں آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں واپس تشریف لے آئیں۔ اللہ تعالیٰ ہی آپ ﷺ پر درود بھیجے۔ یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ ربّ العزت نے یہ معجزہ عطا فرمایا کہ وہ مردوں کو زندہ فرما دیں تو یہ اس سے زیادہ عجیب نہیں کہ ایک بھنی ہوئی بکری آپ ﷺ سے درخواست کرے کہ آپ ﷺ مجھے نہ کھائیں اس لئے کہ مجھ میں زہر ملایا گیا ہے۔ یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے یہ فرمایا کہ "رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا" اے ربّ کافروں میں سے زمین پر بسنے والا کوئی نہ چھوڑ۔ اگر آپ ﷺ بھی ہمارے لیے بددعا کر دیتے تو ہم میں سے کوئی بھی باقی نہ رہتا۔ بے شک کافروں نے آپ ﷺ کی پشتِ مبارک کو روندا اور غزوۂ احد میں آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کو خون آلود کر دیا۔ آپ ﷺ کے دندانِ مبارک کو شہید کر دیا اور آپ ﷺ نے بجائے بددعا کے یوں ارشاد فرمایا

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ" اے اللہ میری قوم کو معاف فرما۔ یہ لوگ جانتے نہیں (جاہل ہیں) یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان آپ ﷺ کی عمرِ مبارک کے بہت تھوڑے حصے میں اتنا بڑا اجتماع آپ ﷺ پر ایمان

Marfat.com

لایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی طویل ترین عمر میں اتنے آدمی مسلمان نہ ہوئے کہ حجۃ الوداع میں ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے اور جو لوگ غائبانہ مسلمان ہوئے وہ شریک نہ ہو سکے۔ ان کی تعداد تو اللہ رب العزت ہی کو معلوم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کی تعداد بہت زیادہ سے زیادہ ہے۔ بخاری شریف کی مشہور حدیث شریف عرضت علی الامم میں ہے۔ (رَاَیْتُ سَوَادًا کَثِیْرًا سَدَّ الْاُفُقَ) کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اتنی کثیر مقدار میں دیکھا کہ جس نے سارے جہان کو گھیر رکھا تھا اور حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والے بہت قلیل ہیں۔ قرآن مجید میں ہے "وَمَا اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ" یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان اگر آپ اپنے ہم جنسوں کے ساتھ ہی نشست و برخواست فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ نہ کبھی بیٹھتے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح نہ کرتے مگر اپنے ہی ہم مرتبہ سے تو ہمارے میں سے کسی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح نہ ہو سکتا تھا اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ کھانا نہ کھلاتے مگر اپنے ہی ہمسروں کو تو ہم میں سے کسی کو اپنے ساتھ کھانا نہ کھلاتے۔ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے ساتھ بٹھایا۔ ہماری عورتوں سے نکاح فرمایا۔ ہمیں اپنے ساتھ کھانا کھلانا۔ بالوں کے کپڑے پہنے۔ عربی گدھے پر سواری فرمائی اور اپنے پیچھے دوسرے کو بٹھایا اور زمین پر دستر خوان بچھا کر کھانا کھایا اور کھانے کے بعد اپنی انگلیوں کو اپنی زبان مبارک سے چاٹا اور یہ سب امور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضع کے طور پر اختیار فرمائے۔ اللہ رب العزت ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com